سلسلہ تالیفات قریشی بُک ایجنسی لاہور نمبر 54

مثنویِ مولویِ معنوی
ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مِفتاحُ العُلوم

جلد چھٹی

شرح مثنوی مولٰنا رومؒ

دفتر دوم حِصّہ دوسرا

از

عالیجناب حضرت مولٰینا مولوی محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی

جسے
خاکسار محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی لاہور نے
بعد اخذ حقوق دائمی شائع کیا

کتبہ عبدالمجید

بار اول
قیمت بلا جلد ۲-۸-۰۰ مجلد ۳-۴-۰۰

مفتاح العلوم حصہ ششم

کے بعض فوائد عجیبہ جن کا موقع بموقع ایراد ہوا ہے

مضامین	نمبر صفحہ

تصوف وسلوک

عقاید

ما یتعلق بالتفسیر

ما یتعلق بالحدیث

ما یتعلق بالفقہ

اخلاق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِمَنْ ھُوَ الْاَوَّلُ بِلَا انْتِھَاءٍ ○ وَالْاٰخِرُ بِلَا ابْتِدَاءٍ ○ وَھُوَ الَّذِیْ ظَھَرَ بُرْھَانُہٗ ○ بِحَیْثُ لَا یُمْکِنُ کِتْمَانُہٗ ○ وَخَفِیَ عِیَانُہٗ بِاَنْ لَّا یُرْجٰی بَیَانُہٗ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَیِّرِ الْاَنْوَارِ الَّذِیْ طَلَعَ مِنَ الْبَطْحَاءِ ○ وَعَرَجَ اِلَی السَّمَاءِ ○ وَنَوَّرَ الْعَالَمَ بِنُوْرٍ الدَّائِمِ الْبَقَاءِ ○ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْاَمْجَادِ ○ لَا سِیَّمَا عَلَی الَّذِیْنَ ھُمْ لِفَلَکِ الشَّرَافَۃِ وَالْعَدَالَۃِ کَالْبُرُوْجِ وَالْاَوْتَادِ ○

اَمَّا بَعْدُ آج مفتاح العلوم کی چھٹی جلد یعنے مثنوی مولانا روم کے دوسرے دفتر کے دوسرے ربع کی شرح شروع ہورہی ہے جس خداوند مستعان ورحیم ورحمٰن نے اپنی عنایت بےغایت سے اس خاکسار کو شرح ہذا کے پہلے حصوں کی تدوین وترتیب کی توفیق بخشی۔ اور پھر ان کو قبول عام کے دربار میں امتیاز خاص کا درجہ بخشا۔ وہی اب بھی اس مہم کی سرانجام دہی کے لئے اس عاجز کے دل کو تازگی۔ اس کے دماغ کو روشنی۔ اس کے ارادہ کو استحکام اور اس کی ہمت کو استقلال بخشے گا۔ اور پھر وہی اس کو اپنی قبولیت کی عزت بخش کر سب کے لئے موجب برکت بنائیگا۔

خدایا توئی بندہ را دستگیر — بود بندہ را از خدا ناگزیر
بجشایشِ خویش یاریم دِہ — زغوغائے خود رستگاریم دِہ
چو پروانہ بر شمعِ چراغِ توام — چناں داں کہ مُرغے زباغِ توام
چو ذرّہ بگردِ بزرگاں دوید — بداں خردی آورد خود راپدید
من آں ذرّہ خردیم از دیدہ دُور — کہ نیروے تو بر من افگند نور
بہ نیروے تو چُوں پدید آمدم — درِ گنجہا را کلید آمدم
بسر بردم اوّل بساطِ سخن — دگر رہ کنم تازہ درجِ کہن
باوّل سخن دادِیم دستگاہ — بآخر قدم نیز بنمائے راہ

صفائے دہ ایں خاکِ تاریک را
کہ تا بینم آں راہ باریک را

آمین ثم آمین

آغازِ شرح

پیچھے ذکر تھا۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی لیاقت و استعداد کے موافق سلوک ہونا مناسب ہے۔ اور اسکو اسی درجے میں رکھنا چاہئے۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ اس سے بڑھانا نہیں چاہئے۔ اس کی تائید میں ذیل کی حکایت ارشاد ہے:۔

اِمتحان کردن بادشاہ آں دو غلام را کہ نوخریدہ بُود

ایک بادشاہ کا (اپنے) دو غلاموں کو آزمانا جو نئے خریدے تھے

بادشاہ دو غلام ارزاں خرید　　با یکے زاں دو سخن گفت و شنید

ترجمہ۔ ایک بادشاہ نے دو غلام سستے داموں خرید کئے۔ (اور) ان دو میں سے ایک (غلام) کے ساتھ گفتگو کی۔ اپنی بات کہی اور (اس کی) سنی۔

نوٹ۔ ارزاں خرید کی تصریح سے یہ فائدہ ہے۔ کہ کسی چیز کی ارزاں خریداری میں اس کے حسن و قبح پر گہری نظر نہیں کی جاتی۔ سرسری اندازہ کر کے فوراً اسکو خرید لیا جاتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی اسی طرح ان کو بعجلت خرید لیا۔ امتحان و آزمایش اور غور و تامل نہیں کیا۔ پھر ان کو آزمانے لگا۔ پہلے ان میں سے ایک کو آزمایا۔ تو:۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب　　از لبِ شکر چہ زاید؟ شکّرآب

لغات۔ لبِ شکر۔ لب شکرخا۔ وہ لب جو اپنی شیریں کلامی سے گویا شکر کھلاتے کھلاتے ہیں۔ اور یہ لفظ عموماً خوبرو کے لئے بولتے ہیں۔ شکرآب۔ شکر اور پانی ملا ہوا۔ مراد شربت قند۔

ترجمہ۔ تو اس (بادشاہ) نے اس (غلام) کو ہوشیار اور شیریں جواب پایا (کیوں نہ ہو) شیریں لب (حسین کی باتوں) سے (اور) کیا ٹپکے؟ (سوائے) شربت (کے)

مطلب۔ پیاری پیاری صورت اور دلکش آواز ہو، تو باتیں خواہ مخواہ قند و نبات کی طرح شیریں معلوم ہوتی ہیں سعدیؒ

آواز خوش از کام و دہان لب شیریں　　گر نغمہ کند ور نکند دل بفریبد

اس غلام کی شکل و صورت دلفریب اور بات چیت معقول و برجستہ تھی۔ مگر اخلاق و خصائل نہایت ناپاک تھے۔

آدمی مخفی ست در زیرِ زباں　　ایں زباں پردہ ست بردرگاہِ جاں

ترجمہ۔ آدمی (اپنی) زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ یہ زبان (کیا ہے؟) درگاہ روح پر (گویا) ایک

پردہ (تنا ہوا) ہے۔

مطلب۔ جب تک آدمی خاموش رہتا ہے۔ تو اس کی روح کے اچھے یا بُرے اوصاف چھپے رہتے ہیں۔ جب وہ اپنی زبان کھولتا ہے۔ تو یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اس کی روح کی خوبیاں یا خرابیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

سعدیؒ ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

پہلا مصرعہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ کہ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنے آدمی اپنی زبان کے نیچے مخفی ہے۔ صائبؒ ؎

دیوانہ خموش بعاقل برابر است — دریائے آرمیدہ بساحل برابر است

سوال۔ زبان کے کھلنے پر درگاہ روح کا پردہ اُٹھ جانے سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس غلام کے بُرے خصائل بادشاہ پر عیاں ہو گئے ہوں گے۔ مگر اوپر کے شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی باتوں سے اس کے پسندیدہ اطوار نے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ اس تعارض کا کیا جواب؟

جواب۔ زبان کے کھلنے سے صرف لیاقت کلام۔ آدابِ گفتگو۔ اور علم و ہنر کا پتہ لگتا ہے۔ نفسانی امراض اور اخلاقی معائب ذرا گہرے ہوتے ہیں۔ ان کا پتہ مدت کے تعامل اور مصاحبت کے بغیر نہیں لگ سکتا۔

کسی کے خبثِ نفس کا پتہ جلدی نہیں لگتا

بقول سعدیؒ ؎ تواں شناخت بیک روز از شمائل مرد — کہ تا کجاش رسیدست پایگاہ علوم

ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو — کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

اجنبی آدمی کی مثال پانی کے ایک برتن کی سی ہے۔ جس طرح برتن سے پہلے پہلے آبِ زلال نکلتا ہے۔ اور میلے اور مکدر پانی کی باری پھر آتی ہے۔ اسی طرح جب کسی اجنبی آدمی کی ملاقات کا موقع ہوتا ہے۔ جو اہلِ علم و ہنر ہو۔ تو اس کی گفتگو سے صرف اس کے علم و ہنر کا پتہ لگ سکتا ہے۔ لیکن اس کے ان اصلی و جبلی اخلاق سے مدت کے بعد پالا پڑتا ہے۔ جو گھڑے کے میل کی طرح اس کے ظرف وجود میں تہ نشین ہوتے ہیں۔ اور گفتگو میں ان کو کوئی شائبہ نظر نہیں آسکتا۔ پس بادشاہ کو اس غلام کی بات چیت سے صرف اس کی زیرکی۔ ہوشیاری اور بالغ نظری محسوس ہوئی۔ اور انسان کی زبان اس کے انہی اوصاف کا پردہ ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے مخفی خصائل کا۔ لہذا غلام کے خصائل بد اور خبث نفس کا پتہ بادشاہ کو ابھی نہیں لگا۔ وہ آگے چل کر لگے گا۔

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید — سرِّ صحنِ خانہ برما شد پدید

ترجمہ۔ جب ہوا کے ایک جھونکے نے پردہ کو ہٹا دیا۔ تو صحن خانہ کا بھید ہم پر نمایاں ہو گیا۔

کاندراں خانہ گہر یا گندم ست — گنج زر یا جملہ مار و کژدم ست

ترجمہ۔ کہ اس گھر میں موتی ہیں یا گیہوں ہیں۔ سونے کا خزانہ ہے یا سراسر سانپ اور بچھو (بھرے پڑے) ہیں۔

یا دراں گنجست و مارے برکراں — زانکہ نبود گنج زر بے پاسباں

ترجمہ۔ یا اس میں خزانہ ہے اور ایک طرف سانپ ہے۔ کیونکہ سونے (چاندی) کا خزانہ

محافظ کے بغیر نہیں ہوتا۔

مطلب۔ غرض زبان آمادہ کلام ہوئی۔ اور لیاقت کا راز منکشف ہوا۔ تانت باجی راگ بوجھا۔ پھر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ شخص مجسمہ ہنر ہے۔ یا سراپائے عیوب ہے۔ یا عیب و ہنر دونوں اس میں جمع ہیں۔ کیونکہ ہر کجا گلے ست خارے ست و ہر کجا گنجے ست مارے ست۔ سعدیؒ رہ ۵

زباں در دہانِ خرد مند چیست؟ کلیدِ درِ گنج صاحب ہنر

چو در بستہ باشد چہ داند کسے کہ جوہر فروش ست یا پیلہ ور

پرانے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مدفون خزانے پر ایک سانپ ضرور رہتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی بنا پر کہا " زانکہ بنود گنج زر بے پاسباں " اور مطلب یہ ہے۔ کہ عموماً خوبیوں کے ساتھ معائب بھی ہوتے ہیں۔

بے تأمّل او سخن گفتے چناں کز پسِ پانصد تأمّل دیگراں

ترجمہ۔ (چنانچہ) وہ (غلام حاضر جواب ایسا تھا کہ) بلا سوچے ایسی (برجستہ) بات کرتا۔ کہ دوسرے لوگ پانسو مرتبہ سوچنے کے بعد (کر سکیں)

گفتی اندر باطنش دریاستے جملہ دُر یا گوہر گویاستے

ترجمہ۔ گویا اس کے اندر ایک دریا (موجزن) تھا۔ جو (لیاقت کے) موتیوں سے لبریز تھا یا (وہ غلام خود) ایک گوہر ناطق تھا۔

نوٹ یہ ترجمہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ دوسرے مصرعہ میں دُر بمعنے مروارید اور یا حرف تردید ہو۔ اگر یہ لفظ دریا تسلیم کیا جائے۔ تو دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔ " اور وہ دریا سارے کا سارا گوہر ناطق سے پُر تھا۔

نورِ ہر گوہر کزو تاباں بُدے حق و باطل را ازو فرقاں شُدے

لغات۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقاں۔ فرق۔ امتیاز۔ الگ الگ نظر آنا۔ قرآن مجید کا بھی نام ہے۔

ترجمہ۔ اس کی ہر بات کے موتی سے جو نور جھلکتا۔ تو حق اور باطل اس سے الگ الگ نظر آنے لگتے۔

مطلب۔ بعض کے نزدیک یہ غلام ہی کی تعریف چلی جا رہی ہے۔ جو مبنی بر مبالغہ ہے (کما ہو من مراسم الشعرا) مگر اکثر شارحین کے نزدیک جن میں مولانا بحر العلوم بھی ہیں۔ یہاں سے حق تعالیٰ اور اس کے کلام پاک کے ذکر کی طرف انتقال ہے۔ اور یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔ مولانا بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مصرعہ اول بمنزلہ شرط ہے اور مصرعہ دوم بمنزلہ جزا۔ گوہر سے مراد قلب ہے " کزو " کی ضمیر راجع بحق ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کے سبب سے بلا تکلف مرجع ضمیر ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کا اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ خصوصاً فارسی میں۔ پس حاصل معنے یہ ہوگا۔ کہ جس قلب کا نور حق تعالیٰ کی طرف سے تاباں ہوتا ہے۔ یعنے جو دل نور حق سے منور ہو۔ اس کے نزدیک حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی التباس باقی نہیں رہتا۔

نورِ فرقاں فرق کردے بہرِ ما ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا

ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوتی۔ تو) قرآن مجید کا نور ہدایت ہمارے لئے حق و باطل کا ذرہ ذرہ ممتاز اور جدا کر دیتا۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ کہ اس غلام کی باتوں سے (یا یعنے دیگر منور قلوب کے) نور سے حق و باطل میں پورا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ ایسا امتیاز تو بظاہر نظر قرآن مجید سے بھی نہیں ہوتا۔ ورنہ دنیا میں کفر و ضلالت ہی کیوں رہتی۔ اس شعر میں اس کا جواب دیا ہے۔ یعنے قرآن مجید تو فی نفسہ پوری طرح فارق حق و باطل ہے۔ مگر اس فرق کو دیکھنے کے لئے چشم بصیرت بھی ہو۔ دیکھو آفتاب سیاہ و سفید اور راہ و پیچ میں فرق بخوبی نمایاں کر دیتا ہے۔ مگر یہ فرق اسی کو محسوس ہوتا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ اندھے کو کیا پتہ۔ پس اگر اندھے کو یہ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے۔ نہ کہ آفتاب کا۔ ؎

شبنم از روشن ضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صائب صاف گردد زود واصل مے شود

شعر مذکور میں شرط مقدر ہے۔ جس پر قرینہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنے تقدیر کلام یوں ہے۔ اگر مارا چشم بصیرت بودے نور فرقان بر ما حق و باطل را تمیز نمودے۔

نور گوہر نورِ چشمِ ما شدے ہم سوال و ہم جواب از ما بُدے

ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوتی تو مضامین قرآن کے) گوہر کا نور ہماری چشم (حق بیں) کا نور بن جاتا۔ (پھر) جو سوال ہمارے دل سے پیدا ہوتا اس کا جواب بھی ہمارے اپنے دل سے ہی مل جاتا۔

مطلب۔ اپنے نور بصیرت کی بدولت قرآنی ہدایات سے اسقدر ایقان و اذعان حاصل ہو جاتا۔ کہ پھر اول تو کوئی شبہ ہی پیدا نہ ہوتا۔ اگر پیدا ہوتا تو آپ سے آپ رفع ہو جاتا۔ پس جب لوگوں کو قرآن مجید کے باوجود حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ تو ظاہر ہے کہ خود انہی کی بصیرت کا نقص ہے۔ قرآن مجید کی طرف سے حق و باطل کو ممیز کر دینے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ منشائے شک و شبہ یا تو کلام میں ہوتا ہے۔ یا سامع کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب سامع کی کج فہمی یا سوء نیت منشائے شبہات ہو۔ تو یہی کہا جاتا ہے۔ کہ کلام تو فی نفسہ درست اور صحیح ہے۔ مگر سامع پر اس کی اپنی کج فہمی اس کلام کو سچا ثابت نہیں ہونے دیتی۔ جیسے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنے قرآن مجید میں کوئی شک نہیں۔ تو یہاں اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس کتاب میں فی نفسہ تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن بعض سامعین اپنے سوء تعقل اور کج فہم کے باعث شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ نے لَا رَيْبَ فِيْهِ فرمایا ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِمْ نہیں فرمایا۔ جو یہ اعتراض وارد ہو سکے۔ کہ پھر قرآن مجید کے متعلق کافر شک کیوں کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مریض یرقان کسی سفید کپڑے کو زرد دیکھے۔ تو ظاہر ہے کہ کپڑے کی سفیدی میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہ خلاف واقع جو زرد رنگ نظر آ رہا ہے۔ تو اس مریض یرقان کی نظر کا قصور ہے۔ اسی طرح لوگوں کو کلام حق اور ملفوظات عارفین میں خلاف واقع شبہات ہوتے ہیں (کلیہ)

سعدیؒ سہ

گوشت حدیث مے شنود ہوش بے خبر در حلقۂ بصورت و چوں حلقہ بر دری

چشم کژ کردی دو دیدی قرص ماہ چوں سُوال ست این نظر در اشتباہ

لغات۔ کژ۔ کج۔ ٹیڑھا۔ قرص۔ ٹکیا۔ قرص ماہ۔ جرم قمر۔ سوال۔ بضم سین طلب۔ پرسش۔ اظہار شبہ۔ اعتراض۔ ترکیب۔ چوں سوال ست الخ شرط مؤخر دو دیدی جزائے مقدم۔ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ معطوف بتقدیر عاطف چشم کژ کردی جملہ فعلیہ معطوف علیہ۔

ترجمہ۔ تم نے (اپنی) آنکھ کو ٹیڑھا کر رکھا ہے۔ (اور) چونکہ یہ (ٹیڑھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں (خود منشا) اعتراض ہے (جس سے شبہ ناشئی ہوتا ہے۔ اس لئے) تم چاند کی ٹکیہ کو دو دیکھتے ہو۔

مطلب۔ آنکھ کے ایک کوئے کو انگلی سے دبائیں۔ تو آنکھ کا ڈھیلا ٹیڑھا ہو جانے سے ہر چیز ایک کی بجائے دو دکھائی دینے لگتی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ کج نظری تو خود تمہارے اندر ہے۔ کہ ہر چیز کو ایک کی بجائے دو دیکھتے ہو۔ یعنے حق کی بجائے باطل نظر آتا ہے۔ تو حقائق کا کیا قصور ہے۔ اسی طرح کافر و مشرک لوگ اپنی چشم بصیرت کی کجی کے باعث ماہ حق یعنے ذات احدیت کو ایک سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور اس کی وحدت کا چاند نمایاں طور پر تاباں و درخشاں ہے سہ

گناہ کجروی است ناامیدی تو کہ تیر راست خطا کمتر از نشانہ کند

مذکورہ ترکیب و ترجمہ جس کو ہم نے اختیار کیا ہے "چوں" کو حرف شرط قرار دینے کی تقدیر پر ہے۔ ایک شارح نے اس کو حرف تشبیہ قرار دیا ہے۔ مگر اس تقدیر پر زیادہ مقدرات نکالنے پڑتے ہیں۔ اور پھر ترجمہ یوں ہوگا:-

اپنی آنکھ کو تم نے ٹیڑھا کر رکھا ہے۔ (اور پھر) چاند کی ٹکیا کو دو دیکھتے ہو (تو حیرت میں پڑ جاتے ہو) یہ (ٹیڑھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں خود گویا (منشائے) اعتراض ہے (جس سے شبہ ناشئی ہوتا ہے)

راست گرداں چشم را در ماہتاب تا یکے بینی تو مہ رانک جواب

لغات۔ نک مخفف ہے اینک کا۔ دیکھو۔ یہ لو۔ اسے لو۔

ترجمہ۔ (اپنی) بصیرت کی آنکھ کو ماہتاب (کے مشاہدے) میں سیدھا رکھو۔ تاکہ تم (اس) ماہ (حقیقت) کو ایک دیکھو۔ سو یہ ہے جواب (فرقانیت قرآن کے متعلق تمہارے سوال کا)

مطلب۔ ارتکاب معاصی دل کے لئے بمنزلہ زنگ ہے۔ جس سے دل کی روشنی و نورانیت زائل اور زوال نورانیت سے امتیاز حق و باطل مشکل ہو جاتا ہے۔ ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان المؤمن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب واستغفر صقل قلبہ وان زاد زادت حتّٰی تعلوا قلبہ فذالکم الران الذی ذکر اللہ تعالیٰ کلا بل ران علےٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ یعنے مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک کالا نقش پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے۔ اور بخشش مانگتا ہے۔ تو اسکا

دل پھر بدستور چمکنے لگتا ہے۔ اور اگر زیادہ گناہ کرتا رہتا ہے۔ تو وہ سیاہی بھی زیادہ ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک۔ کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ زنگ ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں یوں) ذکر فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک معلم قرآن نے اپنے کسی خوبرو شاگرد کی طرف نفسانی نظر سے دیکھا۔ تو اتنی سی معصیت اس کی قوت حافظہ کے لئے آفت بن گئی۔ قرآن مجید کی دولت اس کے سینے سے اٹھالی گئی۔ اور وہ ایک آیت تک پڑھنے سے معذور ہوگیا۔ بیچارہ اس حالت سے سخت متردد ہوا۔ خواجہ صاحب کے حضور میں جا کر رویا۔ اور حقیقت حال عرض کی۔ انہوں نے ایک بزرگ کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ جن کی دعا سے اس کی زائل شدہ دولت قرآن پھر حاصل ہوگئی۔ امام شافعی رہ فرماتے ہیں ؎

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی　　فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
فان العلم نور من الله　　ونور الله لا یعطی العاصی

میں نے اپنے (استاد) وکیع کے پاس اپنے ضعف حافظہ کی شکایت کی۔ تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کر دینے کی ہدایت کی۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں۔ کہ تم اپنے قوائے ادراک اور آلات تعقل کو نادرست نہ ہونے دو۔ اور گناہوں سے بچو۔ جن سے ان قویٰ و آلات میں کجی و نادرستی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھو۔ کہ حقائق تم کو اصلی اور حقیقی صورت میں حاصل ہونے لگیں گے۔ مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

پاک کن دو چشم را از موئے عیب　　تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب
چشم را در روشنائی خوئے کن　　گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن

خاتمہ مبحث پر فرمایا ہے۔ کہ یہی جواب ہے۔ سائل کے اس سوال کا کہ اگر قرآن مجید فارق حق و باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و گمراہی کیوں موجود ہے۔ وجہ جواب یہ ہے۔ کہ ضلالت کا وجود قرآن مجید کے فارق حق و باطل نہ ہونے پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس پر مبنی ہے۔ کہ لوگوں کی نظر قرآنی تعلیمات کے ادراک کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اگر لوگوں کی نظر درست بین ہوتی۔ تو دنیا میں ضلالت و غوایت کا نام و نشان نہ رہتا۔ صائبؒ ؎

کاہلی پیچیدہ دارد دامنِ ما را بدست　　ورنہ دارد کعبۂ کوے تو راہ از شش جہت

فکرت را کژ مبیں نیکو نگر　　ہست ہم نور و شعاعِ آں گہر

ترکیب۔ بظاہر یوں متبادر ہوتا ہے۔ کہ فکرت مفعول بہ اول اور کژ مفعول ثانی ہے مبیں کا۔ مگر حقیقت میں یوں نہیں۔ بلکہ مبیں میں ضمیر مخاطب ذوالحال ہے۔ اور داشتہ فعل مقدر اپنے ان دونوں مفعولوں کے ساتھ مل کر اس کا حال ہے۔ ایک نسخہ میں "فکرت را راست کن" درج ہے۔ یہ نسخہ صاف ہے۔ محتاج تکلف نہیں۔ ایک شارح نے مبیں بمعنے مکن سمجھا ہے۔ اس صورت میں بھی معنے صاف ہو جاتے ہیں۔ مگر نہ معلوم یہ محاورہ ان کو کہاں سے ہاتھ لگا۔ ہست کی ضمیر کا مرجع قائم کرنے میں شارحین نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ شارح بحر العلوم نے صاحب مکاشفات کے قول کے مطابق اس کا مرجع فکر کو قرار دیا ہے۔ اور اس تقدیر پر کلمہ "ہم" اشتراک کا معنے دیتا ہے۔ ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ایک شارح نے اس ضمیر کو قرآن کیطرف

راجع کیا ہے۔ ایک اور شارح نے اس کا مرجع غیر حق کو قرار دیا ہے۔ اور دوسری صورت میں ہم بمعنے نیز حرف عطف ہے۔

ترجمہ۔ اپنے فکر کو ٹیڑھا (رکھ کر) نہ دیکھو (بلکہ عارفوں کی طرح) درست (اور صحیح فکر کے ساتھ) نظر کرو (کہ) یہی (فکر راست ہے۔ جو) اس وجود مطلق کے نور اور شعاع کے ساتھ مشارک ہے۔

مطلب۔ یہاں فکر سے منطقی اصطلاح کے موافق نظر عقلی مراد نہیں۔ بلکہ فکر عارفاں مراد ہے۔ جیسے بعض اکابر کا قول ہے۔ التفکر ساعۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔ یعنے گھڑی بھر کا تفکر ساری دنیا اور اسباب دنیا سے بہتر ہے (بحر العلوم) اس کے ہم معنے ہے یہ حدیث اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ۔ یعنے دنیا ملعون ہے اور اس کے سامان ملعون ہیں مگر اللہ کی یاد اور وہ باتیں جن کو اللہ تعالے پسند کرتا ہے (مشکوۃ) ۵

بفکرِ اے پریشاں گذشت ایامش کسیکہ ہمچو تو صائب بفکرِ یار نرفت

دوسرے دونوں شارحین کے ترجمے علے الترتیب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) تم اپنے فکر کی غلط بینی چھوڑ کر راست بینی اختیار کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن بھی اس علام کے گوہر سخن کا ہم نور و ہم شعاع یعنے فارق حق و باطل ہونے میں مشارک اعلے ہے۔

(۲) اپنی فکر کو کج مت کرو۔ اور اچھی طرح دیکھو۔ کہ وہ (غیر حق بھی (جس پر تم کو اعتماد ہے) اسی گوہر کے نور کا عکس ہے۔ اور اسی کی شعاع ہے۔ مطلب یہ کہ شعاع کی گرویدگی میں مظہر شعاع سے غافل ہونا۔ اور اصل کو چھوڑ کر عکس طلب کرنا بیوقوفی ہے۔

ہر جوابے کاں زگوش آید بدل چشم گفت از من شنو آں را بہل

لغات۔ کاں مخفف کہ آں چشم سے چشم باطن مراد ہے۔ بہل۔ ہا کے کسرہ سے صیغہ امر ہے ہلیدن۔ (چھوڑنا) سے۔ **ترکیب۔** ہر جوابے الخ شرط دوسرا مصرعہ جزا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جزا مقدر ہو۔ یعنے آں کفایت نکند شرط وجزا مل کر جملہ معللہ ہو۔ اور دوسرا مصرعہ اس کی علت۔ لہذا ترجمہ بھی دو طرح ہو سکتا ہے۔

ترجمہ (۱) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے (اس کے بارے میں) چشم (بصیرت) کہتی ہے (کہ حقیقت کی بات اس سے نہیں سن سکتا) مجھ سے سن۔ اس کو چھوڑ دے۔

(۲) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے۔ (وہ کافی نہیں۔ لہذا) چشم (بصیرت) کہتی ہے کہ (حقیقت کی بات) مجھ سے سنو اسکو چھوڑ دو۔

مطلب۔ پیچھے یہ شبہ ناشی ہوا تھا۔ کہ اگر قرآن مجید فارق حق باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و غوایت کیوں موجود ہے۔ اور اس کا جواب صرف اتنا دیا تھا۔ کہ تم اپنی بصیرت کی آنکھ کو راست بین بناؤ۔ تو پھر قرآن کا فارق حق و باطل ہونا خود بخود نمایاں ہو جائے گا۔ اور کوئی منطقی دلیل اس کے فارق ہونے کی پیش نہیں کی۔ اب اس کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ سماعی جواب جو کسی منطقی دلیل پر مشتمل ہوتا شفائے تام نہیں بخشتا۔ ایسا جواب صرف مفید ظن ہوتا ہے۔ جو کسی مخالف دلیل قوی کے پیش ہونے پر رد ہو سکتا ہے۔

جس کے بعد پھر وہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ لہذا سماعی جواب سے تسکین چاہنے کی بجائے خود اپنی چشم بصیرت سے کام لو۔ جس سے تم فارقیت قرآن کو گویا دیکھ ہی لو گے۔ اور "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" مسلم ہے۔ کان (آلہ شنید) اور آنکھ (آلہ دید) میں فرق مراتب یہاں تک ہے۔ کہ:-

گوش دلّال ست و چشم اہلِ وصال چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال

لغات۔ دلّال راستہ بتانے والا۔ سودا کرانے والا۔ وصل محبوب کا ذریعہ بننے والا۔ اہل وصال۔ صاحب وصل۔ جس کو محبوب کا وصل نصیب ہو جائے۔ صاحب حال جو کسی خاص کیفیت میں خود مستغرق ہو۔ اصحاب قال وہ لوگ جو کسی کیفیت کا صرف زبانی ولسانی تذکرہ کرتے۔ اور دوسروں کو بتاتے ہیں خود ان پر وہ کیفیت طاری نہیں۔

ترجمہ۔ کان تو (معانی و حقائق کو دل تک پہنچانے میں صرف) دلّال (کا کام کرتے) ہیں۔ اور چشم (بصیرت خود ان معانی و حقائق کو کان وغیرہ آلات احساس کے توسل کے بغیر) حاصل کر لینے والی ہے۔ (یا یوں کہو کہ) چشم (بصیرت ان معانی کی کیفیت میں خود متکیف ہے۔ اور کان (صرف اس کو بیان کرنے والے ہیں۔

مطلب۔ یہاں کان اور چشم بصیرت کا فرق دکھایا ہے۔ یعنے ان دونوں کو معانی مقصودہ کے ساتھ الگ الگ وہی نسبت ہے۔ جو ایک پیغام لے جانے والے کو اور محب طالب وصل کو محبوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ محب جب اپنے محبوب کے ساتھ وصل یاب ہو جاتا ہے۔ تو پھر کسی قاصد پیغام رساں کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح جب قلب میں انجلا اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کان کے توسط کے بغیر اس پر معانی و مطالب اور حقائق و معارف منکشف ہونے لگتے ہیں ؎

شبنم از روشن ضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صاحب صاف گردد زود واصل میشود

پھر اسکو کان وغیرہ آلات احساس کے توسط کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اس مرتبہ میں قلب گویا خود صاحب حال ہے۔ کہ وہ معانی و معارف کی اس کیفیت میں سراپا مستغرق ہے۔ اور کان صرف ان کے ناقل و حاکی ہیں خود ان کی کیفیت سے غیر متکیف ہیں۔

در شنود گوش تبدیل صفات در عیان دیدہا تبدیل ذات

لغات۔ شنود حاصل مصدر ہے شنودن سے۔ صفات۔ اوصاف۔ اخلاق و عادات۔ اور کیفیات نفسانیہ عیاں۔ مشاہدہ۔ دید۔ آنکھوں سے دیکھنا۔ ذات اصل وجود جو موصوف بصفات ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ کانوں کے سننے میں (زیادہ سے زیادہ یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ) عادات وغیرہ صفتیں بدل جاتی ہیں۔ (بخلاف اس کے دل کی آنکھوں کے مشاہدہ میں (یہ گہری تاثیر ہے۔ کہ) کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ یہ ایک اور پیرایہ میں کان اور چشم بصیرت کا فرق بیان کیا ہے۔ یعنے وعظ و نصائح سن کر بھی عبرت ہوتی ہے۔ مگر اس کا اثر صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ بعض عادات کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ مثلاً تکبر کی مذمت سنی۔ تو

تواضع پر دل مائل ہوگیا۔ اسراف کے بُرے نتائج معلوم ہوئے۔ تو طبیعت کا کفایت شعاری کی طرف میلان ہو گیا۔ لیکن اس قسم کی تبدیلی کے بعد پھر ان بُری عادتوں کا عود کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ ابھی طبیعت نہیں بدلی۔ جو منشائے عادات ہے۔ صحبت بد وغیرہ سے پھر وہ عادات تازہ ہو سکتی ہیں۔ مگر جب بجائے سننے کے چشم بصیرت سے ان رذائل کے نتائج سیئہ کا احساس ہو جاتا ہے۔ یا چشم ظاہر سے ان نتائج کے مشاہدہ کا موقع مل جاتا ہے تو اس کا اثر اس قدر گہرا ہوتا ہے۔ کہ گویا طبیعت ہی بدل جاتی ہے۔ اور جب مبدء عادات و منشائے افعال ہی بدل جائے۔ تو پھر سابقہ عادات کا ظہور کیونکر ممکن ہے۔ سعدیؒ ؎

چوں دگر مرغ بیند اندر بند — نرود مرغ سوئے دانہ فراز

ز آتش از علت یقیں شد از سخن — پختگی جو در یقیں منزل مکن

لغات۔ ز آتش۔ از آتش ہے۔ علت یقیں سے علم الیقین مراد ہے۔ جو یقین کا ادنیٰ درجہ ہے۔ سخن بات۔ تذکرہ۔ **ترکیب۔** از سخن اس مصرعہ میں کلمہ شد کے متعلق ہے۔ نہ کہ دوسرے مصرعہ میں کلمہ جو کے متعلق جیسے کہ ایک شارح نے اختیار کیا ہے۔

ترجمہ۔ اگر (آگ کا) تذکرہ (سننے) سے تم کو آگ کا علم یقین حاصل ہو گیا۔ تو (یقین کے) اس ادنیٰ درجہ پر ٹھکانا نہ کرو بلکہ یقین میں پختگی طلب کرو۔

مطلب۔ اس میں بھی سماعی علم سے اس علم کے افضل ہونے کی تائید ہے۔ جو مشاہدہ و عیان سے حاصل ہو۔ اور یہاں یقین ان تین قسموں کا ذکر ہے۔ جو صوفیہ کی اصطلاحات سے ہیں۔ علم الیقین یہ ہے۔ کہ کسی مخبر صادق سے کوئی خبر سن کر اس کو صحیح مان لیا جائے۔ جیسے فرض کرو۔ کہ ایک شخص نے دنیا میں پیدا ہو کر آگ دیکھی ہی نہیں۔ تو کسی نے اس کو بتایا۔ کہ آگ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو اشیا کو جلا دیتی ہے۔ اس مخبر کے اعتبار پر جو اس شخص کو یقین آ جائیگا۔ وہ علم الیقین ہے۔ اور اگر وہ شخص کسی چیز کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھ بھی لے۔ تو پھر کہیں گے۔ کہ اس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی آگ میں کود پڑا۔ اور اس کے اثر سوزش کو اپنے جسم پر محسوس کیا۔ تو یہ حق الیقین ہے۔ پس اسی طرح اول تو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کو صرف سن کر مان لیتے ہیں۔ یہ علم الیقین ہے۔ اور اس سماع کے بعد جب بعض بندگان حق کو اس کے عشق و محبت میں مستغرق دیکھتے ہیں تو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر خود بھی اس آتش عشق میں جلنے لگتے ہیں۔ تو اب حق الیقین کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ بہذا فرماتے ہیں۔ کہ یقین کے ادنیٰ یا اوسط درجہ پر قانع نہ ہو۔ بلکہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کی کوشش کرو۔ جو حق الیقین ہے۔ صرف کان سے سننے یا چشم ظاہر سے دیکھنے پر کفایت نہ کرو۔ بلکہ چشم بصیرت کے مشاہدہ سے حق الیقین حاصل کرو۔

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں — ایں یقیں خواہی در آتش در نشیں

لغات۔ عین الیقین۔ شک یقین پورا پورا یقین۔ اصل یقین یعنے حق الیقین۔ جو خود آگ میں پڑنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یقین کی تین قسمیں جو اوپر بیان ہوئی تھیں۔ ان میں دوسری قسم عین الیقین تھی۔ یہاں وہ مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں عین بمعنے چشم مراد تھی۔ اور عین الیقین کے معنے ہیں آنکھ کے ساتھ دیکھنے سے حاصل کیا ہوا

یقین مگر یہاں عین بمعنے اصل مراد ہے۔ جس کے معنے حق کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض شارحین کو اس لفظ کی تاویل میں بہت مشکلات پیش آئی ہیں۔ حتےٰ کہ بعض کو مجبوراً ماننا پڑا۔ کہ یہاں مولانا کی اصطلاح تمام صوفیہ سے جداگانہ ہے (کلید)۔

ترجمہ۔ جب تک کہ تم خود (آتش عشق میں پڑکر) جلنے نہ لگو (تمہارا) وہ (یقین) حق الیقین (کے درجے کا) نہیں ہے۔ (اگر) یہ یقین چاہتے ہو۔ تو (خود) آتش (عشق) میں بیٹھ جاؤ۔

مطلب۔ چونکہ سماعت سے علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ جو ادنےٰ ہے۔ مشاہدہ سے عین الیقین کا درجہ ملتا ہے جو درجہ اوسط ہے۔ اور خود اپنی ذات پر سہنے سے حق الیقین کے درجے پر فائز ہو سکتے ہیں۔ جو یقین کا ایک اعلےٰ درجہ ہے۔ لہذا فرماتے ہیں۔ کہ اگر اعلےٰ درجہ مطلوب ہے۔ تو خود آتش عشق میں کود پڑو۔ سننے یا دیکھنے پر اکتفا نہ کرو۔ کما قال المظہر الشہید علیہ الرحمۃ والغفران ؎

زعشق او بداغے کے تسلّی مے شوم مظہر ۔۔۔ کہ غرق سوختن چوں شعلہ میخواہم سراپا را

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود ۔۔۔ ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود

لغات۔ ناقد۔ مدرک۔ شناسا۔ پرکھنے والا۔ تمیز کرنے والا۔ قُل۔ بضم قاف قول۔ شاید قول کا مخفف ہے۔ یا صیغہ امر مجازاً بمعنے مصدر استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ (خیر) اگر کان (بھی) پرکھنے والا ہو۔ تو وہ (بھی) بمنزلہ چشم ہو سکتا ہے۔ ورنہ (اسکی تمام سنی سنائی) باتیں اسی میں لپٹ کر رہ جاتی ہیں (دل تک نہیں پہنچتیں)۔

مطلب۔ اگر کان بھی درجہ کمال کو پہنچ جائے۔ تو ادراک میں آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دلال اور صرف آلہ احساس نہیں رہتا۔ حضرت شیخ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے قصیدے میں لکھا ہے۔ کہ جب معرفت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو کان میں آنکھ کے خواص اور آنکھ میں کان کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنے کان دیکھنے لگتے ہیں۔ اور آنکھیں سننے لگتی ہیں۔ صائبؒ ؎

پردہ گوش ترا گر دہست غفلت آہنیں ۔۔۔ ورنہ ہر خارے دریں گلشن زبان بلبل ست

مولانا بحر العلومؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس قول میں غالباً گوش و چشم سے گوش دل اور چشم دل مراد ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ۔۔۔ تا کہ شہ باآں غلامانش چہ کرد

ترجمہ۔ یہ (علوم و معانی کی) بحث تو انتہا نہیں رکھتی۔ (اب ہو اپس چلو (اور دیکھو) کہ بادشاہ نے اپنے ان (دونوں) غلاموں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

براہ کردن بادشاہ یکے ازاں دو غلام را و از دیگرے

روانہ کرنا بادشاہ کا ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو۔ اور دوسرے سے

احوال آں پرسیدن۔ وباز گفتن او آنچہ در وے ست

اس کے حالات دریافت کرنا ۔ اور اس کا ان صفات (وعادات) کو بیان کرنا جو اس میں ہیں ۔

آں غلامک را چو دید اہلِ ذکا — آں دگر را کرد اشارت کہ بیا

لغات ۔ غلامک ۔ غلام کے ساتھ کاف تصغیر شامل ہے ۔ جیسے مردک ۔ کنیزک ۔ طفلک میں ۔ اور صیغہ تصغیر تحقیر ۔ ترحم وغیرہ کئی معنوں میں آتا ہے ۔ آگے مولانا خود بیان کرتے ہیں ۔ ذکا ۔ بفتح ذال معجمہ ۔ دانش ۔ تیزی طبع اور بالضم بمعنے آفتاب ۔

ترجمہ ۔ (بادشاہ نے) جب اس ننھے منے غلام کو (بہت) ذہین پایا ۔ تو اس دوسرے (غلام) کو اشارہ کیا کہ (اب تم) ادھر آؤ ۔

کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست — جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست

لغات ۔ رحمت ۔ مہربان ۔ ترحم ۔ تصغیر ۔ چھوٹا اور ناچیز قرار دینا ۔ جد ۔ دادا ۔ تحقیر حقیر سمجھنا ۔

ترجمہ ۔ میں نے اس کے نام پر یہ ترحم کا کاف بولا ہے (اس سے) اس کی شان کو گھٹانا (مقصود) نہیں (دیکھو) جب دادا (اپنے پوتے کو پیار سے) "میرا بچونگڑا" کہتا ہے ۔ تو (یہ کوئی تحقیر نہیں ہوتی ۔

مطلب ۔ تصغیر کے ہر زبان میں خاص صیغے ہوتے ہیں ۔ فارسی میں یہ صیغہ کسی اسم کے آخر میں کاف یا "چہ" شامل کرنے سے بنتا ہے ۔ تصغیر کے معنے کسی چیز کی چھوٹائی ظاہر کرنا ۔ اور مقصود اس سے کبھی اس چیز کی جسامت وضخامت یا طول وعرض کی کمی ہوتی ہے ۔ جیسے طبلک (ڈھولکی) سراچہ (چھوٹا سا گھر) کبھی اس کی تحقیر وتذلیل جیسے مردک (مردوا) دزدک (چوٹا) کبھی ترحم ومحبت جیسے طفلک (بچڑا ۔ بچونگڑا) دخترک (پیاری بیٹی) مولانا بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں ۔ کہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے ۔ کہ میں نے ایک عاقل وزیرک غلام کو غلامک کہہ کر اس کی تحقیر وتصغیر کیوں کی جبکہ "بزرگی بعقل ست نہ بسال" مسلمہ ہے ۔ نیز ایک مومن کی تحقیر کرنا گناہ بھی ہے ۔ حدیث بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ آدمی کو یہی برائی کافی ہے ۔ کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حقارت سے پیش آئے ۔ کیونکہ یہ کاف صیغہ تصغیر تحقیر کے معنے میں نہیں بلکہ ترحم وشفقت کی غرض سے ہے ۔ یہ ایک جملہ معترضہ تھا ۔ جس کا ایراد مولانا رحمہ کے ذوق بیان اور جوش تقریر کے لطائف سے ہے ۔

مسلمان بھائی کی تحقیر بڑا گناہ ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ — بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ

ترجمہ ۔ جب وہ دوسرا (غلام) بادشاہ کے (بلانے پر اس کے) حضور میں آیا ۔ تو اس کا منہ بدبودار اور دانت میلے تھے ۔

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ او — جستجوے کرد ہم از کارِ او

ترجمہ۔ اگرچہ بادشاہ کو (اس کی بوے دہن کے باعث) اس کی ہمکلامی سے تکلیف محسوس ہوئی (یا یوں کہو اگرچہ بادشاہ نے اس کی بدصورتی کی وجہ سے ابتداءً اس سے ہمکلام ہونا ناپسند کیا) تاہم اسکی حالت کی بھی تفتیش کرنے لگا۔

گفت بااین شکل و این گندہ دہاں — دُور منشیں لیک ازاں سُو ترمراں

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا۔ تو اس بھونڈی شکل اور بدبودار منہ کے ساتھ (بہتر یہی ہے کہ) دُور بیٹھ۔ لیکن بہت دُور بھی نہ بھاگ جا (یعنے مناسب فاصلے سے دُور بیٹھا کر)۔

مطلب۔ کسی کی تحقیر اور دل شکنی جائز نہیں۔ مگر بادشاہ نے اس کو اس کے معائب جسم پر توجہ دلا کر دل شکستہ کرنا چاہا۔ تو یہ ایک طرح سے امتحان تھا۔ اور مصلحت اس میں یہ تھی۔ کہ قربِ سلطانی کا غرور اور محلاتِ شاہی کی نشست اس کے لئے اظہارِ حقائق سے حجاب نہ بن جائے۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی مدِ نظر تھا۔ کہ کہیں وہ اس تحقیر سے متوحش ہو کر یا یہ سمجھ کر کہ دور رہنے کے حکم سے بالکلیہ غیبت دُوری مقصود ہے۔ بھاگ ہی نہ جائے۔ یا نظر سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اس لئے حکم دے دیا۔ کہ دور بیٹھو۔ مگر رہو ہماری نظر کے سامنے۔

تا علاجِ ایں دہانِ تو کنیم — تو مریض و ما طبیبِ پُر فنیم

ترجمہ۔ تاکہ ہم تیرے اس (مرضِ) دہان کا علاج کریں۔ تو مریض ہے۔ اور ہم (بھی) حکیم حاذق ہیں۔

مطلب۔ یہ شعر علت ہے "لیک زاں سو ترمراں" کی جو اس سے اوپر کے شعر میں ہے۔ یعنے تم کو نظر کے سامنے رہنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے۔ کہ تمہارے مرض کا علاج کیا جائے۔ اور معالج کے سامنے مریض کا رہنا ضروری ہے۔ حرف تا انتہا کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنے تم دور بیٹھو۔ اور نظر سے غائب بھی نہ ہو جانا۔ اس وقت تک کہ تمہارا علاج کیا جائے۔ کیونکہ علاج سے پہلے قریب آنا مخاطبین کے لئے باعث اذیت ہوگا۔ اور اس سے پہلے غائب ہو جانا مخل علاج ہوگا۔ بعض نسخوں میں وہ مصرعہ یوں ہے "دور منشیں مرکب ایں سو ترمراں" یعنے دُور بیٹھو اور اِدھر (ہمارے قرب کی طرف) اپنے توسن تقرب کو دوڑاتے نہ آؤ۔ یہ نسخہ بھی درست ہے۔ اور اس صورت میں مرکب ایں سو ترمراں تاکید قرار پائے گی۔ دُور منشیں کی۔ اور اس شعر میں حرف تا صرف انتہا کے لئے ہوگا۔ یعنے جب تک تمہارا علاج نہ ہو جائے۔ ہمارے قریب آنا مناسب نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارے اختیار کردہ نسخہ میں معنے مزید کا افادہ ہے۔ اس لئے یہ قابل ترجیح ہے۔ فافہم۔

پہلے شعر میں اظہار نفرت سے اس کی دل شکنی کی تھی۔ کہ حجاب غرور مرتفع ہو جائے۔ اس شعر میں علاج مرض کی تجویز سے اس کی مواسات و مدارات کا اظہار کر کے اس کی طبیعت کو کسی قدر مانوس کیا گیا ہے۔ تاکہ انتہائی دل شکنی مانع مقصود بھی نہ ہو جائے اور رفع حجابات کے بعد کسی قدر انس و تألف کا سہارا اسکے

اظہار اسرار کا محرک ہو۔

بادشاہ کے اپنے آپ کو طبیب پرفن کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی عارف باللہ اور صاحب ارشاد تھا۔ اسی لئے وہ اس طریق سے غلام کا امتحان لے رہا ہے۔ اور تدریجی تدابیر سے اس کو راہ مقصود پر لا رہا ہے۔ جس طرح مشائخ کاملین اپنے مستفیدین کی اصلاح و تکمیل میں کیا کرتے ہیں۔

کہ تو زاہل نامہ و رقعہ بدی نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی

لغات ۔ اہل نامہ و رقعہ ۔ خط پتر۔ چٹھی چپاٹی پہنچانے والا ۔ نامہ بر ۔ قاصد ۔ یا اہل رقعہ سے وہ شخص مراد ہے۔ جو بالمشافہ گفتگو کرنے کے قابل نہ سمجھا جائے ۔ بلکہ اس سے دور رہ کر صرف تحریری مکالمہ کیا جائے۔ جلیس ۔ ہم نشین ۔ مصاحب ۔ بقعہ ۔ گھر ۔ مکان ۔ ہم بقعہ ایک گھر میں ساتھ رہنے والا ۔ **ترکیب** ۔ آغاز شعر میں کاف تعلیل کا ہے ۔ اور یہ شعر علت ہے دور نشینی کی ۔ جو اوپر کے تیسرے شعر میں گذرا۔

ترجمہ (تم کو دور بیٹھنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے) کہ تم صرف خط پتر (لانے لے جانے) کے لائق ہو (یا تم اسی قابل ہو کہ تم سے زبانی گفتگو کی بجائے تحریری بات چیت کی جائے) نہ کہ ہم نشین اور رفیق اور ہم خانہ (ہونے کے لائق)۔

بہر کیکے نو گلیمے سوختن نیست لائق از تو دیدہ دوختن

لغات ۔ کیک بکسر کاف پسو ۔ نو گلیم نئی گدڑی موصوف مؤخر اور صفت مقدم آئی ہے ۔ جیسے نوشہ ۔ دیدہ دوختن ۔ آنکھ بند کر لینا ۔ قطع نظر کرنا ۔ بے پروائی کرنا ۔ **ترکیب** ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔ چنانکہ نو گلیمے بہر کیکے سوختن لائق نیست ہمچناں از تو دیدہ دوختن سزاوار نباشد لہذا بہر کیکے مع متعلقات جملہ اسمیہ مشبہ ۔ از تو دیدہ دوختن مع متعلقات جملہ اسمیہ مشبہ لہ ۔ یہ دونوں جملے ملکر جملہ تشبیہیہ ہوا۔

ترجمہ (جس طرح) ایک نئی گدڑی کو پسو کی وجہ سے پھونک ڈالنا مناسب نہیں (اسی طرح) تجھ سے (تیرے کسی عیب کی وجہ سے) بے پروائی کرنا (اچھا نہیں)۔

مطلب ۔ پسو کی موجودگی بیشک گدڑی کا عیب ہے ۔ لیکن ساتھ ہی اس سے بہت سے فوائد بھی متوقع ہیں ۔ لہٰذا اس کو تلف کرنا اور ایک عیب کی وجہ سے کئی فوائد کو ہاتھ سے کھونا غلطی ہے ۔ نظامی رہ سے

میفگن گول گرچہ عار آید ست کہ ہنگام سرا بکار آید ست

اسی طرح غلام کو اس کے بعض جسمانی عیوب کی بنا پر ہاتھ سے دینا اور اس کے دیگر فوائد سے محروم ہونا سراسر نادانی تھی ۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے ۔ کہ دوستوں کی سابقہ عنایات اور موجودہ افادات کو ملحوظ رکھ کر ان کی لغزشوں اور قصوروں سے درگزر کرنی چاہئے ۔ باہم ایسے فساد و عناد کی بنیاد ڈالنا جو شقاق و فراق کا باعث ہو ، مناسب نہیں سے

اک دوست کی جفا سے جو پہنچے کبھی الم از بہر انتقام نہ ہرگز فساد کر

اس زخم دل کی مرہم شافی یہی ہے خوب

اس کے گذشتہ لطف و عنایت کو یاد کر

باہمہ بنشیں دو سہ دستاں بگو تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو

لغات ۔ دستان سخن ۔ گفتگو ۔ قصہ ۔ **ترکیب** ۔ بہ کلمہ تاکید ہے ۔ اس کا موکد عیوب مقدر ہے ۔
ترجمہ ۔ تم (اپنے ان عیوب کے) باوجود (آؤ) بیٹھ جاؤ ۔ دو تین باتیں کرو ۔ تاکہ میں تمہاری عقل کا حال بخوبی معلوم کر لوں ۔
مطلب ۔ اس سے پہلے بادشاہ نے سختی سے بعد کسی قدر نرمی کا برتاؤ کیا تھا ۔ اب بالکل نرم ہو گیا ۔ تاکہ غلام کی طبیعت پوری طرح مانوس ہو جائے ۔ اور اس کی قلبی کیفیات کے عیاں ہونے میں کوئی امر مانع نہ رہے ۔
صائبؔ ؎ تواں بحرفِ نرم دلِ سنگ آب کرد شیر از ملایمت بشکر دست یافتہ است

آں ذکی را پس فرستادا و بکار سوئے حمامے کہ رو خود را بخار

لغات ۔ ذکی صاحب ذکا ۔ ذہین ۔ زیرک ۔ عاقل ۔ بخار ۔ صیغہ امر ہے خاریدن سے کھجلاؤ ۔ خوب ملو ۔ مالش کرو
ترجمہ ۔ پھر اس دوسرے عقلمند غلام کو (تو بہانہ بنا کر) ایک حمام کی طرف کام پر بھیج دیا ۔ (اور یہ کہہ کر ٹال دیا) کہ جاؤ تم اپنا بدن خوب ملو (اور نہاؤ)

ویں دگر را گفت تو چہ زیرکی صد غلامی در حقیقت نے یکی

لغات ۔ زیرکی یائے خطاب بمعنے زیرک ہستی ہے ۔ اسی طرح غلامی غلام ہستی ۔ اور یکی یکے ہستی ہے ۔
ترجمہ ۔ اور اس دوسرے غلام کو فرمایا تم کس قدر عقلمند ہو ۔ تم (اپنی گوناگوں خوبیوں کے لحاظ سے) فی الواقع سو غلام (کے برابر) ہو ۔ ایک (غلام) نہیں ہو ۔

باز قابل تر بدی زاں یارِ خود نزد ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد

ترکیب ۔ دوسرے مصرعہ میں "تو" مبتدا "بہ" بمعنے نیک خبر اور کلمہ رابطہ ہستی مقدر ہے ۔
ترجمہ ۔ تب تو تم اپنے ساتھی سے زیادہ قابل ہو ۔ ہمارے پاس آؤ کہ تم اس برے یار سے اچھے ہو ۔
مطلب ۔ اس غلام کے امتحان کی یہ اور بھی زبردست چال تھی ۔ کہ ہم نشینی و مصاحبت کی عزت دینے کے بعد ۔ اب اس کو بنانا شروع کر دیا ۔ اگر کوئی ناقص طبع و خام کار ہو ۔ تو اس امتحان میں اس کے فیل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ فوراً اپنی خوبی پر نازاں اور دوسرے کے عیوب بیان کرنے پر آمادہ ہو کر اپنی باطنی کمزوری کو نمایاں کر دیتا ہے ؎

اگر چوں شیشہ ساعت نفس در سینہ فی دزدند غنی راز تنگ ظرفاں نہاں آخر نمے ماند

کامل و مکمل مشائخ اسی طرح اپنے مریدوں کو آزما آزما کر ان کی خامیوں کا پتہ لگاتے اور ان کی اصلاح کیا کرتے ہیں ۔

آں نہ کہ خواجہ تاشِ تو نمود　　　　از تو مارا سرد میکرد آں حسود

لغات - خواجہ تاش - ایک آقا کے چند غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں - از کسے سرد کردن - کسی سے برگشتہ کرنا - حسود - حاسد -

ترجمہ - تم ویسے نہیں - جیسے کہ تمہارے ساتھ کے غلام نے ظاہر کیا ہے - وہ حاسد تو (تمہاری برائیاں کر کے) ہمیں تم سے برگشتہ کرتا تھا۔

گفت او دزد و کژ است و کژ نشیں　　　　حیز و نامرد و چناں ست و چنیں

لغات - کژ - ٹیڑھا - بدچلن - کژ نشیں - بدصحبت - آوارہ - حیز - مخنث - ہیجڑا - وہ انسان جس میں مردانہ وزنانہ دونوں علامتیں ناقص طور پر ہوں - اس لئے وہ نہ پورا مرد ہوتا ہے نہ عورت - یہ کلمہ مجازاً نامرد بزدل کم ہمت - بے حوصلہ آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے - حائے حطی کے ساتھ اس کا استعمال غلط مروج ہے - کیونکہ یہ کلمہ فارسی زبان کا ہے - جس میں حائے حطی نہیں آتی - لہذا ہائے ہوز کے ساتھ ہیز صحیح ہے -

ترجمہ - اس نے تمہارے بارے میں کہا ہے - کہ وہ چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت - مخنث اور نامرد ہے اور ایسا ویسا ہے -

مطلب - امتحان کی یہ اور بھی سخت منزل ہے - اپنے ساتھی سے اس کو قابل تردار دے کر پاس بٹھا لینا تو صرف تنا فی ہر کر سکتا ہے - کہ وہ عجب و خود پسندی اور دوسرے کے حق میں عیب گیری و نکتہ چینی سے کہاں تک بچنے کی طاقت رکھتا ہے - لیکن ایک کے حق میں دوسرے کی بدگوئی بیان کر دینے سے یقیناً آتش غضب مشتعل اور جوش انتقام پیدا ہو جاتا ہے - ایسی شدید آزمائش میں پورا اترنا نہایت نازک کام ہے - مگر یہ غلام محاسن اخلاق کی صفات سے موصوف تھا - اور غرور و عجب اور کبر و غصہ کی آلائش سے اس کی طبیعت پاک تھی - چنانچہ ان باتوں کے جواب میں کیا عرض کرتا ہے !

گفت پیوستہ بُدست او راستگو　　　　راست تر من کس ندیدستم ازو

ترجمہ - غلام نے کہا وہ ہمیشہ سچ بولتا رہا ہے - میں نے اس سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں دیکھا لہذا میرے بارے اس کی یہ باتیں سب سچ ہیں !

مطلب - وہ غلام ایک مرد حق و پاک نفس انسان تھا - کبر و غرور و غضب و انتقام وغیرہ نفسانی معائب سے پاک تھا - اور مردان حق کا یہی شیوہ ہوتا ہے - کہ بدگو کی بدگوئی اس کے دل پر موثر نہیں ہوتی - بلکہ وہ اس کی تحسین و تصدیق کیا کرتے ہیں -

حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی عورت نے کہا - او ریاکار! وہ بولے - شاباش! تم نے خوب پہچانا - تیس برس سے کسی نے مجھ کو میرے نام سے نہیں پکارا - لیکن تم نے پہچان لیا - کہ میں کون ہوں!

حضرت مولانا روم رح نے ایک مرتبہ فرمایا - میں اسلام کے تہتر فرقوں سے متفق ہوں - ایک شخص اس جملے پر برافروختہ ہوگیا - اور سر مجلس آپ کو مغلظ گالیاں دینے لگا - مگر آپ نے اس کے جواب میں کچھ فرمایا - تو

یہی فرمایا۔ میں تمہاری ان باتوں سے بھی متفق ہوں۔

ایک دفعہ دو شخص سرِراہ لڑ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا۔ او لعین! تو ایک کہے گا۔ تو دس سنے گا۔ اتفاق سے مولانا کا ادھر سے گذر ہوا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ کہ بھائی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ لو۔ مجھ کو اگر ہزار کہو گے۔ تو ایک بھی نہ سنو گے۔ دونوں مولانا رہ کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور آپس میں صلح کر لی۔ بیشک تحمل مردانہ کمالات سے ہے۔ صائبؒ ؎

بے تحمل نشود جوہر مردی ظاہر دست اگر تیغ بود سینہ سپر مے باید

راستی و نیکخوئی و حیا حلم و دینداری و احسان و سخا

راستگوئی در نہادش خلقتے ست ہرچہ گوید من نگویم تہمتے ست

لغات۔ راستی۔ سچائی۔ راست روی۔ نیک چلنی۔ راستگوئی۔ سچ بولنا۔ اس صورت میں یائے آخر مصدری ہے۔ اگر گوئی صیغہ مضارع ہو۔ تو اس کے معنے ہیں سچ کہو۔ بہر دو تقدیر ترکیب و ترجمہ بھی دو طرح ہوگا۔ **ترکیب** (۱) راستی تا راستگوئی معطوفات مل کر مبتدا ہوا۔ (اور اس صورت میں راستی اور راستگوئی کے معنے جدا گانہ ہونگے نہ کہ متحد) در نہادش خلقتے ست اس کی خبر (۲) راستگوئی بتقدیر حرف "اگر" شرط۔ راستی و نیکخوئی الخ مبتدا اور در نہادش الخ خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی۔ ان دونوں تقدیروں پر دو طرح کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔ پہلے ترجمے میں راستی کے معنے نیک چلنی کے اور راستگوئی کے معنے سچ بولنے کے ہیں۔ اور دوسرے ترجمہ میں راستی کے معنے سچائی کے اور راستگوئی کے معنے اگر سچ کہو کے ہیں۔

ترجمہ (۱) نیک چلنی۔ خوشخوئی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک۔ سخاوت اور سچ بولنا اس کے وجود میں پیدائشی ہیں۔ وہ جو کچھ (میرے بارے میں) کہتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ کوئی تہمت ہے۔

(۲) (اگر) سچ کہو۔ تو سچائی۔ خوش خلقی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک اور سخاوت اس کے وجود میں پیدائشی ہیں۔ الخ

مطلب۔ عیب جوئی و بدگوئی خامی و نقص کی دلیل ہے۔ صائبؒ ؎

طفلے ست راہِ خانہ خود کردہ است گم ہر ناقصے کہ در صددِ عیب جستن ست

بخلاف اس کے پاک ضمیر و روشندل لوگ ہمیشہ دوسروں کی خوبیوں کا خیال اور معائب سے قطع نظر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے رفقا کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ سر راہ ایک کتے کا بچہ مرا پڑا تھا۔ جس کا منہ کھلا تھا۔ اور اس کے تعفن سے راہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ رفیقوں نے ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اوہو! اس مردار سے کیسی بدبو پھیل رہی ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ واہ وا! اس کے دانت کیسے خوب صورت اور چمکیلے ہیں۔ صائب ؎

فروغ شمع مے سازد منور چشم روشن را
اگر پاک ست دل آخر نظر ہم پاک میگردد

عیب جوئی کی مذمت

کژ نگویم آں نکو اندیش را — متہم دارم وجودِ خویش را

لغات - کژ۔ ٹیڑھا۔ ناراست۔ بے جا۔ متہم ۔ ہ کی فتح سے جس پر تہمت لگائی جائے۔ ملزم۔ بدنام۔ رسوا۔ **ترکیب** ۔ کلمہ کژ یا تو سخن کی صفت ہے جو مقدر ہے۔ یا یہ منفیاً نکو اندیش پر محمول ہے۔ فرق ترجمہ میں ظاہر ہو گا۔

ترجمہ ۔ میں اس نیک اندیش کے حق میں کوئی بے جا بات نہیں کہہ سکتا (یا) میں اس نیک اندیش کو کجرو نہیں کہہ سکتا) میں تو اپنے ہی وجود کو ملزم ٹھیراتا ہوں۔

مطلب ۔ محاسن اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔ کہ انسان اپنے عیوب کے مطالعہ میں لگا رہے۔ اور لوگوں کے عیوب کی پروا نہ کرے۔ ایسا انسان پیغمبری زبان سے مستحق مبارکباد ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ طوبیٰ لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس۔ قابل مبارکباد ہے وہ شخص جس کا اپنا عیب اسے لوگوں کے عیوب سے بے پروا کر دے ؎

غرق خود عیبوں میں ہیں ہم سربسر — پھر کسی کے عیب پر کیوں ہو نظر
عیب جُو ہے مثل مکھی کے ذلیل — ڈھونڈتی پھرتی ہے جو عضوِ علیل
عیب جوئی میں وہ پاتا ہے مزا — جس طرح ہے پیپ مکھی کی غذا
عیب جوئی کی نہ کرنا تم ہوس — تم ہما ہو اور یہ ہے کارِ مگس

باشد او در من ببیند عیبہا — من نہ بینم در وجودِ خود شہا

لغات ۔ باشد۔ ممکن ہے۔ ہوسکتا ہے۔ شاید۔ شہا۔ اے بادشاہ!

ترجمہ ۔ بادشاہ سلامت! ممکن ہے۔ کہ وہ مجھ میں عیوب دیکھتا ہو۔ (جن کو) میں اپنے وجود میں (بوجہ غفلت و کوتاہی نظر) نہیں دیکھ سکتا۔

ہر کسے گر عیبِ خود دیدے ز پیش — کے بُدے فارغ وے از اصلاحِ خویش

ترجمہ ۔ اگر ہر شخص (برا نتیجہ دیکھنے سے) پہلے ہی اپنا عیب دیکھتا۔ (اور ساتھ ہی وہ دُور اندیش بھی ہوتا) تو اپنی (اس برائی کی) اصلاح سے وہ کب فارغ بیٹھتا۔

مطلب ۔ یہ مولانا رح کا مقولہ ہے۔ جو بمناسبت مقام بطور نصیحت فرماتے ہیں۔ اپنی اصلاح کے لئے اپنے عیوب کا احساس ضروری ہے۔ اور اپنی اصلاح وہی کر سکتا ہے۔ جو اپنے عیوب کو دیکھ سکے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت — اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلام کا مقولہ ہو۔ یعنے وہ کہتا ہے۔ کہ اس عیب چیں غلام کو شاید میرے عیوب معلوم ہوں۔ جو مجھے معلوم نہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتے۔ تو کیوں ان کی اصلاح سے میں فارغ رہتا۔ اور کیوں اس کو میری عیب گیری کا موقع ملتا۔ یہ بھی میرا ہی قصور ہے۔ اس کا نہیں ؎

از تامل میتواں دریافت صائب عیب خویش   وائے بر آنکس کہ ایں آئینہ را دُور افگند

غافل اند ایں خلق از خود بے خبر   لاجرم گویند عیب ہمدِگر

ترکیب - خلق موصوف اور از خود بے خبر صفت مل کر مبتدا ہوا - غافل اند اس کی خبر - یہ جملہ اسمیہ شرط ہوا - بتقدیر حرف شرط دوسرا مصرعہ جزا - ایک مترجم نے ترجمے میں غافل کو خلق کی صفت ٹھیرایا ہے - یہ خلاف سیاق بھی ہے - اور مقصود کے لئے غیر ملائم بھی -

ترجمہ - چونکہ یہ لوگ بڑا اپنے (عیوب) سے بے خبر ہیں (خود اپنی حالت سے) غافل ہیں - اسلئے ایک دوسرے کے عیب بیان کرنے لگتے ہیں -

مطلب - لوگوں کا ایک دوسرے کے عیب بیان کرنا مبنی ہے اس پر کہ وہ اپنی حالت سے غافل ہیں یعنے اپنی اصلاح عادات و تہذیب خصائل کا ان کو فکر نہیں - اگر یہ فکر ہوتا - تو ان کو کسی دوسرے کے عیب میں مشغول ہونے کی فرصت ہی نہ ملتی - اور وہ اپنی حالت سے غافل اس لئے ہیں - کہ ان کو اپنے عیوب کی خبر تک نہیں - اگر ان کو اپنے عیوب کا کچھ بھی احساس ہوتا - تو وہ اپنی حالت سے یوں غافل اور بے پروا نہ ہوتے - اس تقریر سے ہمارے اختیار کردہ ترجمہ کی وجہ ترجیح ظاہر ہے -

من نہ بینم روئے خود را اے شمن   من ببینم روئے تو تو روئے من

لغات - شمن - بُت پرست - مراد ظاہر پرست اور یہ لفظ عیب چیں کے لئے استعمال کیا ہے - باین مناسبت کہ جس طرح بُت پرست ایک محسوس و مجسم چیز کو بطور بت پیش نظر رکھتا ہے - اسی طرح عیب چیں کی نظر بھی اس شخص کی ذات کو اپنا تختہ مشق بنائے رکھتی ہے - جس کی عیب جوئی کرتی ہے - خود اپنی حالت کی خبر نہیں - کیونکہ اپنی حالت کے مطالعہ کے لئے نگاہ ظاہر بیں کام نہیں دیتی - بلکہ چشم بصیرت کی ضرورت ہے -

ترجمہ - اے ظاہر پرست میں اپنے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا - بلکہ میں تیرے منہ کو دیکھتا ہوں - اور تو میرے چہرے کو -

مطلب - عام لوگوں کی عیب گیری و نکتہ چینی کی حالت کو اپنی اور مخاطب کی تمثیل میں ادا کیا ہے - جیسے کہ اگر دو ریاکار لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے بناوٹی تقدس کا اظہار کرتے ہوں - تو ان کی تصویر ان لفظوں میں کھینچا کرتے ہیں - کہ "من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو" مطلب یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے عیوب تلاش و تجسس میں لگے رہتے ہیں - خود اپنی کسی کو خبر نہیں - سعدی رح ؎

منہ عیب خلق اے فرومایہ پیش   کہ چشمت فرو دوزد از عیب خویش
چرا دامن آلودہ را حد زنم   چو در خود شناسم کہ تر دامنم

آں کسے کہ او ببیند روئے خویش   نورِ او از نورِ خلقانست بیش

لغات - روئے - منہ کنایہ ہے عیوب - چہرے - یا عام عیوب سے - خلقاں - مخلوق -

ترجمہ - جو شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے - اس کا نور (بصیرت) مخلوق کے نور (بصیرت) سے

بڑھ کر ہے۔
مطلب - ظاہر پرست دوسرے لوگوں کے عیب کو دیکھتا ہے۔ اور چشم باطن رکھنے والا اپنے عیوب کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ اپنے عیوب کے احساس کے لئے چشم ظاہر کام نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے بصیرت باطن اور چشم قلب درکار ہے۔ لہذا ایسا شخص صاحب بصیرت ہونے کے لحاظ سے عام لوگوں سے اشرف و افضل ہوتا ہے۔ صائب ؒ ؎

عیب خود دیدن مرا از دیگراں ممتاز کرد　　منفعت از پا زیاد از پر بود طاؤس را

نورِ حسّی نبود آں نورے کہ اُو　　نورِ خود محسوس بیند پیش رُو

ترجمہ - جو نور اپنے (چہرے کے) نور کو (اس طرح) محسوس کرے (جیسے) منہ کے سامنے (ہو) وہ حسی (و جسمانی) نور نہیں (بلکہ باطنی و روحانی ہے)

گر بمیرد نورِ اُو باقی بود　　زانکہ دیدش دیدِ خلّاقی بود

لغات - باقی - غیر فانی - ابدی - خلاقی - خداوند تعالٰی کے ساتھ منسوب - خدائی - خلاق خدا کا نام ہے۔
ترجمہ - اگر وہ (صاحب نور) مر (بھی) جائے۔ تو اس کا نور (نہیں مرتا - وہ) قائم رہتا ہے - کیونکہ اس کی بینائی خداوندی بینائی ہوتی ہے۔ کما قیل ؎

مرد ہمت گرچہ میرد زاں نکوتر مے شود　　ابر گر برداشت آب از بحر گوہر مے شود

گفت تو ہم عیبِ او گو مُو بمُو　　آں چنانکہ گفت او از عیبِ تو

ترجمہ (بادشاہ نے) کہا جس طرح اس نے تیرے عیب بیان کئے ہیں تو بھی اس کے عیب ایک ایک کرکے بیان کر ڈال۔

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی　　کدخدائے مُلکت و کارِ منی

لغات - مُلکت یا ملکہ بضم میم و سکون لام - بادشاہی - سلطنت - حکومت - یہ کلمہ مملکت کا مخفف نہیں ہے۔ بلکہ ملک کا صیغہ مؤنث ہے۔ باد خال تائے تانیث - کدخدا - مالک - مہتمم - منتظم۔
ترجمہ - تاکہ مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ تو میرا غمخوار ہے۔ میری سلطنت اور کاروبار سلطنت کا (ایک با اخلاص) منتظم ہے (کہ اس کے شر سے مجھ کو آگاہ کرتا ہے)۔

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش　　گرچہ ہست او مر مرا خوش خواجہ تاش

ترجمہ - اس نے (جواباً) عرض کیا - حضور! لیجئے میں اس کے عیب بیان کر دیتا ہوں۔ اگرچہ وہ میرا ایک اچھا خواجہ تاش (یعنی ساتھ کا غلام) ہے۔ (اس کے عیوب یہ ہیں کہ)

عیب او مہر و وفا و مردمی   عیب او صدق و صفا و ہمدمی

ترجمہ - اس کا عیب محبت، وفا اور مردمی ہے۔ اس کا عیب سچائی صفائی اور ہمدردی ہے۔

کمتریں عیبش جوانمردی و داد   آں جوانمردی کہ جاں راہم بداد

لغات - جوانمردی - بہادری - شجاعت مگر فارسی میں عموماً اس لفظ کا استعمال سخاوت وکرم کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ حاتم وغیرہ مشہور اسخیا و اہل کرم کو جوانمرد لکھتے ہیں۔ شیخ سعدی بوستاں میں ایک عنوان لکھتے ہیں "حکایت حاتم طائی وصفت جوانمردی او" یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ داد - عطا - بخشش - ایک شارح نے اس کے معنے انصاف کے کئے ہیں۔ معنے صحیح ہیں۔ مگر یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتے۔ صنائع - داد کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے۔ اور ان دونوں شعروں میں ایک اور صنعت ہے جس کو تاکید المدح بما یشبہ الذم کہتے ہیں۔ یعنے سیاق عبارت سے کسی کی مذمت معلوم ہو۔ مگر در حقیقت وہ کمال مدح ہو۔ جیسے فارسی کا شعر ہے ؎ ہر اگہ نام تو بر دل نوشت گشت عزیز گر درم کہ زدست تو میکشد خواری - یعنے جس نے تیرا نام دل پر لکھ لیا - وہ معزز بن گیا - مگر درم کہ وہ تیرا نام اپنے اوپر منقش کرا کر بھی تیرے ہاتھ سے خواری ہی اُٹھاتا رہا - مگر کے لفظ سے شبہ ہوتا تھا - کہ اب ممدوح کی مذمت ہوگی - مگر وہ بھی کمال سخاوت وکرم کا مضمون نکلا - اسی طرح ان دو شعروں میں کہا - کہ اس کے عیب یہ ہیں۔ سادہ عیب شماری بظاہر مذمت ہے - مگر ان عیوب کو جو ظاہر کیا گیا - تو وہ اعلےٰ اخلاق ہیں - اس طرح کا بیان بلیغ سمجھا جاتا ہے - بجائے اس کے کہ سیدھے طور پر یوں کہدیا جائے - کہ اس میں کوئی عیب نہیں۔

ترجمہ - اس کا ایک چھوٹا سا عیب سخاوت اور بخشش (ہے) سخاوت بھی ایسی کہ جان تک دے دی (جائے - تو اس کو اس سے دریغ نہیں)۔

صد ہزاراں جاں خُدا کردہ پدید   چہ جوانمردی بود کاں را ندید

لغات - پدید - ظاہر - نمایاں - چہ - یہاں تعظیم کے لئے استعمال ہوا ہے - یعنے خیلے جوانمردی بود - ایک شارح نے اس کو استفہام انکاری کے لئے سمجھا ہے - یعنے ایں جوانمردی نباشد - مگر اس سے مطلب خبط ہو جاتا ہے - اگر بتکلف مطلب کو ڈھب پر لایا جائے - تو لطف سے خالی ہے۔

ترجمہ - خداوند تعالیٰ نے لاکھوں جانیں پیدا کی ہیں - جو شخص ان (جانوں) کو (بھی) نہ دیکھے (پھر اپنی موجودہ ایک جان کو اس کی راہ میں قربان کردے اس کی یہ) کسقدر جوانمردی ہے۔

مطلب - یہاں سے شوق شہادت اور اختیار فنا کے مضمون کی طرف انتقال ہے - کسی عارف نے فرمایا ہے

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگر است

راہ خدا میں نقد جان کو نثار کردینا حیات ابدی کے خزانوں کے خزانے دلاتا ہے - صائبؔ ؎

در راہ او نثار کن ایں خردہ حیات   وانگہ نگاہ کن کہ چہ زر ہاسے دہند

فرماتے ہیں - کہ جو شخص جان نثاری کے عوض میں ملنے والی لاکھوں جانوں اور بے پایاں خزائن حیات کی بھی پروا

ذکر سے - اور ان کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کو خیال تک میں نہ لائے - اور پھر جان دے دے - جو امردی نوازش کی ہے - حافظ رحمۃ اللہ علیہ

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بجوے ۔۔۔ کہ ایں متاع قلیل ست و آں بہائے حقیر

لیکن جو شخص ان لاکھوں جانوں کو دیکھ ہی لے - تو ان کے لئے ایک حقیر جان کے دینے میں کیوں پس و پیش کرنے لگا - چنانچہ فرماتے ہیں :-

ور ببیند صد ہزاراں جاں بُدے ۔۔۔ بہر یکجاں کے چنیں غمگیں شُدے

ترجمہ - اگر وہ (ان بے پایاں جانوں کو) دیکھ لے تو اس کو جان (کے دینے) میں کیوں بخل ہوگا وہ بھلا ایک جان کے لئے کیوں غمگین ہونے لگا - غنی رحمۃ اللہ علیہ

عاشقاں روز شہادت خسرو وقت خود اند ۔۔۔ تیشہ بر سر افسر شاہی بود فرہاد را

بر لب جو بخل آب آں در بود ۔۔۔ کوز جوئے آب نابینا بود

ترجمہ - نہر کے کنارے پر کسی کو (پانی دینے) میں بخل وہی شخص کرے گا - جو پانی کی (لبریز) نہر کو نہیں دیکھتا -

مطلب ایک بے آب و گیاہ بیابان میں کسی اندھے کے پاس پانی کی چھاگل ہو - اسکو اپنی ذاتی مصلحت یہ اجازت نہیں دیتی - کہ لوگوں کو پانی دے کر خود پیاسا مرے - وہ ایک نہر کے کنارے پہنچکر بھی بے خبری کی حالت میں اپنا پانی دینے سے انکار کرے گا - اگر اس کی آنکھیں ہوتیں تو سمجھتا - یہ نہر موجود ہے - یہاں سائل کو پانی دے دینا "صفت کرم داشتن" کا ہم معنے ہے - جب چاہوں گا - پھر نہر سے چھاگل بھر لوں گا - یہی مثال ہے ان بے بصیرت لوگوں کی جن کو اس حیات باقی کی خبر نہیں ہے - جو موجودہ حیات فانی کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بعد ملتی ہے - اس لئے وہ تیغ شہادت کے نیچے آنے سے ڈرتے ہیں لیکن جن کو وہ حیات نظر آتی ہے - اور وہ دریائے بقا کو اپنے سامنے موجزن پاتے ہیں - ان کے لئے حیات فانی سے دست بردار ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہے

درکنار بحر صائب قطرہ دریا مے شود ۔۔۔ کس چرا جاں را ز جان جہاں دارد دریغ

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں ۔۔۔ داند او پاداش خود در یوم دیں

کہ یکے را دہ عوض مے آیدش ۔۔۔ ہر زماں جودے دگر گوں زایدش

لغات از یقیں کلمہ بیان بمعنے با ہے یعنے بیقین - پاداش - جزا - سزا - بدلہ - یوم دین - روز قیامت - عوض - معاوضہ - اجر - جود - بخشش - خیرات - زاید - بعل آید - **ترکیب** - ہر کس اسم موصول اپنے صلہ داند الخ کے ساتھ مل کر مبتدا ہوا - جس میں پاداش مبین ہے - اور دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ کہ یکے را الخ اس کا بیان مبین و بیان مل کر مفعول ہوا داند کا - ہر زماں جودے دگر گوں زایدش جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی -

ترجمہ - جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بالیقیں جانتا ہو کہ قیامت

کے روز اس کا یہ اجر ہے۔ کہ ایک نیکی کے عوض میں دس گنا معاوضہ پائے۔ وہ ہر وقت طرح طرح کے صدقہ و خیرات عمل میں لاتا رہے گا۔

مطلب - حدیث شریف میں مروی ہے۔ کل عمل ابن آدم بعشر امثالها۔ یعنے فرزند آدم کے ہر عمل کا اجر دس گنا ملے گا (بحر العلوم) یا شاید یہ روایت اس حدیث سے روایت بالمعنے ہو۔ لو تعلمون ما ادخر لکم ما خزنتم علی ما ذوی عنکم۔ یعنے اگر تم کو آخرت میں اپنا ذخیرہ معلوم ہو جائے تو دنیا میں ذخیرہ جمع نہ کرو ایک اور حدیث ہے۔ لو تعلمون ما لکم عند اللہ لاحببتم ان تزدادوا فاقۃ و حاجۃ۔ یعنے اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے ہاں کیا کچھ اجر ملنے والا ہے۔ تو تم کو اور بھی زیادہ فاقہ اور محتاجی میں زندگی بسر کرنا پسند آئے (جامع صغیر امام سیوطی رح) پس جب ایک ایک نیکی کا عوض دس دس گنا ملتا نظر آتا ہو۔ تو پھر نیکی کرنا یا نیک راہ میں جان دینا کیا مشکل ہوگا۔

جُودِ جملہ از عِوَضہا دیدن ست ٭ پس عِوَض دیدن ضدِ ترسیدن ست

ترجمہ - تمام (سخیوں) کی سخاوت اجر (آخرت) کے مدنظر ہونیکے سبب ہے۔ پس (وہ بخل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بخل خوفِ فقر سے ہوتا ہے اور آخرت کے) اجر کی توقع خوف (فقر) کی ضد ہے۔

مطلب - بخل کی وجہ یہ ہوئی ہے۔ کہ شیطان انسان کے دل میں اس قسم کے وسوسے ڈالتا ہے۔ کہ مثلاً اگر ہزار روپے سے پچیس روپے زکوٰۃ نکل گئی۔ تو نو سو پچھتر روپے رہ جائیں گے۔ اور اگر اسی طرح زکوٰۃ بیاری کا سلسلہ جاری رہا۔ تو یہ سارا مال ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور ہم فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ شیطان تم کو محتاجی و درویشی سے ڈراتا ہے اور بے حیائیوں پر تم کو آمادہ کرتا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالےٰ بندہ کو صدقہ و خیرات کا عوض دنیا و آخرت میں دونوں جگہ دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے ہاں سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ دنیا میں اس سے مال بڑھتا ہے۔ سعدی رح

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را ٭ چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

وقیل

ز احسان بشو و صاحب کرم را دولت افزوں ٭ بلے ہر چاہ را آب از کشیدن بیشتر گردد

اور آخرت میں بھی اس کا اجر کئی گنا ملتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً۔ کون ہے جو اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دے پھر اللہ اس کو کئی گنا زیادہ ادا کرے۔ تو جس شخص کی نظر اللہ کے مواعید صادقہ پر ہوتی ہے۔ دنیا میں فضل الٰہی اور آخرت میں اجر لامتناہی اس کے زیر نظر ہو۔ وہ شیطان کے بہکانے سے فقر و فاقہ سے کب خائف ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو اجر آخرت کی امید ہے۔ وہ فقر دنیا سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ فقر اس کو محبوب ہو جاتا ہے۔ جیسے اوپر حدیث گذری۔ کہ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَۃً وَّحَاجَۃً (ترجمہ پیچھے گذر چکا) آگے اسی کی تائید میں فرماتے ہیں:-

بُخل نادیدن بود اَعواض را ٭ شاد دارد دیدِ دُر غوّاص را

لغات۔ اعواض جمع عوض۔ معاوضے۔ دُرّ۔ بضم دال۔ موتی۔ غوّاص۔ غائے معجمہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ بمعنے غوّاص یعنے غوطہ خور۔ ڈبکی لگانے والا۔

ترجمہ۔ بخل (کا سبب) معاوضوں پر نظر نہ ہونا ہے۔ غوطہ خور کو موتی کی توقع (غوطہ کی مشقت میں بھی) خوش رکھتی ہے۔

مطلب۔ غوطہ خور کو سمندر سے موتی ملنے کی امید ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ سمندر کی گہرائی میں اترنے کے خطرات کو برداشت کرتا ہے۔ بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ اگر موتی کی امید نہ ہو۔ تو وہ سمندر میں قدم بھی نہ رکھے۔ اسی طرح جب کسی کو اجر کی امید نہیں ہوتی۔ تو وہ خیرات نہیں کرتا۔ بلکہ بخل اختیار کر لیتا ہے۔

پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل زانکہ کس چیزے نبازد بے بدیل

لغات۔ نبازد۔ اسے بعمل نبازد۔ بدیل۔ عوض۔ بدلہ۔

ترجمہ۔ پس جہان میں کوئی بھی بخیل نہ ہوگا۔ کیونکہ کوئی شخص کچھ (عمل خیر) معاوضہ (کی توقع) کے بغیر (عمل میں) نہیں لاتا۔

مطلب۔ اوپر جہاں سے یہ شوق شہادت کی بحث شروع ہوئی تھی۔ فرمایا تھا۔ کہ "چہ جوانمردی بود کانزا ندید" یعنے اعلےٰ جوانمردی تو یہی ہے۔ کہ بلا معاوضہ جان دے دے۔ اور اس کے عوض میں لاکھوں جانیں بھی ملیں۔ تو ان کی پروا نہ کرے۔ پھر اس کی تائید میں فرمایا۔ کہ بخل کرنے والے اسی لئے بخل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کوئی اجر و معاوضہ نظر نہیں آتا۔ "بخل نادیدن بود اعواض را" اور جن کو سخاوت کا اجر و معاوضہ نظر آتا ہے۔ وہ شب و روز جود و کرم پر عمل کرتے ہیں "ہر زماں جو دے دگرگوں زا یدش"۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ لوگوں کی یہ سخاوت کوئی حقیقی سخاوت نہیں بلکہ محض خود غرضی ہے۔ ورنہ اگر ان لوگوں کو سخی قرار دیا جائے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں "پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل" کیونکہ جو شخص بھی تمہاری نظر میں بخیل ہے اگر اس کو اجر اور معاوضے کے ڈھیر دکھا دو گے۔ تو وہ بھی بذل و کرم اختیار کر کے حاتم کا بھائی بن جائیگا۔ کیونکہ اس کا بخل اسی حد و وقت تک ہے۔ جب تک اسے اجر نظر نہیں آتا۔ تو گویا عالم میں بخیل کا وجود ہی فرضی ہے۔ واقعی نہیں۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اس کی واقعیت پر شاہد ہے۔ واما من بخل واستغنی۔ اور فرمایا۔ سیطوقون ما بخلوا بہٖ ۔ چونکہ یہ محال لازم آیا۔ امید واران اجر کو سخی تسلیم کر لینے سے۔ اس لئے یہی بات باطل ہے یعنے امیدواران معاوضہ حقیقی سخی نہیں ہیں۔ بلکہ سخی وہی ہے۔ جو مال و دولت حتیٰ کہ جان تک دیدے۔ مگر معاوضے پر نظر نہ رکھے۔ حافظ رہ ؎

سایہ طوبے و دلجوئی حور و لب حوض بہوائے سر کوئے تو برفت از یادم

ایک شارح صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس شعر میں یہ کہنا کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں۔ مولانا کا ایک لطیفہ ہے۔ گویا ان کے نزدیک یہ شعر اپنے ماسبق سے مربوط نہیں۔ فظہرت سخافۃ ھذا القول۔

پس سخا از چشم آید نے ز دست دید دارد کار جز بینا نرست

ترجمہ۔ پس سخاوت کا وقوع آنکھ سے ہوتا ہے نہ کہ ہاتھ سے۔ آنکھ ہی (آخر) کام آتی

ہے۔ آنکھ والے کے سوا کوئی (بخل کے الزام سے) نہیں بچ سکا۔

مطلب۔ اوپر کی بحث سے یہ الزامی نتیجہ نکالنے کے بعد کہ پھر تو گویا دنیا میں کوئی بخیل ہی نہ ہوا۔ اب صحیح نتیجہ پر آتے ہیں۔ کہ بخیل تو ہیں۔ مگر جن لوگوں کو تم ان کے مقابلے میں سخی کہتے ہو۔ سچی سخاوت سے موصوف وہ بھی نہیں کیونکہ ان کی نظر معاوضہ پر ہے۔ ان کی سخاوت بے غرضانہ نہیں ہے۔ اصل سخاوت تو یہ ہے۔ کہ سخی جس طرح ہاتھ سے مال چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کو بھی معاوضہ کی طرف سے بند کر لے۔ بلکہ سخاوت کا مدار اعلیٰ آنکھ ہی پر ہے۔ کہ پہلے معاوضہ سے قطع نظر کرے۔ پھر ہاتھ سے داد و دہش کرے۔

باحتمال بعید یہ شعر اوپر کے الزامی نتیجہ کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنے اگر امیدواران معاوضہ بھی تمہاری نظر میں سخی ہیں۔ تو پھر سخاوت کا مدار ہاتھ کے دینے پر نہ ہوا۔ بلکہ آنکھ کے دیکھنے پر ہوا۔ کہ معاوضہ ملتا نظر آیا تو سخاوت کی۔ ورنہ دست در بغل ہو کر رہ گئے۔ واہ وا کیا اچھی سخاوت ہے۔ نظامی رح ؎

ہر کہ در بند کارِ خود باشد ۔۔۔ گرچہ بینیش نیک، بد باشد

عَیب دیگر آنکہ خودبیں نیست او ۔۔۔ ہست او در ہستیٔ خود عَیب جو

لغات۔ خودبیں۔ اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ خود پسند۔ ہستی۔ وجود۔ **صنائع**۔ شعر میں رد العجز علی الصدر ہے۔

ترجمہ۔ اس (غلام ذکی) میں دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خودبیں نہیں ہے (یعنے وہ اپنے ہنروں کو نہیں دیکھتا بلکہ) وہ اپنے وجود میں عَیب کی تلاش کرتا رہتا ہے۔

مطلب۔ اب پھر غلام کی تقریر کا سلسلہ چلتا ہے۔ جو دوسرے غلام کے محاسن کو معائب کے نام سے بیان کر رہا ہے۔ بطور تاکید المدح بما یشبہ الذم ؎

کار من نیست غنی چوں دگراں خودبینی ۔۔۔ نزدم تا ز خود آئینہ بہ پیشم گذار

عَیب گوے و عَیب جُوے خود بُدست ۔۔۔ با ہمہ نیکو و با خود بد بُدست

ترجمہ۔ وہ خود اپنا عیب بیان کرتا اور اپنا ہی عیب تلاش کرتا رہتا ہے۔ سب کے ساتھ اچھا (سلوک کرتا) رہا ہے۔ اور خود اپنے ساتھ بد (سلوکی کرتا) رہا ہے۔ امیر خسرو رح ؎

نیست آں مردانگی گاہِ غزا کافر کشی ۔۔۔ در صفِ عشاق خود را کُش کہ ایں مردانگی ست

گُفت شہ جلدی مکُن در مدح یار ۔۔۔ مدح خود در ضمنِ مدحِ او میار

ترجمہ۔ بادشاہ نے فرمایا۔ تم (اپنے) رفیق (کے عیب بیان کرنے کی بجائے اس) کی مدح (کا دفتر کھولنے) میں جلدی نہ کرو۔ (اور ہاں اپنے کسر نفس اور اس کی مبالغہ آمیز مدح و ثنا جو کرتے ہو یہ) اس کی مدح کے ضمن میں (اشارۃً) اپنی (ہی) مدح (ہے۔ ایسا) نہ کرو (بلکہ خوب غور و تامل کے ساتھ اس کے واقعی عیوب کا پتہ لگا کر مجھے اطلاع دو)

زانکہ من در امتحاں آرم ورا ۔۔۔ شرمساری آیدت در ماجرا

ترجمہ ۔ کیونکہ میں اس کی آزمایش کروں گا ۔ ایسا نہ ہو کہ (آخرکار) تم کو اس واقعہ میں ندامت پیش آئے ۔

قسم خوردن غلام بصدق خود و طہارت ظن خود

غلام کا اپنی سچائی اور اپنے گمان کی پاکیزگی پر قسم کھانا

گفت نے وَاللّٰہِ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم　　مَالِکِ الْمُلْکِ رَحْمٰنٍ رَّحِیْم

لغات ۔ واللہ اور باللہ واو اور با حروف قسم ہیں ۔ **ترکیب** ۔ اللہ موصوف اور عظیم ۔ مالک الملک رحمٰن ۔ رحیم اس کی صفات مل کر مبین ہوا ۔ اس کے بعد اگلے شعر سے لیکر اکتالیسویں شعر تک اس کا بیان چلا جاتا ہے ۔ مبین و بیان مل کر قسم ہوئی ۔ یا ان اشعار کو حمد حق پر مشتمل متعدد جملات معترضہ قرار دیا جائے ۔ پھر بیالیسویں اور تینتالیسویں دو شعروں میں دوسری قسم ہے ۔ اس کے بعد چونتالیسویں شعر میں تیسری قسم ہے ۔ ان تین قسموں کے بعد کہ صفات خواجہ تاش دیا رسن الخ جواب قسم ہے ۔

ترجمہ ۔ غلام نے کہا ۔ نہیں (یہ بناوٹ نہیں) بخدا ! بخدائے بزرگ ! جو مالک سلطنت ہے مہربان ہے رحم والا ہے ۔

آں خدائے کہ فرستاد انبیا　　نے بحاجت بل بفضل کبریا

ترجمہ ۔ وہ خدا جس نے انبیا کو مبعوث فرمایا ۔ کسی احتیاج (کی مجبوری) سے نہیں ۔ بلکہ (محض اپنے) زبردست فضل سے (جس سے کوئی مزاحم نہیں ہوسکتا)

مطلب ۔ یعنے اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج نہ تھا ۔ کہ ہدایت خلق کے لئے انبیا کو بھیجے ۔ اور اس کے بغیر ہدایت ناممکن تھی ۔ بلکہ وہ اگر چاہے ۔ تو خود لوگوں کے قلوب کو مائل بہ ہدایت کردے ۔ حتیٰ کہ وہ انبیاء و مبلغین کے ارشاد و ہدایت کے بغیر ہی راہ راست پر آجائیں ۔ پس بعثت انبیا مبنی بر مصلحت ہے ۔ تاکہ بندوں کی پاک و ناپاک نیتوں اور نیک و بد ارادوں کا امتحان ہو جائے ۔ حافظ رح ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں　　تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

آں خداوندے کہ از خاکِ ذلیل　　آفرید او شہسوارانِ جلیل

ترجمہ ۔ وہ خداوند جس نے (اپنی قدرت سے) ناچیز ہستی میں سے (میدان عرفان و تقرب کے) بڑے بڑے شہسواروں کو پیدا فرمایا ۔

مطلب ۔ یہ اس کا کمال قدرت ہے ۔ کہ ادنے سے ادنے چیز میں سے اعلے سے اعلے ہستی پیدا کی ۔ مولانا روم ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

اے مبدل کردہ خاکے را بزر　　خاکِ دیگر را بکردہ بوالبشر

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں　　بگزرانید از تگِ افلاکیاں

لغات - خاکیاں - اہل خاک - مخلوق عنصری - تگ - رفتار - تیز دوڑ - افلاکی - آسمانی - مخلوق آسمانی ملائکہ وغیرہ -

ترجمہ - اُن کو مخلوق خاک کے مزاج سے پاک کیا - (حتے کہ) مخلوق آسمانی سے بھی دوڑ میں سبقت دلا دی -

مطلب - عام افراد انسان مثل دیگر حیوانات قوائے سبعیہ و بہیمیہ سے مغلوب ہوتے ہیں - جن کے غلبہ سے ان میں اخلاق رذیلہ پیدا ہوکر گوناگوں فتنہ و فساد کے باعث ہوتے ہیں - مگر انبیاء و صلحاء میں یہ قوتیں بمقتضائے فطرت اس خاص اعتدال پر ہوتی ہیں - جس سے وظیفہ حیات شخصی و نوعی قائم رہ سکے - اور بس - باقی وہ سراپا قوائے ملکیہ و روحیہ کا مظہر ہوتے ہیں - اسی لئے ان کی بدولت تا حد امکان دنیا سے فتنہ و فساد وغیرہ ظلمانی امور دُور ہوتے ہیں - بلکہ ان میں سے بعض نفوس قدسیہ عرفان و تقرب کی منازل طے کرنے میں اسقدر سریع السیر ہوتے ہیں - کہ ملائکہ مقربین بھی ان کی ہمراہی سے عاجز آ جاتے ہیں - جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج میں جبرئیل علیہ السلام جو تمام ملائکہ کے سرتاج ہیں - تقرب خاص کی منزل میں ہمراہی کی تاب نہ لا سکے - سعدی رہ ؎

چناں گرم در تیہ قربت براند　　کہ جبریل در سدرہ زو باز ماند

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت　　وانکہ او بر جملۂ انوار تاخت

لغات - برگرفت - الگ کر دیا - نکال لیا - بچا دیا - نار - آگ - جس سے یا تو آتش دوزخ مراد ہے - یا اخلاق رذیلہ جن کو شیطان کے ساتھ نسبت ہونے سے جو آتشی مخلوق ہے نار سے تعبیر کیا جا سکتا ہے - تاخت - چڑھ دوڑا - فاتحانہ حملہ کیا - چھا گیا - ایک نسخے میں تافت بجائے تاخت لکھا ہے - جس کے معنے ہیں چمکا - اگرچہ یہ لفظ نور و نار کے لحاظ سے یہاں زیادہ چسپاں ہے - مگر اس صورت میں قافیہ مخدوش ہو جاتا ہے -

ترجمہ - ان کو آگ سے بچا دیا - اور خالص نور بنا دیا - اور (نور بھی) وہ جو تمام انوار پر غالب آ گیا -

مطلب - ان کو اخلاق رذیلہ سے جو شیطان مخلوق آتش کے ساتھ منسوب ہونے کے باعث بمنزلہ آتش ہیں پاک و منزہ کر کے نورٌ علےٰ نور بنا دیا - اور دیگر تمام انوار پر فوقیت بخشی - اگر نار سے نار جہنم مراد ہو - تو یہ مطلب ہے کہ ان کو آخرت کے ہر خوف و خطر سے نجات بخشی - کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ان کی شان ہے

آں سنا برقے کہ بر ارواح تافت　　تا کہ آدم معرفت زاں نور یافت

لغات - سنا - روشنی - برق - بجلی **ترکیب** - نور خدا مبتدا مقدر آں سنا برقے الخ خبر - است رابطہ جملہ

ترجمہ - (نور خدا) وہ درخشانی برق (ہے) جو ارواح پر چمکی - حتے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور سے معرفت پائی -

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو جمع کر کے ان پر نور برسایا۔ فمن اصابہ من ذالک النور اهتدی ومن اخطاہ ضل۔ پس جس پر اس نور کا پرتو پڑا۔ اس نے ہدایت پائی جس پر اس کا پرتو نہ پڑا۔ وہ گمراہ ہوا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام انہی حضرات میں سے تھے۔ جن پر اس نور کا پرتو پڑا تھا۔ اس لئے وہ شیطان کی کوشش اضلال کے باوجود صراط مستقیم پر قائم رہے۔ حافظ رہ ؎

چوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت   ہوا داریٔ آں سروِ خراماں بروم

آں کہ از آدم رست و دستِ شیث چید   پس خلیفہ اش کرد آدم چوں بدید

لغات۔ رست۔ چھوٹ گیا۔ چید۔ چن لیا۔ حاصل کر لیا۔ **ترکیب**۔ بدید کا فاعل ضمیر راجع بآدم ہے۔ اور اس کا مفعول اول اورا اور مفعول ثانی اہل مقدر ہے۔

ترجمہ۔ وہ (نور) کہ (جب) آدم کے ہاتھ سے نکلا۔ تو شیث علیہ السلام نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پھر ان کو آدم علیہ السلام نے اپنا جانشین بنا لیا۔ جبکہ ان کو (اس نور کا اہل) دیکھا۔

مطلب۔ نورِ خداوندی جو ارواح پر درخشاں ہوا۔ وہ بذاتِ خود تو ایک ہی تھا۔ مگر اس کی تاثیر کے دو پہلو تھے۔ ایک صاحب نور کا خود ہدایت پانا۔ دوسرے ہدایت دینا۔ عامہ مومنین پر اس نور کا افاضہ صرف پہلی حیثیت سے تھا۔ اور انبیاء و مرسلین پر دونوں حیثیتوں سے۔ انبیاء علیہم السلام جو شریعت لاتے۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ اس نور کے افاضہ کی مذکورہ دوسری حیثیت سے ہے۔ جس کو منصب نبوت و رسالت کہتے ہیں۔ اور یہ وہ ودیعت الٰہیہ ہے۔ جس پر انسان کا مشرف و ممتاز ہونا ہی کائنات عالم پر اس کی فوقیت کا باعث ہے۔

منصب نبوت کی بدولت ہی نوع انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے

حضرت آدم علیہ السلام کے اس نور کو چھوڑ جانے اور شیث علیہ السلام کے اس کو سنبھالنے میں منصب نبوت کی سپردگی مراد ہے۔ ورنہ نور بحیثیت اول تو دنیا میں ہر مومن ہدایت یافتہ کے ساتھ ہے۔ اور ابد تک ساتھ ہی رہیگا۔ اس کا چھوڑنا اور کسی دوسرے کو دینا کوئی معنے نہیں رکھتا۔

حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند اور ان کی اولاد میں سب سے پہلے پیغمبر ہیں شیث سریانی لفظ ہے۔ جس کے معنے ہیں "سرالٰہ" رازِ حق۔ خدائی بھید۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے ان کو خلافت الٰہیہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے منصب پیغمبری عطا ہوا۔ انہیں صحیفے اور بقولے پچاس صحیفے ان پر نازل ہوئے۔ حسن صورت اور صفائے سیرت میں حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ ان کی امت میں بہت سے لوگ مستقیم بہدایت رہے۔ اور کچھ لوگ قابیل کی اولاد کے ہم مشرب ہو گئے۔ جو آدم علیہ السلام کا ایک گمراہ فرزند تھا۔ شیث علیہ السلام نے نو سو بارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا قول ہے۔ کہ سچا مومن وہ ہے۔ جو ان سولہ صفات سے موصوف ہو۔ معرفتِ حق۔ ملائکہ پر یقین۔ تمیز خیر و شر۔ اطاعت امیر عادل۔ بر والدین۔ صلہ رحم۔ دوستوں سے سلوک۔ حاجت براری فقرا۔ رعایت غربا۔ ترک معاصی۔ صبر۔ صدق۔ نیکوکاری۔ انصاف۔ قناعت۔ شکر۔

نوح از آں گوہر چو برخوردار شد   در ہوائے بحرِ جاں دُربار شد

لغات ۔ برخوردار ۔ پھل پانے والا ۔ کامیاب مستفیض ۔ ہوا ۔ خواہش ۔ جذبہ ۔ دُربار ۔ موتی برسانے والا ۔
صنائع ۔ گوہر ۔ دُر ۔ بحر مناسبات ہیں ۔ اور طوفان کے اعتبار سے نوح علیہ السلام کا نام بھی مناسبت رکھتا ہے
ترجمہ ۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اس گوہر (نور) سے مستفید ہوئے ۔ تو اپنے دریائے رُوح کے تموّج سے (ہدایت کے) موتی برسانے لگے ۔
مطلب ۔ جب حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر سرافراز ہوئے ۔ تو لوگوں میں تبلیغ دین فرمانے لگے ۔ دوسرے مصرعہ کی ایک توجیہ یوں بھی ہوسکتی ہے ۔ کہ ہوا کے معنے جَو ۔ یعنے فضائے بین الارض والسماء ہوں ۔ اور جان سے عامہ عباد کی ارواح مراد ہوں ۔ پھر مطلب یہ ہوگا ۔ انہوں نے لوگوں کی فضائے ارواح میں ہدایت کے موتی برسانے شروع کر دیئے ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھیالیس سال بعد ہوئی ۔ جوان ہوتے ہی مرتبہ رسالت پر فائز ہو کر لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہو گئے ۔ مدتوں بلکہ صدیوں کے مواعظ و نصائح اور ارشاد و تبلیغ کے باوجود چند ہی اشخاص ایمان لائے ۔ اور اس سعی و کوشش میں مخالف لوگوں سے بہت تکالیف اٹھانی پڑیں ۔ آخر نو سو پچاس سال تک کی پر تکلیف اور ناکام تبلیغ کے بعد خدا کی درگاہ میں شکایت کی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ۔ کہ تم اپنے اور اپنے متبعین کی نجات کے لئے ایک کشتی بنا لو ۔ کفار کو ہم طوفان آب میں غرق اور واصل جہنم کرینگے ۔ چنانچہ آسمانوں سے بکثرت پانی برسا ۔ اور زمین میں ایک تنور اور دوسرے چشموں سے بھی پانی بکثرت ابلنا شروع ہوا ۔ جس سے تمام آبادیاں اور کوہ و دشت غرقاب ہو گئے ۔ حضرت نوح ؑ کا فرزند کنعان اور آپ کی بیوی داعلہ دونوں جو مبتلائے کفر تھے ۔ ایمان لانے اور کشتی میں بیٹھنے سے منکر رہے ۔ چنانچہ وہ بھی تلاطم آب سے غرق ہو گئے ۔ طوفان کا واقعہ نزول آدم علیہ السلام سے دو ہزار دو سو بیالیس سال بعد ظہور پذیر ہوا ۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے تین سو برس اور زندگی پائی ۔ جو لوگ کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے ۔ وہ دنیا میں آباد ہوئے ۔ مگر موجودہ دنیا کی تمام آبادی حضرت نوح ؑ کی نسل سے ہے ۔ کیونکہ دوسرے اشخاص میں سے کسی سے نسل نہیں چلی ۔ اس لئے آپ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں ۔ عمر مبارک ایک ہزار چار سو چھیاسٹھ سال ہوئی ۔ رحلت کے وقت آپ نے عزرائیل سے کہا ۔ دنیا کی مثال ایک ایسے گھر کی سی ہے ۔ جس کے دو دروازے ہوں ۔ ایک دروازے سے آئے ۔ اور دوسرے سے نکل گئے ۔ کما قیل ؎

چوں گل رعنا خزان و نوبہار زندگی باده یک ساغر اندوپشت و روے یک ورق

جانِ ابراہیم ازاں انوار زفت بے حذر در شعلہائے نار رفت

لغات ۔ جانؔ سے یہاں ذات اور شخصیت مراد ہے ۔ زفتؔ ۔ عظیم جسیم ۔ مراد عالی قدر ۔ بے حذر ۔ بلا خوف ازاںؔ میں حرف از تعلیلیہ ہے ۔ اور اس کا معلول بے حذر ہے ۔ نہ کہ در نار رفت ۔ کیونکہ در نار رفتن کی علت تو در اصل عداوت کفار تھی ۔
ترجمہ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات مبارک (بھی) انہی انوار عالی قدر کی بدولت بلا خوف آگ کے شعلوں میں چلی گئی ۔ (اور کوئی ضرر نہیں پایا)
مطلب ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ دین اور تردید بت پرستی پر ایک غوغائے مخالفت بلند ہو گیا ۔

اور سب سے زیادہ بادشاہ وقت جس کا نام نمرود تھا۔ اور خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ آپ کی مخالفت پر آمادہ تھا کیونکہ دین حق کی تبلیغ سے اس کی خدائی کا قلع قمع ہوتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے امرا کے مشورے سے آپ کی یہ سزا تجویز کی۔ کہ ایک بڑا آتش کدہ تیار کر کے اس میں آگ روشن کی۔ اور حضرت ابراہیم کو اس بھڑکتی آگ میں گرا دیا۔ ابھی آپ آگ تک نہ پہنچے تھے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اگر حکم ہو۔ تو ہم مدد کے لئے حاضر ہیں۔ فرمایا۔ مجھے آپ سے کوئی مدد و اعانت لینے کی حاجت نہیں۔ جبرئیل نے کہا۔ تو پھر جس ذات برتر کی امداد و اعانت کی احتیاج ہے۔ اسی سے سوال کیجئے۔ کہ یہ وقت نہایت خطرناک ہے۔ فرمایا حَسْبِیْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنے سوال کی ضرورت ہی کیا۔ جبکہ وہ خود میرا حال جانتا ہے۔ ونعم ماقیل ؎

باسوزش عشق اگر نسازم چکنم | جان در رہ عشق اگر نبازم چکنم
گویند بہ پروانہ چرا مے سوزی | چوں عاشق آں شمع طرازم چکنم

اسی وقت بارگاہ رب العزت سے آگ کو حکم پہنچا۔ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيمَ۔ اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ فوراً وہ آتشکدہ ایک تختہ گلزار بن گیا۔ اور آپ کا بال بیکا نہیں ہوا۔ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ستائیس سال کی عمر میں پیش آیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بارگاہ خداوندی سے آپ کی یہ توقیر کہ آگ نے آپ پر کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ بلکہ وہ مبدل بہ باغ ہو گئی۔ نور نبوت کا اثر تھا۔

چونکہ اسمٰعیل در جویش فتاد ۔۔۔ پیش دشنۂ آبدارش سر نہاد

لغات۔ جوے۔ نہر۔ ندی۔ جوے نور مراد ہے۔ دشنہ خنجر۔ **صنائع** جوے اور آبدار میں مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ چونکہ حضرت اسماعیلؑ بھی اس (نور نبوت) کی نہر میں مستغرق تھے (اس لئے حکم حق سے سرتابی نہیں کی اور قربان ہونے کے لئے) اس کے خنجر آبدار کے آگے سر (تسلیم) جھکا دیا۔

مطلب۔ اس میں حضرت اسمٰعیل کے راہِ حق میں قربانی کے لئے پیش ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا بحرالعلوم فرماتے ہیں۔ "ایں بیت مطابق مشہور است۔ ورنہ تحقیق شیخ اکبر قدس سرہٗ آنست کہ ذبیح اسحٰقؑ بود" انتہٰے۔ یہود کا بھی یہی دعوے ہے۔ کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل نہ تھے۔ بلکہ حضرت اسحاق تھے۔ اسلامی جماعتوں میں سے بعض صوفیہ بھی اسی قول کی طرف گئے ہیں۔ مگر سیاق قرآن مجید۔ شہادت احادیث۔ آثار صحابہ کرام بصوت جمہوری اس کے مؤید ہیں۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔ یہود کی یہ تغلیط باطل محض اس نیت پر مبنی ہے۔ کہ ذبیح اللہ ہونے کی فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جد اعلےٰ یعنے حضرت اسمٰعیل سے منسوب نہ ہونے پائے۔ بلکہ حضرت موسٰے وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل علیہ السلام کے جدِ امجد یعنے حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ منسوب ہو۔ اور صوفیہ کا کشف کتاب و سنت کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس مسئلے پر مفصل بحث مفتاح العلوم کی جلد اول میں گزر چکی ہے۔

جانِ داؤد از شعاعش گرم شد ۔۔۔ آہن اندر دست بافش نرم شد

لغات۔ آہن لوہا۔ دست باف سے دست زرہ باف مراد ہے یعنے زرہ بننے والا ہاتھ۔ **صنائع۔** گرمی روح سے نرمی آہن کو مناسبت ہے۔

ترجمہ ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی روح (مبارک) بھی اسی (نور) کی شعاع سے گرم ہوگئی (کہ) لوہا ان کے (زرہ) بننے والے ہاتھ میں نرم ہوگیا۔

مطلب ۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک نبی تھے۔ جو صاحب سلطنت بھی تھے۔ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت شمویل علیہ السلام اور اس قوم کے بادشاہ طالوت کے بعد نبوت اور سلطنت دونوں کے وارث ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان پر کتاب زبور نازل فرمائی جس میں وعظ و نصیحت اور وظائف درج ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی خوش آوازی عنایت کی تھی۔ کہ جب وہ زبور پڑھا کرتے تھے۔ تو وحوش و طیور ان کے گرد جمع ہو کر سنا کرتے۔ اسی لئے لحن داؤدی مشہور ہے۔ علاوہ اس کے ان کو یہ معجزہ اور عطا کیا۔ کہ لوہا ان کے ہاتھ میں بغیر آگ میں رکھنے اور کوٹنے پیٹنے کے موم سا نرم ہو جاتا تھا۔ اس معجزے کی بدولت حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ۔ یعنے اور ہم داؤد پیغمبر کو بزرگی دے چکے ہیں۔ پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور پرندو۔ اور ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا تھا کہ پورے بدن کی زرہیں بنا۔ اور کڑیاں اندازے سے جوڑ (سورہ سبا ع ۲) آپ اسی کام کی اجرت سے اپنی معیشت چلاتے۔ خزانہ شاہی سے کچھ نہ لیتے۔ شیخ عطار رح ؎

چوں عنایت قادرِ قیوم کرد
درکفِ داؤد آہن موم کرد

چوں سلیماں شُد وصالش را رضیع
دیو گشتش بندہ فرماں مطیع

لغات ۔ وصال۔ وصل۔ ملاپ۔ رضیع۔ شیرخوار۔ دودھ پیتا بچہ۔ بندہ فرمان اور مطیع معطوفین ہیں بتقدیر عاطف۔

ترجمہ ۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس (نور) کے حصول سے شیرخوار بنے (تو اس کی برکت سے) دیو (وپری) آپ کے بندہ فرمان (اور) مطیع بن گئے۔

مطلب ۔ نور کے حصول سے شیرخوار بننے کا مطلب یہ ہے۔ کہ نور نبوت سے آپ کی روحانیت نے پرورش اور نشوونما پایا۔ کیونکہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔ خاندان نبوت سے پیدا ہوئے۔ اور اسی میں تربیت پائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے بعد بارہ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ بھی سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ حاکم حقیقی نے ان کو اسقدر وسیع اور پُرشوکت حکومت دی تھی۔ کہ کسی کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ انسان کے علاوہ طیور و وحوش۔ جن و پری اور ہوا کو ان کے فرمانبردار کیا۔ ہوا کی فرماں برداری کے سبب سے وہ ہوائی تخت پر بیٹھ کر تھوڑی سی دیر میں صدہا میل تک سیر و سفر کر لیتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ اور ہم نے زور کی ہوا سلیمان کے لئے تابع کر دی تھی۔ وہ اس کے حکم سے اس ملک کی طرف چلتی تھی۔ جہاں ہم نے برکت رکھی ہے۔ اور ہم کو سب چیزوں کی خبر ہے۔ اور بعضے شیطان جو ان کیلئے (سمندر سے جواہرات نکالنے کو) غوطے لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ تھے (انبیاء ع ۶)

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد ڈال دی تھی۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کو مکمل کیا۔ چنانچہ انہوں نے سفید۔ سبز اور زرد پتھروں سے مسجد کی چار دیواری بنائی۔ اور چاندی۔ سونا موتی لعل۔ یاقوت۔ فیروزہ اور طرح طرح کے اور جواہرات بیش قیمت اس کی چھت میں جڑوائے۔ کہ جن کی چمک سے وہ عبادت خانہ اندھیری رات میں بھی روز روشن کی طرح منور رہتا تھا۔ آپ چالیس برس سلطنت کر کے باون سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

در قضا یعقوب چوں بنہاد سر چشم روشن کرد از بوئے پسر

لغات۔ در قضا سر نہاد حکم الٰہی پر صبر کیا۔ چشم روشن کرد۔ بینائی درست ہو گئی۔

ترجمہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو (اسی نور حق کے زیر اثر) حکم الٰہی کے آگے سر (تسلیم) خم کر دیا۔ تو (اس کے اجر میں ان کو یہ موقع ملا کہ اپنے پیارے) فرزند (کے پیراہن کے ذریعے سے اس) کی بو سے (اپنی) آنکھیں روشن کیں۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے از راہ حسد جنگل میں لے جا کر کوئیں میں ڈال دیا۔ اور وہ ایک کاروان کے ہاتھ لگ کر بطور غلام مصر میں فروخت ہو گئے۔ وزیر سلطنت کے گھر میں پرورش پائی۔ جوانی کے بعد منصب نبوت پر سرفراز ہو کر اپنے حسن لیاقت سے مصر کی وزارت عظمٰے پر فائز ہوئے۔ تو اسقدر عرصہ ان کے درد فراق میں رونے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ مگر کوئی کلمہ ناشکری و بے صبری کا زبان سے نہیں نکالا۔ اگر کچھ کہا۔ تو یہی کہا۔ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ۔ یہی صبر ہے۔ غم والم کی وجہ سے اگر اضطراراً اشکباری عارض ہو۔ تو وہ داخل بے صبری نہیں ہے مشیت ایزدی اور تقدیر الٰہی کے شاکی ہونا اور زبان سے بے جا کلمات بولنا بے صبری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر آپ کی چشمان مبارک اشک آلود ہو گئی تھیں۔ فرمایا کہ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يُرْضِیْ رَبَّنَا۔ یعنے بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمناک ہے اور ہم جو بات منہ سے نکالیں گے تو وہی نکالینگے جو ہمارے پروردگار کو پسند ہو (مشکوٰۃ) حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ صبر بھی نور نبوت ہی کا ایک پرتو تھا۔ چنانچہ اس صبر کا اجر یہ ملا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے اپنی قمیص جو ان کے پاس بھیجی۔ تو اس کو آنکھوں سے لگاتے ہی آپ کی بینائی دوبارہ عود کر آئی۔

گریۂ یعقوبؑ اور پھر بازیابیِ بصارت

یوسفِ مہروچو دید آں آفتاب شد چناں بیدار در تعبیرِ خواب

ترجمہ۔ چاند کے سے مکھڑے والے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو (اس کی روشنی سے) تعبیر خواب میں ایسے بیدار مغز ہو گئے (کہ کسی خواب کی جو تعبیر کر دیتے درست نکلتی تھی)۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں بطور غلام فروخت ہوئے۔ تو ان کو عزیز مصر کی بیگم زلیخا نے خریدا۔ جو ان کی مدتوں سے نادیدہ عاشق تھی۔ انکی بچپن سے نہایت ناز و نعمت سے پرورش کی۔ جب جوانی کو پہنچے۔ تو زلیخا نے ان سے اپنی ناجائز مراد چاہی۔ انہوں نے کہا۔ توبہ توبہ! میں بھلا اپنے آقائے محسن کے حرم میں خیانت کر سکتا ہوں؟ قال معاذ اللہ

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی تعبیر رویا

انہ ربّی احسن مثوای انہ لا یفلح الظالمون ۰ شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا۔ کہ زلیخا اپنے غلام پر مائل ہے۔ اور اس پر خود دست درازی کر چکی ہے۔ زلیخا نے اس داغ ندامت کو دھونے کے لئے اپنے شوہر سے کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں بھجوا دیا تاکہ یہ سمجھا جائے۔ کہ خود غلام نے کوئی ناروا حرکت کی ہوگی جبھی اس کو سزا دی گئی ہے۔ مگر تاہم وہ اپنے دلربا کی تکلیف کی روادار نہ تھی۔ در پردہ وار وغہ جیل کو حکم دیا۔ کہ یوسف کو طوق و زنجیر نہ پہنایا جائے۔ بلکہ پورے آرام و راحت سے رکھا جائے۔ ایام قید میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالٰے کے حکم سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم سکھا دیا۔ حتٰے کہ وہ اس علم میں یکتا ہو گئے۔ جب عبادت سے فارغ ہوتے۔ تو قیدیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے۔

ان دنوں شاہ مصر کے خلاف جس کا نام ریان بن ولید تھا۔ اور وہ قوم عمالقہ سے تھا۔ ایک سازش کی گئی بعض دلوں نے بادشاہ کے باورچی اور ساقی کو گانٹھا۔ کہ اس کے کھانے اور شراب میں زہر ملا کر اسے مار ڈالیں۔ ساقی کو ولی نعمت کے مار ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس نے رشوت لینے اور شراب میں زہر ملانے سے انکار کر دیا۔ مگر باورچی کا دل غداری کے دھوئیں سے سیاہ تھا۔ اس نے رشوت لے کر کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب یہ چیزیں بادشاہ کے سامنے آئیں۔ تو ساقی بولا۔ حضور کھانا تناول نہ فرمائیں۔ اس میں زہر ہے۔ باورچی بولا۔ حضور یہ شراب نہ پئیں۔ زہر آمیختہ ہے۔ بادشاہ نے ساقی سے کہا۔ اچھا تم یہ شراب پی جاؤ۔ ساقی غٹ غٹ پی گیا۔ اور چنگا بھلا رہا۔ پھر باورچی سے کہا۔ تم یہ کھانا کھا جاؤ۔ وہ لگا اگر مگر کرنے۔ پاس ہی ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ اس کو یہ کھانا کھلایا گیا۔ تو وہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید کر دیا۔

دونوں قیدیوں نے قید خانے میں آکر دیکھا۔ کہ تمام قیدیوں میں ایک عبرانی نوجوان (یوسفؑ) کے چرچے ہیں وہ خوابوں کی تعبیر بتاتا ہے۔ اور ہر تعبیر ہوبہو پوری اُترتی ہے۔ ان دونوں نے آزمائش کے لئے بے دیکھے دو خواب بنائے۔ اور دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے۔ ساقی نے کہا میں نے دیکھا۔ کہ میں انگوروں میں سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔ باورچی بولا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں۔ اور پرندے ٹھونگیں مار مار کر ان میں سے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ ساقی تین دن کے بعد خلاصی پا کر درجہ اعلےٰ پر ممتاز ہوگا اور بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا۔ اور باورچی سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اور پرندے اس کے سر میں سے مغز نکال نکال کر کھائیں گے۔ ساقی اور باورچی نے یہ جواب سن کر کہا۔ ہم نے تو یوں ہی دل سے خواب بنائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ۔ تم نے جو کچھ پوچھا۔ اب اس کا فیصلہ ہو چکا۔ صائبؒ ؎

بلا چو دشمن جاں شد عذر چہ کار کند قضا چو تیغ بر آرد سپر چہ کار کند

اس کے بعد شاہ مصر نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر حضرت یوسف نے بتائی۔ کہ سات سال کا شدید قحط آنے والا ہے۔ اس تعبیر نے حضرت یوسفؑ کو قید خانہ سے نجات دلائی۔ اور بادشاہ نے ان کو خلعت گرانمایہ اور کمر بند مرصع عنایت کر کے تمام خزانوں کا مہتمم کیا۔ تاکہ آنے والے قحط طویل کے مصائب کی روک تھام کا ابھی سے بندوبست کریں۔ آپ نے تمام ملک میں زراعت کا ایک وسیع کاروبار جاری کر کے بڑے بڑے ذخائر غلہ جمع کر ڈالے۔ حتٰے کہ وہ قحط آ گیا۔ اور اس کی میعاد حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام سے بخیر و خوبی پوری ہو گئی۔

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد   مُلکتِ فرعون را یک لقمہ کرد

لغات۔ مُلکت۔ سلطنت۔ حکومت۔ صنائع آب خوردن ولقمہ کردن مناسبات ہیں۔

ترجمہ۔ جب لاٹھی نے حضرت موسےٰ کے ہاتھ سے (معجزے کی برکت کا) پانی پیا۔ تو اس نے فرعون کی سلطنت کو ایک نوالہ کرلیا۔

مطلب۔ چونکہ سوکھی لکڑی کی لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک زندہ اژدہا بن جاتی تھی۔ اور نباتات وحیوانات میں سے ہر چیز کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ اور ہم نے پانی سے تمام جاندار اشیاء بنائیں (انبیاء ۲) اس لئے اس اژدہا کے لئے بھی پانی کا اثبات ضروری تھا۔ اور چونکہ اس اژدہا کی زندگی معجزے پر موقوف تھی۔ اس کو کسی پانی کی ضرورت نہ تھی۔ لہذا البطور ادعائے شعری اس کا پانی معجزے کو قرار دیا۔ اور وہ معجزہ بھی اسی نور نبوت کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کے عجائبات کی تفصیل چلی آرہی ہے۔ اور اژدہائے عصا کا سلطنت فرعون کو لقمہ کرنا بھی بمعنے حقیقی مراد نہیں بلکہ اس سے یہ کہ فرعون کا اضمحلال اور اسکی شوکت وہیبت کا تزلزل مراد ہے چنانچہ جب اژدہائے عصا نے جادوگروں کے سانپوں کو نگلنا شروع کیا۔ تو ادھر تو جادوگر پکار اٹھے۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ جس سے فرعون کی طاقت مقابلہ کا ایک بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ اور ادھر فرعون جس نے معجزہ کا مقابلہ سحر کے ساتھ کرکے اپنی ادعائی خدائی کی آن بان کو قائم رکھنے کی تدبیر کی تھی۔ اب اس کے پاس صرف سزائے موت کی دھمکیاں رہ گئیں۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔ اس سے اس کی خدائی کا طلسم اور بھی ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت وشوکت کی دھاک بندھ گئی۔ جو فرعون کی سلطنت کے زوال کی طرف پہلا قدم تھا۔ یہی مطلب ہے عصائے موسےٰ کی سلطنت فرعون کو لقمہ کر جانے کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہائے عصا

جانِ جرجیس از فرش چوں راز یافت   ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

لغات۔ فرش۔ فرّاش۔ فرّاو۔ یعنے اس کی عظمت۔ جاں فشاند۔ بمرد۔

ترجمہ۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کی جان نے جب اس (نور) کی عظمت کا راز پایا۔ تو ان کا یہ مرتبہ ہوگیا۔ کہ سات مرتبہ کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور پھر (جان) پائی۔

مطلب۔ حضرت جرجیس علیہ السلام انبیاء مقتولین میں سے ہیں۔ جن کو کافروں نے کئی مرتبہ قتل کرکے پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور آگ میں پھونک دیا۔ مگر اللہ تعالے کی قدرت سے وہ ہر مرتبہ زندہ وتندرست ہوکر فرض تبلیغ ادا کرنے لگے۔ پھر آخری مرتبہ اللہ تعالےٰ کی مشیت سے وہ فضیلت شہادت سے ممتاز ہوئے۔ اور ان کے دشمن اس ظلم کی شامت میں تباہ وبرباد ہوگئے۔ بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ ستر مرتبہ ان کو قتل کیا گیا۔ اور بعض میں صرف پانچ مرتبہ ان کا قتل ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے۔ بعض کتابوں میں سات مرتبہ قتل ہونا بھی مروی ہو۔ جسکو مولانا نے اختیار فرمایا ہے۔

حضرت جرجیس علیہ السلام کا قصہ جو کتب سیر میں لکھا ہے۔ مختصراً یوں ہے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے فلسطین میں رہتے تھے۔ شہر موصل میں ایک بادشاہ بڑا ظالم ومتکبر اور بے دین تھا اس کے پاس ایک بت بنام "افلون" تھا۔ لوگوں کو اس کی عبادت پر مجبور کیا کرتا۔ جو انکار کرتا۔ اس کا سر قلم کرا دیتا۔ حضرت جرجیس نے اس کے ظلم وستم کے چرچے سنے۔ تو موصل میں جاکر سر دربار بادشاہ کو سرزنش کی۔ اور توحید کی

حضرت جرجیس علیہ السلام

دعوت دی۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر ان کو گرفتار کرلیا۔ اور ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ رات کو فرشتہ حق نے ان کی تمام قید و بند کھول دی۔ خلعت نبوت سے سرفراز کیا۔ اور پورے سات سال تک فرض تبلیغ ادا کرنے کا حکم الٰہی پہنچایا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام صبح کو پھر سر دربار موجود تھے۔ اور وہی بادشاہ کی تنبیہ و توبیخ کا سلسلہ جاری تھا۔ بادشاہ نے پھر غضبناک جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کو قتل کر دو۔ قتل کے بعد ان کے جسم کے ٹکڑے کئے گئے۔ اور شیروں کے آگے ڈالے گئے۔ شیروں نے بجائے اس کے کہ ان ٹکڑوں کو کھاتے۔ سب کو اکٹھا کر دیا۔ اور سارے قطعات جسم باہم جڑ گئے۔ اور بحکم الٰہی حضرت جرجیس پھر زندہ و سلامت کھڑے ہوگئے پھر شاہی مجلس میں گئے۔ اور پھر وہی وعظ و تبلیغ اور وہی زجر و تنبیہ کا دفتر کھل گیا۔ اہل دربار نے کہا۔ یہ جادوگر ہے جادوگروں کو اس کے مقابلے میں لایا جائے۔ جادوگر آگئے۔ بڑے بڑے کرتب دکھائے۔ مگر یہاں ان کے کرتبوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگروں کا ہوا تھا۔ وہ بھی سب پکار اٹھے۔ کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ جرجیس۔ جادوگروں کے ہار مان جانے کی شہرت سے چار ہزار آدمی حضرت جرجیس کا تابع ہوگیا۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا۔ آخر تانبے کا ایک بیل اندر سے کھوکھلا بنوایا۔ اس کے اندر گندھک وغیرہ آتشگیر مادے بھر کر حضرت جرجیس کو اس میں بند کر دیا۔ اور آگ لگا دی۔ جس میں ان کا وجود خاکستر ہوگیا۔ مگر اللہ کے حکم سے وہ پھر زندہ ہوگئے۔ اور پھر وعظ و ارشاد میں مصروف ہوگئے۔ غرض اسی طرح کئی مرتبہ مختلف اذیتوں سے ان کو شہید کیا گیا۔ اور وہ پھر زندہ ہوتے رہے۔ بہت سے لوگ اس معجزہ کے مشاہدہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بہت سے انکار پر اڑے رہے۔ اسی طرح سات سال گزر گئے۔ اب حضرت جرجیس نے دعا کی۔ الٰہی میری میعاد تبلیغ پوری ہو چکی۔ میں بھی کفار کی تعدی و ظلم سے تنگ آگیا۔ اب مجھے اپنے جوار رحمت میں بلا لے۔ مگر ایک آرزو یہ ہے کہ میں ان ستمگاروں پر نزول عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ دعا قبول ہوگئی۔ اسی وقت ایک ابر سیاہ نمودار ہوا۔ جس سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ کفار سمجھ گئے۔ کہ یہ جرجیس کی دعا کا اثر ہے۔ تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو شہید کر دیا۔ ادھر آگ زور و شور سے برسنے لگی۔ جس سے تمام بت پرست ہلاک ہو گئے۔ اور اہل حق کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

چونکہ زکریا زِ عشقش دم زدے ۔۔۔ کرد در جوفِ درختش جاں فدے

لغات۔ زکریا۔ رائے معجمہ اور کاف کا فتحہ۔ راء مہملہ کا کسرہ۔ یاء کی تشدید۔ نام پیغمبر۔ دم زدن۔ دم بھرنا۔ دعوے کرنا۔ جوف۔ پیٹ۔ خول۔ پول۔ کھوکھلا۔ فدے۔ فدا کا امالہ ہے۔ قربان۔ نثار۔ **ترکیب**۔ درختش کے آخر میں شین ضمیر واحد غائب مضاف الیہ مقدم ہے اور جان مضاف مؤخر یعنے جانش۔ جو جان خود کے معنے میں ہے۔

ترجمہ۔ چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام اس (خدا) کے عشق کا (جو اس نور کا مبدء ہے) دم بھرتے تھے (اس لئے) درخت کے جوف میں اپنی جان قربان کر دی۔

مطلب۔ حضرت زکریا ؑ بھی ایک پیغمبر خدا تھے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ مگر اس سرکش قوم نے ان کی ہدایت سے کم فائدہ اٹھایا۔ بلکہ الٹا دشمن ہوگئے۔ اور مار ڈالنے کے لئے دوڑے۔ حضرت زکریا علیہ السلام آگے تھے اور دشمن تیغ بدست کچھ فاصلے سے دوران کے پیچھے دوڑے آتے تھے۔ آخر ایک درخت نے حضرت زکریا کو پناہ دی۔ درخت کا تنہ کھل

حضرت زکریا علیہ السلام

گیا۔ حضرت زکریا اس میں سما گئے۔ اور تنہ پھر مل گیا۔ اس کیفیت کو کافروں نے نہیں دیکھا۔ جب یہاں پہنچے تو حیران تھے۔ کہ زکریا کہاں غائب ہو گئے۔ آخر شیطان لعین نے بتایا۔ کہ اس درخت میں مخفی ہیں۔ اس نے یہ بھی مشورہ دیا۔ کہ درخت کو اوپر سے نیچے تک چیر ڈالو۔ تاکہ اس کے اندر وہ بھی چر جائیں۔ یہ بات بھی مشہور ہے۔ اگرچہ کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ کہ وہ درخت نیم کا تھا۔ شیطان نے اس کا پتہ کافروں کو دکھا کر بتایا۔ کہ اس شکل کا دندانہ دار آہنی آلہ تیار کرو۔ اس تحریک سے آرہ کی ایجاد ہوئی۔ چنانچہ درخت کا تنہ اوپر سے چیرنا شروع کیا گیا۔ جب آرہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر پہنچا۔ اور وہ تکلیف سے تلملائے۔ تو بارگاہ رب العزت سے خطاب ہوا۔ خبردار! اگر ذرا بھی بے صبری وقوع میں آئی۔ تو انبیاء کے دفتر سے تمہارا نام کٹ جائیگا ؎

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

یہ حکم پا کر انہوں نے اُف تک نہیں کی۔ اور رضائے الٰہی میں اپنا جسم و جان خاموشی کے ساتھ آرہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ صبر و رضا اسی نور کا پرتو اور قرب حق کی منزل پر فائز ہونے کا زینہ تھا۔ کما قیل ؎

تا شانہ صفت سر نہ نہی در رہ وارہ ہرگز بسر زلف نگارے نرسی

چونکہ یونس جرعہ زاں جام یافت در درونِ ماہی او آرام یافت

لغات - یونس ایک پیغمبر کا نام۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ درون۔ پیٹ۔ باطن۔

ترجمہ - چونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اسی (نور کے) جام سے گھونٹ نوش کیا تھا اس لئے مچھلی کے پیٹ میں (پہنچ کر بھی بجائے تکلیف و اذیت کے) آرام پایا۔

مطلب حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوہ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کی تعداد لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ۔ یعنے ہم نے ان کو لاکھ یا کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ حضرت یونس ؑ نے ان کو بت پرستی سے روکنے اور دین موسوی پر چلنے کی ہرچند ہدایت کی گران پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا۔ اگر تم توبہ نہ کرو گے۔ تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اور خفا ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت وہاں سے نکل گئے۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔ اور مچھلی والا (یونس) جب ناراض ہو کر چل دیا" ان کے چلے جانے کے بعد اہل شہر کو تنبہ ہو گیا۔ سب نے عیش و آرام چھوڑ کر ٹاٹ کا لباس پہنا۔ اور نہایت عجز و نیاز سے بارگاہ ایزدی میں رونے اور توبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالٰے نے رحم فرما کر ان سے عذاب دفع کر دیا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ تو قوم یونس (کی بستی) کے سوا اور کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی۔ کہ (نزول عذاب سے پہلے) ایمان لے آتی۔ اور ان کو ایمان لانا فائدہ دیتا۔ کہ (یونس کی قوم کے لوگ) جب (عذاب آتا ہوا دیکھ کر جھٹ سے) ایمان لے آئے۔ تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب دفع کر دیا۔ اور ان کو ایک وقت خاص تک بستے رہنے دیا (یونس ع ۱۰)

حضرت یونس علیہ السلام کو یا تو یہ توقع تھی۔ کہ خدا کے نافرمان تباہ و غارت ہو جائیں گے۔ یا اچانک کیا سنتے ہیں۔ کہ عذاب کی میعاد گذر گئی۔ اور وہ لوگ بخیر و عافیت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب حضرت یونس کے لئے مناسب تھا۔ کہ شہر میں واپس جاتے۔ ہدایت پانے والوں میں اب استقامت کی تبلیغ کرتے۔ مگر انہوں نے

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام

اپنے وعید عذاب کے پورا نہ ہونے پر نادم ہوکر اور اہل شہر کے استہزا کا نشانہ بننے سے ڈر کر کسی اور طرف کی راہ لی گویا اپنی دانست میں حریفوں کی تنگ گیری سے بچ کر آزادی کی وسیع سرزمین میں نکل گئے۔ یہ خیال نہ کیا۔ کہ اگر خدا چاہے۔ تو ان کو اس سے بھی کسی تنگ تر قید میں ڈال سکتا ہے۔ وَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ اور گمان کیا کہ ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ چنانچہ حق تعالٰے نے اپنی قدرت کا کرشمہ ان کو دکھا دیا۔ یعنے جب چلتے چلتے آپ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے۔ اور ایک کشتی میں ہو بیٹھے۔ تو کشتی دریا میں ٹھیر گئی۔ ملاح نے کہا۔ اس کشتی میں کوئی بندہ اپنے خداوند سے بھاگ کر آن چڑھا ہے۔ اس واسطے کشتی اٹک رہی ہے۔ حضرت یونس نے خود ہی کہا۔ کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ مجھے دریا میں پھینک دو۔ کشتی والوں نے ان کے جمال و جلال سے مرعوب ہوکر بہت کچھ عذر کیا۔ مگر انہوں نے کہا۔ نہیں مجھے ضرور دریا میں ڈال دو۔ ناچار انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا۔ حکم الٰہی سے ایک مچھلی ان کو نگل گئی۔ قدرت حق دیکھو۔ کہ جو بندہ فضائے شہر کو اپنے لیئے تنگ سمجھ کر بھاگا جاتا تھا۔ اس کو اب شکم ماہی کی فضا میں جگہ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو حکم ہوا۔ کہ اس کو تیری غذا نہیں بنایا گیا۔ بلکہ تیرا پیٹ اس کا قید خانہ ہے۔ خبردار اسے کچھ آسیب نہ پہنچے۔ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر تسبیح و استغفار میں مصروف رہے۔ آخر اللہ تعالٰے نے رحم فرمایا۔ اور ان کو اس قید سے نجات بخشی۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ پس اس کو مچھلی نگل گئی۔ اور اپنے آپ کو وہ ملامت کر رہا تھا۔ پس اگر وہ تسبیح و استغفار نہ کرتا رہتا۔ تو ضرور اسے قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا۔ پھر ہم نے اس کو چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اور وہ بیمار ہو گیا تھا (الصٰفٰت ع ۵) مچھلی نے حضرت یونس کو دریا کے کنارے پر اگل دیا۔ وہاں فوراً ایک سبز درخت پیدا ہو گیا۔ حضرت یونس نے اس کے سائے میں آرام پایا۔ مگر پھر وہ درخت خشک ہو گیا۔ اور حضرت یونس پر شدت کی دھوپ پڑی۔ اس درخت کے مرجھانے سے حضرت یونس کا دل پژمردہ ہوا جناب باری سے وحی آئی۔ کہ تم کو ایک درخت کی پژمردگی سے اسقدر غم ہوا۔ مجھے اپنی مخلوق کے تباہ ہونے کا کیوں نہ فکر ہوتا۔ حضرت یونس علیہ نے توبہ و استغفار کی۔ اور اللہ تعالٰے نے دوبارہ ان کو قوم کی ہدایت کے لیئے بھیجا۔ اہل نینوہ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کی برکت سے یہ شہر نہایت آسودہ و مرفہ الحال ہو گیا۔

چونکہ یحییٰ مست شد از شوقِ او — سر بطشتِ زر نہاد از ذوقِ او

لغات - یحییٰ۔ ایک پیغمبر کا نام جو حضرت زکریا کے فرزند تھے۔ طشت۔ تھال۔

ترجمہ - جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہو گئے۔ تو اس کے ذوق میں (بلا دریغ) سونے کے تھال میں (اپنا) سر رکھدیا (یعنے اس کی راہ میں قتل ہونا گوارا کر لیا)

مطلب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد و عبادت ضرب المثل ہے۔ چودہ سال کی عمر میں بھی ان کی گریہ خشیت سے یہ حالت تھی۔ کہ دونوں رخساروں پر شدت اشکباری سے داغ پڑ گئے تھے۔ ان کے زمانے کے بادشاہ کا نام ہیرودس تھا۔ اس کے حرم میں ایک عورت تھی۔ جس کو طبعاً انبیا و صلحا کے ساتھ عداوت اور بغض تھا۔ جب یہ عورت بوڑھی ہو گئی۔ تو اسے اندیشہ ہوا۔ کہ میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں گی۔ لہذا اس نے اپنی لڑکی جو دوسرے شوہر سے تھی۔ اور نہایت خوبصورت تھی۔ بادشاہ کے نکاح کے لیئے پیش کی۔ تاکہ بیٹی کے توسل

حضرت یحییٰ علیہ السلام

سے ہی میری قدر و منزلت قائم رہے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اس نکاح کے جواز کے لئے فتوےٰ طلب کیا۔ تو انہوں نے صاف کہدیا۔ کہ یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ لہذا بادشاہ نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ماں بیٹی کے دل میں حضرت یحییٰ کے خلاف دشمنی کی آگ اور بھی مشتعل ہو گئی۔ اور وہ ان کے قتل کی تدبیر کرنے لگیں۔ ایک دن بادشاہ شراب کے نشے میں بدمست تھا۔ بوڑھیا نے موقع مناسب سمجھ کر اپنی بیٹی کو زیورات و ملبوسات سے خوب آراستہ و پیراستہ کر کے بادشاہ کے پاس خلوت میں بھیجا۔ بادشاہ نے حالت مستی میں اس پر میلان ظاہر کیا۔ مگر لڑکی نے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور کہا۔ میں حضور کی خواہش اسوقت پوری کر سکتی ہوں۔ کہ یحییٰ کا سر کاٹ کر اور ایک طشت میں رکھ کر میرے سامنے لایا جائے۔ فوراً بادشاہ کے حکم سے جلاد گیا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک کاٹ کر اور ایک طشت زریں میں رکھ کر لے آیا۔ جو لڑکی کے سامنے رکھدیا گیا۔ لکھا ہے کہ اس سر مبارک سے بھی تین بار یہ آواز آئی۔ کہ "یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے"۔ حضرت یحییٰ کے قتل کا سانحہ ان کی چالیس سال کی عمر میں واقع ہوا۔ جبکہ حضرت آدم ؑ کے ہبوط کو پانچ ہزار پانسو ستانویں سال گزر چکے تھے۔ یہ سفاکانہ قتل جو نہ صرف ظلم و ستم ہی کا باعث تھا۔ بلکہ اس میں دین الٰہی کی تباہی بھی مضمر تھی۔ سلطنت شام کے لئے سخت شامت کا موجب ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد فارس کے ایک بادشاہ نے جس کا نام فرتوس تھا۔ اس ملک پر حملہ کیا۔ اور حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے خون کی شامت میں ستر ہزار آدمی لقمہ تیغ ہوئے۔

چوں شعیب آگاہ شد زیں ارتقا ۔۔۔ چشم را درباخت از بہرِ لقا

لغات۔ شعیب ایک پیغمبر کا نام ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمزمانہ اور ان کے خسر تھے۔ ارتقا ترقی مراتب۔ لقا۔ ملاقات۔ وصال۔ درباخت۔ دیدیا۔ ہار دیا۔

ترجمہ۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام اس (نور کی بدولت) ترقی پانے سے آگاہ ہوئے۔ تو وصال حق (کے اشتیاق) کے لئے آنکھیں دے ڈالیں۔

مطلب۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے۔ کیونکہ آپ نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ یاد حق میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اور اس درجہ کا شوق لقا نور نبوت ہی کی بدولت ہو سکتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ لوگ بت پرستی کے علاوہ ان رذائل اخلاق سے بھی ملوث تھے۔ کہ وزن اور پیمانے میں فریب کرتے اور کھوٹے سکے چلاتے اور مسافروں کو لوٹ لینے سے بھی باز نہ آتے۔ حضرت شعیب ؑ نے ان کو بہت نصیحت کی۔ مگر چند اشخاص کے سوا کسی پر اثر نہ ہوا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ایکہ کے لوگوں پر ایک سیاہ ابر سے آگ برسائی۔ اور مدین کے باشندوں کو زلزلہ سے ہلاک کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

شکر کرد ایوب صابر ہفت سال ۔۔۔ در بلا چوں دید آثارِ وصال

لغات۔ ایوب ایک پیغمبر کا نام ہے۔ صابر صبر کرنے والا۔ آثار۔ نشانیاں۔

ترجمہ۔ حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے بھی جب (اس نور کی روشنی کی بدولت)

تکالیف و مصائب (کے برداشت کرنے) میں وصال (حق) کی نشانیاں دیکھیں تو سات برس تک (شدید مصائب میں صبر و) شکر کرتے رہے۔

مطلب۔ اہل اللہ کے نزدیک مصائب و بلیات ناگوار نہیں۔ بلکہ مرغوب خاطر ہوتی ہیں۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے۔ کہ بلا عارفوں کا خراج ہے۔ مریدوں کو بیدار کرنے والی ہے۔ اور غافلوں کو ہلاک کرنے والی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو جب کوئی مصیبت پہنچتی۔ تو کہتے الٰہی روٹی تو آپ نے بھیجی۔ سالن بھی بھیجئے۔ تاکہ میں اچھی طرح کھاؤں حضرت فضیل ابن عیاض قدس سرہٗ مناجات کیا کرتے۔ کہ الٰہی تو مجھے بھوکا رکھتا ہے۔ اور میرے بال بچوں کو بھوکا رکھتا ہے۔ اور رات کو چراغ تک نہیں دیتا۔ تیرا ایسا معاملہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں نے کس طرح یہ دولت پائی۔ کہ تو میرے ساتھ اپنے دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اس رضا و صبر کے نمونہ کبریٰ حضرت ایوب علیہ السلام تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام عیص ابن حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت لوطؑ کی بیٹی ان کی ماں اور افرائیم ابن حضرت یوسفؑ کی بیٹی ان کی بیوی تھیں۔ یہ پیغمبر بہت آسودہ حال اور صاحب اولاد تھے۔ دمشق کے متعلق کئی گاؤں ان کے قبضے میں تھے۔ علاوہ اس کے مویشی اور غلاموں کی بھی ان کے پاس کثرت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے امتحان کے لئے ان کا تمام مال و متاع لے کر ان کو بالکل مفلس کر دیا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی دل سے خدا کا شکر کرتے رہے۔ پھر ان کی اولاد مر گئی۔ تو بھی کچھ مضطرب نہ ہوئے۔ اس کے بعد ان کو بہت سخت بیماری لاحق ہوئی۔ اور گوشت پوست پھٹنے لگا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی خدا کی رضا پر راضی اور ہر طرح شکر گذار رہے۔ اور عبادت سے ایک لحہ غافل نہ ہوئے۔ ان تمام مصائب میں ان کی بیوی نے ان کا حق رفاقت و خدمت خوب ادا کیا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام امتحان میں کامل نکلے۔ تو شافیٔ مطلق نے انہیں تندرستی عطا فرمائی۔ اور پہلے سے دو چند اسباب اور مویشی اور غلام مرحمت کئے۔ اور اولاد بھی عنایت کی۔ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ۔ پس جو دکھ اس کو تھا۔ دُور کر دیا۔ اور اس کے گھر والے (اشخاص و اسباب و امتعہ) اس کو دیئے اور اتنے ہی اور یہ ہمارے ہاں سے اس پر مہربانی تھی۔ اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت (انبیاء ع ۶) اس کے بعد حضرت ایوبؑ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے روم کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۹۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

خضر و الیاس از مئیش چوں دم زدند آب حیواں یافتند و کم زدند

لغات۔ دم زدند۔ پی لیا۔ گھونٹ بھر لیا۔ آب حیواں۔ آبحیات۔ کم زدند۔ پروا نہ کی۔ التفات نہ کی۔ خضر و الیاس دو پیغمبروں کے نام ہیں۔ جن کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ بعض لوگوں کو ملتے ہیں۔ ہر سال دونوں حج کرتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے سے ملاقی ہوتے ہیں۔ اور حلق راس جو حج کے اعمال سے ہے۔ اس کے لئے وہ خود ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے متعلق بہت سی باتیں مبالغہ آمیز مشہور ہیں اور بہت سی موضوع احادیث رائج ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ومنها الاحاديث التى يذكر فيها الخضر وحياته كلها كذب ولا يصح فى حيوته حديث واحد لحديث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فى المسجد فسمع كلاما من ورائه فذهبوا ينظرون

فاذا ھو الخضر وحدیث یلتقی الخضر والالیاس کل عام یعنے موضوع روایات کی قسم سے وہ احادیث بھی ہیں۔ جن میں حضرت خضرؑ اور ان کے زندہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ ساری احادیث جھوٹ ہیں۔ اور ان کے زندہ ہونے کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح حدیث مروی نہیں۔ جیسے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپ نے اپنے پیچھے سے کلام سنا۔ لوگ اس طرف گئے۔ تو دیکھا۔ خضرؑ موجود ہیں۔ اور یہ حدیث کہ خضر اور الیاس ہر سال باہم ملاقات کرتے ہیں (موضوعات کبیر)

ترجمہ۔ جب حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام نے اس (نور کی) شراب کا گھونٹ پیا۔ تو پھر آبحیات کو پا کر بھی اس کی پروا نہیں کی۔

مطلب۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کو اس نورانی جام شراب کے نوش کرنے سے وہ جاودانی زندگی حاصل ہوئی۔ کہ اس کے آگے آبحیات کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت الیاس کا حال کتب سیر میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جبکہ اس قوم کی سلطنت دور دور پھیل گئی۔ اور ان میں شرک و معصیت کا زور ہو گیا۔ مگر حضرت الیاسؑ کی ہدایت ان پر کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے حضرت الیاس آٹھ برس تک پہاڑوں میں روپوش رہے۔ جن لوگوں نے ان کے قتل کے لئے تعاقب کیا۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے آگ برسا کر ہلاک کیا۔ حضرت الیاسؑ غریب و مفلوک الحال لوگوں کے گھروں میں جاتے۔ اور ان کی برکت سے ان کے گھروں میں سرسبزی و خوشحالی ظاہر ہوتی۔ اتفاقاً ایک روز حضرت الیسع ابن اخطوب کے گھر آئے۔ ان کی ماں بہت بیمار تھی۔ حضرت الیاس کی برکت سے اچھی ہو گئی۔ پھر حضرت الیسع نے ان کی رفاقت اختیار کی۔ اور دونوں نے اپنی قوم میں آ کر ہدایت کرنی شروع کی۔ ایک دن یہ دونوں حضرات پہاڑ میں گئے۔ وہاں ایک تیز رفتار گھوڑا کسا کسایا نمودار ہوا۔ حضرت الیاس نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور گھوڑے پر چڑھ کر چادر منہ پر ڈال لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے۔ کہ اللہ کے چار بندے اب تک حالت حیات میں ہیں۔ حضرت ادریس اور حضرت عیسےٰ آسمان پر۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس زمین پر۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کے نسب و خاندان اور دیگر حالات کے متعلق صحیح و مستند روایات نہایت کم ملتی ہیں۔ اصدق الکلام کلام اللہ الملک العلام سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی رہنمائی سے ایک ایسے برگزیدہ بندے سے ملاقات کی تھی۔ جن کو علم لدنی حاصل تھا۔ اور یہ علم علم تشریعی سے جداگانہ ہے۔ علم تشریعی حضرت موسےٰ کا حصہ تھا۔ اور روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ برگزیدہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسےٰ سے کہا۔ (انی علےٰ علم من علم اللہ علّمنیہ لا تعلمہ وانت علےٰ علم من علم اللہ علّمکہ اللہ لا اعلمہ۔ یعنے مجھے اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے۔ جو اس نے مجھے سکھایا ہے تم اس کو نہیں جانتے۔ اور تم کو اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے جو اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا (خازن)

حضرت خضر کا نام و نسب اور علم

بعض کتابوں میں مشہور روایات کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ حضرت خضر اور سکندر ذوالقرنین دونوں ہم عصر تھے۔ اور دونوں چشمۂ آب حیات پر گئے۔ مگر ایک شارح نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اور ان کی تردید کی بنا یہ ہے۔ کہ ایک اور سکندر ابن فیلقوس رومی گذرا ہے۔ اس اشتراک اسمی سے دھوکا کھا کر سمجھ گئے۔ کہ یہ

سکندر رومی اور حضرت خضر کی معاصرت کا دعوے کیا گیا ہے۔ چنانچہ شارح صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو مشہور ہے۔ کہ حضرت خضر اور سکندر دونوں چشمہ حیواں پر گئے بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام اور کہاں سکندر رومی۔ اول تو زمانہ دونوں کا بہت مختلف۔ پھر سکندر رومی کافر۔ اور حضرت خضر نبی۔ پھر ان دونوں کا ساتھ کہاں ہوتا"۔

یہ تردیدی تقریر سپرد قلم کرنے میں عجلت اور مسامحت سے کام لیا گیا۔ اس لئے اس میں کئی پہلوؤں سے سقم ہیں۔ اول تو سکندر اور خضرؑ کی معیت کے دعوے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ سکندر رومی ہی ہے۔ کیا دنیا میں اور کوئی سکندر نہیں ہوا۔ دوسرے جب حضرت خضر علیہ السلام کے دوام عمر کا خیال عام مشہور ہے چنانچہ خود ہی شارح صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ بغیر آبحیات پینے کے زندہ ہیں۔ تو پھر سکندر کے تاخیر عہد کی صورت میں اس کے حضرت خضر کے معاصر ہونے میں کیا اشکال ہے۔

تیسرے سکندر رومی کے کفر کی قطعیت محتاج دلیل ہے۔ قرآن مجید میں جہاں ارشاد ہے ویسئلونک عن ذالقرنین۔ اور پھر آگے اس ذوالقرنین کے وہ شاندار کارنامے اور اس کے وہ مقدس کلمات بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے ان کے نبی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت ہے۔ کہ ذوالقرنین نبی ام لا۔ وہاں تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ وقیل اسمہ الاسکندر ابن فیلقوس کیا جس بادشاہ کا کافر ہونا قطعی امر ہو اس کے ذوالقرنین ہونے کا کسی کو احتمال ہو سکتا ہے ؟

حضرت خضر علیہ السلام کا ملاقاتی سکندر خواہ کوئی ہو۔ بہرکیف اس میں شک نہیں۔ کہ آبحیات کا قصہ محض ایک افسانہ ہے۔ اور حضرت خضر کی بے پایانی عمر بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خضرؑ کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ اور مشائخ صوفیہ و اہل معرفت کے نزدیک وہ متفق علیہ ہے چنانچہ حضرت خضر کی زیارت۔ ملاقات۔ مشکل معاملات میں ان کی دستگیری اور مقدس مقامات میں ان کی موجودگی کے قصے اس کثرت کے ساتھ زبان زد عام اور مکتوب فی الکتب ہیں۔ کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔ ھو حی عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ یعنے وہ جمہور علماء و مشائخ اور عوام کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس دونوں زندہ ہیں۔ ہر سال ایام حج میں ملاقات کرتے ہیں۔ حضرت خضر کی زندگی کا باعث یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے چشمہ آبحیات سے پانی پی لیا تھا۔ ذوالقرنین اس چشمے کی تلاش میں ظلمات میں داخل ہوا۔ حضرت خضر اس کے مقدمۃ الجیش میں تھے۔ وہ اس چشمے پر پہنچ گئے۔ اور اس کا پانی نوش کر لیا مگر ذوالقرنین دوسرے راستے پر پڑ گیا۔ اس لئے اس کو وہ چشمہ نہ ملا۔ اور نہ وہ اس کا پانی پی سکا۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام مر چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اور ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشا کی نماز کے بعد فرمایا۔ ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان راس مائۃ سنۃ لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد ولو کان الخضر حیا لکان لا یعیش بعدہ۔ یعنے آج جو شخص زمین کے تختے پر زندہ ہے۔ وہ باقی نہ رہے گا۔ اگر خضر بھی اب تک

زندہ ہیں۔ تو اس کے بعد وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔

نردبانش عیسیِ مریم چو یافت   بر فرازِ گنبدِ چارم بتاخت

لغات۔ نردبان۔ سیڑھی۔ زینہ۔ عیسےٰ مریم میں اضافت ابنی ہے۔ یعنے عیسےٰ ابن مریم برفراز اوپر۔ گنبد چارم چوتھا آسمان۔ یہ بنا بر علے المشہور فرما دیا۔ ورنہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر پایا۔ اور اسی آسمان پر ان کا قیام ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں قتادہ ابن انس رضؓ کی روایت متفق علیہ میں درج ہے۔ کہ ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الثَّانِیَۃَ پھر براق مجھے اوپر کو لے اڑا یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا۔ آگے لکھا ہے اِذَا یَحْیٰی وَ عِیْسٰی تو اچانک یحییٰ اور عیسےٰ ملے۔ الخ پھر اس کے بعد تیسرے آسمان کا ذکر ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت عیسےٰ ابن مریم کو اس (نور) کا زینہ مل گیا۔ تو (اس کی بدولت) وہ چوتھے آسمان پر جا پہنچے۔

مطلب۔ ایک بشر کا آسمان پر پہنچنا تو رہا درکنار۔ وہ پرواز کر کے ایک درخت پر بھی نہیں چڑھ سکتا۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو یہ طاقت بخشی گئی کہ وہ آسمانوں میں جا پہنچے۔ تو یہ بھی اسی نور کا کرشمہ تھا۔ جس نے ان کو عامہ بشر سے ممتاز کر کے ایک فوق العادۃ طاقت کا مظہر بنا دیا۔ یہ قصہ اس طرح ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ ان کے زمانے میں ایک یہودی بادشاہ نہایت متکبر و سرکش تھا۔ حضرت عیسےٰ ؑ نے ان کو اپنے دین کی ہدایت کی۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام روپوش ہو گئے۔ بعد ازاں ان کا ایک حواری (منتج) جس کو یہودا اسخریوطی کہتے تھے۔ ان سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اس نے بادشاہ کے پاس جا کر تیس درم کے عوض حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی جائے قیام کی مخبری کر دی۔ یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو دار پر چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جب مخبر سرکاری سپاہیوں کے ساتھ نشاندہی کے لئے حضرت عیسیٰ کی مخفی قیام گاہ میں پہنچا۔ اور تمام لوگ ان پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے۔ تو قدرت حق نے کیا جلوہ دکھایا۔ کہ اس ہنگامہ بے تمیزی میں حضرت عیسےٰ تو کھسک کر کہیں ادھر ادھر ہو گئے۔ اور مخبر کی شکل و صورت ہو بہو حضرت عیسےٰ کی سی بن گئی۔ لوگ اس کو مارتے پیٹتے اور ٹانگوں سے گھسیٹتے دار تک لائے۔ وہ بہتیرا چیختا پکارتا تھا۔ کہ میں یہودا ہوں۔ مجھے کیوں مارتے ہو۔ مگر اس کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ ادھر عیسےٰ علیہ السلام کو تو جبرئیل علیہ السلام بحکم خدا آسمان پر اٹھا لے گئے۔ اور ادھر مخبر کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ اور ان لوگوں نے حضرت عیسےٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا (النساء ع ۲۲)

چوں محمد یافت آں مُلک و نعیم   قُرصِ مہ را کرد در دم او دو نیم

لغات۔ نعیم۔ نعمت۔ انعام۔ قرص۔ ٹکیہ۔ در دم۔ دم بھر میں۔ دو نیم۔ دو پارہ۔ دو ٹکڑے۔

ترجمہ۔ جب حضرت محمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے (اس نور کی بدولت) وہ مملکت اور نعمت پائی۔ تو آپ نے چاند کی ٹکیا کو دو ٹکڑے کر دیا۔

مطلب۔ یعنی یہ نورِ نبوت ہی کا کرشمہ تھا۔ کہ آپ کو معجزہ شق القمر کی طاقت ملی۔ کسی غیر نبی کو اس طاقت کا ہزارواں حصہ بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ ساحر اگرچہ طرح طرح کے عجائبات کر دکھاتے ہیں۔ مگر ان کے عمل عجائبات کا اثر بھی اجسامِ ارضی پر نمایاں ہو سکتا ہے۔ اجرامِ فلکی پر جادو اثر نہیں کر سکتا۔ معجزہ اور جادو میں ایک یہ بھی فرق مسلّم ہے۔ معجزہ شق القمر کی صحت کے دلائل مفتاح العلوم کے حصہ دوم میں مفصل گذر چکے۔

چوں ابوبکر آیتِ توفیق شُد — باچناں شہ صاحب و صدیق شُد

لغات۔ آیت نشانی۔ توفیق۔ لغوی معنے کسی چیز کو دوسری چیز سے برابر کرنا اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کا اسباب کو بندے کی مراد کے موافق بنا دینا۔ تاکہ اس کی مراد پوری ہو جائے۔ صاحب۔ ساتھی۔ رفیق۔ صِدِّیق۔ نہایت راست گو۔ کسی کی بات کو نہایت سچ سمجھنے والا۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص لقب ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (اس نور کی بدولت) توفیقِ حق کی نشانی ٹھیرے۔ تو ایسے (عدیم النظیر) شاہ (دارین) کے رفیق اور صدیق بن گئے۔

مطلب۔ افاضہ الٰہیہ جس کو اس بحث میں نور سے تعبیر کیا ہے۔ جہاں جہاں نبوت و رسالت کی شکل میں کارفرما ہوا۔ اوپر تک اس کا ذکر ہو چکا۔ اب ولایت کی صورت میں اس کی جلوہ نمائی کا ذکر ہے۔ اور اس جماعت میں سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے توفیق کے مذکورہ اصطلاحی معنے کو ملحوظ رکھ کر خیال کیجئے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی وہ ہے۔ جو بمصداق حدیث خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام (اور یہ حدیث بھی آپ ہی کی شان میں ہے) عہدِ جاہلیت سے باطل سے بیزار اور جویائے حق تھی۔ حتےٰ کہ آپ کی حیات قبل از اسلام میں بھی کہیں لہو۔ لغو۔ فحش۔ فساد۔ مے نوشی وغیرہ منہیاتِ اسلام کا سراغ نہیں ملتا۔ گویا طبع لطیف کا جس قسم کے مسلک لطیف و نظیف کی طرف میلان تھا۔ قدرتِ حق نے وہ دین اسلام کی شکل میں ان کے پیش کر دیا۔ یہی مقصد ہے۔ توفیق کے لفظ سے۔ اور اس موہبتِ الٰہیہ سے مستفید ہونے کے سب سے بہترین نمونہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کو آیتِ توفیق کہا ہے۔ فیض یافتگانِ صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں بلکہ لاکھوں سے متجاوز ہیں لیکن افضلھم واکرمھم کا تاج صرف حضرت ابوبکرؓ کے لئے مخصوص ہے۔ حتےٰ کہ وداعِ مکہ کی نازک رات۔ اور غارِ ثور کی غیر متوقع پناہ گیری میں بھی آپ سلکِ صحبت سے الگ نہیں ہوئے۔ یوں آپ مصاحبِ خاص ہیں۔ معراج کی صبح کو ابوجہل آپ کے سامنے معراج کا ذکر استہزا کے ساتھ کرتا ہے۔ تو آپ اصل واقعہ سننے سے پیشتر ہی فرماتے ہیں۔ کہ اگر حضور کوئی دعوے اس سے بڑھ کر بھی کر دیں۔ تو ہم وہ بھی ماننے کو تیار ہیں۔ غلبہ روم کی قرآنی پیشگوئی کا ظہور بظاہر احوال محال نظر آتا ہے۔ مگر اس کے صدق کے دعوے میں آپ ابوجہل کے ساتھ سو سو اونٹ کی شرط بدنے کو آمادہ ہیں۔ ان وجوہ سے آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ کما قیل ؎

ابوبکر شد سرخوشِ جامِ صدق — شرابِ وفا یافت در کامِ صدق

ہمیں شاہدِ مجلسِ احمدی — زدل سرخوشِ ساغرِ سرمدی

تہی از غبارِ ریا سینہ اش

بہار صفا فرشِ آئینہ اش

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

چوں عمر شیدائے آں معشوق شد حق و باطل را چو دِل فاروق شد

لغات - شیدا - عاشق - فاروق - فرق کرنے والا - الگ الگ کر دینے والا -

ترجمہ - جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معشوق (نور) کے عاشق ہوئے - تو (اس کے عشق کی بدولت زبان سے بھی) حق و باطل میں اس طرح (بلا رو رعایت) فرق کرنے لگے جس طرح دل سے (کرتے تھے)

مطلب - خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ مرد اسلام ہیں - جن کا دل - زبان - وُرّہ تعزیر اور تیغ سیاست ہمیشہ یک جہت و ہموار رہتے تھے - صحبت نبوی نے حضرت ابوبکر کو صدق و صفا میں یگانۂ روزگار بنایا - تو حضرت عمرؓ کو اقلیم عدل و داد کا شہریار بنا دیا - نور نبوت پر ان کے عاشق ہونے کا واقعہ بھی دلاویز ہے جوش عداوت میں تیغ آختہ گھر سے نکلتے ہیں مگر قرآن کی چند آیات کہیں سے گوش زد ہوتی ہیں - تو یہ حالت ہو جاتی ہے - جیسے کسی غارتگرِ دل و جان کے نظارے نے بیتاب کر دیا ہو - سرافگندہ دربار نبوت میں پہنچتے اور نعمِ حضوری سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں "چو دل فاروق شد" کی توجیہ یہ ہے - کہ ہر مومن کامل الایمان کا دل تو ضرور فارق حق و باطل ہوتا ہے لیکن بیسیوں مواقع پر مصلحتاً یا رعایتاً اس کو سکوت و تسامح سے کام لینا پڑتا ہے - مگر حضرت عمرؓ کی زبان اور تیغ دونوں دل کے تابع تھے - حمایتِ حق اور ردّ باطل کے لئے دل نے جو کچھ کہا - حکم اس کو زبان نے ادا کر دیا - اور اس کی تعمیل میں فوراً تلوار بھی حرکت میں آنے لگی - احادیث کا دفتر ایسے واقعات سے پُر ہے - ایک شارح نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہے "حق و باطل را ز دل فاروق شد" اس میں پیچیدگی نہیں - مگر معلوم ہوتا ہے شارح صاحب نے "چو دل" کی پیچیدگی سے گھبرا کر اپنے اجتہاد سے یہ تصرف کیا ہے - کیونکہ تمام معتبر نسخوں میں حتٰے کہ ہمارے قدیم ترین قلمی نسخے میں بھی چو دل درج ہے - بہرکیف حضرت عمرؓ کے کمالات بھی نمونۂ خاص ہیں - کما قیل ؎

عمر یافت کام از مئے عدل و داد بر آفاق چوں دستِ احفظ نہاد
نشد گرم بے اعتدالی سرش کہ بُد کفۂ معدلت ساغرش
تمیز احکام نفس و خرد عمر بود فاروقِ ہر نیک و بد

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

چونکہ عثمان آں عیاں را عین گشت نور فائض بود ذو النورین گشت

لغات - عیاں - نظر میں آنے والا - نمایاں معاین و مشاہد - عین - آنکھ - چشمہ - فائض - چھا جانا - پہنچنا ذو النورین - دو نوروں والا - خاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہے - کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ آپ کے نکاح میں تھیں - جب ان کا انتقال ہوا - جن کی عیادت کی وجہ سے حضرت عثمان جنگ بدر میں بھی شریک نہ ہو سکے تھے - تو آنحضرتؐ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا - حضور کی دو صاحبزادیوں سے شرف زوجیت پانے کی بدولت یہ لقب ملا -

ترجمہ - چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس (نور) نمایاں (کے نظارہ) کے لئے (ہمہ تن) چشم (اشتیاق) بن گئے (اور) اس نور کا افاضہ (کسی حد تک ختم نہیں ہوا بلکہ) برابر جاری رہا -

اس لئے وہ ذوالنورین بن گئے۔

مطلب۔ سبحان اللہ ذوالنورین کی کیا عجیب توجیہ ہے۔ فللہ درہٗ۔ فرماتے ہیں۔ کہ فیض نبوت کا نور حضرت عثمان پر پڑنے لگا۔ تو آپ بھی سراپائے اشتیاق بن گئے۔ ادھر نور نے افاضہ کو محدود نہیں رکھا۔ تو ادھر انہوں نے بھی استفاضہ نور سے بس نہیں کی۔ نتیجہ یہ کہ اگر دوسرے لوگ اکہرے نور سے منور تھے۔ تو حضرت عثمانؓ دوہرے نور سے منور اور نورٌ علیٰ نور تھے۔ کما قیل ؎

آنکہ او بود جامع القرآن — رونقِ الحیاء من الایمان

بُود دا ما دِ سیّد الکونین — الملقّب بفخر ذوالنورین

چوں ز رُویش مُرتضےٰ شُد دُرفشاں — گشت او شیرِ خُدا دُر مرجِ جاں

لغات۔ درفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ بفتح میم و سکون رائے مہملہ چراگاہ۔ جنگل۔

ترجمہ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس (نور) کے رُخ سے (اقتباسِ پرتو کر کے لوگوں کو افاضہ کے) موتی برسانے لگے۔ تو وہ ارواح کے جنگل میں شیر بن گئے۔

مطلب۔ شیر سلطان الصحرا اور امیر السباع ہوتا ہے۔ نفوس انسانی کے عالم کو اگر ایک صحرائے وسیع فرض کر لیا جائے۔ تو حضرت علی رضؓ اپنے کمالات ولایت کی بدولت اس صحرا کے شیرِ نیستاں ہیں۔ یعنے تمام نفوس کے متصرف اصلاح۔ یہی وجہ ہے کہ سلوک و طریقت کے اکثر سلاسل آپ ہی تک منتہی ہوتے ہیں۔ اور آپ کو یہ درجہ اس نور نبوت سے مستفیض ہونے کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اقبال ؎

مسلمِ اول شہِ مردان علی — عشق را سرمایۂ ایماں علی

از ولائے دودمانش زندہ ام — در جہاں مثلِ گہر تابندہ ام

از رخِ او فال پیغمبر گرفت — ملّتِ حق از شکوہش فر گرفت

مُرسلِ حق کرد نامش بُو تراب — حق یداللہ خواند در اُم الکتاب

روشن از نورش چو سِبطین آمدند — عرش را دُرّین و قُرطین آمدند

لغات۔ سبطین سبط سے صیغہ تثنیہ ہے۔ دو فرزند مراد حسنین۔ دُرّین۔ دو موتی۔ قُرطین۔ گوشوارے

ترجمہ۔ چونکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اس (نور) کے پرتو سے روشن پیدا ہوئے۔ اس لئے وہ عرش کے دو موتی اور دو گوشوارے ٹھیرے۔

مطلب۔ عرش کے دُرّین و قرطین ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کا درجہ اسقدر بلند ہے۔ کہ عرش کو بھی ان کی ذات گرامی سے فخر و زینت ہے۔ جس طرح کسی کو زیور و آرایش سے زینت ہوتی ہے۔

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار — واں سر افگندہ بر آہش مست وار

لغات۔ سر افگندہ۔ سر رکھ دیا۔ یعنے قاتل کے خنجر کے سامنے گردن رکھ دی۔ جان دے دی۔ مست دار۔ مست محبت۔ عاشق۔

ترجمہ۔ اس ایک (یعنے امام حسن علیہ السلام) نے زہر کے سبب سے اپنی جان (راہ حق میں) نثار کر دی۔ اور اس (دوسرے یعنے امام حسین علیہ السلام) نے اس کی راہ میں (بمقام کربلا) عاشق کی طرح (اپنا) سر رکھدیا۔

مطلب۔ خدا کی راہ میں زہر سے یا خنجر سے جان دینے کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا۔ کہ خودکشی پر آمادہ ہوگئے کیونکہ خودکشی تو بجائے اطاعت حق کے الٹا معصیت ہے۔ تو پھر یہ فعل خدا کی راہ میں کیونکر مقبول ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اپنی زندگی خدا کے لئے سمجھی ہوئی تھی۔ اور خدا کی اطاعت میں اس کو صرف کیا تھا۔ اسی طرح موت کو بھی بجانب اللہ سمجھ کر اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ بے صبری اور شکوی نہیں کیا۔ حتےٰ کہ مرتے وقت اپنے قاتلوں سے انتقام و قصاص لئے جانے کی بھی آرزو ظاہر نہیں کی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے تھے۔ کنیت ابو محمد لقب مجتبےٰ اور سبط اکبر ہے۔ وہ نہایت کریم و رحیم۔ زاہد۔ عابد سخی اور باوقار تھے۔ انہوں نے دو دفعہ اپنا سارا مال اور تین دفعہ آدھا راہ خدا میں خیرات کر دیا تھا۔ سینتالیس سال اور چند ماہ کی عمر ہوئی تھی۔ کہ یزید نے مدینے میں ان کو زہر دلوا دیا۔ جس کے اثر سے ماہ ربیع الاول ۴۹ سنہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابو عبداللہ کنیت ہے۔ سید الشہدا اور سبط اصغر لقب یزید بد حضرت امام حسن کے قتل سے فارغ ہوا۔ تو اب ان کو اپنے مقاصد میں خار راہ سمجھتا تھا۔ اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوئی حیلہ سوچ رہا تھا۔ کہ اتفاق سے اہل کوفہ نے جو حضرت علی کرم اللہ کے خاص معتقد ہونے کا ادعا رکھتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور آپ کو بار بار بلا بھیجا۔ امام ممدوح نے ہر چند ان کو ٹالا۔ مگر وہ آپ کی تشریف آوری کے لئے اصرار پر اصرار کرتے رہے۔ آخر امام حسین نے خاص اپنے خاندان کے بہتر ۷۲ اشخاص کے ساتھ جن میں ان کے فرزند۔ بھتیجے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھتیجے وغیرہ اہل بیت کے لوگ شامل تھے۔ کوفہ کا قصد کیا۔ یزید کو تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے بائیس ہزار کی فوج گراں ان کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ جس نے شہر کوفہ سے کچھ دور دریائے فرات کے کنار پر اس مقدس قافلے کو گھیر لیا۔ اہل کوفہ نے بھی ہوا کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر امام ممدوح کی حمایت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دشمنوں نے دریا پر قبضہ کر لیا۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں میں سے کسی کو پانی کا ایک قطرہ نہ پینے دیا۔ یہانتک حضرت امام علیہ السلام اپنے شیر خوار بچے حضرت علی اصغر کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ گود میں اٹھا کر خیمہ سے باہر لائے۔ اور دشمنوں کو اس کی حالت دکھا کر فرمایا۔ لوگو اگر ہم پر نہیں۔ تو اس معصوم بچے پر تو رحم کرو۔ اور اسے پانی پی لینے دو۔ ان بے رحم ظالموں نے پانی کے عوض تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اور وہ بیگناہ بچہ آب پیکاں سے سیراب ہو کر باپ ہی کی گود میں شہید ہوگیا۔ آخر مقابلہ ہوا۔ حضرت امام حسین اور ان کے رفقا نے بہتیرے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ مگر آخر ۷۲ کا مقابلہ بائیس ہزار کے ساتھ کیا حیثیت رکھتا تھا اہل بیت کے افراد یگانہ ایک ایک کر کے العطش العطش پکارتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر نام ایک شقی کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ یہ سانحہ دس ماہ محرم ۶۱ سنہ ہجری کو واقع ہوا۔ حضرت امام علیہ السلام کی عمر اس وقت پچپن سال کی تھی۔

یزید ایک بدکار و عیاش شخص تھا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کی پاک شخصیت کو اپنی ناپاک ذات کے

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام اور سانحہ کربلا

لئے ہمیشہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے پہلے تو یہ چاہا۔ کہ امام ممدوح میری اطاعت و بیعت پر راضی ہو جائیں۔ تاکہ ان کی طرف سے خطرہ نہ رہے۔ جب اس طرح اس کی مراد نہ بر آئی۔ تو ان کے قتل کی تدابیر پر غور کرنے لگا۔ امام حسین ؓ کو اس کے ارادے معلوم تھے۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اپنے آپ کو قتل و ہلاک سے بچانے کے لئے یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اور خود دین حق کی تذلیل و توہین کے باعث بنیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر امام حسین ؓ یزید کی بیعت کر لیتے۔ تو عالم اسلام میں فسق کو تقوے پر اور دنیا طلبی کو حق شناسی پر فتح حاصل ہو جاتی۔ لیکن آپ حق کی حمایت میں ثابت قدم رہے۔ یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ حمایت حق میں جان دے دی۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ داں سر افگندہ براہش مست دار۔ آپ نے حق اور دین حق کی حمایت و پاسداری میں اس پامردی کے ساتھ اپنی جان شیریں قربان کر دی۔ جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب پر نثار ہو جاتا ہے۔ اسی خیال کی تائید میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور خوب فرماتے ہیں ؎

شاہ است حسین و پادشاہ است حسین　　دین است حسین و دین پناہ است حسین
سر داد و نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

چوں جنید از جند او دید آں مدد　　خود مقاماتش فزوں شد از عدد

لغات۔ جنید ایک ولی کامل اور شیخ سلسلہ کا اسم مبارک ہے۔ جُند جیم کے ضمہ سے۔ فوج۔ لشکر۔ مقامات مراتب کمال۔ **صنائع**۔ جنید اور جند میں تجنیس ملحوظ ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے اس (نور لا یزال کی) فوج سے وہ مدد پائی (جس کی بدولت وہ نفس و شیطان کی قوتوں پر فتحیاب ہوئے) تو ان کے مراتب کمال (حد و) شمار سے بڑھ گئے۔

مطلب۔ یہ اسی نور کا فیضان تھا کہ حضرت جنید اولیاء اللہ کی صف اولین میں سید الطائفہ کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور آپ کے کمالات باطن کی انتہا نہیں۔ حضرت جنید قدس سرہ کا طریقہ صحو ہے۔ اور طریقت میں آپ صاحب اجتہاد مانے گئے ہیں۔ بہت سے مشائخ نے آپ کا مشرب اختیار کیا ہے۔ اور طیفوریوں کا مشرب جو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے اصحاب ہیں اس کے برعکس ہے۔ مگر حضرت جنید کا مشرب سب سے اشہر و اوفق ہے۔ آپ نے طریقت و شریعت میں پورا توازن قائم رکھا۔ کما قیل ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق　　ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ جو تصوف کے گرانمایہ ترین نکات سے معمور ہیں۔ ان کمالات کے باوجود معاصر حاسدوں نے آپ پر کفر و زندقہ کے فتوے لگائے۔ جمادی الاول ۲۹۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ مرقد مبارک بغداد میں ہے۔

بایزید اندر مزیدش راہ دید　　نام قطب العارفیں از حق شنید

لغات۔ بایزید۔ ایک عارف کامل اور پیشوائے طریقت کا نام نامی ہے۔ مزید۔ زیادت۔ بیشی۔ **صنائع** بایزید اور مزید میں تجنیس کا شائبہ ملحوظ ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ

ترجمہ۔ حضرت بایزید قدس سرہ نے اسی (نور) کی زیادتی میں راہ (معرفت) پایا (حتے کہ) قطب العارفین کا لقب اللہ تعالے سے سنا۔

مطلب۔ حضرت بایزید بسطامی رہ نے جو اسقدر رفیع الشان درجہ پایا۔ تو یہ اسی نور سے مستفیض ہونے کا ثمرہ تھا۔ جس کے استفاضہ سے آپ نے کسی حد تک بس نہیں کی۔ حتیٰ کہ حضرت جنید رہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ مقام توحید میں تمام سالکوں کی انتہائی تگ ودو بایزید کی ابتدا کے برابر ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر رہ کا قول ہے کہ میں اٹھارہ ہزار عالم کو بایزید سے پُر دیکھتا ہوں۔ اور پھر بایزید کو درمیان نہیں پاتا۔ یعنے وہ خود حق میں گم ہیں۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ " بایزید اندر مزیدش راہ دید" حضرت بایزید کا مشرب فنا ومحویت ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلی مرتبہ حج کو گیا۔ تو کعبہ کو دیکھا۔ دوسری بار گیا۔ تو صاحب کعبہ کو دیکھا تیسری بار گیا۔ تو نہ خانہ کعبہ کو دیکھا۔ نہ صاحب کعبہ کو۔ یعنے میں ایسا از خود رفتہ ہوگیا۔ کہ سوائے حق کے اور کچھ مجھے دکھائی نہ دیتا تھا جس طرف دیکھا۔ وہی نظر آتا تھا۔ حافظ رہ ؎

بہ پیش آئینہ دل ہر آنچہ مے دارم بجز خیال جمالت نمے نماید باز

ایک بار ایک شخص آپ کے دروازے پر گیا۔ اور آپ کو آواز دی۔ حضرت بایزید نے فرمایا۔ کہ کس کو ڈھونڈتے ہو۔ اُس نے کہا۔ بایزید کو۔ فرمایا میں بیچارے بایزید کو تیس برس سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ اور پتہ نہیں لگتا۔ صائب ؎

عارفانے کہ ازیں رشتہ سرے یافتہ اند بے خبر گشتہ زخود تا خبرے یافتہ اند

یہ بات لوگوں نے حضرت ذوالنون مصری رہ کے سامنے بیان کی۔ تو کہا۔ اللہ تعالےٰ بھائی بایزید پر رحم کرے حق تعالےٰ میں محو ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ اور خاصان حق ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کا لقب قطب العارفین با الہام ربانی مقرر ہوا ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں " نام قطب العارفیں از حق شنید"۔ حضرت شقیق بلخی کے ہمزمانہ تھے۔ سال وفات ۲۶۱ھ ہے۔ مرقد شریف آپ کے اصلی وطن بسطام میں ہے۔

نوٹ۔ اس سے آگے بعض نسخوں میں یہ شعر درج ہے ؎

شاہ منصور آنکہ نصرت یار شد تخت را بگذاشت سُوئے دار شد

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ جو نصرت الٰہی سے مستفید ہوئے۔ وہ تخت کو چھوڑ کر دار کی طرف بڑھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قبول عام کی مسند سے کنارہ کش ہو کر ہدف طعن ہونا اور دار پر چڑھنا منظور کر لیا۔ اور یہ ابتلا بھی اگرچہ لفظاً ہر ایک مصیبت تھی۔ مگر درحقیقت نصرت الٰہی کی مترادف تھی۔

یہ شعر الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ کسی ناقل و کاتب کو حضرت منصور کے ساتھ غایت اعتقاد نے الحاق و تخلیط کے جرم پر جرأت دلائی۔ اسی لئے یہ شعر مثنوی کے عام مروجہ و متداولہ نسخوں میں سے کسی میں نہیں ملتا۔ ہمارا قدیمی قلمی نسخہ بھی اس سے خالی ہے۔

چونکہ کرخی کرخ او را شد حرس شد خلیفہ عشق و ربانی نفس

لغات۔ کرخی۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔ جو اولیائے کبار میں سے ہیں۔ کرخ۔ نواح بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ نواح بلخ میں ہے۔ حرس بجائے مہملہ

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ

نگہبان۔ ربانی نفس۔ خدائی سانس والے۔ جن کی زبان سے جو بات نکلے۔ وہ با الہام ربانی ہو **ترکیب**
"کرخ ، ورا" میں اضافت ہے یعنے کرخ خود را۔ خلیفہ نفس میں فک اضافت ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت معروف کرخی اپنے مقام کرخ زمیں اس توجہ تام سے مشغول بعبادت تھے گویا اس کے پہرہ دار بن گئے تو (اسی نور کی بدولت اعشق (الٰہی میں سابقین اولین) کے نائب اور خدائی آواز والے بن گئے

مطلب۔ کرخ کا پہرہ دار یا محافظ ہونا اس اعتبار سے ہے۔ کہ جس طرح پہرہ دار اپنی نوکری کے مقام سے ایک لحہ کے لئے نہیں ٹلتا۔ اسی طرح حضرت معروف کرخی رہ نے طاعت وعبادت اور ریاضات و مجاہدات کے اشغال میں اسی مقام میں ایسی گوشہ گیری اختیار کر رکھی تھی۔ کہ کبھی کسی اور جگہ نہیں جاتے تھے۔ بعض نسخوں میں جرس بجیم درج ہے۔ جس کے معنے گھڑیال کے ہیں۔ اور گھڑیال کے بجنے سے کسی امر کا عام اعلان وا علام ہوا کرتا ہے۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا۔ کہ آپ اپنے کمالات کی بدولت اس گمنام گاؤں کے لئے بھی جرس شہرت ثابت ہوئے۔ جس طرح خود آپ دنیائے تصوف میں معروف اور اسم بامسمےٰ ہیں۔ اسی طرح کرخ کا نام بھی آپ کی نسبت سے شہرہ آفاق ہوگیا۔ ورنہ اس کو کون جانتا تھا۔ ربانی نفس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ مرتبہ فنا و محویت پر فائز ہو کر گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کے مصداق ہوگئے۔

حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ کے ماں باپ عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔ بچپن کے ایام میں ان کو استاد کے پاس بھیجا گیا۔ تو حسب دستور عیسوی عقائد کی تلقین سے ان کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ مگر جو بچہ فطرت صحیحہ لے کر پیدا ہوا ہو۔ اس پر گمراہ کن تعلیم کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ اُستاد ہر چند کہتا تھا۔ کہ پڑھو۔ ان اللّٰہ ثالث ثلٰثۃ۔ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ تو معروف کرخی ہر مرتبہ یہی کہتے تھے۔ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ استاد نے دلاسے سے۔ نرمی سے۔ لطائف الحیل سے کوشش کی کہ وہ تثلیث کا کلمہ منہ سے نکالیں۔ مگر جو منہ قدرت نے کلمہ توحید کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس سے کلمہ شرک کیونکر نکل سکتا تھا۔ آخر استاد نے دق ہو کر ان کو پیٹنا شروع کیا۔ معروف "جور استاد" کی تاب نہ لا کر مکتب سے نکلے۔ اور ایسے بھاگے کہ "مہر پدر" کی بھی پروا نہ کی۔ اور سیدھے حضرت علی ابن موسےٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور انہی کے ہاتھ پر داخل اسلام ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ ادھر ماں باپ ان کے فراق میں جاں بلب تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہمارا بچہ خواہ کسی دین پر رہے۔ مگر زندہ و سلامت آجائے۔ کچھ دنوں بعد ماں باپ کا خیال آیا۔ گھر گئے۔ دستک دی۔ ماں باپ نے اندر سے پوچھا۔ کس دین پر ہو۔ کہا دین محمدی پر۔ اس آواز کے جاذبہ نے ان پر بھی اثر کیا۔ اور دونوں مسلمان ہوگئے۔ حضرت معروف کرخی رح طریقت و شریعت دونوں کے جامع تھے۔ تقوے و فتوے دونوں پہلوؤں میں ان کی ذات گرامی آیۃ من آیات اللہ تھی۔ طریقت میں تربیت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔ اور علم شریعت و فقہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں حاصل کیا۔ ماہ محرم سنہ ۲۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ مقبول ازین تاریخ وفات ہے۔ بغداد میں قبر شریف زیارت گاہ عام ہے۔

پور ادہم مرکب آں سو راند شاد — گشت او سلطان سلطانان داد

لغات۔ پور۔ فرزند۔ پور ادہم۔ ابن ادہم ایک ولی کامل تھے۔ جن کا نام مبارک ابراہیم ہے۔

تخت سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ داد۔ انصاف۔ **صنائع** ۔ ابن ادہم اور سلطان میں مناسبت ہے۔

ترجمہ ۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم قدس سرہ نے بھی خوشی (اپنی عقیدت وارادت کا) گھوڑا اس (نور) کی طرف دوڑایا۔ تو (ظاہری بادشاہی کے چھوڑتے ہی اقلیم باطن کے) بادشاہان (صاحب) عدل کے بادشاہ بن گئے۔

مطلب ۔ شعر کے الفاظ میں حضرت ابن ادہم کے احوال خصوصیہ کی رعایت ملاحظہ ہو۔ شاد کے کلمہ میں یہ رعایت ہے۔ کہ انہوں نے جب نور حقیقت کی طلب میں تخت وتاج کو چھوڑا۔ تو یہ کام ان کو بادل ناخواستہ نہیں کرنا پڑا۔ جیسے کہ کسی فاتح کے ۔ ۔ سے مجبور ہو کر یا رعایا کے معزول کر دینے سے جبراً وقہراً بادشاہی سے دست بردار ہوتے وقت بادشاہ کے دل کی کیفیت ہوتی ہے۔ بلکہ انہوں نے عین خوشی اور اطمینان قلب کے ساتھ کاروبار سلطنت کو خیرباد کہا۔ ظاہری بادشاہی کے تاجدار حقیقی معنے میں عادل ومنصف نہیں ہوتے۔ یہ درجہ تاجداران اقلیم باطن کا ہے۔ جو فقر و درویشی کی لازوال سلطنت کے شہریار ہیں۔ ابن ادہم ظاہری بادشاہوں کی صف سے نکل کر باطنی سلاطین کی جماعت میں شامل ہوئے۔ اور پھر ان میں بھی سب سے برتر درجہ حاصل کیا۔ صائبؒ ؎

وز بے قدر کند سلطنت عالم را　　　　ہوس ملک نباشد پسر ادہم را

حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور تخت شاہی پر بھی عبادت کے پابند تھے۔ مگر شاہانہ شان وشکوہ کا یہ عالم تھا۔ کہ جب سواری نکلتی۔ تو آگے پیچھے چالیس چالیس سوار سونے کی ڈھالیں اور گرز لئے ہوئے جلو میں ہوتے۔ ایک رات تخت شاہی پر خواب فرما تھے۔ توفیق الٰہی دستگیری کے لئے شامل حال ہوگئی۔ تو سوتے سوتے آنکھ کھل گئی۔ محل کی چھت پر آہٹ محسوس ہوئی۔ آواز دی کون ہے؟ جواب ملا۔ کہ تمہارا دوست ہوں۔ اونٹ گم ہوگیا۔ یہاں تلاش کر رہا ہوں۔ ابن ادہم نے کہا۔ چھت پر اونٹ کا کیا کام۔ آواز آئی۔ غافل ابن ادھم! جب کوٹھے پر اونٹ کا تلاش کرنا موجب تعجب ہے۔ تو کیا اطلسی لباس میں اور طلائی تخت پر خدا طلبی اس سے زیادہ تعجب کی بات نہیں؟ یہ بات کیا تھی۔ تاثیر میں ڈوبا ہوا ایک تیر تھا۔ جو ابن ادہم کے دل پر بیٹھ گیا۔ صبح کو ایک دربار عام کیا۔ تمام امراء ووزراء کے سامنے شاہی لباس اتار گلیم درویشی پہنی۔ اور جنگل کی راہ لی۔ دربار پر ایک سناٹا چھا گیا کسی کو دم مارنے کی تاب نہ تھی۔ صائبؒ ؎

ز ابراہیم ادہم پرس قدر ملک درویشی　　　　کہ طوفاں دیدہ از آسایش ساحل خبر دارد

معارف طریقت کے ساتھ آپ علم شریعت کے بھی جامع تھے۔ اور حضرت امام اعظم۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں آپ کا شمار ہے۔ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ صدیق آدان تاریخ وفات ہے۔

واں شقیق از شقِ آں راہِ شگرف　　　　گشت او خورشید رائے و تیز طرف

لغات ۔ شقیق ایک مشہور ولی اللہ گزرے ہیں۔ شق۔ پھاڑنا۔ چیرنا۔ طے کرنا۔ شگرف۔ عمدہ۔ نادر عجیب۔ طرف: نگاہ۔ نظر۔ آنکھ۔

ترجمہ ۔ اور (اسی طرح) وہ حضرت شقیق بلخی قدس سرہ اس (نور کے) نادر راستے کو

طے کرنے سے آفتاب کی سی روشن عقل والے اور تیز نگاہ والے ہوگئے۔
مطلب۔ حضرت شقیق بلخی ایک لکھ پتی تاجر تھے۔ ایک مرتبہ کاروبار تجارت کے سلسلے میں ترکستان گئے۔ وہاں ایک بتخانہ کے پاس سے گزر ہوا۔ ایک بت پرست بت کے سامنے زار و قطار رو رہا تھا۔ اور التجا میں کر رہا تھا آپ اس کا تماشا دیکھنے کھڑے ہوگئے۔ اور کہا۔ اے نادان! ایک پتھر کی مورت کے سامنے جو نہ دیکھ سکتی ہے۔ نہ سن سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔ نہ تیری کسی قسم کی دستگیری کر سکتی ہے۔ رونا فضول اپنی آنکھیں کھونا ہے۔ تجھ کو اس خدائے حی و قیوم کے حضور میں دعا مانگنی چاہیئے۔ جو سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ بت پرست نے حضرت شقیق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور کہا۔ اے مدعی دانائی۔ ایمان سے سچ سچ کہنا۔ کہ تجھ کو جو بھروسہ اس پتھر کی مورت پر ہے۔ تم کو اپنے خدائے حی و قیوم پر بھی ہے؟ یا اپنے مال و سرمایہ پر ہی بھروسہ کئے ملک بملک مارے مارے پھرتے ہو۔ بت پرست کی اس بات نے حضرت شقیق پر حقیقی توحید کا دروازہ کھول دیا۔ اپنی خامی سے توبہ نصوح کر کے متوکل بخدا ہوگئے۔ اور توکل کے مرتبہ کمال کو پہنچے۔ کمالات باطنی کے ساتھ آپ علوم ظاہر میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کا قول ہے۔ کہ میں نے سترہ سو اُستادوں کی شاگردی کی۔ اور کئی بار شتر کتابیں مطالعہ کیں۔ آخرالامر سارے علم کا لب لباب مجھ کو یہ ملا۔ کہ خداوند تعالٰے کی رضامندی چار چیزوں میں ہے (۱) توکل (۲) اخلاص (۳) عداوت شیطان (۴) موت کے لئے تیاری۔ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں باہر غل مچا کہ کافر آگئے کافر آگئے۔ آپ نے وعظ میں کچھ دیر کے لئے توقف کیا۔ مصلے پر چند پھول پڑے تھے۔ جو کسی مرید نے لا رکھے تھے۔ ان کو اٹھا کر سونگھنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک بیباک شخص بولا۔ اور پیچھے کفار نے شہر پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان خطرہ میں ہیں۔ اور امام المسلمین بیٹھے پھول سونگھ رہے ہیں۔ حضرت شقیق نے فرمایا۔ منافقوں کو صرف پھول سونگھنا نظر آیا کرتا ہے۔ غنیم کے مقابلے اور ان کے ساتھ نبرد آزمائی پران کی نظر نہیں جا سکتی۔ اتنے میں کیا سنتے ہیں۔ کہ کافر بھاگ گئے۔ آپ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا ۱۹۴ھ میں ولایت ختلان میں شہید ہوئے۔

شد فُضَیل از رہزنی رہ پیرِ راہ ۔۔۔ چوں بلحظہ لطف شد ملحوظِ شاہ

لغات۔ فُضَیل بضم فا و فتح ضاد ایک ولی کامل تھے۔ رہزنی رہ مرکب اضافی ہے بفک اضافت رستہ لوٹنا۔ راہ۔ پہلا راہ بمعنے سبیل ہے۔ دوسرا راہ بمعنے طریقت پیرراہ۔ پیر طریقت۔ مرشد۔ پیشوا۔ لحظہ۔ نظر اٹھا کر دیکھنا۔ لحظہ لطف مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ نگاہِ لطف۔ نظر عنایت۔

ترجمہ۔ جب حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر (بھی) اس شاہ حقیقی تعالٰی شانہٗ کی نظر عنایت پڑی۔ (یعنے وہ اس نور کے پرتو سے بہرہ مند ہوئے) تو راستے پر ڈاکہ ڈالتے ڈالتے پیر طریقت بن گئے۔

مطلب۔ حضرت فضیل ابتدائے شباب میں ایک نامی ڈاکو تھے۔ مگر ان کا یہ شغلہ بھی ایک عجیب شان کا تھا۔ بظاہر نہایت عابد و مرتاض تھے۔ علاقہ مرو اور باورد کے بیاباں میں خیمہ ڈال رکھا تھا۔ ٹاٹ کا لباس پہنے رہتے۔ جو شدید الریاضت درویشوں کا شیوہ ہے۔ اونی ٹوپی سر پر ہوتی۔ ایک تسبیح گردن میں لٹکتی رہتی۔ جوانوں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے تابع فرمان تھی۔ یہ لوگ اِدھر اُدھر سے لوٹ مار کر کے مال لاتے اور آپ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

کے سامنے رکھدیتے - آپ اس کو تقسیم کر دیتے - جو چیز پسند آتی - خود رکھ لیتے - ہر نماز با جماعت پڑھنے کا التزام تھا - جو نوکر یا مصاحب شامل جماعت ہونے میں سستی کرتا - اس کو اپنے دائرہ سے نکال دیتے - ایک مرتبہ ان لوگوں نے ایک قافلہ کو لوٹا - اہل قافلہ میں ایک شخص جس کے پاس سب سے زیادہ قیمتی مال تھا - آنکھ بچا کر ایک طرف کو بھاگا - دور سے ایک خیمہ نظر پڑا - غور کیا - تو اس میں ایک بزرگ مشغول بنوافل دکھائی دیئے - پاس آیا - اور اپنی زر و جواہرات کی تھیلی پیش کر کے عرض کی - حضرت! میری یہ امانت آپ رکھیں - میں آج یا کل حاضر ہو کر لے جاؤں گا - حضرت فضیل نے اشارہ کیا - کہ خیمہ کے کونے میں رکھدو - وہ شخص اپنے مقام پر واپس آیا - تو اہل قافلہ سب لٹ چکے تھے - اور ڈاکو بھی نظروں سے غائب ہو گئے - اس نے دل میں کہا - اب موقع ہے - کہ اس عابد پارسا سے اپنا مال واپس لے آؤں - خیمہ کے پاس پہنچا - تو وہ یہ دیکھکر دریائے حیرت میں غرق ہو کر رہ گیا - کہ سب ڈاکو جمع ہیں اور وہ حضرت بزرگ قافلہ کا لٹا ہوا مال ان کو تقسیم فرما رہے ہیں - اس شخص نے دل میں کہا - لاحول ولا قوۃ کیا ریش مشتبع و صورت مقطع ہے - میں تو کوئی بڑے غوث و ابدال سمجھا تھا - یہ تو انہی ڈاکوؤں کے گورو گھنٹال نکلے - افسوس میں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا مال کھویا - حضرت فضیل نے دور سے اسکو مبتلائے حیرت و تشویش دیکھا - تو پاس بلایا - وہ ڈرتا ڈرتا پاس گیا - پوچھا کیا بات ہے - عرض کیا - میں اپنی امانت لینے آیا ہوں - کہا جہاں رکھی تھی - اٹھالو - اس شخص نے کونے میں سے اپنی تھیلی اٹھائی - تو وہ جوں کی توں صحیح و سلامت تھی - اس کو لے کر چلا گیا - ڈاکوؤں نے سمجھا - کہ یہ بہت قیمتی مال تھا - اور حقیقت حال سن کر کہا - آپ نے بڑا غضب کیا - کہ آپ نے اس کا مال واپس دے دیا - قافلے میں ہمارے لئے اور کیا رکھا تھا - فضیل نے کہا - دوستو! اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا - میں اس کے نیک گمان کو رائیگاں کھونا نہیں چاہتا - میں بھی اپنے خداوند تبارک و تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں - امید ہے - کہ وہ بھی میرے نیک گمان کو رائیگاں نہیں کھوئیگا - ڈاکہ زنی میں بھی کمال مروت و بلند نظری ملحوظ ہوتی تھی - جس قافلہ میں کوئی عورت ہوتی - تو اس قافلے پر نظر اٹھا کر نہ دیکھتے - غریب و مفلس کی تھوڑی پونجی ہرگز نہ لوٹتے - بلکہ اس کی اور بھی نوازش کر دیتے -

ایک دن ایک قافلہ پر دھاوا کیا - تو اہل قافلہ میں سے کسی نے یہ آیت بآواز بلند پڑھی - اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ - کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا - کہ اللہ کی یاد کے لئے ان کے دل جھک جائیں - اس آیت کا پڑھنا کیا تھا - اثر کی ایک برچھی تھی - جو فضیل کے دل سے پار نکل گئی - اسی وقت یہ حالت ہو گئی - کہ زار زار روتے تھے - اور کہتے تھے - وَجَآءَ فَتَابَ وَاَنَابَ - ہاں وہ وقت آگیا - اس نے توبہ کر لی - اور رجوع کیا - یہی مراد ہے مولانا کے اس قول سے کہ چوں بلحظہ لطف شد ملحوظ شاہ - یعنے ان پر جلال الوہیت کا پرتو پڑا - اور وہ راہ راست پر آگئے - اس کے بعد یہ حال تھا - کہ شہر بشہر دیوانہ وار پھرتے تھے - جن لوگوں کو ان سے نقصان پہنچے تھے - ان میں سے جس کو پاتے - اس کے قدموں میں گرتے - ہاتھ جوڑتے - منت کرتے - اور معافی حاصل کرتے - ایک یہودی کی ایک ہزار کی تھیلی انہوں نے لوٹ لی تھی - اس نے قسم کھائی - کہ میں وصول کروں گا - معاف نہیں کروں گا - آخر بطور استہزا کہا - اچھا اگر معاف کرانا چاہتے ہو - تو یہ ریت کا ٹیلہ یہاں سے اٹھوا دو - حضرت فضیل اسی وقت پھاوڑا اور تسلا لے کر کام میں لگ گئے - شام تک مشغول رہے - خدا کی قدرت رات کو ایسی آندھی آئی - جو سارے ٹیلے کو اڑا لے گئی - صبح یہودی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا - اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے ایک ہزار دینار کی تھیلی فضیل کے پیش کر کے کہا - یہی مجھ کو دیدو - حضرت فضیل نے

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوکر علم فقہ حاصل کیا۔ اور ریاضات و مجاہدات سے طریقت و معرفت میں وہ رتبہ حاصل کیا۔ کہ بڑے بڑے اہل کمال پیچھے رہ گئے۔ حتیٰ کہ خلیفہ ہارون رشید زیارت کے لئے دروازہ پر آتا۔ تو اس کی باریابی بھی گرانباری خاطر کی باعث ہوتی۔ اور بڑی ردوکد کے بعد اندر آنے کی اجازت ملتی تھی۔ مدت تک کوفہ میں مقیم رہے۔ پھر آخر عمر میں مکہ معظمہ کی طرف ہجرت اختیار کرکے وہیں مجاورت اختیار کی۔ اور ماہ محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ امام عادل تاریخ وفات ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے دو گرانبہا سبق ملتے ہیں۔ ان کی زندگی کے پہلے دور سے یہ سبق ملتا ہے کہ بعض متعبدان با اخلاص کا ملوث بہ فسق ہونا ممکن ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ بعض فاسقین مصر بفسق طاعات و عبادات کے پورے پابند اور وظائف ذکر و شغل پر مستقیم ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ان حالت سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ کہ کہیں ان کی عبادت و طاعت کو دیکھ کر ان پر یہاں تک اعتماد کرنے لگ جائیں۔ کہ ان کے فاسقانہ افعال کو بھی مباح تصور کرلیں۔ بلکہ یہ سمجھیں۔ کہ وہ غریب شیطان کی کشمکش میں ہے۔ طبع سلیم عبادت کے صراط مستقیم پر لاتی ہے۔ اور شیطان رجیم فسق و گنہگاری کی چاٹ لگانے میں زور صرف کر رہا ہے۔ اور یہ حالت عموماً ایسے لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو کسی مرشد کامل کے زیر تربیت نہیں ہوتے۔

ان کی زندگی کے دوسرے دور سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ اہل حقوق کے غصب کردہ حقوق سے سبکدوشی حاصل کرنے میں پوری سعی کرلی چاہئے۔ اور اس سعی میں جو بھی محنت و مشقت اور منت و سماجت کرنی پڑے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ اس کے بغیر نجات مشکل ہے۔

بعض عابدان با اخلاص کا طرز عمل فسق پر منتج ہو سکتا ہے

بشر حافی را بُشر شد اَدَب سر نہاد اندر بیابانِ طلب

لغات ۔ بِشر کشادہ رو آدمی۔ ایک ولی عالی مرتبہ کا نامی ہے۔ حافی۔ برہنہ پا۔ ننگے پاؤں چلنے والا۔ حضرت بشر رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔ بُشر بشارت دینے والا۔ **صنائع** ۔ بشر و بُشر میں لفظی اور حافی اور سر نہاد اندر بیابان میں معنوی مناسبت ہے۔

ترجمہ ۔ (جب) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو (اس نور کی روشنی میں) ادب نے بشارت دی۔ تو وہ تلاش (حقیقت) کے بیابان میں چل پڑے۔

مطلب ۔ حضرت بشر حافی اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ علم ظاہر کے اصول و فروع کے بھی پورے عالم تھے۔ "بشر شد ادب" کا مطلب یہ کہ ان کے ادب نے انہیں بارگاہ حق سے قبولیت کی بشارت دلائی۔ اور ادب ہی نے ان کو ولایت کے مراتب عالیہ پر پہنچایا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ ایام شباب میں ان کا طرز زندگی اوباشانہ تھا۔ مگر ایک دن کسی جگہ کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی پڑی پائی۔ اس کو ادب کے ساتھ اٹھایا۔ عطر خریدا۔ اس سے معطر کیا۔ اور ایک اونچی جگہ پر رکھدیا۔ اس رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وکیلان قضا و قدر اس بزرگ سے کہتے ہیں۔ کہ آپ جائیے۔ اور بشر حافی سے خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام کہدیجئے۔ کہ تم نے ہمارے نام کو پاک کیا۔ اور اس میں عطر بسایا۔ ہم بھی تم کو دنیا میں پاک کردیں گے۔ اور دارین میں بزرگی عطا فرمائیں گے۔ حضرت بشر کو یہ بشارت پہنچی۔ تو اسی وقت سے اپنے یاران آوارگی کو خیرباد کہا۔ اور طلب حق میں لگ گئے۔ حضرت بشر ادب کا ایک نمونہ کبریٰ تھے۔ ادب ہی نے ان کو حافی کا لقب دلایا۔ اور ان کو

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

مدت العمر ننگے پاؤں پھرایا۔ جس کا سبب یہ ہوا۔ کہ ایک دن کسی قاری کو پڑھتے سنا۔ الم نجعل الارض مھادا ً کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ بشر نے یہ آیت سنتے ہی جوتی اتار ڈالی۔ اور کہا۔ بادشاہ کے بچھائے ہوئے بچھونے پر جوتی سمیت چلنا ادب کے خلاف ہے۔ پھر عمر بھر جوتی نہ پہنی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں۔ کہ قدرت حق نے بھی ان کی برہنہ پائی کی یہ عزت کی۔ کہ جن جن راستوں اور سڑکوں پر ان کا گزر ہوتا تھا۔ وہاں کوئی چوپایہ لید یا گوبرا اور کوئی پرندہ بیٹ نہیں کرتا تھا۔ بغداد میں قیام تھا۔ اور وہاں ان کی کرامت سے سڑکیں صاف ستھری رہتی تھیں۔ ایک دن کسی پرندے نے سڑک پر بیٹ کر دی۔ تو ایک بزرگ نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج بشر حافی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے جانوروں کے لئے غلاظت گرانے کی جو بندش تھی۔ وہ کھل گئی۔ چنانچہ معلوم ہوا۔ کہ فی الواقع اسی روز ان کا انتقال ہوا تھا بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بشر سے پوچھا گیا۔ کہ آپ جوتی کیوں نہیں پہنتے۔ تو انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ جس روز دوست حقیقی سے میں نے صلح کی۔ تو میں ننگے پاؤں تھا۔ اب جوتی پہنتے مجھے شرم آتی ہے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک دن شاگردوں نے عرض کیا۔ آپ اس پایہ کے محدث و مجتہد ہو کر ایک دیوانہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔ فرمایا میں حدیث و اجتہاد کے علم میں ان سے افضل ہوں۔ تو وہ خدا کے علم میں مجھ سے افضل ہیں۔ اور خدا کا علم اس علم سے کہیں برتر و بے پایاں ہے۔ کما قیل ؎

علم دل ہرگز نہ گنجد در کتاب گنجد اندر دل کتاب علم لیک

چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد

لغات۔ ذوالنون مچھلی والا۔ یہ حضرت یونس بن متی کا لقب ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اور ایک ولی کامل کا نام ہے۔ جن کا وطن مصر تھا۔ دیوانہ سے یہاں عاشق و شیدا اور بے خود مراد ہے۔ نہ کہ پاگل اور مختل الدماغ۔ مصر ایک ملک کا نام جس کا دار الحکومت شہر قاہرہ ہے۔ اس شہر کو بھی قدیم سے مصر کہتے ہیں۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ارشاد ہے۔ وَقالَ الَّذِی اشتراہ من مصر لامراتہ اکرمی مثواہ۔ شہر مصر کے جس امیر نے اس کو (یعنے حضرت یوسف کو) خریدا تھا۔ اس نے اپنی عورت سے کہا۔ کہ اس کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھ (سورہ یوسف ع ۳)۔ اور عام طور پر شہر کو بھی مصر کہدیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ اھبطوا مصراً کسی شہر میں جا اترو۔ یہاں یہی آخری معنے مراد ہیں۔ شکر خانہ بمعنے خانہ شکر باضافت مقلوب شیرینی کا گھر۔ حلوائی کی دکان **صنائع**۔ حضرت ذوالنون مصری کے لئے مصر جان اور شکر مناسبات ہیں۔

ترجمہ۔ جب حضرت ذوالنون مصری (اسی نور کے پرتو سے) اس (محبوب حقیقی) کے غم میں بے خود ہو گئے۔ تو ان کا یہ درجہ تھا۔ کہ ان کی روحوں کی بستی (بھر) کے لئے شیرینی کا گھر بن گئے۔

مطلب۔ آپ اس نور کے پرتو سے اس درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ کہ اہل طلب اور مشتاقان استفاضہ کو ان کے قرب و صحبت میں حلاوت فیض حاصل ہوتی تھی۔

حضرت ذوالنون مصری ان اولیائے کبار میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنے حالات و معاملات کو مخلوق سے بالکل مخفی و مستور رکھا ہے۔ اس لئے آپ اہل ملامت میں داخل ہیں۔ بعض لوگ آپ کو زندیق سمجھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا قصہ یوں ہے۔ کہ ایک عابد کا چرچا سنا۔ جو دامن کوہ میں مصروف بریاضت تھا۔ اس کی زیارت کو گئے۔ تو دیکھا۔ کہ وہ اپنے نفس کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ اے نفس جب تک تو میری حالت میں میرے ساتھ شریک ہونا منظور نہ کرے گا۔ اسی طرح تجھ کو اذیت دوں گا۔ حتٰے کہ بھوکا پیاسا ہلاک ہو جائے۔ حضرت ذوالنون پر اس کے مجاہدہ کا ایسا اثر ہوا۔ کہ بے اختیار رو دیئے۔ عابد نے ان کی طرف نظر کی۔ اور کہا مجھ پر کیا تعجب کرتے ہو۔ مجھ سے بہتر و افضل آدمی دیکھنا ہو۔ تو اوپر پہاڑ پر جاؤ۔ حضرت ذوالنون پہاڑ پر گئے۔ تو دیکھا۔ وہاں ایک عبادت خانہ ہے۔ اور ایک مرد جوان عبادت خانہ کی دہلیز میں اس طرح بیٹھا ہے۔ کہ ایک پاؤں عبادت خانہ کے اندر ہے۔ اور ایک باہر ہے۔ جو کٹا پڑا ہے۔ اور اس میں کرم چل رہے ہیں۔ اس کا حال پوچھا۔ تو کہا۔ میں سالہا سال سے یہاں مصروف بعبادت تھا۔ اتفاق سے ایک عورت یہاں سے گذری اس کے دیکھنے پر دل مائل ہوا۔ جسم نے اس کے تعاقب کے لئے باہر نکلنا چاہا۔ ابھی ایک قدم باہر رکھا تھا۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ برسوں خدا کی اطاعت کر کے اب شیطان کی اطاعت پر آمادہ ہے۔ معاً مجھے تنبیہ ہوگئی۔ اس پاؤں کو جو دہلیز سے باہر نکلا تھا۔ میں نے فوراً کاٹ ڈالا۔ اور وہیں بیٹھ گیا۔ اب دیکھئے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون کو ان مشاہدات سے کمال تنبّہ حاصل ہوا۔ اور محبت حق کی لو لگ گئی۔ پھر یہ حالت تھی۔ کہ ایک مرتبہ آپ کو ویرانہ میں ایک خزینۂ زر کا پتہ مل گیا۔ زمین کھودی۔ تو ایک تختی نکلی۔ جس پر لکھا تھا۔ "اللہ جل جلالہ" تختی اٹھائی۔ تو اس کے نیچے دینار سرخ کا ایک انبار جھلمل جھلمل کر رہا تھا۔ اتنے میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے وہ تمام دینار حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ اور کہا یہ تختی میں خود رکھوں گا۔ جس پر میرے دوست کا نام لکھا ہے۔ پھر اس نام پاک کو بوسہ دیا۔ رات کو خواب میں ندا آئی۔ کہ اے ذوالنون دوسرے لوگوں نے سونے کی طرف میلان کیا۔ مگر تم نے ہمارے نام کو پسند کیا۔ جو تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور برتر ہے۔ لہذا اس کی برکت سے ہم نے بھی تم پر علم و حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ متوکل علے اللہ کے عہد میں سنہ ۲۴۵ھ کے قریب وفات پائی۔

چوں سری بے سر شد اندر راہِ او ۔۔۔ بر سریرِ سروراں شد جاہِ او

لغات۔ سَرِی بفتح سین و کسر را و تشدید یاء بروزن علی یہاں بسکون یا ضرورتاً آیا ہے۔ ایک بزرگ اہل اللہ کا نام ہے۔ بعض لوگ اس کو سِرّی بکسر سین و رائے مکسور مشدد پڑھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ پورا نام سری سقطی ہے۔ بفتح سین و قاف و کسر طاء مہملہ۔ بے سر گمنام۔ فنا۔ بیخود۔ سرور۔ سردار امیر۔ بر سریر شد کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ تخت پر جلوہ گر ہوا۔ تخت سے بھی بلند رتبہ ہو گیا۔ یہاں دوسرے معنے زیادہ موزوں ہیں۔ **صنائع**۔ سری۔ بے سر۔ سریر۔ سروراں میں لفظی مناسبت پر لطف ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (اس نور کے پرتو سے منور ہو کر) اس (خداوند تعالیٰ شانہ) کی راہ میں فنا ہو گئے۔ تو ان کی یہ شان تھی۔ کہ امراء و سلاطین کے تخت سے بھی ان کا درجہ بڑھ گیا۔

مطلب۔ بے سر اور سرور کے لفظوں میں جو مدح کی گئی ہے۔ قابل توجہ ہے۔ عوام الناس بلکہ خواص بھی جو اپنے اپنے سر سلامت لئے پھرتے ہیں۔ سروروں یعنے سلاطین کی بارگاہ میں ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو بڑی مشکلات کے بعد۔ ایک مرد خدا راہ حق میں بے سر ہوجاتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ کمال تواضع سے اپنی انانیت کے سر کو کاٹ گراتا ہے۔ بظاہر سلامت سر والوں کے مقابلے میں اس کے اندر ایک کمی پیدا ہوگئی۔ مگر درحقیقت سر والے ناقص ہوتے ہیں۔ اور وہ بے سر کامل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مقبول حق ہوجانے سے اس کا یہ درجہ ہوجاتا ہے۔ کہ تمام سردار اس کے آگے پست ہوجاتے ہیں۔ حتےٰ کہ سروران دنیا بھی ان کے نام پر سر جھکانا موجب فخر سمجھتے ہیں۔ حافظؒ ؎

از پائے تا سرت ہمہ نور خدا شود   در راہِ ذوالجلال چو بے پاو سر شوی

حضرت سری سقطی رح حضرت معروف کرخی رح کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی رح کے ماموں تھے۔ ابتدا میں دوکانداری کرتے تھے۔ پرانی مستعمل اشیاء سستے داموں فروخت کرتے۔ اور یہی ان کی وجہ تسمیہ تھی۔ سقط کے معنے گرا پڑا ٹوٹا پھوٹا سقطی کباڑ فروش یا کباڑیا۔ دن میں جب موقع ملتا۔ تو دکان کے دروازے پر پردہ چھوڑ کر نفل پڑھنے کھڑے ہوجاتے۔ تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے۔ کہ کئی سو نفل پڑھنا روزانہ معمول تھا۔ دکان کیا تھی۔ عبادت خانہ تھا۔ بازار تجارت میں اشغال ریاضت کا رنگ جما رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گوشہ بیابان یا غار کوہ میں بیٹھ کر یاد خدا میں مصروف رہنا بڑا کمال ہے۔ لیکن جہاں عبد و معبود کے معاملے میں کوئی تیسرا امر حارج ہونے کے لئے موجود ہی نہیں۔ وہاں خود بخود یکسوئی میسر ہے۔ ایسی یکسوئی کے حصول میں کیا کمال ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ بازار میں بیٹھ کر خدا کی یاد غالب رہے۔ تعلقات کے عین محاصرے میں پڑ کر ماسوی اللہ سے اپنے آپ کو بے تعلق رکھے۔ اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہمہ تن اور بدل وجان مصروف رہے۔ سعدی ؎

گرت مال وجاہ ست و زرع و تجارت   چو دل با خدا ست خلوت نشینی

نفس کشی کی یہ حالت تھی۔ کہ چالیس سال تک شہد کھانے کو جی چاہتا رہا۔ مگر جی کی یہ آرزو پوری نہ کی۔ خوف حق کا یہ حال تھا۔ کہ فرمایا میں نہیں کئی بار آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہوں۔ کہ مبادا شومی معصیت سے سیاہ ہوگئی ہو۔ ہمدردی بنی نوع اس درجہ تک تھی۔ کہ فرماتے ہیں چاہتا ہوں۔ تمام مخلوق کا غم و الم میرے دل پر ڈال دیا جائے۔ تاکہ وہ بار غم سے سبکدوش ہوجائیں۔ کما قیل ؎

بسانِ چشم کہ گرید برائے ہر عضوے   غمے بہر کہ رسد میکند ملول مرا

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵۷ھ میں وفات پائی۔

صد ہزاراں پادشاہان نہاں   سرفرازانند زانسوئے جہاں

نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں بماند   ہر گدائے نام شاں را برنخواند

لغات۔ مہان۔ جمع مہ بزرگ۔ زانسوئے جہاں۔ ماورائے دنیا۔ عالم غیب۔ قرب حق۔ عالم بالا۔ گدائے۔ فقیر۔ درویش۔ ولی۔

ترجمہ۔ لاکھوں (اقلیم طریقت کے) بڑے بڑے بادشاہ جو اس عالم بالا سے (منصب ولایت پر) سرفراز ہیں۔ ان کا نام رشک حق کی وجہ سے مخفی رہا ہے۔ ہر درویش اہل اللہ

بھی ان کا نام ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مطلب ۔ حق تعالیٰ کے لاکھوں ایسے مستور الحال محبوب و محب دنیا میں موجود ہیں۔ جن کو کوئی نہیں جانتا وہ عوام الناس کے سے لباس میں لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں۔ اور قصداً اپنی حالت کو مخفی رکھتے ہیں حق تعالیٰ کو ان کے ظہور و بروز پر اس لئے رشک ہے۔ کہ وہ نہیں چاہتا۔ کہ میرا محبوب لوگوں میں محبوب و منظور ہو جیسے کہہ چکا ہے۔ اولیائی تحت قبائی لا یعلمھم سوائی یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ وکما قیل ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

یہی وجہ ہے۔ کہ اولیائے کاملین عموماً اظہار خوارق سے مجتنب رہتے ہیں۔ اور اپنے اشغال و اعمال کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ ابو علی دقاق رہ نے شیخ سہل ابن عبداللہ تستری قدس سرہ کے بارے میں کہا۔ کہ وہ کرامات و خوارق کے مخزن تھے۔ مگر اپنے حال کو از حد چھپاتے تھے۔ اور کسی پر اپنے احوال کا اظہار پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ سوداگروں کی طرح ایک بڑا گچھا کنجیوں کا اپنے ساتھ رکھتے۔ تاکہ لوگ سمجھیں۔ کوئی سیٹھ ساہوکار ہے۔ زر پرست ہے۔ دنیا دار ہے۔ حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عیار جوانمرد ملا۔ جو اپنے پیشے میں بڑا طرار تھا۔ اور کلمات حکم میں بھی ہشیار تھا۔ حضرت حمدون نے پوچھا۔ بتاؤ۔ جوانمردی کیا ہے۔ اس نے کہا میری جوانمردی یہ ہے۔ کہ قبائے معصیت اتار دوں۔ اور مرقع طریقت پہن لوں۔ اور مراتب کمال کو پہنچوں۔ اور آپ کی جوانمردی یہ ہے۔ کہ مرقع طریقت کو اتار ڈالیں۔ تاکہ مخلوق آپ پر اور آپ مخلوق پر فریفتہ نہ ہوں۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مصیبت کا رونا رویا۔ فرمایا۔ مکہ شریف میں جاؤ۔ مسجد خیف میں تم کو ایک بزرگ ملیں گے۔ ان سے دعا کراؤ۔ یہ شخص وہاں پہنچا۔ ایک بزرگ وہاں بیٹھے ملے۔ عصر کے وقت ایک اور سفید پوش بزرگ تشریف لائے۔ جن کی تعظیم کے لئے یہ بزرگ اور سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ عصر کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور وہ نو وارد سفید لباس بزرگ چلے گئے۔ اب سائل نے موجودہ بزرگ سے اپنا مدعا کہا۔ انہوں نے دعا کی۔ پھر پوچھا۔ میرا پتہ تم کو کس نے دیا۔ اس نے کہا۔ خواجہ حسن بصری نے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں؟ وہ ہم کو رسوا کرتے ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی ان کو رسوا کریں گے۔ ہاں میاں تمہیں معلوم ہے۔ یہ سفید لباس بزرگ کون تھے۔ یہ خواجہ حسن بصریؒ تھے۔ ہر روز ظہر کی نماز بصرہ میں پڑھتے ہیں۔ اور عصر کی نماز مسجد خیف میں ادا کرتے ہیں۔ غرض اہل اللہ اپنے احوال کو مخفی رکھا کرتے ہیں۔ شیخ سعدی رہ نے ان کے بارے میں ٹھیک کہا ہے ؎

بسر وقت شان خلق کے رہ برند کہ چوں آب حیواں بظلمت درند

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں باد بر جان و روانِ پاک شاں

ترجمہ ۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت اور خوشنودی ہر وقت ان کی جان اور روح پاک پر ہو۔

مطلب ۔ یہ شعر رضی اللہ عنہم۔ اور رحمۃ اللہ علیہم کا مجموعی ترجمہ ہے۔ رضی اللہ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ اور رحمۃ اللہ اولیاء عظام کے اسماء کے ساتھ لکھنے اور بولنے کا رواج ہے۔ چونکہ اوپر پہلے انبیا کا پھر اولیا کا

ذکر ہو چکا ہے۔ ممکن ہے یہ دونوں کلمے بطور لف ونشر ان دونوں جماعتوں کی طرف الگ الگ راجع ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ مجموعی طور پر دونوں کی طرف اشارہ ہو۔

حقِ آں نُورو حقِ نُورانیاں کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں

ترجمہ۔ قسم ہے اس نور کی اور قسم ہے ان نورانی بزرگوں کی جو اس بحر (نور) کی گویا مچھلیاں ہیں۔

مطلب۔ بحر نور کی مچھلیوں سے اہل اللہ کاملین مراد ہیں۔ اور ان کو مولانا کئی جگہ مچھلیوں سے تشبیہ دے چکے ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح مچھلی کثرت آب سے خوش ہوتی ہے۔ اور پانی سے کسی حد تک سیر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی طرف سے هل من مزيد کا تقاضا ہوتا رہتا ہے۔ غنی رہ ؎

عاشق بفنا سیر ز معشوق نگردد ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد

اسی طرح اہل اللہ مراتب تقرب میں کسی حد تک بس نہیں کرتے۔ دوسرے لوگ ایسے ہیں۔ جیسے غیر ماہی آبی جانور یعنے مثل غوک (مینڈک) کہ پانی مل جائے تو بھی خوب۔ نہ ملے تو بھی پروا نہیں۔ یا مثل دیگر حیوانات ہیں جن کے لئے پانی میں غرق ہونا پیام موت ہے۔ انہی تین قسم کے لوگوں کے بارے میں مولانا دیباچہ مثنوی میں فرما چکے ہیں ؎

ہر کہ جز ماہی ست زابش سیر شد ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد

یعنے (۱) ماہی اولیاء اللہ جن کو آب تقرب پر کسی حد تک قناعت نہیں (۲) غیر ماہی۔ آبی جانور۔ غوک وغیرہ جو دوام آب وکثرت آب سے بے نیاز ہیں۔ یہ عامہ مسلمین ہیں (۳) بے روزی جن کو دریائے تقرب میں زندگی بسر کرنا نصیب ہی نہیں۔ بلکہ راہِ سلوک ان کے لئے بمنزلہ موت ہے۔

انتباہ۔ "حق نورانیاں" کے کلمے سے اہل اللہ کی قسم کھانے پر یہ اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ کہ غیر اللہ کی قسم کھانی غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اس نور سے نورِ حق مراد ہے۔ اور ان حضرات کو اس نور سے انتہا کا تلبس ہے۔ اس لئے ان کی قسم کھانا بمنزلہ نور خدا کی قسم کھانے کے ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ چونکہ مولانا رح پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے۔ اور اسی کو بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے ان نورانیوں کو اصطلاحاً عین حق سمجھ کر ان کی ہی قسم کھالی (کلید)

بحرِ جان وجانِ بحر ار گویمش نیست لائق نامِ نو میجویمش

ترجمہ۔ اس (بحر نور) کو اگر میں بحرِ جاں کہوں (اس لئے کہ جان اس میں غرق ہے) یا اس کو جانِ بحر کہوں (اس لئے کہ سمندر کے ساتھ اس کو وہی نسبت ہے جو جان کو جسم کے ساتھ) تو بھی لائق نہیں (کیونکہ اس کی ذات ان ناموں سے بھی اعلیٰ ہے۔ لہذا) میں اس کے لئے کوئی اور نیا نام تلاش کروں گا۔ سعدی رہ ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ ایم وشنیدیم وخواندہ ایم

دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر

ماہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

حقِ ایں آنے کہ ایں وآں از دست   مغزہا نسبت بدو باشند پوست

لغات۔ آن عربی میں بمعنے وقت۔ لمحہ۔ دقیقہ۔ فارسی میں بمعنے ملکیت جیسے کہتے ہیں۔ ایں چیز از آنِ من ست بعض شارحین نے اس شعر میں آن کے معنے وقت کے سمجھے ہیں۔ مگر ہمارے خیال ناقص میں اس کے معنے ملکیت کے موزون ہوں گے۔ کہ این وآن از وست کا محاورہ اسی کا مستدعی ہے۔ **صنائع**۔ آں بمعنے ملکیت اور آں بمعنے اسم اشارہ میں تجنیس تام۔

ترجمہ۔ قسم ہے (حق تعالےٰ کی) اس ملکیت (واسعہ) کی کہ یہ اور وہ (ہر چیز) اسی سے ہے (دوسرے لوگوں کی ملک اور تصرف اگر اپنی پختگی کے لحاظ سے بمنزلہ) مغز بھی (ہوں۔ تو) اس کے مقابلے میں (گویا نرے) چھلکے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے ؎

ملک ملک اوست فرمان آنِ او   کمتریں سگ بر درِ آں شیطانِ او

کہ صفاتِ خواجہ تاش ویارِ من   ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من

ترجمہ۔ کہ میرے ساتھ کے غلام اور (میرے) یار کے اوصاف میرے اس بیان سے بھی سو گنا زیادہ ہیں۔

مطلب۔ اوپر سے جو قسموں کا ایک طویل سلسلہ چلا آتا تھا جس میں غلام کی زبان سے مولانا نے نور احدیت کی قسموں کے ضمن میں ان خاصان حق کے احوال و اوصاف مجملاً ذکر کئے ہیں۔ جو اس نور کے مظہر تھے۔ یہ اس قسم طویل کے بعد جواب قسم ہے۔ کہ میں نے جو اس غلام ذکی کی تعریف کی ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں کی۔ بلکہ وہ اس سے بھی سو گنا زیادہ مستحق مدح وثنا ہے۔ کما قیل ؎

اگر بمدح وثنا ہر کسے ستودہ شود   تو آنکسی کہ ستودہ بہ تست مدح وثنا

آنکہ میدانم ز وصفِ آں ندیم   باورت ناید چہ گویم اے کریم

لغات۔ ندیم ہمنشیں۔ مصاحب۔ شریک مجلس۔ باور۔ یقین۔ کریم۔ بزرگ۔ سخی۔

ترجمہ حضور! اس ہم نشیں (غلام خواجہ تاش) کے اوصاف جو کچھ مجھے معلوم ہیں۔ کیا بیان کروں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ (لہذا خاموشی بہتر ہے) بقول کسے ؎

خامہ شکستیم و لب بستیم از تعریف دوست   کاں نہ در تحریر ما گنجد نہ در تقریر ما

شاہ گفت اکنوں ازانِ خود بگو   چند گوئی آنِ این وآنِ او

لغات۔ ازانِ خود اپنے طرز و انداز میں سے اس شعر میں آں تینوں جگہ بمعنے طرز و انداز ہے۔ آنِ ایں۔ اس کا حال۔ آنِ او۔ اُس کا حال۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا اب اپنے حالات میں سے بھی کچھ بیان کرو۔ اس کے اور اُس کے (یعنے غیروں کے) احوال کب تک ذکر کرتے جاؤ گے۔

تو چہ داری وچہ حاصل کردۂ — **از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ**

لغات تگ۔ تہ۔ سطحِ زیریں۔ آوردۂ۔ برآوردۂ۔ تو باہر نکال لایا ہے۔

ترجمہ (کچھ تو بتا کہ) تو کیا ہنر رکھتا ہے اور کیا حاصل کیا ہے۔ دریا (کمالات) کی تہ سے کیا موتی نکال کر لایا ہے۔

روزِ مرگ ایں حسِ تو باطل شود — **نورِ جاں داری؟ کہ یارِ دل شود**

ترجمہ۔ موت کے دن تیری یہ حسِ ظاہری تو باطل ہو جائیگی کچھ نورِ جان (حسِ باطن) بھی تجھے حاصل ہے کہ نہیں جو وہاں دل کا رفیق ہوگا۔

مطلب۔ قوائے بدنیہ ظاہرہ یہ مرنے کے بعد بیکار محض ہیں۔ وہاں قوائے روحانیہ باطنیہ کام دیں گے۔ بیان کر کہ تجھے یہ لطائف روحانیہ حاصل ہیں یا نہیں؟ سعدی رح ؎

اگر ہوشمندی بمعنے گرائے — کہ معنے ز صورت بماند بجاے

در لحد کیں چشم را خاک آگند — **ہست آنچہ گور را روشن کند؟**

ترجمہ۔ لحد کے اندر جو اس چشمِ ظاہر کو مٹی بھر دے گی۔ (تو پھر کچھ دکھائی نہ دیگا) کیا وہ (سامان) بھی تیرے پاس ہے؟ جو قبر کو روشن کر دے۔

مطلب "چشم را خاک آگند" سے صرف خاک میں دفن ہونا مراد ہے۔ یعنے جب تم تاریک قبر میں جاؤ گے تو وہاں شمعِ اعمال کی ضرورت ہے۔ جو وہاں روحانی راحت روشنی پھیلا دے۔ چنانچہ شمع اور اس کی روشنی بھی استعارہ ہے۔ نیک اعمال اور ان سے بطور نتیجہ حاصل ہونے والے سامان راحت سے ورنہ یہاں آنکھ میں مٹی پڑ جانے سے بمعنے حقیقی آنکھ کا خاک آلود ہو کر بے بصر ہونا مراد نہیں۔ نہ عالمِ برزخ میں آلاتِ حواسِ ظاہر کے فنا یا متضرر ہونے سے حواسِ روحانیہ میں کوئی نقور آ سکتا ہے۔ اور نہ وہاں ظاہری چراغ یا شمع مفید ہیں۔ پس سامان روشنی سے بھی توشۂ عقبےٰ مراد ہے۔ صائب ؎

توشۂ راہ ازیں عالمِ فانی بردار — کہ ہمیں با تو ز اسبابِ سفر خواہد ماند

آں زماں کیں دست و پایت بر دَرَد — **پر و بالت ہست؟ تا جاں بر پَرَد**

ترجمہ۔ جس وقت تیرے ہاتھ پاؤں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ (کیا اس وقت کے لیے) تیرے پاس (کمالاتِ روحانیہ کے) بال و پر ہیں؟ تاکہ (ان کی مدد سے) روح (اوجِ قرب کی طرف) پرواز کر سکے۔

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار — **مُستعار آں را مداں اے مستِ عار**

لغات۔ یارِ غار۔ گہرا دوست۔ یار مخلص پہلے کسی حصے میں اس لفظ کی تشریح گزر چکی ہے۔ مستعار

عاریت کی چیز۔ مانگی ہوئی چیز۔ مست عار۔ مغرور۔ سرمست۔ متکبر **صنائع**۔ مستعار اور مست عار میں صنعت تجنیس

ترجمہ۔ اے گھر کے دوست! دل کی روشنی جان کے نور ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اے مغرور! اسکو کوئی مانگی جانے کی چیز نہ سمجھ (لہذا اپنا کہ جان بھی منور ہے یا نہیں)۔

مطلب۔ دل کی روشنی خود اپنی روحانی روشنی سے پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اپنا گھر اپنے ہی چراغ سے روشن ہو سکتا ہے۔ اگر چاہو۔ کہ اپنا چراغ خاموش رہے۔ اور پڑوس کے چراغ کی روشنی غنیمت سمجھو تو اس طرح کام نہیں چلتا۔ کسی پیر کامل کی مدد سے خود اپنے چراغ کو روشن کرو۔ خود اپنے اندر روحانی روشنی پیدا کر۔ اے غلام کیا تیرے اندر خود اپنا روحانی نور ہے یا نہیں؟

آزماں کیں جانِ حیوانی نماند ۔۔۔ جانِ باقی بایدت برجا نشاند

لغات۔ جانِ حیوانی۔ روح حیوانی۔ یا روح طبعی۔ جو اطبا کی موضوع بحث ہے۔ یعنے وہ بخار لطیف جو لطافت اخلاط سے دل میں پیدا ہو کر شرائین کے واسطے سے تمام اعضائے جسم میں منتشر ہوتا ہے۔ اور اعضا میں اس سے حیات واستعداد۔ قبول حس وحرکت تغذیہ وتنمیہ اور تولید مثل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ماند بمعنے نخواہد ماند یعنے صیغہ ماضی بمعنے مستقبل۔ جان باقی۔ روح انسانی۔ جو تصوف وطریقت کی موضوع بحث ہے۔ اور انوار غیب کی مہبط۔

ترجمہ۔ جس وقت یہ جان حیوانی (جو مبدء حس وحرکت ہے) نہیں رہے گی۔ تو اس وقت جان باقی کو (جو انسان کا جوہر خصوصی ہے۔ اس کی) جگہ پر بٹھانا چاہیے۔

مطلب۔ حیات دنیا کا مدار روح حیوانی پر ہے۔ اور موت کے ساتھ روح حیوانی فنا ہو جاتی ہے۔ مگر روح انسانی قائم رہے گی۔ جس پر ثواب وعقاب کے آثار مؤثر ہوں گے۔ فرماتے ہیں۔ کہ موجودہ زندگی کے خاتمہ سے روح حیوانی تو نابود ہو جائے گی۔ اسوقت تم کو جان باقی مقام الحق اور روح کامل کو اس کی جگہ بٹھانے اور زندہ بحیات روحانی ہونے کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ قیامت میں قرب حق حاصل ہو سکے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے ؎

گر نہ رفتی بجاں بر آسماں
کمتر از حیواں شدی ایں را بخواں

بادشاہ نے یہاں تک تکمیل روح کی ضرورت بیان کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن مجید سے بھی تکمیل روح کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

شرطِ مَن جَا بِالحَسَن نے کردن ست ۔۔۔ بل حسن را سُوے حضرت بُردن ست

لغات۔ جا بالحسن اقتباس ہے اس آیت سے مَن جَاءَ بِالحَسَنَةِ فَلَهُ عَشرُ اَمثَالِهَا۔ من جاء الخ شرط ہے فلہ عشر الخ اس کی جزا۔ شرط سے یہاں یہی شرط مراد ہے۔ کردن۔ عمل میں لانا۔ حسن۔ حسنہ۔ نیکی۔

ترجمہ۔ مَن جَاءَ بِالحَسَنَةِ (جو شخص لائے نیکی) کی شرط سے (اس نیکی کا) کرنا (مقصود) نہیں بلکہ نیکی کو حضور حق کیطرف لے جانا (مقصود) ہے

مطلب - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا - جو شخص ایک نیکی عمل میں لائے اس کے لیے دس گنا اجر ہے - مولانا فرماتے ہیں - کہ دس گنا اجر کا ملنا جس نیکی کی شرط سے مشروط ہے - اس کا صرف کرنا ہی مراد نہیں - بلکہ خدا کے حضور میں لانا مراد ہے - چنانچہ جاء بہ کے لفظی معنے بھی یہی ہیں - کہ اس کو لایا پس استحقاق ثواب نیکی کے صرف عمل سے پیدا نہیں ہوتا - بلکہ عمل کے بعد اس کو آگے لے جانے سے پیدا ہوتا ہے

ایک اعرابی نے کی بیٹے کو پند — اے میرے فرزند نیک وارجمند
جائیں گے جب لوگ پیش ذوالجلال — اور ہوا عمال کی نسبت سوال
پوچھیں گے تم لائے کیا اعمال ہو؟ — یہ نہ پوچھیں گے کہ کس کے لال ہو؟

اب یہ دیکھنا ہے - کہ کیا اعمال بنفسہٖ وہاں ساتھ جا سکتے ہیں - یا عمل کرنے والی کی روح کے ساتھ ان کا اثر جائیگا - چنانچہ فرماتے ہیں -

جوہرے داری زانساں یا خری؟ — کہ عَرَضہا کہ فنا شد چوں بری

لغات - جوہر - معرب گوہر - موتی - جواہرات - کوئی قیمتی چیز - ہنر - خوبی - کمال - روح - خلاصت - اصطلاح میں وہ چیز جو قائم بالذات ہو - اور اپنے وجود میں کسی چیز کی محتاج نہ ہو - خری میں یائے خطاب ہے - یعنے خرہستی کیا تو گدھا ہے - عرض - ضد جوہر - یعنے وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو - بلکہ اپنے وجود کے لئے کسی دوسری چیز کی محتاج ہو - جیسے رنگ مقدار وغیرہ -

ترجمہ - تم انسان (ہونے) کا جوہر بھی رکھتے ہو - (جو اعمال حسنہ سے پیدا ہوتا ہے) یا (نرے) گدھے ہو - (یہ جوہر انسانیت یعنے روح کامل ہی حضور حق میں جا سکے گی - کیونکہ اعمال تو محض اعراض ہیں) یہ اعراض جب فنا ہو گئے - تو کیونکر لے جا سکو گے -

مطلب - گدھے سے مراد مطلق حیوان ہے - یعنے حیوان مکلف باعمال نہیں ہے - انسان مکلف باعمال ہے - اور اعمال سے انسانیت و روحانیت مکمل ہوتی ہے - جو شخص اعمال حسنہ اختیار نہ کرے - وہ گویا اپنے آپ کو حیوانات کے درجے میں رکھتا ہے - لہذا فرماتے ہیں - کہ تم جو حضور حق میں جاؤ گے - تو اعمال کے ساتھ موصوف بانسانیت ہو کر جاؤ گے - یا اعمال سے خالی محض ایک حیوان کی حیثیت سے جاؤ گے - پس اعمال کے ذریعے سے اپنی روح کو کامل اور سنوار کر کے لے جانا ہی گویا اعمال حسنہ کا لے جانا ہے - ورنہ نفس اعمال حسنہ کوئی لے جانے کی چیز نہیں ہے - وہ تو محض عرض ہیں - کہ عمل میں آئے - اور فنا ہو گئے - ہاں ان کا اثر روح پر رہ جاتا ہے - اور روح مکمل ہو کر عالم عقبے میں جاتی ہے - یہی اعمال کا وہاں جانا ہے - آگے بھی بادشاہ اسی کے متعلق کہتا ہے -

ایں عَرَضہائے نماز و روزہ را — چونکہ لَا یَبْقٰی زَمَانَیْنِ اِنْتِفَا

لغات - انتفا نابود ہو گیا - معدوم ہو گیا - جاتا رہا - **صنائع** عرضہا مضاف نماز و روزہ مضاف الیہ را علامت اضافت -

ترجمہ - چونکہ (اعراض) دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتے - اس لئے یہ نماز و روزہ کے اعراض نابود ہو جاتے ہیں (پھر بعینہٖ عقبے میں کیونکر جا سکتے ہیں)

مطلب - متکلمین کے نزدیک یہ مسلم ہے - کہ العرض لا یبقیٰ زمانین یعنی عرض دو زمانوں یعنی دو آنوں میں باقی نہیں رہتی - بلکہ ہر آن میں تجدد پذیر رہتی ہے - جو عرض آن سابق میں موجود تھی - وہ آن لاحق میں معدوم ہو جاتی ہے - اور اس کی مثل بابقائے حقیقت حادث ہو جاتی ہے - اس سے شاہ موصوف نے اس بات پر استدلال کیا ہے - کہ یہ اعراض عالم عقبےٰ میں نقل نہیں ہو سکتے (بحر العلوم)

سوال - نماز - روزہ وغیرہ طاعات اور قرآن و سورہ قرآنیہ کے متعلق بہت سی ایسی احادیث آئی ہیں - جن سے ان کا قبر کے اندر میت کی حمایت کرنا - منکر و نکیر سے گفتگو کرنا اور آخرت میں خدا کے سامنے شفاعت کرنا ثابت ہوتا ہے - اگر بیان بالا کے مطابق اعمال کا عالم برزخ اور عالم عقبےٰ میں جانا صحیح نہ ہو - تو پھر ان روایات کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب بادشاہ کی تقریر تحقیقی نہیں ہے - کہ اس میں رفع اشتباہ کی ضرورت ہو - بلکہ مغالطہ پر مبنی ہے - اس کا تحقیقی جواب خود غلام کی جوابی تقریر میں آئے گا - یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیے - کہ ہر چیز کی حیثیت ظاہری اور ہوتی ہے - اور اس کی حقیقت نفس الامری اور - طاعات و عبادات کی بھی حیثیت ظاہری الگ ہے - اور ان کی حقیقت جدا گانہ ہے پس بندے سے ان اعمال کا صدور یہاں بکیفیت ظاہری ملحوظ ہے - اور اس کیفیت سے اس کا منقول و محشور ہونا ضروری نہیں - کیونکہ وہ محض حرکات و سکنات ہیں - جو وقوع میں آتے ہی منتفی ہو گئے - اور یہ اعمال عالم برزخ یا عالم آخرت میں جو متمثل و موجود ہوں گے - تو باعتبار اپنی حقیقت کے ہوں گے - اور ان کی حقیقت بے شبہ فی نفسہ ثابت اور متحقق ہے - فلا اشکال مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں - کہ جوہریت اور عرضیت ذاتیات حقائق سے نہیں ہے اور نہ لوازم ماہیات سے ہے - کہ حقیقت واحدہ کا انتقال عرضیت سے جوہریت کی طرف محال ہو - اور اس کو قلب حقائق کہا جائے - بلکہ حقائق مواطن مختلفہ میں موجود و ظاہر ہوتے ہیں - پس اعمال کے حقائق اس جہان میں صاحب عمل کے ساتھ قائم ہونے والی اعراض ہیں - اور یہی حقائق عالم آخرت میں جواہر بن کر موجود ہو جائیں گے - بلکہ اس وقت بھی جواہر کی صورت میں موجود ہیں - جیسے کہ احادیث میں واقع ہے - کہ تسبیح غرس ہے - اغراس جنت سے اور نصوص قرآنیہ بھی شاہد ہیں - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - والباقیات الصٰلحٰت اور اعمال صالحہ باقی ہیں - ھل تجزون الا بما کنتم تعملون - پس جزا عین عمل ہے - ووجدوا ما عملوا حاضرا - پس عین اعمال کو وہاں حاضر پائیں گے اعراض کے جوہر ہونے کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں - جو فلاسفہ مشائین کے اس قول کے مقلد ہیں - کہ جوہر ایک حقیقت ذاتی ہے - اپنے افراد کی - اور عرض کا مفہوم بھی افراد اعراض کے لوازم سے ہے خارج میں - پس یہ انکار کوئی اعتبار نہیں رکھتا - اور اس انکار میں مخبر صادق کی تکذیب ہے - لیکن چونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے - لہذا یہ انکار منجر بکفر نہیں ہو سکتا - دوسری حقائق کا وجود اس طریق پر ہے - کہ کسی جگہ کسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے - اور کسی جگہ کسی صورت میں - چنانچہ عصائے موسےٰ کی ایک حقیقت خاص ہے - جو کبھی لکڑی کی صورت میں نظر آتی ہے - اور کبھی اژدہے کے روپ میں - اور یہ دونوں صورتیں نفس الامر میں ہیں - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ - ہم اس کو پھر سابقہ سیرت پر لے آئیں گے - یہاں حقیقتہ الاولیٰ نہیں کہا - علیٰ ہذا باقی اکثر حقائق پر قیاس کر لو - انتہیٰ بادشاہ وہی اپنی بات کہہ رہا ہے -

نقل نتواں کرد مر اغراض را　　　　لیک از جوہر برند اَمراض را

ترجمہ - (پس) اعراض کو (ایک جگہ سے دوسری جگہ) نقل نہیں کر سکتے - (کیونکہ اس کے لئے بقا ضروری ہے - اور وہ منتفی ہے) ہاں (یہ اعراض طاعات) جوہر (روح) سے امراض (معاصی) کو دُور کر دیتے ہیں -

تا مبدّل گشت جوہر زیں عرض — چوں ز پرہیز کہ زائل شد مرض

ترجمہ - یہاں تک کہ اس عرض سے جوہر (روح روحانی فساد سے) مبدّل (بفلاح) ہو گیا - جیسے کہ پرہیز سے مرض زائل ہو جاتا ہے -

مطلب - اوپر سے یہ بات چلی آتی ہے - کہ اعراض کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے - البتہ وہ اپنے محل کے نقائص و معائب کا ازالہ کر سکتے ہیں - اب فرماتے ہیں - ان اعراض کے اس اثر تبدیل و تغیر سے ان کا محل جو جوہر ہے - منقلب بصحت ہو جاتا ہے - پھر اس کی ایک مثال پرہیز سے دی ہے - جو ایک عرض ہے مگر جسم سے مرض کو دُور کر دیتا ہے - آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں -

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد — شد دہان تلخ از پرہیز شہد

ترجمہ - پرہیز (جو کہ) عرض (ہے) کوشش کی بدولت جوہر (کو مکمل کرنے والا) بن گیا - (جیسے کہ صفرا کی وجہ سے کڑوا (ہو جانے والا) منہ (جو جوہر ہے محرکات و مولدات صفرا سے) پرہیز (کرنے) کی وجہ سے (لذت صحت سے) مثل شہد (شیریں) ہو گیا -

از زراعت خاکہا شد سُنبلہ — دارُوے مُو کرد مُو را سِلسِلہ

لغات - زراعت - کھیتی - کاشتکاری - سنبلہ - بالی - خوشہ - دارُوے مُو - بالوں کو بڑھانے والی دوا - سلسلہ - دراز - مسلسل -

ترجمہ - کاشتکاری (کا کام ایک عرض ہے - اس عرض) سے اجزائے زمین (جو جوہر ہیں) خوشہ بن گئے - بالوں (میں ملنے) کی دوا (کا استعمال ایک عرض ہے - اس عرض) نے بالوں کو (جو جوہر ہیں دراز کر دیا)

آں نکاح زن عرض بُد شد فنا — جوہر فرزند حاصل شد زما

ترجمہ - (اسی طرح) عورت سے جماع (کرنا) ایک عرض تھا - جو فنا ہو چکا (مگر اس کی وجہ سے) جوہر فرزند ہم سے حاصل ہو گیا -

جُفت کردن اسپ و اُشتر را عرض — جوہر کُرّہ بزائیدن غرض

لغات - جفت کردن - نر کو مادہ پر ڈالنا - اشتر - اونٹ - یہ لفظ بعض دیگر نسخوں میں بسین مہملہ ہے - اس کے معنے خچر کے ہیں - مگر یہ ٹھیک نہیں - کیونکہ خچر کی جفتی متعارف نہیں کرتہ - بچھیرا - اونٹ کا بچہ -

ترجمہ (اسی طرح) گھوڑے (کو گھوڑی سے) اور اونٹ کو (اونٹنی سے) جفت کرنا عرض ہے (اور اس سے) بچہ پیدا ہونا مطلوب (ہے) جو جوہر ہے۔

هشت آں بستاں نشاندن هم عرض　　گشت جوهر میوه اش اینک غرض

ترجمہ۔ (علیٰ ہذا) باغ کا لگانا عرض ہے۔ اس کا میوہ جوہر (ہے) یہی مقصود (ہے)

هم عرض داں کیمیا بردن بکار　　جوهرے زاں کیمیاگر شد بیار

ترجمہ۔ کیمیا (کی ترکیب) کا استعمال عرض سمجھو۔ اس کیمیاگر سے جوہر (سیم وطلا) یار (لوگوں) کو ہاتھ آگیا۔

صیقلی کردن عرض باشد شہا　　زیں عرض جوهر همے زاید صفا

لغات صیقلی لوہے کی چیز کو جلا کرنا۔ چمکانا۔ زنگ صاف کرنا۔ شہا۔ اے بادشاہ۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ خود بادشاہ تو غلام سے خطاب کر رہا ہے۔ پھر وہ غلام کو بادشاہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ مجازاً ایسا کہہ دیتے ہیں۔ جیسے کسی ہمرتبہ کو بھی غریب پرور بندہ نواز کہہ دیتے ہیں۔

ترجمہ۔ شاہ صاحب! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے۔ اس عرض سے جوہر (اپنے اندر) صفائی پیدا کر لیتا ہے۔

پس مگو که من عملها کرده ام　　دخل آں اعراض را بنما مرم

لغات۔ دخل۔ آمدنی۔ ثمرہ۔ منافع۔ مَرَم امر ہے۔ رمیدن سے مت بھاگ۔ مت ٹلو۔

ترجمہ۔ پس یہ فضول دعوے نہ کرو کہ میں نے عمل کئے ہیں۔ ان اعراض کا ثمرہ (دکھا سکتے ہو تو) دکھاؤ (اس سے) گریز نہ کرو۔

مطلب۔ جب ثابت ہوا کہ اعمال خود ساتھ جانے کی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ذریعہ سے روح کامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اندر وہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ جائیں گے۔ اور اس کے لئے مسرت ابدی کا باعث ہوں گے۔ پس محض بجا آوری اعمال کا دعویٰ فضول ہے۔ ان کے ذریعہ اگر روح میں کچھ کمال پیدا ہوا ہے۔ یا وہ صفات خصوصیہ اس کے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ تو دکھاؤ۔ صائبؒ

بنماے بصاحب نظرے جوہر خود را　　عیسےٰ نتواں گشت، بتصدیق خرے چند

ایں صفت کردن عرض باشد خمش　　سایۂ بز را زپئے قرباں مکش

ترجمہ۔ اس طرح (محض عمل) کرنا عرض ہے (اور اتنی سی بات پر دعوے کمال فضول ہے) خاموش رہو۔ قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح (کرنے کی کوشش) نہ کرو۔

مطلب صرف عمل وفعل سرمایہ کمال نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اثر ونتیجہ مقصود ہے۔ جو روح پر نمایاں ہوتا ہے۔ عمل وفعل تو ایک ریاکار بھی کرتا ہے۔ اگر مطلق عمل مفید ہوسکتا۔ تو مرائی کا عمل بھی مفید ہوتا۔ غرض عمل تو ایک عرض ہے۔ اس پر مدار فخر رکھنا فضول ہے۔ جیسے بکری کے سالے کی قربانی کرنے کے لئے اس پر چھری چلانا ایک لغو کام ہے۔ یہ ترجمہ اور مطلب بدیں اعتبار ہے۔ کہ این صفت کے معنے اس طرح کے ہوں۔ اور کردن سے مراد عمل ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ یہاں صفت کردن بمعنے مدح کردن مراد ہو۔ اور "این" سے غلام کی اس مدح کی طرف اشارہ ہو۔ جو وہ غلام ذکی کے حق میں کر رہا ہے۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کہ تم جو غلام ذکی کی یہ مدح وثنا کر رہے ہو۔ یہ محض ایک عرض اور بے بود امر ہے۔ ان لایعنی باتوں سے کیا فائدہ بلکہ کمال روحانی حاصل کرو۔ اور اگر کر چکے ہو۔ تو دکھاؤ۔

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست　　گر تو فرمائی عرض را نقل نیست

لغات ۔ قنوط = ناامیدی۔ یاس۔ **ترکیب** گر تو فرمائی الخ شرط مؤخر۔ این اور قول مبتدا مقدر اور بے قنوط عقل نیست خبر مل کر جزائے مقدم ہوئی۔ شرط وجزا مل کر جواب ندا ہوا۔

ترجمہ ۔ (غلام نے) کہا حضور! اگر آپ یہ فرماتے ہیں۔ کہ عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جائی جا سکتی۔ تو (یہ بات عام لوگوں کی) عقل کے لئے ناامیدی سے خالی نہیں۔

مطلب ۔ اگر آپ اعمال کے دوسرے عالم میں منتقل ہونے سے انکار فرماتے ہیں۔ تو اس سے عوام اجر آخرت سے مایوس ہو کر عمل سے دست بردار ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ تو اسی امید پر عمل بجا لا رہے ہیں کہ ان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اور بمقدار وزن اجر ملے گا۔ اگر عمل کا اگلے جہان میں جانا ہی غیر متیقن ہو جائے۔ تو پھر کون عمل کریگا۔ اقبال ؒ ؎

مرگ را ساماں ز قطع آرزوست　　زندگانی محکم از لاتقنطواست

از دمش میرد قوائے زندگی　　خشک گردد چشمہائے زندگی

اس بیت کا مطلب ایک دوسری طرح بھی ہوسکتا ہے۔ یعنے قنوط عقل کو نفی نقل کا نتیجہ قرار نہ دیا جائے۔ جیسے کہ مذکورہ مطلب میں قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ نفی نقل کو قنوط عقل کا نتیجہ ٹھیرایا جائے۔ اس صورت میں تقریر یوں ہوگی۔ کہ حضور یہ جو فرماتے ہیں۔ کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ تو یہ محض عقل عوام کے قصور اور قلت ادراک کا نتیجہ ہے۔ جو امور غیبیہ ماورائے عقل کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہے۔ لہذا اس نے حکم لگا دیا۔ کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ صائبؒ ؎

از رہِ عقل بجائے نرسیدیم　　پیچیدہ تر از راہ بود راہبر ما

پادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست　　ہر عرض کاں رفت باز آیندہ نیست

ترجمہ ۔ بادشاہ سلامت! (یہ بات) بندہ کی یاس کے سوا (اور کچھ نتیجہ دینے والی) نہیں (کہ) جو عرض جاتی رہی وہ واپس آنے والی نہیں۔

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر　　فعل بودے باطل و اقوال قشر

لغات ۔ حشر = دوبارہ زندہ ہونا مراد قیامت میں حاضر کیا جانا۔ قشر = چھلکا مراد فضول

ترجمہ - اگر عرض (عمل) کا (اگلے) جہان میں جانا اور حاضر کیا جانا (مسلمہ) نہ ہو۔ تو ہر فعل بیکار اور اقوال فضول ہوتے۔

مطلب - حالانکہ دنیا میں جو نیک اعمال و اقوال وقوع پاتے ہیں۔ وہ بیکار اور بے سود نہیں ہوتے۔ جیسے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ نیک آدمی کے اعمال ایک پری پیکر کی شکل میں نمودار ہو کر اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اوپر لے جاتے ہیں۔ اور ذکر کا جو کلمہ نیک آدمی کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ ایک بہشتی پرندہ بن کر اڑتا ہے۔ اور مشکوٰۃ میں مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال سبحان اللہ العظیم وبحمدہ غرست له نخلة فی الجنة۔ یعنے جو شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھتا ہے۔ اس کے لئے ایک کھجور جنت میں لگ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال حسنہ اور کلمات متبرکہ کا وجود دوسرے جہان میں نقل ہوتا ہے۔ لہذا یوں کہنا صحیح ہو گا کہ:۔

این عرضہا نقل شد لونِ دگر ‌ ‌ ‌ ‌ حشرِ ہر فانی بود کونِ دگر

لغات - لون - رنگ - کون - ہستی - وجود -

ترجمہ - ان (تمام) اعراض کی نقل (اس ظاہری ہیئت و کیفیت سے نہیں بلکہ) ایک دوسرے رنگ میں ہو گی - ہر فنا ہونے والے (جوہر و عرض) کا حشر ایک جداگانہ ہستی میں ہو گا -

مطلب - غلام کے قول کی توضیح یہ ہے - کہ حضور نے یہ دعوے کیا ہے - کہ روح ہی حق تعالے کے حضور میں لے جانے کی چیز ہے - نہ کہ اعمال - اور دلیل اس دعوے کی یہ دی ہے کہ اعمال اعراض ہیں - والعرض لا یبقی زمانین فالاعمال لا تبقی زمانین - اور جو چیز دو زمانوں تک باقی نہیں رہ سکتی وہ موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے - اور جو چیز موجود ہوتے ہی معدوم ہو جائے - وہ قابل نقل نہیں - لہذا اعمال قابل نقل و حشر نہیں ہے پس لامحالہ روح ہی قابل نقل ہے - اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہیں - مطلقاً قابل تسلیم نہیں - ہاں فی الشارۃ الاولی مسلم ہے - آپ کے اس خیال کا مبنے کہ اعمال محشور و منقول نہیں ہوں گے - یہ امر ہے - کہ یہ اعراض ہیں - اس لئے فانی و غیر باقی ہیں - مگر یہ مبنے ہی غلط ہے - کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہیں - اور تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں - کہ اعراض غیر باقی نہیں - لیکن یہ کون کہتا ہے - کہ یہ اعراض بوصفِ عرضیت ہی منقول ہوں گے - بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں - کہ یہ اعراض دوسرے رنگ میں یعنے رنگ جوہریت میں منقول و محشور ہوں گے - اور یہ کچھ ضرور نہیں - کہ عرض کا حشر برنگ عرض ہی ہو - گو محال بھی نہیں (کلید ملخصاً)

نقلِ ہر چیزے بود ہم لائقش ‌ ‌ ‌ ‌ لائقِ گلہ بود ہم سائقش

لغات - گلہ - بکریوں یا بھیڑوں کا ریوڑ - سائق - ہانکنے والا - گلہ بان - چوپان - گڈریا -

ترجمہ - ہر چیز کی نقل اس کی لائق (صورت میں) ہو گی - گلے کا ہانکنے والا بھی اس کے لائق ہوتا ہے -

اعمال و اقوال کا حشر و نقل دوسری صورت میں

وقتِ محشر ہر عرض را صورتے ست　　　صورتِ ہر یک عرض را نوبتے ست

ترجمہ - حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی - اور ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (مقرر) ہے -

مطلب - ہر عرض جو اس وقت ہماری نظر میں عرض ہے - اس کے جوہر کی صورت کی اختیار کرنے کی نوبت مقرر ہے - بعض اعراض اس سے پہلے جوہر تھے - بعض اب ایک دوسرے وجود میں (کما فی علم اللہ تعالیٰ) جوہر ہیں - بعض ان کے عالم میں بصورت جوہر محشور ہونگے - جیسے صلہ رحمی ہمارے پیش نظر ایک عرض ہے - مگر وہ ایک دوسرے وجود میں جو اللہ کے علم و نظر میں ہے - اور مخبر صادق نے ہم کو اس کی خبر دی ہے ایسی حالت رکھتی ہے - جو جوہر سے مخصوص ہے - جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله - یعنے رحم عرش سے لٹک رہی ہے اور دعا کرتی ہے - کہ جو میرے تعلق کو قائم رکھے اللہ اس کو خوشحال رکھے - اور جو میرے تعلق کو قطع کرے اللہ اس کو قطع کرے - (مشکوٰۃ)

پس محشر میں بھی بعض اعراض کا حشر بصورت جوہر ہوگا - جیسے کہ اکثر احادیث میں مذکور ہے - اسی طرح اگر اعراض اعمال کا بصورت جوہر محشور ہونا تسلیم کر لیا جائے - تو کیا بعید ہے -

بنگر اندر خود نہ تو بودی عرض ؟　　　جنبشِ جفتے و جفتے با غرض

لغات - بنگر - دیکھ - جنبش - حرکت - جفتے - جوڑا زن و شوہر یا نر و مادہ دونوں کے لئے مستعمل ہے - غرض خواہش - مطلب - مقصد -

ترجمہ - تم خود اپنے آپ کو دیکھو کیا (پیدائش سے پہلے) تم (بمنزلہ) عرض نہ تھے ؟ (چنانچہ) ایک خاوند کی ایک بیوی کے ساتھ (خاص) خواہش کی وجہ سے ایک حرکت (تھی - جو وقوع میں آئی اور اس سے تم پیدا ہو گئے)

مطلب - دور کیوں جاتے ہو - خود اپنے آپ کو دیکھو کہ آپ ایک وقت میں اپنے ابوین کی حرکت جماعی کی علت غائی تھے - جو کہ قائم بالذہن اور موجود فی الموضوع تھی - اور یہی حالت عرض کی ہوتی ہے - اب پیدا ہونے کے بعد جوہر بنے بیٹھے ہیں - جو موجود مستقل فی الخارج لا فی الموضوع ہے - چنانچہ حکماء بھی اس کے قائل ہیں - کہ ہر شے جبکہ موجود فی الذہن ہوتی ہے - تو اس کا وجود اور ہوتا ہے - اور جب وہ موجود فی الخارج ہو جاتی ہے - تو پھر اس کا وجود جداگانہ ہوتا ہے - پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے تھی - وہی نسبت خارج دنیا کو آخرت سے ہے - چنانچہ اعمال اس وقت موجود فی الموضوع ہیں - اور قیامت میں موجود لا فی الموضوع ہو جائیں گے - اور اس میں کوئی استحالہ نہیں - مولانا آگے بھی اسی قسم کے نظائر ذکر کرتے ہیں -

بنگر اندر خانہ و کاشانہا　　　در مہندس بود چوں افسانہا

لغات - کاشانہا - کاشانہ کی جمع - گھر - مکان - مہندس - انجینیر - فن تعمیر کا ماہر - افسانہا مراد خیالات ذہنی

تصویرات۔

ترجمہ۔ اسی طرح گھروں اور محلوں کو دیکھو۔ کہ (پہلے) کس طرح انجینئر کے دماغ (میں) (ان کی) ذہنی تصویرات (موجود) تھیں۔

مطلب۔ ہر عمارت کا نقشہ پہلے انجینئر کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ کہ یوں تعمیر ہوگی۔ یوں ہوگی۔ وہ نقشہ تو عرض ہے۔ پھر وہ تعمیر موجود فی الخارج ہوجاتی ہے۔ یہ جوہر ہے۔ اسی طرح ایک عرض جوہر کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ چنانچہ پہلے انجینئر کے ذہن میں اس عمارت کا نقشہ یوں تیار ہوتا ہے:

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش — بود موزوں صُفّہ و سقف و درش

لغات۔ خوش۔ خوبصورت۔ صُفّہ۔ گھر کا سقّف حصہ۔ سقف چبوترہ۔ دالان۔

ترجمہ۔ کہ فلاں خوبصورت گھر جو ہم نے دیکھا۔ اس کا دالان۔ چھت اور دروازہ موزوں تھے۔ (ہم کو بھی ایسی ہی عمارت تیار کرنی چاہیے)

از مہندس آں عرض اندیشہا — آلت آورد و ستوں از بیشہا

لغات۔ آلت۔ آلہ۔ اوزار۔ سامان مراد ہے۔ ستون۔ تھم۔ کھمبا۔ ترکیب۔ عرض اندیشہا میں اضافت توضیحی ہے۔ بفک اضافت۔ پھر یہ مرکب اضافی مضاف ہے۔ مہندس مضاف الیہ از اضافیہ ہے۔

ترجمہ (پھر) انجینئر کے خیالات کی عرض (اپنی تحریک سے) سامان (تعمیر) اور (لکڑی کے) ستون جنگل سے لائی (اور عمارت بن گئی۔ جو جوہر ہے)

چیست اصل و مایۂ ہر پیشہٗ — جز خیال و جز عرض اندیشہٗ

ترکیب۔ عرض اندیشہ۔ مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔

ترجمہ (ایک فن تعمیر پر کیا منحصر ہے) ہر پیشہ (کو دیکھو اس) کا اصل اور سرمایہ خیال اور عرض فکر کے سوا اور ہے کیا؟

جُملہ اجزائے جہاں را بے غرض — درنگر حاصل نشد جز از عرض

لغات۔ اجزائے جہاں۔ کائنات عالم۔ بے غرض۔ اتباع ہوا کے بغیر۔ درنگر۔ دیکھ اس میں در زائد ہے۔

ترجمہ۔ تمام کائنات عالم کو غرض (نفسانی) کے بغیر (ایک ایک کرکے) دیکھ جاؤ تو معلوم ہوگا کہ کوئی چیز سوائے عرض کے اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔

اوّلِ فکر آخر آمد در عمل — بنیتِ عالم چناں داں در ازل

لغات۔ بنیت بنا۔ بنیاد۔ تعمیر۔ بعض نسخوں میں یہ لفظ نسبت ہے۔

ترجمہ (جس طرح یہاں ایک شئے پہلے فکر (و ذہن میں ہوتی) ہے۔ پھر عمل (اور وجود خارجی) میں (آتی) ہے۔ اسی طرح (بنا) عالم کو ازل میں سمجھو۔ (یا اسی طرح عالم کی نسبت ازل میں سمجھو۔)

مطلب۔ پہلا مصرعہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ اَوَّلُ الْفِکْرِ اٰخِرُ الْعَمَلِ پہلے تجویز پھر عمل۔ غرض تمام ابتدائے عالم ایسی ہی اشیاء سے حاصل ہوئے ہیں۔ جو عرض کے ساتھ مشابہ ہونے کے سبب سے عرض کہلا سکتی ہیں یعنی صورِ علمیہ حق سبحانہ وتعالیٰ۔

میوہا در فکرِ دل اوّل بود ۔۔۔ در عمل ظاہر بآخر مے شود

ترجمہ۔ میوے پہلے دل کے تصور میں ہوتے ہیں۔ آخر میں عمل (کی صورت) میں ظاہر ہوتے ہیں۔

مطلب۔ باغ کا شوقین پہلے اپنے دل میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ اس قطع کا باغ ہو۔ اس میں اتنے چمن ہوں۔ ہر چمن میں اتنے اتنے سیب۔ ناشپاتی۔ انار۔ امرود۔ نارنگی کے درخت ہوں۔ غرض یہ ہو۔ وہ ہو۔ چنانچہ وہ اپنے اس ذہنی نقشے کے مطابق باغ تیار کر لیتا ہے۔ تو گویا عرض جوہر کے رنگ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

چوں عمل کردی شجر بنشاندی ۔۔۔ اندر آخر حرفِ اوّل خواندی

ترجمہ۔ جب تم نے باغ کی بنیاد رکھنے کا کام شروع کر دیا اور درخت لگا دیئے۔ تو (تصور کے) حرف اوّل کو (حصول مقصد کے) آخر (وقت) میں پڑھا۔

مطلب۔ باغ کا تصور گویا نقش تھا۔ اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانا گویا اس نقش کو پڑھنا۔ فرماتے ہیں۔ کہ پھل کھانے کی توقع جو آغاز تصور میں تھی۔ انجام عمل پر پوری ہوئی۔

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست ۔۔۔ آں ہمہ از بہرِ میوہ مرسل ست

ترجمہ۔ اگرچہ اس (میوہ دار درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ مقدم ہیں۔ (مگر) وہ سب (چیزیں) میوہ کے لیے (پہلے) بھیجی جاتی ہیں۔

مطلب۔ اصل مقصد میوہ ہوتا ہے۔ گو وہ آخر میں حاصل ہوتا ہے پہلے اس کے توابع شاخ پتے وغیرہ نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو چیز مقصود ہوتی ہے پہلے اس کا تصور قائم ہوتا ہے۔ اور وہ چیز آخر میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔

پس سرے کہ مغزِ ایں افلاک بود ۔۔۔ اندر آخر خواجۂ لولاک بود

لغات۔ سر۔ سردار۔ سرور۔ مغز۔ خلاصہ۔ لب لباب۔ مقصود اصلی۔ خواجہ لولاک۔ حدیث لولاک والے۔ یعنی جن کے حق میں یہ حدیث قدسی وارد ہوئی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تم پیدا نہ ہوتے۔ تو

تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ صنعانی نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ لیکن اس کے معنے صحیح ہیں۔ چنانچہ دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ اتانی جبرئیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار۔ یعنے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے۔ اور (انہوں نے اللہ تعالےٰ کا) یہ پیغام پہنچایا۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تم نہ ہوتے تو میں بہشت کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے۔ تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ لولاک ما خلقت الدنیا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا (موضوعات کبیر)۔

ترکیب۔ بظاہر یوں متبادر الی الذہن ہوتا ہے۔ کہ سرے کہ الخ مبتداء۔ خواجہ لولاک اس کی خبر ہوگی۔ مگر یہ ترکیب خلاف مقصود ہے۔ درحقیقت ترکیب یوں ہے۔ سرے ہمین اور کہ مغز الخ اس کا بیان مل کر مبتدا مبعوث خبر مقدار اندر آخر اس کے متعلق خواجہ لولاک حال ہے بود کی ضمیر سے۔

ترجمہ۔ پس وہ سرور (دارین صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان افلاک کے مغز (ومقصود) تھے۔ خواجہ لولاک بن کر (سب انبیاء سے) آخر میں (مبعوث) ہوئے۔

مطلب۔ افلاک اور اندرون افلاک کی کائنات کا نقشہ اور مابین الارض السموات کا تماشا اگرچہ مدتہا ئے دراز سے قائم ہے۔ مگر ان سب سے مقصد سرور کائنات علیہ التسلیم والتحیات کی جلوہ فرمائی تھی۔ اور آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ جس طرح پھل جو درخت سے مقصود خاص ہے آخر میں ظہور پاتا ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

اے ختم رسل قرب تو معلوم مست

نقل اَعراض ست ایں بحث و مقال — نقل اعراض ست ایں شیر و شغال

ترجمہ۔ یہ بحث اور گفتگو بھی (جو اس وقت ہو رہی ہے) اعراض کی نقل ہے۔ یہ شیر اور گیدڑ (کا ذکر) بھی (جو قصوں میں درج ہوتا ہے) اعراض کی نقل ہے۔

مطلب۔ آپ کی یہ بحث بھی کہ اعراض منقول نہیں ہو سکتے۔ خود نقل اعراض ہے۔ اور شیر اور گیدڑ جو محکی عنہ اور موجود فی الخارج ہیں۔ ان کا ذکر بھی نقل اعراض ہے۔

جُملہ عالَم خود عَرَض بُودند تا — اندریں معنے بیامد ھَلْ اَتیٰ

ترجمہ (ایک شیر گیدڑ پر کیا منحصر ہے) تمام (اجزائے) عالم عرض تھے (جیسے کہ پہلے بھی بیان ہو چکا) اس بارے میں یہ آیت آگئی ہے۔ کہ ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا (یعنے کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا۔ کہ وہ کچھ بھی نہ تھا)

مطلب۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ عالم اولاً وجود خارجی اصلاً نہیں رکھتا تھا۔ اب پھر یہ سوچو کہ:۔

ایں عَرَضہا از چہ زاید؟ از صُوَر — ویں صُوَر ہم از چہ زاید؟ از فِکَر

لغات۔ صُوَر بضم صاد و فتح واو جمع صورت مراد صور مثالیہ۔ فِکَر بکسر فا و فتح کاف جمع فکرت مراد تصور علمیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ۔ یہ (دنیا کے) اعراض (اور جواہر) کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ (جوہر کی مثالی) صورتوں سے اور یہ (جوہری مثالی) صورتیں کس سے پیدا ہوئیں؟ صُور (علمیّہ حق سبحانہ) سے (لہٰذا)۔

این جہاں یک فکرت است از عقلِ کُل　　عقل چُوں شاہ است و فکرتہا رُسُل

لغات۔ فکرت سے یہاں علم خداوند تعالےٰ مراد ہے۔ عقلِ کُل اکثر کنایہ ہوتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام سے اور کبھی کنایہ نورِ محمدی سے مگر یہاں مراد حق سبحانہ وتعالےٰ ہے۔ رُسُل بضم را و سین جمع رسول۔ فکرتہا صورِ علمیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ۔ یہ جہان (دراصل) حق سبحانہ وتعالےٰ کا ایک علم ہے (جو اس عالم سے متعلق ہے) حق سبحانہ گویا بادشاہ ہے (اور اس کی) صورِ علمیہ بمنزلہ قاصدوں کے ہیں۔

مطلب۔ اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ اجزائے عالم تمام نقل اعراض ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے۔ اور کبھی بصورت جواہر۔ نیز یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اعمال صورت جوہریہ میں بھی محشور و منقول ہوسکتے ہیں۔ اور ان کے بشکل عرض محشور ہونے میں بھی محض ان کا عرض ہونا مانع نہیں۔ اب ایک اور دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

عالمِ اوّل جہانِ امتحاں　　عالمِ ثانی جزائے این و آں

ترجمہ (عالم کے دو حصے ہیں ایک) پہلا عالم (جو) آزمائش کا مقام (ہے۔ اور ایک) دوسرا عالم (جو) سب کے عملوں کی جزا (وسزا کا مقام ہے)۔

مطلب۔ دنیا میں واقع ہونے والے اچھے یا بُرے اعمال فی نفسہ موجود ہیں۔ تو جبھی ان پر جزا و سزا مترتب ہوگی۔ ورنہ اگر وہ اعمال لاشئے محض ہوگئے۔ تو ان کی جزا و سزا کے کیا معنے؟ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کا مشہور و مسلم قول بتا رہا ہے۔ کہ دنیا کا بویا ہوا بیج رائیگاں نہیں جاتا۔ بلکہ اس کی اچھی یا بُری پیداوار اگلے جہان میں اٹھانی پڑتی ہے۔ کما قیل ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو　　گندم از گندم بروید جو ز جو

تو گیا پیداوار کا بیج بالکل فنا و نابود ہوجاتا ہے یہ نہیں بلکہ اس کا وجود قلت سے کثرت میں مستحیل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اعراض اعمال اگلے جہان میں جواہر میں مستحیل ہوجائیں گے۔ اس کا ثبوت آپ خود بیتے واقعات سے لیجئے:۔

چاکرت شاہا خیانت میکند　　آں عرض زنجیر و زنداں مے شود

ترجمہ۔ حضور! (مثلاً) آپ کا نوکر خیانت کرتا ہے (تو اس کا) یہ (فعل خیانت جو عرض ہے۔ سزا کے وقت) زنجیر و قید خانہ (کی صورت میں تبدیل) ہوجاتا ہے (جو جوہر ہے)

بندہ ات چوں خدمتِ شایستہ کرد　　آں عرض نے خلعتے شد در نبرد؟

ترجمہ (اور مثلاً) جب آپ کا نوکر اچھی خدمت بجالایا تو گیا وہ (خدمت جو) عرض (ہے جزا کے) معرکہ میں ایک خلعت نہیں بن گئی؟ (جو جوہر ہے)

ایں عرض باجوہر آں بیضہ است و طیر ایں ازاں و آں ازیں زاید بسیر

لغات - بیضہ - انڈا - طیر پرندہ - تبیہ - لگاتار مسلسل -

ترجمہ - یہ عرض جوہر کے ساتھ ایسی ہے جیسے انڈا اور پرندہ - یہ اس سے اور وہ اس سے لگاتار پیدا ہوتے رہتے ہیں -

مطلب - انڈا بے جان ہے اور مرغ جاندار - جس طرح ایک بے جان چیز سے جاندار چیز اور جاندار سے بے جان چیز پیدا ہوتی ہے - چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ اسی طرح عرض سے جواہر اور جواہر سے اعراض بن کر منتقل ہوتے رہتے ہیں - پس نہ اعراض کی نقل بصورت اعراض ناممکن ہے - اور نہ اعراض کا منقول بجواہر ہونا محال ہے - لہٰذا یہ دعوے کہ نقل اعمال ان کے اعراض ہونے کی وجہ سے محال ہے - بالکل غلط -

گفت شاہنشہ چنیں گیراں مراد ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد

ترجمہ - بادشاہ نے کہا چلو یوں ہی سمجھ لو یہی مطلب (متفق علیہ) سہی (کہ عمل اعراض سے جوہر بن جاتے ہیں مگر) تمہارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہ ہوا (اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ)

گفت مخفی داشت است آں را خرد تابود غیب ایں جہان نیک و بد

لغات - خرد - عقل - یہاں عقل کل یعنے حق سبحانہ مراد ہے -

ترجمہ - (غلام نے) کہا حق سبحانہ نے اعراض اعمال کو بصورت جوہر پیدا کر کے عام نظروں سے مخفی رکھا ہے - قیامت کو ظاہر کرے گا تاکہ اس دنیا سے (عمل کا) نیک و بد توشہ (بغرض امتحان) نظروں سے مستور رہے

زانکہ گر پیدا شدے اشکال فکر کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر

لغات - پیدا - ظاہر - نمایاں - فکر - خیالات - عقائد - ذکر - خدا کا ذکر -

ترجمہ - کیونکہ اگر عقیدے (اور نیت یا ارادہ) کی (وہ) صورتیں (جو عالم غیب میں متشکل جوہر ہیں) نمایاں ہو جاتیں - (تو پھر) کافر و مومن (سب یکساں طور پر) ذکر کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہ نکالتے -

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہ دیں نقش دین و کفر بودے بر جبیں

ترجمہ - پھر تو اے شاہ دین (جزائے اعمال) صاف ظاہر ہوتی، نہ کہ مخفی - دین اور کفر کا نقش (ہر شخص کے) ماتھے پر نمایاں ہوتا -

کے دریں عالم بت و بتگر بدے؟ چوں کسے را زہرہ تسخر بدے؟

لغات: تنگر۔ بت بنانیوالا۔ تسخر۔ مسخر۔ ہنسی اڑانا۔ زہرہ۔ دلیری۔ جرأت۔ طاقت۔
ترجمہ: (پھر) اس عالم (دنیا) میں بُت اور بُت تراش کہاں ہوتے۔ اور کسی کو (دین حق پر) تسخر کرنیکی جرأت کیونکر ہوتی۔

بس قیامت بودے ایں دُنیائے ما   در قیامت کہ کُند جُرم و خطا

ترجمہ: پس (جب جزائے اعمال سب کو نظر آنے لگتی۔ تو) یہ ہمارا جہان (گویا) قیامت ہوتا اور قیامت میں کون جرم و خطا کرے (سب نیکو کار بن جاتے)۔
مطلب: پھر سعید و شقی کا امتیاز ہی اُٹھ جاتا۔ اور امتحان کا مقصد فوت ہوجاتا۔ پس نتائج اعمال اور ثمرات افعال کو پردہ غیب میں رکھنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ حق شناس اور ناحق شناس میں امتیاز قائم رہے۔ حافظ رہ سے

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں   تا سیہ رُوے شود ہر کہ درو غش باشد

گفت شہ پوشید حق پاداش بد   لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود

ترجمہ: بادشاہ نے کہا (بے شک) اللہ تعالیٰ نے (نیک و) بدجزا (پردہ غیب میں) چھپا رکھی ہے۔ لیکن عام لوگوں سے نہ کہ اپنے خاص بندوں سے (اس کی ایک مثال یہ ہے کہ:-)

گر بدامے افگنم من یک امیر   از امیراں خفیہ دارم نز وزیر

ترجمہ: اگر ایک عہدہ دار کو میں دام (عتاب) میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ تو (اپنے عام) اہلکاروں سے (اس معاملے کو) مخفی رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے (کیونکہ وہ خاص مشیر کار ہے)

حق بمن بنمود پس پاداش کار   در صُور ہائے عملہا صد ہزار

ترجمہ: چنانچہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اعمال کا بدلہ لاکھوں عملوں کی صورت میں دکھا دیا ہے
نوٹ: اس بات سے بادشاہ کے عارف کامل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام   ماہ را ابر من نے پوشد غمام

لغات: غمام۔ ابر۔ بادل۔ گھٹا۔
ترجمہ: تم (اپنے اعمال کی صورتوں کا) کوئی نشان مجھے بتاؤ۔ تاکہ میں ان سب سے واقف ہوجاؤں (حقیقت امر کے) چاند کو میرے سامنے (ادھر اُدھر کی باتوں کا) ابر چھپا نہیں سکتا۔

گفت پس از گفتِ من مقصود چیست   چوں تو میدانی کہ آنچہ بود چیست

ترجمہ: غلام نے کہا جب حضور (خود) جانتے ہیں۔ کہ (میرا عمل) جو کچھ کہ تھا وہ کیسا ہے۔ تو میرے بیان کرنے سے کیا مقصود ہے۔

گفت شہ حکمت در اظہار جہاں آنکہ دانستہ بروں آید عیاں

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا (ہاں) اس میں ایک حکمت ہے۔ (دیکھو) جہان کو عالم ظہور میں لانے سے (اللہ تعالےٰ کی ایک یہ) حکمت ہے۔ کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے وہ نمایاں ہو جائے۔

مطلب۔ یعنے بیشک مجھے تمہارے اعمال کی حقیقت معلوم ہے۔ مگر تمہاری زبان سے اداکرانا مدنظر ہے اور یہ فعل عبث نہیں۔ بلکہ سنت اللہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنے علم پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتا ہے چنانچہ اس کے عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے۔ کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ اس لئے اس نے مسببات کو اسباب سے وابستہ کر دیا ہے۔

آنچہ میدانست تا پیدا نکرد بر جہاں ننہاد رنجِ طلق و درد

لغات۔ رنج۔ تکلیف۔ طلق۔ دردزہ۔

ترجمہ۔ جو کچھ اس کے علم میں ہے اگر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہتا۔ تو جہان (کی عورتوں) پر دردزہ اور دکھ کی تکلیف نہ ڈالتا۔

مطلب۔ عورت کو وضع حمل کے قریب دردزہ عارض ہونے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے۔ کہ ادھر ادھر کے گھروں میں اطلاع ہو جائے۔ کہ فلاں عورت کے بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ کذا قیل۔ ایک شارح صاحب اس بیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ حق تعالےٰ جانتے تھے۔ جب تک اس کو پیدا نہ کر لیا۔ اس وقت تک جہان پر کسی قسم کی تکلیف نہیں ڈالی۔ پہلے ان اعمال و افعال کو پیدا فرما کر پھر ان پر کسی قسم کی جزا و سزا رکھی۔

یکزماں بیکار نتوانی نشست تا بدی یا نیکی از تو بر نجست

ایں تقاضائے کار از بہر آں شد موکل تا شود سرّت عیاں

ترجمہ۔ (دیکھو) تم ایک لمحہ بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتے۔ جب تک کہ بدی یا نیکی تم سے صادر نہ ہو۔ اور یہ (نیک یا بد) کام کرنے کے تقاضے اس لئے (تم پر) مسلط کئے گئے ہیں کہ تمہارا بھید ظاہر ہو جائے۔

نوٹ بعض نسخوں میں اس سے آگے یہ شعر درج ہے۔

ورنہ کے گیرد کلاوہ تن قرار چوں ضمیرت مے کشد او را بکار

ترجمہ۔ ورنہ بدن کا چرخہ کب قرار پکڑے۔ جب تیرا ضمیر اس کو کام کی طرف کھینچتا ہے۔

پس کلابہ تن کجا ساکن شود چوں سر رشتہ ضمیرش میکشد

لغات۔ کلابہ۔ چرخہ۔ ضمیر۔ دل۔

ترجمہ۔ پس بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ دل اس کے دھاگے کو کھینچے چلا

چلا جاتا ہے (اور اس کو مختلف اعمال وحرکات پر مجبور کرتا رہتا ہے)
مطلب۔ دل سے متواتر تقاضائے افعال اٹھتا رہتا ہے۔ اس لئے بدن ان افعال کے صدور کے بغیر چین نہیں کرتا۔

تاسۂ تو شُد نشانِ آں کشش — بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش

لغات۔ تاسہ۔ اضطراب۔ بے چینی۔ جاں کنش۔ جان کنی۔ نزع۔
ترجمہ۔ تمہاری (شوقِ عمل کی) بے چینی اسی کششِ (قلب) کی نشانی ہے (کہ) بیکاری تم پر گویا جان کندن بن جاتی ہے۔

ایں جہان و آں جہاں زاید اَبد — ہر سبب مادر اثر از وے ولد

لغات۔ اَبد۔ ہمیشہ۔ سبب۔ علت۔ اثر۔ نتیجہ۔ مسبب۔
ترجمہ۔ یہ جہان اور وہ جہان ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ہر سبب ماں ہے اور مسبب (اس کا) بچہ ہے۔
مطلب۔ غرض اپنے معلومات کے اظہار کے لئے حق سبحانہ نے عالم کو برپا کیا۔ اور اس کے اندر ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ سلسلہ سببیت ومسببیت میں منسلک کر دیا۔

چُوں اثر زائید آں ہم شد سبب — تا بزائید او اثرہائے عجب

ترجمہ۔ جب (ایک سبب سے دوسرا) مسبب پیدا ہوا۔ تو پھر وہ بھی سبب بن گیا۔ یہاں تک کہ اس نے عجیب مسببات پیدا کئے (اور اسی طرح سلسلہ اسباب چلا جاتا ہے)۔

ایں سبہا نسل بر نسل ست لیک — دیدہ باید مُنوّر نیک نیک

ترجمہ۔ یہ سلسلہ اسباب (اسی طرح) نسل در نسل چلا جاتا ہے مگر ان کے دیکھنے کے لئے بہت روشن آنکھ کی ضرورت ہے۔
مطلب۔ غرض ان تمام نظائر و امثلہ سے ثابت ہوا۔ کہ اظہار احوال ہی قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ سنت اللہ بھی اسی پر جاری ہے۔ اس لئے بادشاہ غلام سے متقاضی ہے۔ کہ تم اپنے اعمال کے نتائج کو ظاہر کرو۔

شاہ با او در سخن اینجا رسید — تا بدید از وے نشانے یا ندید

ترجمہ۔ بادشاہ (کا سلسلہ کلام) اس (غلام) کے ساتھ یہاں تک پہنچا۔ حتیٰ کہ (یہ معلوم نہیں) اس سے کوئی نشان (اعمال) دیکھا یا نہیں دیکھا۔

گر بدید آں شاہ جویا دُور نیست — لیک ما را ذکرِ آں دستُور نیست

لغات ۔ جویا۔ طالب۔ متجسس۔ متلاشی۔ ڈھونڈنے والا۔ دُور۔ بعید۔ مشکل۔ دستور۔ اجازت۔ قاعدہ۔

ترجمہ ۔ اگر اس متجسس بادشاہ نے اس کا نشانِ اعمال دیکھ ہی لیا ہو۔ تو بھی بعید نہیں۔ لیکن ہم کو اس کے ذکر کی اجازت نہیں (یا یوں کہو لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ اس غیر ضروری بات کا ذکر کریں)۔

باز پرسیدن شاہ حال آں غلام دیگر

بادشاہ کا پھر اس دوسرے غلام سے حال پوچھنا

چوں ز گرمابہ برآمد آں غلام سُوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام

لغات ۔ گرمابہ۔ حمام۔ یہ لفظ گرم آب سے بنا ہے۔ کیونکہ حمام میں غسل کے لئے گرم پانی تیار رہتا ہے۔ آخر میں ہا نسبت یا تسمیہ کی ہے۔ ہمام۔ سردار۔ بزرگ۔ قابلِ تعظیم۔

ترجمہ ۔ جب وہ غلام حمام سے نکلا۔ تو شاہ بزرگ نے اس کو اپنی طرف بلایا۔

گفت صحّاک نعیمٌ دائمٌ بس لطیفی و ظریفی خُوبرُو

لغات ۔ صحّاک کلمہ دعائیہ ہے۔ یعنے تو سلامت رہے۔ تندرست رہے۔ نعیم دائم۔ ہمیشہ نعمت میسر ہو۔ یہ بھی کلمہ دعائیہ ہے۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش طبع۔ خوش منظر۔

ترجمہ ۔ اور فرمایا خدا کرے تم کو ہمیشہ تندرستی اور نعمت حاصل ہو۔ تم کیا پاکیزہ، خوش مزاج اور خوبصورت ہو۔

مطلب ۔ بادشاہ اس غلام کی خوب تعریف کر رہا ہے۔ اور اس تعریف سے اس کا مقصد امتحان ہے۔ اسی امتحان کی کمند اس غلام بدصورت پر بھی ڈالی تھی مگر اس کی سیرت کمال کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی تعریف سُن کر لغزش نہ کھائی۔ بلکہ کئی باتوں میں اُس نے بادشاہ کو بھی قائل معقول کر دیا۔ بخلاف اس کے یہ غلام خام طبع و ناقص الفطرت تھا۔ وہ اپنی تعریف سُن کر پھسل گیا۔ اور اس امتحان میں فیل ہو گیا۔ کیونکہ انسان اپنی تعریف سُن کر طبعاً اپنی خوبی پر خوش ہوتا ہے۔ اور یہ مست بادہ غرور ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ اور غرور موجب تباہی۔ حافظ ؎

حباب را چو فتد باد نخوت اندر سر کلاہ داریش اندر سر شراب رود

یہی وجہ ہے کہ تعلیمات نبویہ میں رُو در رُو کسی کی تعریف کرنا خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ کہ اس سے اچھے اچھے اشخاص کے دل میں غرور و خود پسندی کے خیالات پیدا ہو کر ان کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی۔ تو آپ نے فرمایا وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ۔ تیرا بُرا ہو۔ تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن ہی کاٹ ڈالی۔ اور یہ کلمات

آپ نے تین بار فرمائے۔ (مشکوٰۃ) ایک اور موقع پر فرمایا۔ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ۔ جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو۔ تو ان کے منہ میں خاک جھونک دو۔ (مشکوٰۃ) سعدی رح ؎

ستایش سرایاں نہ یار تواند ۔۔۔ ملامت کناں دوستدار تواند

بگمراہ گفتن نکو میروی ۔۔۔ جفائے تمام ست وجور قوی

بنزد من آنکس نکو خواہ تست ۔۔۔ کہ گوید فلاں خار در راہ تست

پس سُوئے کارے فرستاد آں دِگر ۔۔۔ تا ازیں دیگر شود او باخبر

ترجمہ ۔ پھر اس دوسرے (سیہ فام غلام) کو کسی کام پر بھیج دیا۔ تاکہ وہ اس دوسرے (کی اخلاقی حالت) سے باخبر ہو جائے۔

پیش بِنْشاندش بصد لُطف و کرم ۔۔۔ بعد ازاں گفت اے چُو ماہ اندر ظُلَم

لغات ۔ ظُلَم۔ جمع ظلمت ۔ اندھیرے ۔ تاریکیاں ۔ کالی راتیں ۔ "ماہ اندر ظلم" ہونا اس لئے موجب مدح ہے۔ کہ تاریکی کے بعد چاند کا نکلنا ایک خاص شان رکھتا ہے۔ یا تاریکی میں روشنی پھیلانے کے لحاظ سے وہ بہت قابل قدر ہوتا ہے۔

ترجمہ (اور) اس کو بڑی مہربانی اور بخشش کے ساتھ (اپنے) سامنے بٹھایا۔ اس کے بعد (اس کو) کہا۔ اے (عزیز تو ایسا خوش منظر ہے) جیسے کالی راتوں میں چاند۔ حافظ رح ؎

بے جمالِ عالم آرائے تو روزم شب ست ۔۔۔ با کمالِ عشقِ تو در عین نقصانم چو شمع

ماہرُوئی جَعْد موئی مُشکبُو ۔۔۔ نیک خوئی نیک خوئی نیک خُو

لغات ۔ ماہرو۔ مرکب غیر امتزاجی چاند کے سے چہرے والا ۔ جعد مو۔ گھنگریالے بالوں والا ۔ مشکبو۔ جس سے مشک کی سی خوشبو آئے۔

ترجمہ ۔ تو خوبصورت ہے۔ گھنگریالے بالوں والا ہے مشکبو ہے۔ نیک خو ہے نیک خو ہے نیک خو ہے۔ کما قیل ؎

گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد ۔۔۔ دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار

اے دریغا گر نبودے در تو آں ۔۔۔ کہ ہمے گوید برائے تو فلاں

شاد گشتے ہر کہ رُویت دِیدیے ۔۔۔ دِیدنت مُلکِ جہاں ارزیدیے

لغات ۔ فلاں سے وہ غلام سیہ رنگ مراد ہے۔ جس سے بادشاہ پہلے گفتگو کر چکا ہے۔ دیدیے۔ ارزیدیے۔ اصل میں دیدے ارزیدے ہے۔ ماضی تمنائی ہے۔ آخری ایک یا ے زائد ملحق ہے۔

ترکیب ۔ گر نبودے الخ شرط دوسرا شعر جزا ہے۔ گر نبودے در تو آں۔ میں آں کا مشار الیہ رذائل اخلاق

ہے۔ جو بین ہے۔ اور اگلا مصرعہ اس کا بیان۔

ترجمہ۔ اے کاش! اگر تجھ میں وہ (بُری) باتیں نہ ہوتیں۔ جن کا تیرے اندر ہونا فلاں (غلام) بیان کر رہا ہے۔ تو جو شخص تیرا دیدار کرتا (تجھے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں کا جامع پا کر) خوش ہو جاتا۔ تیرا دیدار (دنیا بھر کی بادشاہی مل جانے کے برابر ہوتا۔ کما قیل ؎

بہارِ عالمِ حسنش دل و جاں تازہ میدارد　　برنگ اصحابِ صورت را ببو ارباب معنے را

مطلب۔ غلام پر امتحان کی کمند پڑ رہی ہے۔ پہلے اس کی تعریف کی۔ جس سے غرور و خود پسندی اور عُجب و تکبر کے مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ اب ایک اس سے بھی زیادہ پرخطر آزمایش میں اس کو ڈال دیا۔ یعنے یہ کہہ کر کہ دوسرا غلام تیرے حق میں بدگوئی و عیب گیری کر رہا ہے۔ اس کو مبتلائے غضب و اشتعال کر دیا۔ کبر و غرور کے نشے میں تو کچھ کچھ اونچ نیچ کا احساس باقی رہتا ہے۔ مگر غصے میں عقل بالکل تیرہ و تار ہو جاتی ہے۔ نیکی، بدی۔ نفع و نقصان اور اپنے پرائے کا بالکل خیال نہیں رہتا ؎

بوقتِ غصہ کیجے سوچ کی بات　　کہ اب جلدی میں پیش آئینگے خطرات
غضب میں قلب ہوتا ہے دھواں دھا　　اندھیرے میں نہ ہونا گرم رفتار

پہلا غلام پختہ مغز وسیع القلب تھا۔ وہ حلم و تحمل کا خوگر اور رضا و تسلیم کا مجسمہ تھا۔ اس لئے ایسی آزمایش میں اپنے مرکز سے نہیں ہلا۔ صائب ؎

کسے بملکِ رضا خشمگیں نمے باشد　　دریں ریاضِ گل آتشیں نمے باشد

مگر یہ غلام ان اوصافِ عالیہ سے عاری تھا۔ اس لئے اس کڑے امتحان میں گر گیا۔ اور ان باتوں سے متاثر ہو گیا۔ چنانچہ اس کی طرزِ گفتگو ملاحظہ ہو۔

گفت رمزے را بگو اے پادشاہ　　کز برائے من بگفت آں دیں تباہ

لغات۔ رمز۔ اشارہ۔ کنایہ۔ شمہ۔ قدرے۔ دیں تباہ۔ بے دین۔ لا مذہب۔ فاسق و فاجر۔

ترجمہ۔ کہنے لگا۔ حضور کچھ تو بیان فرمائیں۔ جو اس بے دین نے میرے بارے میں کہا ہے۔

گفت اوّل وصفِ دو رُوئیت کرد　　کاشکارا تو دوائی خفیہ دَرد

لغات۔ وصف۔ بیان۔ دو روئی۔ نفاق۔ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہونا۔ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ ہونا۔ کاشکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا پہلے تو اس نے تیرے دو رُخے پن کا ذکر کیا۔ کہ تو سامنے تو دوا (کی طرح مفید و نافع) ہے اور اندر سے درد (کی طرح باعث اذیت) ہے سعدی رہ ؎

در برابر چو گوسفند سلیم　　در قفا ہمچو گرگ مردم خوار

غنی رہ ؎

ہر کہ کرد از دو زبانی دلِ مردم افگار　　عاقبت دہر کند در دہنش خاک چو مار

خبثِ بارش راچو از شہ گوش کرد — در زماں دریائے خشمش جوش کرد

لغات۔ خبث۔ خباثت۔ بد باطنی۔ ناپاکی طبع۔ گوش کرد۔ سنا۔ در زماں۔ فوراً۔ اسی وقت۔
ترجمہ۔ جب اس نے اپنے ساتھ کے (غلام) کی بد باطنی بادشاہ سے سنی)۔ تو فوراً اس کے غصے کا دریا جوش میں آگیا۔

کف برآورد آں غلام و سُرخ گشت — تا کہ موجِ ہجوِ او از حد گذشت

لغات۔ کف جھاگ۔ کف برآوردن کنایہ ہے غضبناک ہونے سے۔ ہجو۔ بدگوئی۔ کسی کی مذمت کرنا۔
ترجمہ۔ وہ غلام (شدت غضب سے) کف بھر لایا اور لال ہوگیا۔ حتےٰ کہ اس کی ہجو کی موج حد سے گذر گئی۔

کو ز اوّل دم کہ با من یار بود — ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود

لغات۔ کو۔ کہ او۔ ز اول دم۔ پہلے وقت سے۔ سرگین خوار۔ گوبر کھانے والا مراد دنی النفس۔
ترجمہ۔ کہ وہ پہلے وقت سے جب سے کہ میرے ساتھ ہے۔ کتے کی طرح قحط میں گوبر کھا جانے والا ہے۔

مطلب۔ جب سے میرے ہمراہ ہے۔ میں اس کو آزماتا رہا ہوں۔ تو ثابت ہوا ہے کہ وہ دنی النفس اور خبیث الطبع ہے۔ کتا خود ایک نجس و ذلیل جانور ہے۔ اور قحط میں سرگین خوار ہونے سے اس کی دنائت و خباثت کی اور بھی تاکید کی ہے۔ یعنے ایسا کتا جس میں صبر و خودداری نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ قحط کے شدائد سے تنگ آکر گوبر کھانے پر مائل ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے ایک صابر اور شریف النفس جانور مثلاً شیر یا پلنگ بھوک سے مر جائیگا۔ مگر ایسی ناپاک اور گھناؤنی چیز کی طرف مائل نہ ہوگا۔ ایسا ہی اس غلام کا حال ہے۔ کہ کوئی ذرا سی خلاف طبع بات دیکھ کر میری مذمت و بدگوئی کے ناپاک کام کا مرتکب ہونے لگا۔ کوئی شریف آدمی ایسا نہیں کرتا۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ

چوں لئیمے با ہزاراں عیب و عار	روز و شب در ضحِ عالم آشکار
بیند اندک عیبے از صاحب کرم	بر نیارد غیرِ لعن و طعن دم
آں بعیب ایں شود یکسر بیاں	واں بذکرِ آں نیالاید زباں

چوں دما دم کرد ہجوش چوں جرس — دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس

لغات۔ دمادم۔ دمبدم۔ الف اتصال کے لئے۔ جیسے شبا شب۔ جرس۔ گھڑیال۔ گھنٹہ۔ تشبیہ مسلسل بلند آہنگی میں ہے نہ کہ ہجو میں۔ یعنے جس طرح گھڑیال مسلسل آواز دیئے جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مسلسل ہجو کر رہا تھا۔ مگر گھڑیال کسی کی ہجو نہیں کرتا۔
ترجمہ۔ جب وہ گھنٹے کی (مسلسل آواز کی) طرح لگاتار اس (غلام) کی بُرائی کرتا گیا۔ تو (آخر) بادشاہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ کہ بس کرو۔

گفت دانستم ترا از وے بداں   از تو جاں گندہ ست و زیارت زباں

لغات۔ ازوے میں حرف از امتیاز کے لئے ہے۔ بداں امر ہے دانستن سے۔ گندہ۔ ناپاک وغلیظ۔ وزیارت زباں میں از اضافیہ ہے۔ یعنے زبان یار تو۔

ترجمہ۔ (پھر) کہا یاد رکھ! میں نے تجھ میں اور اس میں خوب امتیاز کر لیا ہے (مجھے معلوم ہو گیا کہ) تیری روح گندی ہے۔ اور تیرے ساتھ کے (غلام) کا (صرف) منہ۔

پس نشین اے گندہ جاں از دور تو   تا امیر او باشد و مامور تو

لغات۔ از دور میں از زائد ہے۔ امیر۔ حاکم۔ افسر۔ مامور۔ محکوم۔ ماتحت۔ نوکر۔

ترجمہ۔ پس اے گندی روح والے! تو دور بیٹھ۔ تاکہ وہ (تجھ پر) حاکم ہو اور تو (اس کے) ماتحت (رہے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں   رَاحَۃُ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَان

لغات۔ اکابر جمع اکبر۔ بڑے بڑے لوگ بزرگ بلحاظ علم ومعرفت کے۔ نہ بلحاظ دولت وحشمت۔

ترجمہ۔ اسی لئے بزرگوں نے (جو) دنیا میں (گذرے ہیں) فرمایا ہے کہ انسان کا آرام زبان کو تھام رکھنے میں ہے۔

مطلب۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ مقولہ منقول ہے۔ کہ من سکت نجیٰ وراحۃ الانسان فی حفظ اللسان۔ یعنے جو شخص خاموش رہا۔ اس نے نجات پائی۔ اور انسان کا آرام زبان کو تھام رکھنے میں ہے۔ اس کے ہم معنے یہ حدیث ہے۔ عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ نجات کیا ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ الخ یعنے اپنی زبان کو قابو میں رکھو (مشکوٰۃ) اور فرمایا من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنے زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (یعنے شرمگاہ) کو قابو میں رکھنے کا میرے سامنے ذمہ اٹھالے۔ میں اس کے لئے بہشت کا ذمہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ) غنی رحمہ اللہ

گر تیغ بر سرم رسد از جائے روم   لیکن چو کوہ نالہ ز زخم زباں کنم

صائب رحمہ اللہ

شمع از تیغ زبانِ خود دہد سر زیر تیغ   زینہار از آفت تیغ زباں آگاہ باش

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا   ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا

لغات۔ گولخن۔ گلخن آگ کی بھٹی۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ یہاں دوسرے معنے مراد ہیں (بحر العلوم)

ترجمہ۔ اے عقلمند! حدیث میں آیا ہے کہ ریاکاری کی تسبیح ایسی ہے۔ جیسے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر (اگا ہوا) سبزہ۔

مطلب - کتب حدیث میں یہ حدیث نہیں ملی - دفتر اول مثنوی میں حضرت علی رضہ کا ایک قول گذر چکا ہے ؎

زاں علی فرمود نقل جاہلاں   بر مزابل ہمچو سبزہ ست اے فلاں

اور وہ قول یہ ہے - نعم الجاھل کروضۃ فی مزبلۃ - اس حدیث کا مضمون اس قول سے کسی حد تک مشابہ ہے - غرض جس طرح غلاظت کے انبار کے اوپر کا سبزہ بظاہر ہرا بھرا اور خوش رنگ ہوتا ہے - مگر اس کی جڑ میں گندگی بھری ہوتی ہے - اسی طرح یہ غلام بظاہر خوبصورت - خوش کلام اور طرحدار تھا - مگر اس کے باطن میں خبث و ناپاکی بھری تھی - یہی حال ریا کی عبادت کا ہے - کہ بظاہر ایک مقدس و مطہر کام ہے - مگر اس کی تہ میں گندی نیت کام کر رہی ہے - سعدی رہ ؎

منہ آبرو سے ریا را محل   کہ ایں آب در زیر دارد وحل
چو در خفیہ بد باشم و خاکسار   چہ سود آب ناموس بر روئے کار
بروئے ریا خرقہ سہل ست دوخت   گرش با خدا در توانی فروخت

پس بدانکہ صورتِ خوب نکو   با خصالِ بد نیرزد یک تسو

لغات - نیرزد - برابری نہیں کر سکتی - تسو - چار جو کے برابر وزن غالباً فارسی لفظ ہے - اور ہندی میں تسو سوا انچ (۱/۲۴ گز) کو کہتے ہیں - اس لحاظ سے یہ ناپ ہے -

ترجمہ - پس واضح ہو کہ اچھی اور خوشنما صورت (جو) برے خصائل کے ساتھ (ہو) چار جو کے برابر بھی قابل قدر نہیں - مخز جرجانی ؎

گل نرگس نکو باشد بدیدن   ولیکن تلخ باشد در چشیدن

ور بود صورت حقیر و ناپذیر   چوں بود خلقش نکو در پاش میر

لغات - ناپذیر - جس کو دل قبول نہ کرے - ناپسند - در پاش - در پائے او - میر امر ہے مردن سے - مراد قربان ہو جاؤ -

ترجمہ - اور اگر اس کی صورت ناچیز اور ناپسند ہو - جب اس کے اخلاق اچھے ہوں - تو اس کے قدموں پر جان دے ڈالو - حافظ رہ ؎

حسن مہرویانِ مجلس گرچہ دل مے برد و دیں   عشق ما بر لطفِ طبع و خوبی اخلاق بود

چند بازی عشق با نقشِ سبو   بگذر از نقشِ سبو و آب جو

ترجمہ - گھڑے کے نقش کے ساتھ کب تک عشقبازی کرو گے - گھڑے کے نقش کو چھوڑو اس کے اندر کا پانی تلاش کرو -

مطلب - ظاہر پر نہ مرو - باطن کے فوائد تلاش کرو - کما قیل ؎

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندہ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

چند باشی عاشقِ صورت بگو طالب معنے شو و معنے بجو

ترجمہ۔ صورت کے عاشق کب تک رہو گے۔ کچھ کہو تو سہی۔ (صورت مقصود نہیں اسکو چھوڑ دو) معنے کے طالب بنو اور معنے کو تلاش کرو۔ امیر خسروؒ

بصورت خوش مشو گر زدے معنے نے خامہ نکو تراشنے قت۔

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں عالمِ معنے بماند جاوداں

ترجمہ۔ یاد رکھو کہ ظاہر صورت تو فنا ہو جائے گی۔ (اور) عالم معنے ہمیشہ رہیگا۔ (لہذا عالم معنے کی طرف متوجہ رہو) ؎

تنگنائے شہر صورت نیست جامی جائے تو سوئے معنے رو کہ ہست آں ملک میداں فراخ

صورتش دیدی ز معنے غافلی از صدف دُر را گزیں گر عاقلی

ترجمہ۔ تو نے اس (مطلوب) کی صورت تو دیکھ لی۔ معنے سے غافل ہے اگر عقلمند ہے۔ تو سیپ سے موتی کو اختیار کر ؎

رہ بمعنے نبرد ہر کہ ز صورت صائب ہیچو آئینہ تہیدست ز بازار رود

ایں صدفہائے قوالب در جہاں گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر

لغات۔ قوالب جمع قالب۔ جسم۔ جثہ۔ از بہرِ جان۔ جان کی سلامتی کے لئے بعض نسخوں میں یہ لفظ از بحر جاں درج ہے۔ پھر اس کے معنوں کو ہموار کرنے کے لئے شارحین کو تاویل کے تکلفات کرنے پڑے۔ ہمارا از بہر جان کا نسخہ تکلف کا غیر محتاج بھی ہے اور مفید مقصود بھی۔

ترجمہ۔ اگرچہ یہ تمام (اجسام کے) سیپ دنیا میں جان (کی سلامتی) کے لئے زندہ (و سلامت) ہیں۔ (اور ان کی زندگی سے ان کی جانوں کا پتہ لگتا ہے) مگر ہر صدف (جسم) میں (فضائل کے) موتی نہیں ہوتے۔ آنکھ کھولو اور ہر شخص کے دل پر غور کرو۔

مطلب۔ بے شک ہر جسم میں روح ہے۔ مگر ہر روح کا فضائل کمالات کے زیور سے آراستہ ہونا ضروری نہیں۔ تم کو ہر شخص کی روحانی اور قلبی حالت پر خوب غور کرنا چاہیئے۔

کانچہ دارد ایں چہ دارد میگزیں زانکہ کمیاب ست آں دُرِ ثمیں

لغات۔ میگزیں صیغہ امر ہے گزیدن (اختیار کرنا) سے۔ درِ ثمین۔ قیمتی موتی۔

ترجمہ۔ کہ وہ کیا رکھتا ہے یہ کیا رکھتا ہے (پھر جو اچھی بات ملے اس کو) اختیار کرو۔

کیونکہ وہ اچھی بات کا قیمتی موتی کم ملتا ہے۔

مطلب - یہی منشاء ہے اس حدیث کا کہ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیثما وجدھا فھو احق بھا۔ یعنے دانائی کی بات مومن کا گم شدہ مال ہے۔ پس جہاں وہ اس کو پائے۔ وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اب ایک اور پیرایہ میں صورت و معنے کا فرق بتاتے ہیں۔

گر بصورت بنگری کوہے بشکل   در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل

ترکیب - گر بصورت بنگری شرط - کوہے بشکل الخ اس کی جزا۔ **عروض** قافیہ میں مسامحت ہے۔
ترجمہ - اگر تم صورت کو دیکھو۔ تو ایک پہاڑ شکل میں لعل سے سوگنا بڑا ہے۔
مطلب - لعل سے پہاڑ صد چنداں کیا بلکہ اگر لک چنداں کہیں تو بھی کم ہے۔ پس اگر صورت قابل لحاظ ہوتی تو پہاڑ کو لعل سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ صورت مقصود نہیں بلکہ کوئی امر معنوی ملحوظ ہے۔ جو پہاڑ میں نہیں ہے۔ اور لعل میں موجود ہے۔ "ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر" سعدی رہ ؎

کودکے کو بعقل پیر بود   نزد اہل خرد کبیر بود

ہم بصورت دست و پا و جسم تو   ہست صد چنداں کہ نقش چشم تو

ترجمہ - اسی طرح تمہارے ہاتھ پاؤں اور باقی جسم صورت میں تمہاری آنکھ کی شکل سے سو گنا زیادہ ہیں۔

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں   کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں

ترجمہ - لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ کہ دونوں آنکھیں تمام اعضا سے برگزیدہ ہیں
مطلب - جس طرح آنکھ کا چھوٹا سا جو بڑے بڑے اعضا پر فائق ہے۔ اسی طرح معنے جو ایک مخفی اور باطنی امر ہے۔ صورت سے افضل ہے۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔

از یک اندیشہ کہ آید در دروں   صد جہاں گردد بیکدم سرنگوں

ترجمہ - ایک خیال سے جو کسی بادشاہ کے دل میں آتا ہے۔ صدہا ملک ایک دم میں تباہ ہو جاتے ہیں۔
مطلب - خیال بھی ایک معنوی امر ہے۔ جس کی شان اسقدر بلند ہے۔ کہ جب کسی فرمانروا کے دل میں جنگ و حملہ کی تحریک کرتا ہے۔ تو ملکوں کے ملک تہ و بالا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو ایک امر معنوی کا عالم صورت پر کس قدر شدید اثر پڑتا ہے۔ اس سے بھی معنے کی فضیلت صورت پر ظاہر ہوتی ہے۔ صد جہاں اور بیکدم کی تقدیرات مبنی بر مبالغہ ہیں۔

جسمِ سلطاں گر بصورت یک بود صد ہزاراں لشکرش درتگ بود

لغات تگ ۔ دوڑ دھوپ ۔ یک اور تگ کا قافیہ محل نظر ہے۔

ترجمہ ۔ بادشاہ کا جسم اگرچہ صورت میں ایک ہوتا ہے ۔ لیکن اس کی لاکھوں سپاہ (اشارہ چشم پر) حرکت کرتی ہے۔

مطلب ۔ اگر صورت ظاہر کوئی معتدبہ امر ہوتی ۔ تو ایک جسم لاکھوں اجسام پر یوں فائق نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صورت ظاہر کچھ وقعت نہیں رکھتی ۔ یہ سارا کرشمہ کسی امر معنوی کا ہے ۔ جس نے ایک جسم کو اجسام کثیرہ پر برتری دلائی ۔ یہاں تک معلوم ہوا۔ کہ ایک جسم کو اس کے معنے کی بدولت دیگر اجسام کے مقابلے میں کس قدر عظمت حاصل ہو جاتی ہے ۔ اب یہ بتائیں گے ۔ کہ خود اس جسم واحد کی بھی اپنے معنے کے مقابلے میں کیا وقعت ہے۔

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی ہست محکوم یکے فکرِ خفی

لغات ۔ صفی برگزیدہ ۔ منتخب ۔ محکوم ۔ زیرِحکم ۔ ماتحت ۔ تابع ۔ خفی ۔ پوشیدہ ۔

ترجمہ ۔ پھر اس برگزیدہ بادشاہ کی شکل و صورت بھی ایک مخفی خیال کے تابع ہے (کہ جب وہ خیال پیدا ہوتا ہے ۔ تو اس کے اعضا اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں)۔

خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں

ترجمہ ۔ ایک خیال (یعنے ارادہ خداوندی) کو دیکھو ۔ کہ اس سے بے انتہا مخلوق سیلاب کی طرح زمین پر چل رہی ہے۔

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد

ترجمہ ۔ گو وہ خیال لوگوں کے سامنے چھوٹا اور غیر محسوس ہے ۔ لیکن (جب اٹھے تو) سیلاب کی طرح جہان کو خورد و برد کر جائے۔

مطلب ۔ اس خیال سے یا تو ارادہ الٰہیہ مراد ہے ۔ کہ اس کا جہان بھر کو زیر و زبر کر دینا ظاہر ہے ۔ کما قال اللہ تعالےٰ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو (بھلا بتاؤ تو سہی) کہ اگر اللہ مریم کے بیٹے مسیح کو اور ان کی والدہ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو ایسا کون ہے جس کا کچھ بھی خدا پر زور چلتا ہو (مائدہ ۳) شیخ عطارؒ

اوست سلطان ہرچہ خواہد آں کند عالمے را در دمے ویراں کند

طرفۃ العینے جہاں برہم زند کس نے آرد کہ آنجا دم زند

اور اس سے سلاطین کے فاتحانہ ارادوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہو ۔ وہ بھی جب اٹھتے ہیں ۔ تو ملکوں کا صفایا کرتے چلے جاتے ہیں ۔ کما قال اللہ تعالےٰ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا

أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ج وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ٥ ملکہ بلقیس نے (اپنے اہل دربار سے) کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں (فاتحانہ) داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اس کو تباہ اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔ اور (واقع میں) ایسا ہی کیا کرتے ہیں (نمل ع ۳) قاسمی غفرلہ ۔

چو شطرنج از ناجرائے دو شاہ | شود عرصۂ ملک و لشکر تباہ
چو سلطاں کشاید در کارزار | بجرم یکے کشتہ گردد ہزار
چو ریزد تگرگ ابر دریا نثار | نہ گل یابد از وے رہائی نہ خار
چو باد خزاں آورد ترکتاز | نداند نہال گل از بید باز

خلق عالم چوں رمہ ست و حق شبان | میدواند جملہ را روز و شبان

لغات ۔ رمہ ۔ ریوڑ ۔ شبان ۔ چرواہا ۔ گڈریا ۔ یہی لفظ دوسرے مصرعہ میں جمع شب ہے خلاف قیاس ۔

صنائع ۔ شباں کے لفظ میں تجنیس ۔

ترجمہ ۔ دنیا کی مخلوق گویا (بکریوں کا) ریوڑ ہے اور حق تعالےٰ (اس کا) چرواہا ۔ جو سب کو دن رات دوڑا رہا ہے ۔

مطلب ۔ اوپر جو ارادہ الٰہیہ کا ذکر آیا تھا ۔ یہاں اس کے عالم پر حاوی ہونے کی مزید توضیح کی ہے ۔ امیر خسروؒ

دراں محمل کہ وزد باد قدرتش عالم | میان صدمۂ صرصرشے سبکسارست

پس چو مے بینی کہ از اندیشۂ | قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
خانہا و قصرہا و شہرہا | کوہہا و دشت ہا و نہرہا
ہم زمین و بحر و ہم مہر و فلک | زندہ از وے ہمچو از دریا سمک

ترجمہ ۔ پس جب تو دیکھتا ہے کہ جہان میں ہر پیشہ خیال و ارادہ ہی سے قائم ہے ۔ جتنے کہ گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہر ساتھ ہی زمین اور سمندر اور نیز سورج اور آسمان اس ارادہ کی بدولت زندہ ہیں ۔ جیسے دریا سے مچھلی زندہ ہوتی ہے ۔

پس چرا از ابلہی پیش تو کور | تن سلیمان ست اندیشہ چو مور

ترجمہ ۔ پس (خیال و ارادہ کے اسقدر علو شان کے باوجود) کیوں تجھ (عقل کے) اندھے کے سامنے بیوقوفی کی وجہ سے جسم حضرت سلیمانؑ کی طرح (شاندار) اور خیال چیونٹی کی طرح (حقیر و ناچیز) ہے ۔

مینماید پیش چشمت کہ بزرگ | ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ

لغات ۔ کہ ۔ کوہ ۔ سترگ ۔ بزرگ ۔ کلاں ۔

ترجمہ۔ (تعجب ہے کہ) تیری نظر کے سامنے پہاڑ بڑا نظر آتا ہے۔ خیال چوہے کی طرح (حقیر) ہے اور جسم کلاں ہے۔

نوٹ۔ ایک شارح نے ایک اور طرح بھی ترجمہ کر کے دکھایا ہے۔ جس میں کُہ (مخفف کوہ) کو کاف بیانیہ قرار دیا ہے اور تقدیر کلام یوں ٹھیرائی ہے۔ بپیش چشمت اندیشہ کہ بزرگ ہست چوں موش وتن سترگ مینماید۔ اور "بزرگ ہست" کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا ہے۔ ترجمہ کی ترکیب تو بیشک صاف ہے۔ مگر شعر کی عبارت اس کو قبول نہیں کرتی۔ نہ بزرگ ہست اندیشہ کی صفت بن سکتی ہے۔

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم　　ز ابر و برق و رعد داری لرز و بیم

لغات۔ ہول۔ ہائل۔ ہولناک مصدر بمعنے اسم فاعل برائے مبالغہ جیسے عدل بمعنے عادل۔

ترجمہ۔ عالم تیری نظر میں ہولناک اور عظیم (الشان) ہے۔ بادل۔ بجلی۔ اور کڑک سے تو کانپنے اور ڈرنے لگتا ہے۔

وز جہانِ فکرتی اے کم ز خر　　ایمن و غافل چو سنگی بے خبر

لغات۔ کم ز خر۔ گدھے سے بھی کم عقل۔ سنگی۔ سنگ ہستی۔

ترجمہ۔ اور اے گدھے سے بھی کم (عقل آدمی!) تو عالم فکر سے بے پروا اور غافل ہے (فی الواقع) تو پتھر کی طرح بے خبر ہے۔

مطلب۔ جو شخص عالم فکر سے لاپروا ہو۔ وہ خداوند تعالےٰ کے ارادے سے بھی نڈر ہوگا۔ جو اس عالم کا ایک جزء ہے۔ پس "کم ز خر" ہونے میں کیا کسر ہے۔ کیونکہ عاقل تو وہی ہے۔ جو خداوند تعالےٰ کے ارادے سے ڈرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اقبال مدظلہ ؎

خوفِ حق عنوانِ ایمان ست و بس　　خوفِ غیر از شرک پنہان ست و بس

زانکہ نقشی وز خرد بے بہرۂ　　آدمی خو نیستی خر کرۂ

ترکیب۔ زانکہ نقشی وز خرد الخ ہر دو جملہ اسمیہ بترکیب عطفی جملہ معطوفہ ہو کر علت ہوئی۔ آدمی خو الخ اس کا معلول۔ اس صورت میں زانکہ بمعنے چونکہ ہوگا۔ یا یہ سارا شعر علت ہو ماسبق کی۔ پھر زانکہ کے معنے کیونکہ ہوں گے۔

ترجمہ۔ چونکہ تو محض ایک (مٹی کی) مورت ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے تو آدمی کی خصلت والا نہیں ہے۔ بچہ خر (کی طرح خالی از عقل) ہے۔

مطلب۔ کرّہ خر یعنے بچہ خر کہنے سے اس کو گدھے کی نسل بنانا مراد نہیں بلکہ یہ ایک دشنام ہے۔ شرعاً حرام ہے۔ اور اخلاقاً دور از مروت۔ بلکہ بے وقوفی میں گدھے کے بچے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔

جہلِ محضی وز خرد بیگانۂ　　پُنداری وز خدا دیوانۂ

لغات ۔ جہل محض ۔ وہ نادانی جس کے ساتھ دانش کا شمہ بھی نہ ہو ۔ اور اس سے جاہل مطلق مراد ہے ۔ مبالغہ کی غرض سے مصدر بمعنے اسم فاعل استعمال ہوا ہے ۔ نرا جاہل ۔ **ترکیب** ۔ بوذاری میں ی کا مضاف ضمیر راجع بخود مقدر ہے ۔ از خدا متعلق ہے دیوانہ کے بصورتیکہ اس پر واو عاطفہ ہو ۔ مگر بعض نسخوں میں بلا واو از خدا ہے اس صورت میں اس کا متعلق بہ بوذاری ہونا بہت موزوں ہے ۔ پھر مقدرات کی بھی حاجت نہیں ۔

ترجمہ (۱) تو نرا جاہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے ۔ (اس کی) بو بھی تجھ میں نہیں اور خدا سے دیوانہ (دار غافل) ہے ۔

(۲) (بصورت از خدا) تو نرا جاہل ہے ۔ اور عقل سے بیگانہ ہے (معرفت) خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ایک سودائی ہے ۔

سایۂ را تو شخصے مے بینی ز جہل ۔۔۔ شخص ز اں شد نزد تو بازی و سہل

ترجمہ ۔ سایہ کو تو اپنی نادانی سے شخص محسوس کر رہا ہے ۔ اس لئے شخص تیرے نزدیک ایک کھیل اور بے وقعت چیز ہے ۔

مطلب ۔ غیر مقصود کو مقصود سمجھ رہا ہے ۔ اس لئے مقصود کو بے وقعت سمجھتا ہے ۔ مگر آخر کار ایک دن آنکھیں کھلیں گی ۔ اور اصلیت عیاں ہو جائیگی ۔ آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں ۔

ہِں ز غیبت یک نمود آتش ست ۔۔۔ کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست

ترجمہ ۔ دیکھو عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے ۔ جو لطافت میں ہوائے دلکش کی طرح ہے ۔

تا بجسمے در نہ پیچد کثیف ۔۔۔ آگہی نبود بصر را زاں لطیف

لغات ۔ کثیف ۔ ٹھوس ۔ گنجان ۔ گاڑھا ۔ لطیف ۔ باریک ۔ نازک ۔ غیر محسوس ۔

ترجمہ ۔ جب تک کہ کسی ٹھوس جسم سے اس کا تعلق نہ ہو جائے ۔ نگاہ کو اس غیر محسوس چیز کا احساس نہیں ہوتا ۔

باز افزون ست ہنگام اثر ۔۔۔ از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر

ترجمہ ۔ پھر اثر کرنے کے وقت وہ ہزاروں تیشہ اور تلواروں اور کلہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے ۔

مطلب ۔ آگ کی قوت کا بیان ہے کہ جب وہ بھڑکتی ہے ۔ تو شہروں کا اس کثرت اور اس وسعت سے صفایا کرتی ہے کہ ہزاروں ہتھیاروں سے بھی نہ ہو سکے ۔

باش تا روزے کہ آں فکر و خیال ۔۔۔ بر کشاید بے حجابے پر و بال

ترجمہ - اس دن تک ٹھیر جب وہ فکر و خیال بلا حجاب پر اور بازو کھولے۔

مطلب - ارادہ باری تعالیٰ ایجاد اور اعدام دونوں قسم کے افعال سے متعلق ہوتا ہے۔ مگر ایجاد کی نسبت اعدام کا اثر عامۂ قلوب پر زیادہ پڑتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ آگ رات دن مختلف فوائد دیتی ہے۔ اس سے روٹی پکتی ہے۔ یہ مختلف دھاتوں کو ڈھالنے اور نرم کرنے کا کام دیتی ہے۔ اس سے چراغ روشن ہوتے ہیں۔ وغیرہ۔ اسی طرح پانی سے صدہا فوائد ہیں۔ حیوانات کا یہ مایۂ حیات ہے۔ باغ و راغ کی اس سے سرسبزی ہے۔ مگر ان فوائد کے لحاظ سے ان کو چنداں وقعت نہیں دی جاتی۔ ہاں اگر آگ ایک ہولناک آتش زدگی سے شہر کو تباہ کرنے لگے۔ یا پانی ایک سیلاب کی صورت میں آبادی کو غرقاب فنا کرنے پر آ جائے۔ تو پھر لوگوں کے دلوں پر ان کی ہیبت کا سکہ بیٹھتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا ارادہ رات دن ابداعی و ایجادی افعال کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مگر عوام کی نگاہ اس کی طرف نہایت کم ملتفت ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس کا ارادہ اعدام و ہلاک کی صورت میں نمایاں ہو جائے۔ تو دنیا سے حجاب غفلت اٹھ جائے۔ جیسے کہ مولانا جامی بطور مناجات کہتے ہیں ؎

زلزلہ در گنبد خضرا فگن	یک دو سہ قارورہ بہم درشکن
باغ عناصر کہ زمینش خوش ست	آب گوارندہ ہوا دلکش ست
خاص تریں میوہ او کا دمی ست	لذتش از چاشنی محرمی ست
پختہ و خامش ہمہ برخاک ریز	برکنش از بن و ابلی خاک بیز
تا ہمہ دانند کہ صانع تو ئی	مبدع ایں جملہ بدائع توئی

مولانا فرماتے ہیں کچھ مدت ٹھیرو۔ ایک دن ایسا آنے والا کہ ارادہ الٰہیہ تم کو اپنے پورے جلوے دکھائیگا۔ پھر تم اس کی وقعت و عظمت کو سمجھو گے اس دن کیا ہوگا؟

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم

ترجمہ - تو پہاڑوں کو نرم اون کی طرح (اڑتے پھرتے) دیکھے گا اور اس سرد و گرم زمین کو نیست (و نابود) ہوئی (دیکھ لیگا)

مطلب - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ اور پہاڑ اس طرح اڑتے ہونگے۔ جس طرح دھنکی ہوئی اون۔ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائیگی۔

نے سما بینی نہ اختر نے وجود جز خدائے واحدِ حیّ و وَدُود

لغات - سما۔ آسمان۔ اختر۔ ستارہ۔ حیّ۔ زندہ خداوند تعالیٰ کا نام۔ وَدُود۔ دوست رکھنے والا نام باری تعالیٰ۔

ترجمہ - نہ تو آسمان کو (سلامت) دیکھے گا۔ نہ کسی ستارے کا وجود پائے گا۔ سوائے خداوند تعالیٰ کے جو واحد ہے زندہ ہے محبت کرنے والا ہے۔

مطلب - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں۔ اور فرمایا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آج کس کی بادشاہی ہے اللہ واحد قہار کی۔

حسد کردن حشم بر غلام خاص

غلام خاص پر ملازموں کا حسد کرنا

نوٹ - اکثر نسخوں میں اس عنوان میں آن غلام خاص لکھا ہے - جس سے آں اسم اشارہ سے اسی غلام کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے - جس کا قصہ چل رہا ہے - حالانکہ یہ ایک اور قصہ ہے - اور غلام بھی کوئی اور غیر معہود ہے - لہذا آں کا اضافہ کاتبوں کا تصرف معلوم ہوتا ہے - ہمارے قلمی نسخے میں بھی جو نہایت معتبر و صحیح ہے - یہ کلمہ نہیں ہے -

پادشاہے بندہ را از کرم　　　برگزیدہ بود از جملہ حشم

ترجمہ - ایک بادشاہ نے (اپنے) ایک غلام کو براہ کرم تمام ملازموں میں سے ممتاز کر رکھا تھا -

جامگی او وظیفہ چل امیر　　　دہ یک قدرش ندیدے صد وزیر

لغات - جامگی - بجیم عربی و کاف فارسی وظیفہ - تنخواہ - راتبہ - وظیفہ - تنخواہ - روزینہ - چل - چہل - چالیس دہ یک - دہم - دسواں حصہ - ۱/۱۰ - **ترکیب** - جامگی مبتدا وظیفہ چل امیر مرکب اضافی خبر -

ترجمہ - اس کی تنخواہ چالیس اہلکاروں کی تنخواہ (کے برابر تھی) اس کی (اسی) قدر (و منزلت) کا دسواں حصہ سو وزیر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے -

از کمال طالع و اقبال و بخت　　　او ایازے بود و شہ محمود وقت

لغات - طالع - ستارہ قسمت - نچھتر - اقبال - ایام ترقی - خوش نصیبی - بخت - نصیب - ایاز - سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام - جس کے لئے سلطان مذکور کی محبت ادبیات فارسی میں ایک ضرب المثل اور شعر فارسی کے لئے تمثیل و تنظیر اور استعارہ و تشبیہ کا ایک مسالہ بن گئی - محمود - سلطان محمود غزنوی افغانستان کا ایک نامور مجاہد اسلام اور تاریخ عالم کے بڑے بڑے فاتحین میں سے تھا - جس نے ہندوستان پر سترہ مرتبہ بڑے زور و شور کی چڑھائی کی - ان معرکوں میں سے سومنات کی فتح نہایت شاندار اور اسلامی شجاعت و شہامت کی اعلیٰ مظہر تھی - اگرچہ عہد صحابہ و تابعین میں بھی مسلمان فاتحین ہندوستان پر حملہ آور ہو چکے ہیں - مگر اس سرزمین میں دین اسلام کی اشاعت سلطان محمود کی بدولت ہی شروع ہوئی - ان دینی کارناموں کی بدولت خلیفہ بغداد نے اس کو ایک مبش قرار خلعت کے ساتھ امین الملت یمین الدولہ کا خطاب بخشا - اس کے دربار میں بھی بڑے بڑے اہل کمال موجود تھے - ابوریحان بیرونی اس کے دربار کا ایک نامور فلسفی گذرا ہے - جس کو بوعلی سینا کی ٹکر کا حکیم سمجھا گیا ہے - اس کی ایک تصنیف بنام کتاب الہند ہندوستان کے حالات پر سب سے پہلی عربی تصنیف اور نہایت نادر کتاب ہے - فردوسی اس کے دربار کا نہایت باکمال شاعر تھا - جس نے محمود کی فرمائش سے تاریخ ایران پر ساٹھ ہزار ابیات کی وہ پر جوش مثنوی

سلطان محمود غزنوی

لکھی۔ جس کا نام شاہنامہ ہے۔ اور جب تک فارسی زبان دنیا میں موجود ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت کا سکہ رائج رہے گا۔ محمود نہایت رحم دل۔ منصف مزاج اور معاملہ فہم بادشاہ تھا۔ ۴۲۱ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے دارالسلطنت غزنی میں مدفون ہوا۔ **قافیہ** بخت اور وقت کا قافیہ محل نظر ہے۔

ترجمہ۔ اپنے طالع۔ اور اقبال اور قسمت کے کمال کی بدولت (اس کا یہ مرتبہ تھا کہ گویا) وہ ایاز تھا۔ اور بادشاہ اپنے عہد کا محمود تھا۔

مطلب۔ بادشاہ کو اس غلام کے ساتھ وہ محبت وشفقت اور اس کے حال پر اسقدر نظر عنایت تھی۔ جیسے سلطان محمود غزنوی کو ایاز کے ساتھ۔ صائبؒ ؎

برہنہ اگرچہ دولتِ محمود دست یافت گردن نہاد حلقۂ زلفِ ایاز را

روحِ او با روح شہ در اصلِ خویش پیش ازیں تن بُود ہم پیوندِ خویش

لغات۔ اصلِ خویش سے مرتبہ اعیان ثابتہ مراد ہے۔ پیش ازیں تن اس جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے ہم پیوند۔ متصل۔ مقارن۔ خویش۔ یگانہ۔

ترجمہ۔ کیونکہ اس غلام کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل (یعنے مرتبہ اعیان ثابتہ) میں موجودہ جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پیشتر متصل ومتقارب ہو چکی تھی۔ بقول کسے ؎

اگر تن را ز تن گردون نگیں دل جدا سازد مدیں وحدت سر اول رگہ از دل باز سیدا

کار آں دارد کہ پیش از تن بُدست بگذر از اینہا کہ نو حادث شدہ است

لغات۔ کار آں دارد۔ معتبر بات ہی وہی ہے۔ اہم بات ہی وہی ہے۔ پیش از تن روح کے متعلق بجسم ہونے سے پہلے۔ عالم ارواح۔ روز ازل میں۔ حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا امر۔

ترجمہ۔ اہم امر وہی ہے جو جسم عنصری سے پہلے وقوع میں آیا۔ ان (امور) کو چھوڑو کہ یہ نئے ظہور میں آئے ہیں۔

مطلب۔ اوپر تقدیر الٰہی کا ذکر کیا تھا۔ اب مولانا حسب عادت اس سے مناسب نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ یعنے عالم ارواح کے معاملات ہی قابل اعتماد ہیں۔ عالم اجسام کے معاملات معتبر نہیں۔

چشمِ عارف راستگو نے احول ست چشمِ او بر کشتہائے اوّل ست

لغات۔ راستگو۔ سچ بولنے والا۔ یہاں راست بیں مراد ہے۔ احول۔ بھینگا۔ کشتہا۔ کھیتیاں۔

ترکیب۔ چشم عارف مبتدا راستگو خبر ست رابط مقدر۔

ترجمہ چونکہ عارف کی آنکھ راست بیں (یعنے ٹھیک دیکھنے والی) ہے بھینگی نہیں۔ اس لئے اس کی آنکھ (تقدیر ربانی کی) پہلی کھیتی پر ہوتی ہے۔

نوٹ۔ اکثر نسخوں میں پہلا مصرعہ یوں درج ہے "چشم عارف راستگوئی احول ست" جس کے معنے یوں ہونگے سچ کہو تو عارف کی آنکھ بھینگی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ عالم ارواح کے معاملات پیچھے گزر چکے

اب عالم شہادت کا نقشہ پیش نظر ہے۔ گرگستاخی معاف! عارف تو سامنے کے منظر سے نظر بچ رکھ کر گذشتہ عالم کی طرف ملتفت رہنے کے لئے احول ہونا ہی منظور کرتے ہیں۔ عالم ارواح کے دیدار کی اہمیت کے آگے احولیت کی عاران کو گوارا ہے۔ یہ نسخہ نکتہ خیز اور سیاق عبارت کے لئے اوفق تو ضرور ہے۔ گر احولیت کی نسبت عرفا کے ساتھ کرنی ہمیں گوارا نہ ہوئی۔ اس لئے "ناشناگر۔ قے احول" کا نسخہ اختیار کیا گیا۔ بڑی بات یہ ہے۔ کہ ہمارا قلمی نسخہ بھی اس اختیار کردہ نسخہ کا مؤید ہے۔

مطلب۔ حق تعالیٰ نے روز ازل میں جو کچھ مقدر کر دیا ہے۔ عارف اسی کو دیکھتا ہے۔ چونکہ اس میں کج نظری و غلط بینی نہیں ہے۔ اس لئے وہ تقدیر الٰہی کے سوا اور طرف نظر نہیں کرتا۔

آنچہ گندم کاشتندش آنچہ جو — چشم او آنجاست روز و شب گرو

لغات۔ گندم۔ گیہوں۔ مراد اعلیٰ چیز۔ جو۔ مشہور غلہ ہے۔ مراد ادنیٰ چیز۔ گرو۔ رہن۔ مشغول۔ لگی ہوئی۔

ترکیب۔ کاشتندش کی ضمیر مستتر فاعل کارکنان قضا و قدر کی طرف اور شین ضمیر مفعول آنچہ کی طرف راجع ہے۔ گندم سے۔ درصورت گندم مراد ہے۔ آنچہ جو انہی تقدیرات کے ساتھ دوسرا آنچہ معطوف محذوف عاطف بعض نسخوں میں شین ضمیر کی بجائے واؤ عاطفہ درج ہے۔ گر اظہار عاطف کی بجائے اظہار ضمیر زیادہ مستحسن ہے۔

ترجمہ۔ جس چیز کو گیہوں (کی شکل میں) بویا گیا۔ اور جس چیز کو جو (کی صورت میں) بویا گیا۔ اس کی نظر دن رات ادھر ہی لگ رہی ہے۔

آنچہ آبست است شب جز آں نزاد — حیلہا و مکرہا باد است باد

لغات۔ آبست۔ فعل ماضی ہے آبستن سے جس کے معنے ہیں حمل ہونا۔ باد سے فعل لغو مراد ہے۔ باد کا ایراد دوبارہ از غرض تاکید ہے۔

ترجمہ۔ رات کو (زن و مرد کے جماع سے) جو حمل ٹھہر گیا۔ (لڑکا ہو یا لڑکی) اس کے سوا اور کچھ پیدا نہ ہوگا۔ اس کے خلاف ہر طرح کے مکر اور حیلے بالکل فضول ہیں۔

مطلب۔ قدرت الٰہی سے اسباب پر جو نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ تو کسی حیلے اور کسی تدبیر سے ان میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ آبستن کے لئے شب کی قید اتفاقی ہے۔ بربنائے عادت عام کہ اس کا وقوع اکثر شب ہی کو ہوتا ہے ورنہ وجود نتیجہ کے لئے روز و شب برابر ہیں۔ مولانا بحر العلوم رح فرماتے ہیں۔ کہ شب سے شب عدم مراد ہے۔ اور آبستن شب کنایہ ہے۔ اعیان معدومہ کی استعداد وجود سے۔ مطلب یہ کہ اعیان معدومہ میں بحالت عدم و مرتبہ ثبوت علمی جس صورت میں وجود اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ کما قیل ؎

کسیکہ رشتہ کارش بدست تدبیر است — خیال فاسد او چوں بر آب تصویر است

؎ تیرہ روزی نیست امروزی کہ تدبیرش کنم — ایں سیہ روزی مرا در خامۂ تقدیر بود

کے شود دلخوش بحیلہائے گشن — آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش

لغات ۔ گُش ۔ بفتح کاف فارسی خوب ۔ خوش رفتار کاف تازی کے ساتھ غلط ہے ۔ حیلۂ حق ۔ قدرت حق ۔ بر سر ۔ مسلط ۔

ترجمہ ۔ بھلا وہ شخص اپنے عمدہ حیلوں سے کیا خوش ہو سکتا ہے ؟ جو قدرت حق کو اپنے اوپر مسلط دیکھتا ہے ۔

مطلب ۔ کوتہ بیں و زیرک ظاہر سمجھتا ہے ۔ کہ میں تدبیر سے سب کچھ کر لوں گا ۔ لیکن صاحب بصیرت اور بینائے حقیقت جانتا ہے ۔ کہ حکم حق کے آگے کوئی تدبیر نہیں چل سکتی ۔ صائبؒ ؎

با حکم ایزدی چہ بود گیر و دارِ خلق ۔۔۔ خاشاک را بآبِ رواں اختیار نیست

او درونِ دام و دامے مے نہد ۔۔۔ جانِ تو نے ایں جہد نے زیں جہد

ترکیب ۔ جان تو ۔ قسم ہے ۔ بتقدیر قسم بجان تو کذا فی بحر العلوم ۔ بعض شارحین نے جان تو کو جہد کا فاعل قرار دیا ہے ۔ یہ غلطی ہے ۔ کیونکہ اس صورت انتشار ضمائر لازم آتا ہے ۔ کہ پہلے مصرعہ میں جس شخص کا ذکر غائبانہ کیا تھا ۔ وہی دوسرے مصرعہ میں مخاطب کیا جا رہا ہے ۔

ترجمہ ۔ وہ (خود تو تقدیر الٰہی کے) جال میں (پڑا ہوا) ہے اور ایک (اپنا) جال (الگ) بچھا رہا ہے ۔ تیری جان کی قسم کہ وہ نہ اُس جال سے نکل سکے گا نہ اس جال سے ۔

مطلب ۔ تقدیر الٰہی کا جال پہلے ہی ہر انسان پر حاوی ہے ۔ جس سے وہ نکل نہیں سکتا ۔ اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ۔ ایک دوسرا جال وہ اپنی تدبیر کا بچھا رہا ہے ۔ جس سے طبعاً یا شرعاً چارہ نہیں ۔ تدبیر کا جال بچھانا بے شک ضروری ہے ۔ مگر اپنے آپ کو دام تقدیر کا مقید سمجھنا اور تقاضائے تقدیر کے غالب آنے پر یقین رکھنا بھی شرطِ ایمان ہے ۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں ۔ کہ بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حیلہ گر خود جال میں مقید ہے ۔ جس کی اس کو خبر نہیں ۔ اور اُلٹا دوسروں کے لئے جال بچھا رہا ہے ۔ اور حیلہ گر جس جال میں مقید ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ بھی کسی بندہ کا بچھایا ہوا ہو ۔ اور بعض کے نزدیک نہد کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے ۔ اس صورت میں واؤ عاطفہ نہیں ہے ۔ اور مطلب یوں ہوگا ۔ کہ اللہ تعالیٰ تیرے جال کے اندر اپنی تقدیر کا دوسرا جال بچھا رہا ہے ۔ اے حیلہ گر تیری جان نہ خدائی تقدیر کی گرفت سے بچ سکتی ہے ۔ نہ اپنی تدبیر کے پھندے سے نکل سکتی ہے ۔ حتیٰ کہ خود تیری اپنی بدتدبیری تجھے تقدیر کے جال میں ڈال دیتی ہے ۔ انتہیٰ ۔ نظامیؒ ؎

گہ تیر خوردن عقاب دلیر ۔۔۔ بپر خود آید ز بالا بزیر

گر بروید ور بریزد صد گیاہ ۔۔۔ عاقبت بر روید آں کشتۂ اللہ

ترجمہ ۔ اگر سینکڑوں (قسم کی) گھاس (کے بیج) اُگ آئیں ۔ اور اگرچہ (ان کا اُگنا خود بخود نہیں بلکہ خاص قصد سے ان کو کسی نے) بویا (بھی) ہو (تو بھی وہ پروان نہیں چڑھیں گے ۔ بلکہ) آخر کار خداوند تعالیٰ کا بویا ہوا (بیج) ہی اُگے گا ۔

مطلب ۔ اگر تقدیر الٰہی کے خلاف کوئی تدبیر عمل میں آنے لگے ۔ اور خواہ اس کا عمل میں آنا اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً و ارادتاً ہو ۔ تو بھی وہ تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ مشیت ایزدی کا مقتضا ہی آخر کار ظہور میں آئیگا ۔ ہاتفیؒ ؎

چو تقدیر از عرش آید فرود　　ندارد بلندی دیوار سود

آگے تقدیر کے آگے تدبیر کے بے سود ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

کشت نو کارید بر کشت نخست　　ایں دُوم فانی ست و آں اوّل درست

ترجمہ۔ (اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تدبیر کی) نئی کھیتی (تقدیر کی) سابقہ کھیتی کے اوپر بودی ہے (اس لئے) یہ دوسری (کشت تدبیر) ضائع ہونے والی ہے اور وہ پہلی (کشت تقدیر) تیار ہونے والی۔

مطلب۔ تقدیر کا بیج روز ازل کا بویا ہوا ہے۔ اور تدبیر کا بیج آج کا ہے۔ جس کو تخم تقدیر کے اوپر بکھیرا جا رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کونسا بیج بار آور ہوگا۔ اور کونسا رائیگاں جائے گا۔ یعنے جو بیج زمانہ قرن سے جڑ پکڑ چکا ہے۔ وہی بار آور ہوگا۔ اس سے آگے تازہ ڈالے ہوئے بیج کا اجزائے ارض پر مسلط ہونا اور جڑ پکڑنا مشکل ہے سہ

جامی مکن اندیشہ کہ تغییر نیابد　　در حکم ازل ہر چہ مقرر شدہ باشد

تخم اوّل کامل و بگزیدہ است　　تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است

ترجمہ (دوسری وجہ یہ ہے کہ) پہلا (تقدیر کا) بیج جیّد اور عمدہ ہے (اور) دوسرا (تدبیر کا) بیج خراب اور بوسیدہ ہے۔

مطلب۔ تقدیر افعال الٰہیہ سے ہے۔ اس لئے ہر طرح کامل اور اپنے اثر سے غیر متخلف ہے۔ بخلاف اس کے تدبیر انسانی افعال سے ہے۔ اس لئے بالکل ناقص ہے۔ اور اس سے اثر و نتیجہ کا ظہور یقینی نہیں۔ اسکا اور اس کا کیا مقابلہ؟

افگن ایں تدبیر خود را پیش دوست　　گرچہ تدبیرت ہمہ تدبیر اوست

ترجمہ۔ اپنی اس تدبیر کو (اس) دوست (حقیقی تعالیٰ شانہٗ) کے آگے ڈال دو۔ اگرچہ تمہاری تدبیر بھی سراسر اسی کی تدبیر ہے۔

مطلب۔ جب ثابت ہوگیا۔ کہ تقدیر حق کے آگے تدبیر خلق کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنی تدبیر کے ہتھیار رکھ دو۔ اور اس کی قضا کے آگے گردن رضا جھکا دو۔ جامی رہ سہ

دلے کو مبتلائے دوست باشد　　مراد او رضائے دوست باشد
رضائے خود بیازد در رضایش　　نہد روئے رضا بر خاک پایش

پھر ساتھ ہی کمال توحید کے درجے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اپنی تدبیر کو بھی اپنی نہ سمجھو۔ کہ وہ بھی اسی کی قدرت کے ماتحت عمل میں آتی ہے۔ کما قال رہ سہ

ہیچ برگے بر نیفتد از درخت
بے قضا و حکم آں سلطانِ تخت

کارآں دارد کہ حق افراشت ست　　　آخر آں روید کہ اوّل کاشت ست

لغات۔ کار داشتن یا کارے داشتن کسی کام کا اہم ہونا۔ معتبر ہونا۔ افراشتن۔ بلند کرنا۔ قائم کرنا نصب کرنا۔ **صنائع** اول و آخر کا تقابل پر لطف ہے۔

ترجمہ۔ اہم کام وہی ہے۔ جس کو حق تعالٰے نے قائم کیا ہے۔ جو (بیج) روزِ ازل سے بویا گیا آخر وہی اُگے گا۔

ہرچہ کاری از برائے او بکار　　　چوں اسیرِ دوستی اے دوستدار

لغات۔ کاری۔ فعل مضارع مخاطب از کاشتن (بونا) اسیر۔ قیدی۔ گرفتار۔ عاشق

ترجمہ (اپنے قول و عمل کا) جو کچھ (بیج) بونے لگو۔ تو اس کے لئے بو۔ جب کہ تم (اپنے) دوست (حقیقی تعالیٰ شانہ) کے (محبت ایمانی کے جال میں) گرفتار ہو۔

مطلب۔ اوپر تک امور تکوینی کا بیان تھا۔ یعنے دنیاوی امور کے متعلق جو کچھ حیلہ و تدبیر کیا جائے۔ وہ تقدیر کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اب اس بیت سے امر تشریعی کا ذکر ہے۔ یعنے ہر عمل میں رضائے حق کو مقدم رکھنا اور اسے مخلصانہ کرنا چاہئے۔ سعدی رہ ؎

نگویم تواند رسیدن بدوست	دریں رہ جز آنکس کہ درویش اوست
کسے گر تابد ز محراب روے	بکفرش گواہی دہند اہلِ کوے
تو ہم پشت بر قبلہ در نماز	گرت در خدا نیست روے نیاز

گرد نفسِ دزد و کارِ او مپیچ　　　ہرچہ آں نے کارِ حق ہیچ ست ہیچ

ترکیب۔ مپیچ فعل با فاعل کا مفعول فیہ اگلے دو شعر ہیں۔

ترجمہ۔ نفس خائن اور اس کے (من مانے) کام کے پیچھے نہ پھرو۔ کیونکہ جو (کام) خدا کا کام نہیں ہے۔ وہ نکما ہے نکما۔

مطلب۔ نفس کو چور یا خائن اس اعتبار سے کہا ہے۔ کہ وہ احکام حق کو دیانت داری سے نہیں بجا لاتا۔ بلکہ اس میں بہانہ جوئی اور حیلہ سازی کرتا ہے۔ یہاں نفس کی انہی باتوں کی بجا آوری سے منع کیا گیا ہے جو اس نے محض باغوائے شیطان پسند کر رکھی ہیں۔ فطرت صحیحہ اُن کی اجازت نہیں دیتی۔ نہ وہ خدا کے نزدیک اچھی ہیں۔ لیکن حقوق النفس عند اللہ مسلم ہیں۔ اور فطرت صحیحہ بھی ان کی مقتضی ہے۔ مثلاً اکل و شرب و مناکحت و معاشرت وغیرہ۔ ان سے منع نہیں کیا۔ بلکہ ان کی رعایت رکھنی شرعاً لازم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ بے شک تیرے نفس کے لئے تجھ پر حق ہے۔ اور دوسرے مصرعہ کے مضمون کی رُو سے بھی نفس کے جائز حقوق خود بخود اس نہی سے مستثنٰی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے حقوق مشروع ہونے کے اعتبار سے خدائی کاموں میں داخل ہیں۔ پس یہاں نفس کے انہی کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ جو خدائی کام نہیں۔ اور وہی ہیچ اور نکمے ہیں۔

پیش از آنکہ روزِ دیں پیدا شود ۔۔۔ نزدِ مالک دُزدِ دیں رُسوا شود

لغات۔ روزِ دین ۔ یوم الدین ۔ روزِ قیامت ۔ پیدا ۔ ظاہر ۔ نمایاں ۔ مالک ۔ مالک الملک ۔ حق تعالیٰ ۔ دزدِ دین ۔ دین کا چور ۔ نفس و شیطان ۔ بایں اعتبار کہ وہ دینی احکام میں دزدی و خیانت سے کام لیتے ہیں ۔

ترجمہ (نفس سے قطع تعلق کرلو) قبل اس کے کہ قیامت کا دن آجائے ۔ (اور پھر) مالک (حقیقی) کے سامنے دین کا چور (یعنے نفس یا شیطان) خوار ہو جائے ۔

مطلب ۔ شیطان کے اتباع سے کنارہ دنیا ہی میں کرنا چاہیے ۔ ورنہ آخرت میں جبکہ وہ اور اس کے اتباع سب خدا کے حضور میں خوار و خجل ہوں گے ۔ اس سے بیزاری ظاہر کرنا بے سود ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۔ جب (اللہ تعالیٰ) ان سب کو اکٹھا کریگا ۔ (اور خطاب فرمائیگا) اے شیطانو! تم نے تو بہت آدمیوں کو گمراہ کیا ۔ اور آدمیوں میں سے جو (دنیا میں) ان کے دوست تھے ۔ وہ کہیں گے ۔ اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا ۔ اور ہمارے لئے جو وعدہ تو نے ٹھیرایا تھا ۔ اس وعدے تک ہم آن پہنچے ۔ اللہ فرمائیگا (اب) دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے اس میں ہمیشہ رہوگے ۔ مگر جب تک اللہ چاہے ۔ بیشک تیرا پروردگار حکمت والا جاننے والا ہے (انعام ع ۱۵)

رختِ دُزدیدہ بتدبیر و فنش ۔۔۔ ماند روزِ داوری بر گردنش

لغات ۔ رخت ۔ مال و اسباب ۔ فن ۔ حیلہ ۔ فریب ۔ مکر ۔ روزِ داوری ۔ قیامت ۔ انصاف کا دن ۔ داوری دراصل دادوری بمعنے منصفی ہے ۔

ترجمہ ۔ اس کا اپنے مکر و فریب سے چرایا ہوا مال و اسباب قیامت کے روز اس کی گردن پر (لدا) ہوگا ۔

مطلب ۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے جو چیز چرائی ہے ۔ قیامت کو وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا ۔ جس سے وہ اہل محشر میں ذلیل و خوار ہوگا ۔ یہاں یا تو اسی حدیث کا مفہوم مراد ہے ۔ یا رختِ دزدیدہ کنایہ ہے اعمالِ بد سے اور برگردن ماندن سے ان کا وبال مراد ہے ۔ اور یہی مطلب ارجح معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ نفس و شیطان صرف دزدی و خیانت ہی کے مرتکب نہیں ۔ کہ قیامت کو صرف اشیائے مسروقہ کا بوجھ ہی ان کے اوپر لدا ہوگا ۔ بلکہ اور بھی گوناگوں معاصی کے مرتکب ہیں ۔ ان سب کا وبال ان کا بار دوش ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ ۚ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۔ اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اٹھائے ہوئے ہونگے ۔ اسے ہے کیا برا بوجھ اٹھائے پھریں گے (انعام ع ۴) سعدی رہ ؎

مرو زیرِ بارِ گنہ اے پسر ۔۔۔ کہ حمال عاجز بود در سفر

صد ہزاراں عقل با ہم بر جہند ۔۔۔ تا بغیرِ دامِ او دامے نہند

دامِ خود را سخت تر یابند و بس کے نماید قوتے با باد خس

لغات۔ بر جہند سعی و تردد میکنند آمادہ مے شوند۔ بغیر۔ علاوہ مراد بر خلاف و بمقابلہ۔ خس۔ تنکا۔ پرکاہ۔

ترکیب۔ شعر اول مستدرک منہ اور شعر ثانی استدراک ہے۔ اور حرف استدراک "لیکن" مقدر ہے۔ خس فاعل ہے نماید کا۔

ترجمہ۔ لاکھوں عقلیں متفق ہو کر آمادہ ہوتی ہیں کہ اس کے دام (تقدیر) کے خلاف کوئی (اپنا) دام (تدبیر بھی) بچھاویں (لیکن) وہ (جب دیکھتے ہیں تو) اپنے دام (تقدیر) کو (جس میں معتقد ہیں) اور بھی سخت پاتے ہیں اور بس (پھر کوئی پیش نہیں جاتی) بھلا تنکا کہیں ہوا کے مقابلہ کی وقعت رکھتا ہے؟

مطلب۔ اوپر یہ مضمون چل رہا تھا۔ کہ "تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ" اور فرمایا تھا "اوور دوں دام دامے نہد" اس اثنا میں یہ نصیحت کی تھی۔ کہ جو تدبیر بمقتضائے نفس سے ہو۔ اسکو بالکل اختیار نہ کرو "گرد نفس وزد وکار او مپیچ"۔ اور پھر نفس کے انجام کا ذکر آگیا تھا۔ اب اس شعر سے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود فرمایا ہے۔ یعنے تقدیر الٰہی تو گویا ایک آندھی ہے۔ اور تدبیر انسانی گویا تنکا ہے۔ پس تنکا آندھی کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ انسان اگر چاہے۔ اپنی تدبیر کی بدولت کمند تقدیر سے نکل جاؤں۔ تو یہ ناممکن ہے ؎

کمن تلاش رہائی ز دستِ او صاحب ۔۔۔ کہ از کمند خدائی خلاص ممکن نیست

ور نداری باور از من رو ببیں ۔۔۔ در نبی وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ

لغات۔ نبی بضم نون و یائے مجہول قرآن مجید۔ خیر الماکرین۔ سب سے اچھا داؤ کرنے والا۔ سب سے اچھا صاحب تدبیر

ترجمہ۔ اگر تم کو میری بات کا یقین نہیں تو جاؤ قرآن مجید میں (یہ لکھا) دیکھ لو "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے"

مطلب۔ پوری آیت یوں ہے۔ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ انہوں نے داؤ کیا اور اللہ نے بھی داؤ کیا۔ اور اللہ داؤ کرنے والوں میں سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے۔ (آل عمران ع ۵) اس سے ثابت ہے کہ تقدیر ربانی تدبیر انسانی سے بڑھ کر اور اس پر غالب ہے۔

نکتہ۔ پہلے تقدیر الٰہی کی فوقیت کا ثبوت عقلاً و قیاساً دیا گیا۔ پھر کہا اگر یوں یقین نہیں آتا۔ تو چلو۔ قرآن مجید پر فیصلہ کر لو۔ دیکھو اس میں بھی تقدیر الٰہی کے غلبہ کا ذکر ہے۔ اس سے یہ عبرت آموز سبق ملتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں اور اس زمانے میں جبکہ مثنوی تصنیف ہو رہی تھی۔ کس قدر تفاوت ہے۔ اس وقت اگر کوئی کسی کی عقلی بات کو نہ مانتا۔ تو اس کا فیصلہ نقلی دلیل سے ہو جاتا۔ اور اب اگر کسی بات کا ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھائیے۔ محض نقل کو ہم نہیں مانتے۔ ان لوگوں کی طبائع سلیم تھیں۔ آجکل کے لوگوں کے مزاج امراض روحانیہ سے فاسد ہو رہے ہیں۔ طبع سلیم کا تقاضا یہ ہے۔ کہ عقل کے مقابلے میں نقل کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو۔ اگر عقل نقل کے سامنے سرنگوں اور قائل ہو جائے بہتر۔ اور اگر اس سے مزاحم ہو۔ تو سمجھنا چاہئے۔ کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے۔ گو ہم محسوس نہیں

کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ منقول کے منبع میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اور ہماری عقلوں میں غلطی و خطا کا وقوع رات دن تجربہ میں آرہا ہے پس عقل خطاکار کی مجال کیا ہے۔ جو نقل منزہ عن الخطا کے حکم کا مقابلہ کرے۔ نقل کو عقل سے رد کرنے کی تجویز خود عقل کی ایک غلطی ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

بکجا رسیدہ باشد مگس ربودہ عقل ناقص — چہ بہ بام عرش کورے بعصا رسیدہ باشد

عقل سلیم کا مقتضا یہی ہے۔ کہ جب ثابت ہو جائے۔ کہ یہ خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تو فوراً بلا چون وچرا مان لیا جائے۔ اور اگر عقل اس میں حیل وحجت کرے۔ تو سمجھ لیا جائے۔ کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے۔ ورنہ خود حکم خلاف عقل نہیں۔ یہ امر اسقدر بدیہی ہے۔ کہ اس کا منکر یا مجنون ہے یا معاند۔ اور بہر دو صورت نا قابل خطاب ہے۔ ندی رہ ؎

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی — آنست جوابش کہ جوابش ندہی (کلید مثنوی)

آگے مولانا یہ سوال نقل کرتے ہیں۔ کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل بے کار ہیں۔ اور ہمیشہ اصل تقدیر ہی کار فرما ہے۔ تو پھر ایسی بیکار شئے کے پیدا کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ پھر خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس میں مصلحتیں تو بہت ہیں۔ مگر ان کا بتانا ہمارا منصب نہیں۔

گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود؟ — در سُوالت فائدہ ہست اے عنود؟

لغات۔ ہستی سے عالم تدبیر مراد ہے۔ عنود۔ معاند۔ جھگڑالو۔ فائدہ ہستی میں فک اضافت ہے۔

ترجمہ۔ اگر تم کہو کہ (جب ہمیشہ اور ہر حالت میں تقدیر ربانی ہی کار فرما ہے تو پھر) عالم (تدبیر کو پیدا کرنے) سے کیا فائدہ؟ اے جھگڑالو! (ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ) کیا تمہارے اس سوال میں (بھی کچھ) فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سُوالت فائدہ — چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ

لغات۔ شنوم۔ فعل مضارع متکلم ہے شنیدن سے واؤ بضرورت ساکن ہے۔ ورنہ اصل میں متحرک ہے عبث۔ بے فائدہ۔ عائدہ۔ نتیجہ۔ ثمرہ۔

ترجمہ۔ اگر یہ تیرا سوال (بھی) کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ تو میں اس کو کیا فضول اور بے نتیجہ سنوں۔

مطلب یہ ایک الزامی جواب ہے کہ اگر آفرینش عالم میں کوئی فائدہ نہیں۔ تو پھر تمہارے سوال میں بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر تمہارے سوال میں کچھ نہ کچھ مثلاً کم از کم حصول اطمینان ورفع خلجان کا فائدہ ہے۔ تو آفرینش عالم میں بھی ضرور فائدہ ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے فعل میں فائدہ ہو۔ مگر خالق برحق کا فعل بے فائدہ ہو۔ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ (مومنون ع ۶)

در سُوالت فائدہ دارد یقیں — پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں

ترجمہ۔ اور اگر تیرے سوال میں یقیناً (کچھ) فائدہ ہے۔ تو جہان بھی بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ذرا غور کرو (تو اس کے فوائد بھی معلوم ہونے لگیں گے)

گر سوالت را بسے فائدہ ہاست　　پس جہاں بیفائدہ آخر چراست

عروض۔ مصرعہ اولیٰ میں فائدہ کے ہمزہ کو اشباع پڑھنے سے بیت کا وزن درست بیٹھتا ہے۔ وہذا من مجوزات المثنوی ایک اگلے شعر میں بھی یہی کیفیت ہے۔

ترجمہ۔ اگر تمہارے سوال میں بہت سے فائدے ہیں۔ تو آخر جہان بے فائدہ کیوں ہو؟

ور جہاں از یک جہت بیفائدہ است　　از جہتہائے دگر پُر فائدہ است

ترجمہ۔ اور اگر جہان ایک پہلو سے بیفائدہ ہے۔ تو دوسرے پہلوؤں سے اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

مطلب۔ جہان کو من کل الوجوہ بے فائدہ سمجھنا غلطی ہے۔ فرض کرو کہ وہ ایک حیثیت سے بیفائدہ ہے تو دوسری حیثیتوں سے مفید بھی ہے۔ اگرچہ ہم ان حیثیتوں کی تفصیل وتعیین نہ کر سکیں۔ اور یہ کچھ ضروری نہیں۔ کہ جو چیز ایک جہت سے بیفائدہ ہو۔ تو اس کو کسی حیثیت سے بھی عمل میں نہ لایا جائے۔ مثلاً ایک کام تمہارے لئے مفید ہے۔ اور میرے لئے غیر مفید پس تم اس کے اس غیر مفید پہلو کا لحاظ نہ کرو گے۔ اور ضرور اس کو عمل میں لاؤ گے۔ آگے یہی فرماتے ہیں۔

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست　　مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست

ترجمہ۔ اگر تمہارا فائدہ میرا فائدہ ہے۔ تو جب وہ تمہارے لئے فائدہ ہے۔ تو اس سے باز نہ رہو (ضرور کرو)

فائدہ تو گر مرا نبود مفید　　چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید

ترجمہ۔ اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں۔ تو اے مرید جب وہ تیرے لئے (سراسر) فائدہ ہے۔ تو اس کو اختیار کر لے۔

ور ہنم زاں فائدہ حُر ابنِ حُر　　مر ترا چوں فائدہ ست از ایں مبر

لغات۔ حُر بن حُر۔ آزاد کا بیٹا آزاد۔ وہ شخص جس کا آزادی خاندانی امتیاز ہو۔ مراد ہے نیاز۔ بے پروا مبر۔ امر انتناعی بریدن (کاٹنا) سے قطع تعلق نہ کر۔

ترجمہ۔ اور اگرچہ میں اس فائدے سے بے نیاز ہوں۔ جب (یہ) تیرے لئے فائدہ ہے۔ تو اس سے پہلو تہی نہ کر۔

نکتہ۔ ایک ہی مضمون کو تین مرتبہ کرۃً بعد مرۃ دھرا دھرا کر لانے اور خصوصاً اس میں مرید کے لقب سے

خطاب کرنے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرید کی تربیت و تکمیل میں پیر کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر اس سلسلے میں کچھ فوائد مثلاً شہرت و نام آوری اور فتوحات وغیرہ ہیں بھی۔ تو وہ شیوخ مزور اور پیران مکار کو مطلوب ہوتے ہیں۔ ایک پیر کامل اور شیخ واصل ان فوائد سے حُرّ ابن حُرّ (بے نیاز) ہوتا ہے۔ پس سراسر اس میں مرید ہی کا فائدہ ہے۔ اس لئے اس کو ہمہ تن اشتیاق ہو کر دونوں ہاتھوں اس فائدے کو سمیٹنا چاہئے۔ ؎

مکش دستِ طلب از دامنِ صدقِ طلب صائبؔ کہ گمرہ مے شود آنکس کہ از رہبر جدا ماند

بار بار تاکید کی ہے۔ کہ اس فائدے کو نہ چھوڑو۔ "از وے مالیست"۔ "گیر اے مرید"۔ "از این منبر" اس سے ظاہر ہے۔ کہ چشمہ فیض بے نیاز ہونے کے باوجود خود جوش میں ہے۔ کہ کوئی اس سے تشنہ کام نہ جائے۔

صائبؔ ؎ بیمار اگر ز در دبود غافل از طبیب دارو دلِ طبیب ز بیمار آگہی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔ جس سے وہ شدت خجالت کے سبب خانقاہ سے بھاگ گیا۔ مدت تک حاضر نہ ہوا۔ ایک دن حضرت جنید رہ اپنے اصحاب کے ساتھ بازار میں جا رہے تھے۔ اتفاق سے وہی مرید سامنے آتا نظر پڑا۔ جو آپ کو دیکھ کر بھاگا۔ اور ایک کوچے میں گھس گیا۔ حضرت جنید رہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ تم سب لوگ چلے جاؤ۔ ہمارا ایک مرغ جال سے بھاگا ہوا ہے۔ اس کو پکڑیں گے۔ مرید نے پلٹ کر دیکھا۔ کہ شیخ پیچھے چلے آرہے ہیں۔ بہت پریشان ہوا۔ اور تیزی سے چلنے لگا۔ چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچا۔ کہ آگے راستہ نہ تھا۔ شرم کے مارے دیوار میں منہ دے کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ حضرت! کہاں تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم وہاں آرہے ہیں۔ جہاں مرید کو دیوار نے روک رکھا ہے۔ تاکہ پھر اس کو خانقاہ میں لے جا کر ایسا بنا دیں۔ کہ کوئی دیوار اس کے راہ مقصد میں حائل نہ ہو سکے۔ اور ہر چیز اس کے راستے سے ہٹ جایا کرے۔ صائبؔ ؎

قدمِ سعیِ تو در دامنِ تن پیچیدہ است ورنہ افلاک تُرا اطلسِ پا اندازِ ست

حُسنِ یُوسف عالمے را فائدہ گرچہ بر اخوان عبث بُد زائدہ

لغات۔ عالمے میں یائے تفخیم کے لئے ہے۔ اخوان سے اخوان یوسف مراد ہیں۔ زائدہ بمعنے مزید بکثرت بشدت۔ بالکل سراسر یا اس کے معنے زائد از مقصود کے ہیں۔ اس صورت میں یہ لفظ معطوف ہے عبث پر بحذف عاطف۔

ترجمہ (دیکھو) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن (وجمال) ایک جہان کے لئے مفید (نظارہ) تھا۔ اگرچہ ان کے بھائیوں کے سامنے بالکل فضول تھا۔ (یا فضول اور زائد چیز تھا)

مطلب۔ اوپر یہ کلیہ بیان کیا تھا۔ کہ ہر چیز من وجہ مفید اور من وجہ غیر مفید ہوتی ہے۔ اب اس کے چند نظائر پیش فرماتے ہیں۔ جن میں پہلی نظیر حسن یوسف ہے۔ جو دنیا جہان کے لئے آرام جان تھا۔ حتیٰ کہ زلیخا اسے خواب ہی میں دیکھ کر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئی۔ مگر وہی حسن برادران یوسف کے لئے سوہان روح تھا حتیٰ کہ ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ کہ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یوسف کو جان سے مار ڈالو۔ یا کسی جنگل بیابان میں اسے ڈال دو (یوسف ع ۲) آخر ان کی زیادہ سے زیادہ قدر کی تو یہ کی۔ کہ چند درموں کے عوض

مسکین آدمی کو خدا بے نیاز بنا دیتا ہے

ان کو بیچ ڈالا۔ وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ (یوسف ع ۲) جامی رحمہ

زیاکاراں کہ جنسِ جاں فروشند | چناں جنسے چنیں ارزاں فروشند
خوارج مصر یک دیدار از دے | متاعِ جاں بیک گفتار از دے
ولے ایں نرخ را یعقوب داند | زلیخا ایں خریداری تواند

لحنِ داؤدی چناں محبوب بود — لیک بر محجوب بانگِ چوب بود

لغات۔ لحن داؤدی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز۔ جس کا یہ اثر تھا۔ کہ پرندے اس کے سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ پچھلی جلد میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ محبوب۔ پسندیدہ۔ محجوب محروم۔ منکر۔ بانگ چوب۔ لکڑی کی چوں چوں۔ جو کواڑ اور چھکڑے وغیرہ سے نکلا کرتی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز اسقدر پسندیدہ تھی (کہ پرندے تک شائق تھے) لیکن منکر کے نزدیک (اس کی وقعت) لکڑی کی چوں چوں (سے زیادہ نہ) تھی۔ صائب رحمہ

زنغمہ سنجی داؤد گوش میگیرند | فغاں کہ نغمہ شناسے دریں دیار نماند

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں — لیک بر قبطی منکر بود خوں

لغات۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی۔ آبِ حیواں۔ آبحیات۔ وہ چشمہ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ جو شخص اس کا پانی پی لے۔ تو زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں مرتا۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا پانی پی لیا تھا۔ اس لئے ہزارہا سال سے آج تک زندہ ہیں۔ قبطی۔ فرعون مراد ہے۔ کیونکہ وہ قبطی قوم سے تھا۔ خون۔ کنایہ ہے موت سے اس شعر میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے اس قصے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت موسےٰؑ اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ ظلم سے نجات دلانے کے لئے مصر سے نکال کر لئے جاتے تھے۔ فرعون نے اپنے لشکر سمیت ان کا تعاقب کیا۔ سامنے دریائے نیل آگیا۔ حضرت موسےٰؑ کے معجزے سے اس میں خشک راستہ نکل آیا۔ جس سے وہ اپنی قوم سمیت پار اتر گئے۔ مگر جب فرعون اور اس کی فوج نے اس میں قدم رکھا۔ تو دریا کے دونوں پاٹ مل گئے۔ اور یہ لوگ سب کے سب غرق ہو گئے۔ دشمن کو غرق کر دینے کے اعتبار سے دریائے نیل موت ثابت ہوا۔ اور حضرت موسےٰؑ کو دشمن سے نجات دلانے کے لحاظ سے آبحیات۔ از آبِ حیواں بُد فزوں میں یہ نکتہ ہے۔ کہ آبحیات سے صرف زندگی محفوظ رہتی ہے۔ دشمن نہیں مرتے۔ مگر آبِ نیل نے حضرت موسیٰ کی زندگی بھی بچالی۔ اور دشمن کو بھی ہلاک کیا۔

ترجمہ (دریائے) نیل کا پانی (حضرت موسےٰؑ اور ان کی قوم کے لئے) آبحیات سے بھی بڑھ کر (ثابت ہوا) تھا۔ لیکن (وہی پانی) فرعون منکر کے لئے موت (بن گیا) تھا۔

ہست بر مومن شہیدی زندگی — بر منافق مُردن ست و ژندگی

لغات۔ شہیدی۔ شہادت۔ آخر میں یائے مصدری ہے۔ ژندگی۔ تباہی۔ بربادی۔ **صنائع** زندگی اور ژندگی میں صنعت تجنیس مضارع۔

ترجمہ۔ شہید ہو جانا مومن کے لئے زندگی ہے۔ اور منافق کے لئے موت اور تباہی ہے۔

مطلب ۔ شہیدوں کے زندہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مرا ہوا خیال نہ کرنا۔ بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود) ہیں۔ ان کو روزی ملتی ہے (اور) جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے۔ اس میں مگن ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد (زندہ رہے اور) ابھی ان میں آکر شامل نہیں ہوئے۔ ان کی نسبت (یہ خیال کرکے) خوشیاں مناتے ہیں۔ کہ (یہ بھی شہید ہوں تو ہماری طرح) ان پر (بھی) نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہو اور نہ یہ (کسی طرح) آزردہ خاطر رہیں۔ (آل عمران ع ۱۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ تو اللہ تعالٰے نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسموں میں ڈال دیا۔ وہ بہشت کی نہروں پر اُترتے ہیں۔ اور اس کے پھل کھاتے ہیں۔ اور طلائی قندیلوں میں ٹھکانا کرتے ہیں۔ جو عرش کے سایہ میں لٹک رہی ہیں۔ پھر جب ان کو اپنے کھانے پینے اور آرام و راحت کے مزے محسوس ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری حالت سے مطلع کرے۔ کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں۔ تاکہ وہ بہشت سے بے پروا نہ ہوں۔ اور نہ جنگ سے کنارہ کشی کریں۔ تو اللہ تعالٰے نے فرمایا میں ان کو تمہاری حالت سے مطلع کردوں گا۔ اسی لئے اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل کی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ الخ (ابوداؤد۔ خازن) ونعم ماقیل ؎

کنند دفن ازاں رو شہید را با رخت　　　کہ ہر کہ کشتۂ اوگشت جامہ نگذارد[1]

مطلب یہ کہ میدان جہاد میں مقتول ہو جانا مومن کے لئے حیات ابدی ہے۔ اور کافر کے لئے موت ایک ہی چیز ایک کے لئے تریاق ہے دوسرے کے لئے زہر۔

چیست در عالم بگو یک نعمتے　　　کہ نہ محروم اند از وے اُمّتے

ترجمہ (غرض یہیں) بتاؤ کہ کیا دنیا میں کوئی ایک ایسی نعمت موجود ہے جس سے ایک بڑی جماعت محروم نہ ہو (اور اس کے لحاظ سے وہ چیز بے فائدہ نہ ہو)۔

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر؟　　　ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر

ترجمہ۔ مثلاً بیل اور گدھے کو شکر میں کیا فائدہ ہے؟ (کچھ بھی نہیں) کیونکہ ہر (جیتی) جان کے لئے ایک جدا گانہ غذا ہے۔

---

[1] جامہ نگذاشتن کنایہ ہے اولیاء اللہ وسلاطین کی وفات سے۔ ہندی میں بھی اسی محاورے کے مشابہ چولا بدلنا کہتے ہیں۔ شاعر نے شہیدوں کی زندگی کا مضمون خوب ادا کیا ہے۔ یعنے شہیدوں کو کپڑوں سمیت دفن کرنے سے یہ اشارہ مراد ہے۔ کہ ایشاں جامہ نے گذارند یعنے نے میرند ۱۲

مطلب۔ شکر عموماً انسان کی غذا ہے۔ اس لئے بہائم کو عادۃً اس سے کوئی سروکار نہیں۔ تو کیا یہ اور ایسی دیگر اشیاء جن میں ایک جماعت کو کچھ فائدہ متوقع نہ ہو۔ مخلوق نہیں ہیں؟ ضرور ہیں۔ پھر کیا ان کی تخلیق عبث ہے۔ اس کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پھر تخلیق عالم کیوں عبث ہونے لگی۔

لیک گر آں قوت بروے عارضی ست ۔۔۔ پس نصیحت کردن او را رائضی ست

لغات۔ عارضی غیر اصلی۔ چند روزہ۔ جو امر داخل طبیعت نہ ہو۔ رائضی۔ چابک سواری۔ گھوڑے کو سدھانا۔

ترجمہ۔ لیکن اگر وہ غذا اس پر عارضی ہے۔ تو اس کو نصیحت کرنا۔ چابک سواری (کا کام دیتی) ہے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ کہ ہر مخلوق کے لئے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے۔ اب فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ اپنی اصلی غذا کے علاوہ دوسری غذاؤں کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی اصلی غذا سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کو اس غیر مناسب غذا سے باز رکھنے کے لئے نصیحت و موعظت کرنی پڑتی ہے۔ جس سے امید ہے کہ وہ اس مضر و غیر مفید غذا کو ترک کر دیں۔ اور یہ نصیحت ان کے لئے وہی کام دیتی ہے۔ جو سرکش گھوڑے کے لئے چابک سواری جس سے گھوڑا اپنی سرکشی و شرارت کو چھوڑ دیتا ہے۔ سعدی رہ ؎

نصیحت کہ خالی بود از غرض ۔۔۔ چو داروئے تلخ ست دفع مرض

مولانا بحر العلوم رہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرت معرفت کی مقتضی ہے۔ اندریں اس کی اصلی و روحانی غذا ہے۔ لیکن اس کی جسمانی زندگی کے قیام کے لئے آب و گل بھی اس کی غذا قرار پائی۔ جو حیات حیوانیہ کے بقا تک ایک عارضی غذا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس عارضی غذا کی چاٹ میں ایسا غرق ہو۔ کہ اسی کو اپنا مقصد حیات بنائے۔ اور معرفت کی روحانی غذا کی پروا نہ کرے۔ اس کو نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ اغذیہ و اشربہ کے دلدادہ نہ ہو۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہے۔ بلکہ عارضی ہے۔ معرفت حق کے طلبگار ہو۔ وہی مقصود اصلی ہے۔ سعدی رہ ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست ۔۔۔ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

چوں کسے کو از مرض گل داشت دوست ۔۔۔ گرچہ پندارد کہ آں خود قوت اوست

ترجمہ۔ مثلاً جو شخص (فساد اشتہا کے) مرض کے سبب سے مٹی (کھانا) پسند کرے۔ اگرچہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کی (اصلی) غذا ہے۔ مگر:۔

قوتِ اصلی را فراموش کردہ است ۔۔۔ روئے در قوتِ مرض آوردہ است

ترجمہ۔ اس نے اپنی اصلی غذا کو بھلا دیا ہے۔ بیماری کی تاثیر سے جس مضر غذا (کو جی چاہا۔ اس) پر متوجہ ہو رہا ہے۔

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است ۔۔۔ قوتِ علت ہمچو جوشش کردہ است

لغات۔ نوش۔ تریاق۔ شہد۔ سم۔ زہر۔ مراد خوراک مضر۔ ہمچو چوب مراد لاغر۔ سوکھ کر کانٹا ہو جانے والا۔

ترجمہ۔ تریاق کو چھوڑ کر زہر کھا گیا ہے۔ مرض کی (وجہ سے مرغوب ہونے والی) غذا نے اس کو لکڑی کی طرح (لاغر) بنا دیا۔

مطلب۔ ہر چیز اپنی مناسب و فطری غذا سے پھلتی پھولتی ہے۔ اور نامناسب و غیر فطری غذا سے لاغر و تباہ حال ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح جب فساد اشتہا سے مضر اشیا کے کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ اور انسان ان کو کھانے لگتا ہے۔ تو چونکہ ان میں تغذیہ و تنمیہ کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے لاغر ہونے لگتا ہے۔ سعدی رہ ؎

کہ در سینہ پیکانِ تیر تتار — بہ از نقلِ ماکولِ ناسازگار

قوتِ اصلی بشر نورِ خداست — قوتِ حیوانی مراو را ناسزاست

ترجمہ۔ انسان کی اصلی (روحانی) غذا (معرفت) خدا کا نور ہے (لہذا) اس کے لئے (صرف) حیوانی غذا (پر اکتفا کرنا) زیبا نہیں۔

مطلب۔ اوپر کے بیان سے چند باتوں کا افادہ ہوا۔ یعنے (۱) مخلوقات کی غذائیں مختلف ہیں "ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر" (۲) کبھی کوئی مخلوق اپنی فطری و اصلی غذا کو چھوڑ کر غیر فطری و عارضی غذا بھی اختیار کر لیتی ہے "لیک گر آں قوت بروے عارضی ست" (۳) ایسی غیر فطری غذا عموماً غلبہ مرض سے پسند آنے لگتی ہے۔ "چوں کسے کو از مرض گل داشت دوست" (۴) ایسی غذا ضرور نقصان پہنچاتی ہے "قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است (۵) پند و نصیحت سے ایسی غذاؤں کی عادت ترک ہو سکتی ہے "پس نصیحت کردن اور ا رائقی ست" یہ تمام باتیں اصل مقصود کے مقدمات تھے۔ اب اس شعر سے اصلی مقصد بیان فرماتے ہیں۔ یعنے روح انسان کی اصلی غذا معرفت حق کا نور ہے۔ اور قوت حیوانی جو بہیمیت و سبعیت پر مشتمل ہے۔ فساد مزاج کی صورت میں اور ہی قسم کی غذائیں چاہتی ہے۔ یعنے لذات جسمانیہ و شہوات نفسانیہ جو مقصود اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ فراط کی صورت میں سخت مضر و مہلک ہیں۔ حافظ رہ ؎

براہِ تو ہمہ چاہ است سر نہادہ مرو — بجام تو ہمہ زہر ست ناچشیدہ مخر

لیک از علت دریں افتاد دل — کہ خورد او روز و شب از آب و گل

ترجمہ۔ لیکن (فساد اشتہا کے) مرض کے سبب دل اس میں پھنس گیا۔ (اور ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ) رات دن اسی پانی اور مٹی (یعنے ناسوتی لذتوں) کو چکھتا رہے۔

مطلب۔ غلبۂ نفس سے روحانیت کمزور ہو جاتی ہے۔ تو دل حیوانی لذات کا حریص ہو جاتا ہے۔ آخر انسانی صفات سے معرا اور حیوانی اوصاف سے موصوف بن جاتا ہے۔ سعدی رہ ؎

کسے کو شکم بندہ شد چوں ستور — ستورے بروں آید از ناف گور

چو آید قیامت ترازو بدست — زگا دی بہ خر بایدش برنشست

روئے زرد و پائے سست و دل سبک — کو غذائے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ

لغات - رُوئے زرد - لاغر و کمزور - محروم و مایوس - پائے سست - سست رفتار - ناامید - دل سبک - کمزور دل - وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ - سورہ ذاریات کی آیت سے اقتباس ہے - جس کے معنے ہیں - قسم ہے راستوں والے آسمان کی - اور اس سے ساتواں آسمان مراد ہوتا ہے -

ترجمہ (آخر ان مضر و ناموافق غذاؤں سے اس کی روح کا) چہرہ زرد - پاؤں سست اور دل کمزور ہو گیا - کہاں آسمانی غذا (اگر وہ کھائی ہوتی تو یہ حالت کیوں ہوتی)

مطلب - یہ ترجمہ اس صورت میں ہے - کہ مصرعہ اول میں رُوئے زرد وغیرہ صفات کو معنے حقیقی پر محمول کیا جائے - اور دوسرا مصرعہ الگ جملہ قرار پاکر مولانا کا مقولہ بن گیا - لیکن اگر ان صفات سے کنایات مقصود ہوں - تو دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کا تتمہ بن جائے گا - اور ترجمہ یوں ہوگا - (ایسی غذا کھا کر روح) مبتلائے حرمان و مایوسی ہے - اور اس کا دل دھڑکتا ہے (اس حسرت سے کہ) وہ آسمانی غذا کہاں ہے (جسے کھا کر میں اس کے راستوں سے داخل ملائکہ ہو جاتی) بہرکیف لذات جسمانیہ سے جیسے روح لاغر و زرد رُو اور خرِ نفس فربہ و توانا ہوتا جاتا ہے - سعدی ؎

ہمے میروت عیسے از لاغری	تو در بند آنی کہ خر پروری
بدیں اے فرومایہ دنیا مخر	جو خر با بخیلِ عیسے مخر

آں غذائے خاصگانِ دولت ست — خوردنِ آں بے گلو و آلت ست

لغات - خاصگان جمع خاصہ - خواص - خاص لوگ - مقربین - خاصگان دولت مقربین درگاہ وزرائے سلطنت - آلت آلہ - ذریعہ فعل - مراد چمچہ - رکابی وغیرہ - آلات خورد و نوش -

ترجمہ - وہ (عالم بالا کی) غذا (ہر کس و ناکس کا حصہ نہیں بلکہ خاص) مقربان درگاہ (حق) کے لئے ہے - اس کا کھانا پینا (ناسوتی غذاؤں کی طرح نہیں - بلکہ وہ) حلق (سے نگلے بدون) اور چمچے رکابی کے بغیر (کھائی جاتی) ہے -

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دُود فرش

لغات - نورِ عرش - نور معرفت - حسود - حاسد - دیو - شیطان - فرش - زمین -

ترجمہ - آفتاب کی طرح روشن رہنے والے دلوں کی غذا نور معرفت ہے (اور) حاسد شیطان کو (مکروہات) زمین کے دھوئیں سے (غذا ملتی) ہے -

مطلب - عارف کی تمثیل آفتاب کے ساتھ بایں مناسبت ہے - کہ ایک تو وہ آفتاب کی طرح نورِ معرفت سے تاباں و درخشاں ہے - دوسرے جس طرح آفتاب کا نور مومن و کافر - دوست و دشمن اور اچھے بُرے سب کے لئے وقف ہے - اس کو کسی سے حسد و بخل نہیں ہے - اسی طرح عارف کی برکات سے بھی ہر قسم کے لوگ علیٰ قدر مراتب متمتع ہوتے ہیں - بخلاف اس کے منکرین کو شیطان سے تشبیہ دی ہے - کہ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا - اسی طرح منکرین اہل کمال پر حسد کرتے ہیں - اور ان سے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا کما قال ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی است　　کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

در شہیداں یُرْزَقُوْنَ فرمود حق　　آں غذا را نے دہاں بُد نے طبق

لغات۔ یُرْزَقُوْنَ اشارہ ہے سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ الآیہ۔ یہ ترجمہ تھوڑی دُور پیچھے گزر چکا۔ طبق۔ طشت۔ تھال۔

ترجمہ (چنانچہ) شہیدوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یُرْزَقُوْنَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) فرمایا ہے۔ تو اس غذا کے لیئے (جو ان کو دی گئی) نہ (یہ) منہ (کھانے کا کام دیتا) تھا نہ تھال (جس میں اُسے رکھا جاتا)

رفع اشتباہ۔ شاید کسی کو یہاں یہ شبہ عارض ہو۔ کہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شہیدوں کو عند اللہ جو رزق ملتا ہے۔ وہ کوئی امر معنوی ہے حسّی نہیں۔ جو اعضا و جوارح کے توسّل سے حاصل کیا جاتا ہو۔ حالانکہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ کہ شہید لوگ بہشت کی نہروں سے پانی پیتے ہیں۔ اور اس کے میوے کھاتے ہیں۔ لہذا اس بیان میں اور احادیث کے مضمون میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا بحر العلوم رح فرماتے ہیں "اور مولوی قدس سرہٗ نے یا تو اشارہ کی زبان سے معرفت کو رزق پر حمل کیا ہے۔ کہ یہ دل کی غذا منہ اور طبق کے بغیر ہے۔ یا رزق سے عام مراد لیا ہے۔ جو دونوں قسم کے رزقوں کو شامل ہے۔ یا رزق اپنے معنے پر محمول ہو۔ اور ما اٰتٰہم اللہ من فضلہ سے علم و معرفت کا رزق مراد ہو۔ اور بہر تقدیر اس بیان میں اس رزق کا انکار نہیں۔ جو منہ سے کھایا جاتا ہے۔ پس کوئی اس سے اس رزق کے انتفا کا توہم نہ کرے۔ کیونکہ اس قسم کا رزق پہنچنا اور منہ سے طعام کھانا شہیدوں کے لئے قطعی اور مسلم ہے۔ مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ بلکہ ابیات کا مقصود رزق معرفت ہے۔ باآنکہ یہ رزق طعام بھی پہنچتا ہو۔" انتہیٰ۔ کلید مثنوی میں ایک شارح فرماتے ہیں۔ کہ الفاظ آیت فی نفسہا اس شعر کے معنے سے آبی نہیں۔ محتمل عموم ہیں۔ لہذا یہ تفسیر ان تفاسیر کے بھی خلاف نہیں۔ جن میں ان کی تفسیر اغذیہ جنت سے کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ تعیین یک نوع رزق ہے۔ اور یہ تشریح نوع دیگر۔ ھذا ما عندی فی توجیہ ھذا المقام واللہ اعلم بالصواب۔ انتہیٰ

شہیدوں کا رزق حسّی ہے یا معنوی

دل زہر رائے غذائے میخورد　　دل زہر علمے صفائے مے برد

لغات۔ رائے۔ عقل۔ فکر۔ قیاس۔ صفا۔ صفائی۔ پاکیزگی۔ جلا و تابش۔

ترجمہ۔ دل ہر قسم کی عقل (اور فکر) سے غذا کھاتا ہے۔ دل ہر علم سے صفائی (اور نور زینت) حاصل کرتا ہے۔

مطلب۔ دل کی غذا بھی دیگر اشیاء کی غذا کی طرح مختلف ہے۔ چنانچہ اس کی غذا فکر و نظر ہے جس سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور علوم مفیدہ بھی اس کی غذا ہیں۔ جن سے اس کو صفائی اور قوت ادراک ملتی ہے۔

صورتِ ہر آدمی چوں کاسہ ایست　　　　چشم از معنئے او حسّاسہ ایست

لغات۔ صورت۔ ظاہری وجود۔ کاسہ۔ پیالہ۔ حساسہ۔ بہت احساس کرنے والا۔

ترجمہ۔ ہر آدمی کی صورت (تو گویا) ایک پیالہ ہے۔ آنکھ (اس صورت سے قطع نظر کر کے صرف) اس کے معنے کا ادراک (کرنا پسند) کرتی ہے۔

مطلب۔ جس طرح دل کی خاص غذا ہے چشم بصیرت کی غذا بھی خاص ہے۔ دیکھو صورت اور معنے دو متقابل امر ہیں۔ اور ہر انسان میں دونوں اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ صورت کی مثال پیالہ کی سی ہے۔ اور معنے کی مثال پیالے کے اندر کی چیز کی سی۔ اور جس طرح وہ پیالہ کے اندر کی چیز مقصود ولذاتہا ہوتی ہے نہ کہ پیالہ۔ اسی طرح چشم بصیرت کے لئے صرف معنے مقصود ہے نہ کہ صورت۔ وہی اس کی غذا ہے۔ جو دوسری اشیا کی غذا سے جداگانہ ہے۔ امیر خسرو رہ ؎

بصورت خوش مشو کز روئے معنے　　　　نئے خامہ نکو تر از نئے قند

حافظ رہ ؎

حسن مہرویان مجلس گرچہ دل مے برد و دیں　　　　عشق ما بلطف طبع و خوبی اخلاق بود

از لقائے ہر کسے چیزے خوری　　　　وز قرانِ ہر کسے چیزے بری

لغات۔ لقا۔ ملاقات۔ قران۔ نزدیکی۔ قرب۔ صحبت۔

ترجمہ۔ ہر شخص کی ملاقات سے تم کچھ نہ کچھ (ذائقہ) چکھو گے۔ اور ہر شخص کی صحبت سے کچھ نہ کچھ حاصل (ہی) کرو گے۔

مطلب۔ جب یہ معلوم ہو چکا۔ کہ ہر چیز کی غذا جداگانہ ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ انسان کی اصلی غذا روحانی ہے۔ تو اب معلوم ہونا چاہئے۔ کہ جب تم کسی سے ملتے ہو۔ تو اس سے کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی ہو یا حیوانی۔ قلبی ہو یا عینی۔ مفید ہو یا مضر تم کو ضرور ملتی ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ ہر شخص کی ملاقات سے تم ضرور کچھ نہ کچھ خوشی یا غم۔ امید یا ناامیدی۔ راحت یا زحمت حاصل کرتے ہو ؎

آتش از خانۂ ہمسایہ بہمسایہ فتد　　　　صائب از پہلوئے دل درد و غم اندوختہ ایست

اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے دو چیزوں کے قران میں یہ خاصہ رکھا ہے۔ کہ اکثر ان سے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اس کے چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں　　　　لائق ہر دو اثر زاید یقیں

ترجمہ۔ جب ایک ستارہ (دوسرے) ستارے کے ساتھ (کسی برج میں) قران ہوتا ہے۔ تو دونوں سے مناسب کوئی اثر (ضرور) پیدا ہوتا ہے۔

مطلب۔ ایک ستارے کا دوسرے ستارے کے ساتھ قران ہونے سے جو اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یا تو ایک کا دوسرے کی قوت کو کمزور کر دینا یا بڑھا دینا مراد ہے۔ جو مستبعد نہیں۔ یا دہ اثر مراد ہے۔ جو بقول

اہلِ تنجیم سعادت یا نحوست کی صورت میں دوسری مخلوق پر پڑتا ہے۔ جیسے اگر مشتری و زہرہ کے ایک برج میں جمع ہونے کے وقت کوئی بچہ پیدا ہو۔ تو اس کو نہایت خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ اور اس کو صاحب قرآن کہتے ہیں یعنے اس کی ولادت کے وقت سعد اکبر (مشتری) اور سعد اصغر (زہرہ) ایک برج میں مقارن ہیں۔ مگر نجوم کی ایسی تاثیرات کا اعتقاد شرعاً داخل شرک ہے۔ اس لئے یہاں یہ مقصود نہیں ہوسکتا۔ الابادل تاثیر کواکب کے متعلق مولانا رہ کے اقوال کی تاویل مفصلاً مفتاح العلوم دفتر اول کے حصہ اول میں گزر چکی ہے۔

از قرانِ مرد و زن زاید بشر ۔۔۔ وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر

ترجمہ۔ مرد اور عورت کی صحبت سے (ایک تیسرا) انسان (یعنے ان کا بچہ) پیدا ہوجاتا ہے اور (اسی طرح) سنگ (چقماق) اور لوہے کے ٹکرانے سے بھی چنگاری پیدا ہوجاتی ہے۔

وز قرانِ خاک با بارانہا ۔۔۔ میوہا و سبزہا ریحانہا

لغات۔ بارانہا۔ بارشیں۔ ریحانہا۔ جمع ریحان۔ سبزہ۔ نازبو۔ گلسرخ کے سوا باقی ہر قسم کے پھولوں کو بھی ریحان کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ اور (اسی طرح) مٹی کے بارشوں کے ساتھ ملنے سے میوے۔ سبزے اور پھول (اُگتے ہیں)

وز قرانِ سبزہا با آدمی ۔۔۔ دلخوشی و بیغمی و خرّمی

ترجمہ اور (پھر آگے) (ان سبزیوں (ترکاریوں) کے آدمی کے ساتھ (بطور غذا منہضم ہو) مل جانے سے (صحت جسم کی بدولت) فرحتِ دل۔ بشاشت اور مسرت (حاصل ہوتی ہے)

وز قرانِ خرّمی با جانِ ما ۔۔۔ مے بزاید خوبی و احسانہا

ترجمہ۔ اور ہماری جان کے ساتھ خوشی کے مل جانے سے (بہت سی باتوں میں) خوبی اور کمالات پیدا ہوجاتے ہیں۔

مطلب۔ دل خوش رہے تو ہر کام خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پاتا ہے۔ طاعات و عبادات میں لطف آتا ہے۔ بنی نوع کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ دینی و دنیوی مہمات کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کی ہمت رہتی ہے۔ سعدی رحمہ

بحاجتے کہ روی تازہ رُو و خنداں رو ۔۔۔ فرو نہ بندد کارِ کشادہ پیشانی

صائب رحمہ

مرا خورسندی از سامانِ دنیا محتشم دارد ۔۔۔ دلِ خورسند ہرکس دارد از دنیا چہ غم دارد

قابلِ خوردن بود اجسامِ ما ۔۔۔ چوں برآید از تفرج کامِ ما

ترجمہ۔ جب سیر (تفریح) سے ہماری مراد پوری ہوجاتی ہے (تو اس کا اثر ہمارے) جسم (پر یہ ہوتا ہے کہ وہ) غذا پانے کے قابل ہوجاتا ہے۔
مطلب یہ بھی دو چیزوں کے باہم مل جانے سے تیسری چیز کے پیدا ہوجانے کی مثال ہے۔ یعنے سیر و تفریح کے جسم کیساتھ تقارن ہونے سے اشتہائے غذا اور قوت انہضام پیدا ہوتی ہے۔ جو سیر و تفریح کے فوائد خاص ہیں۔ اور انہی وجوہ سے ہوا خوری مفید صحت مانی گئی ہے۔

سُرخ رُوئی از قرانِ خُوں بُود　　خُوں زخورشید خوشی گلگوں بود

ترجمہ۔ خون کے (چہرہ کی جلد کے ساتھ) ملنے سے چہرے میں سرخی آتی ہے۔ (اور) خون آفتاب مسرت (کے ساتھ ملنے) سے سرخ ہوتا ہے۔
مطلب۔ یہ بھی اسی قسم کی نظیر ہے۔ کہ دو چیزوں کا اجتماع ایک تیسری چیز کے ظہور کا باعث ہوا۔ خون اور چہرے کے اقتران سے چہرے کی سرخی۔ اور خوشی اور خون کے اجتماع سے خون کی سرخی پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ خوشی و راحت میں تمام اعضائے رئیسہ اپنے وظائف بخوبی بجالاتے ہیں۔ اس لئے اس حالت میں خون صالح پیدا ہوکر سرخی جسم کا باعث ہوتا ہے۔ اور بقول اہل نجوم تمام سرخ رنگوں کی تخلیق آفتاب کے تعلق سے ہوئی ہے۔ اس لئے مولانا نے خوشی کے لئے جو مولد حمرت ہے۔ آفتاب کا استعارہ کیا ہے۔ چنانچہ پھر فرماتے ہیں۔

بہترین رنگہا سُرخی بُود　　واں زخورشید ست و از وَے میرسد

ترجمہ۔ سب سے اچھا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اور وہ خورشید سے ہے اور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔
مطلب۔ یہ بھی اسی قسم کی مثال ہے۔ کہ خورشید کی تاثیرات کے دیگر اشیا کے ساتھ ملنے سے ان اشیاء میں سرخی پیدا ہوجاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں جن سے تاثیر کواکب کا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ محض بنا بر علی المشہور شاعرانہ میں قلم سے ٹپک گئیں۔ ورنہ توبہ توبہ مولانا رح جیسے اکابر علماء کے عقائد ایسے خرافات سے ملوث کیوں ہونے لگے۔ اگلا شعر بھی اسی قسم کا ہے۔

ہر زمینے کو قریں شد با زُحل　　شورہ گشت و کشت را نبود محل

لغات۔ زحل ایک ستارہ کا نام ہے۔ جس کو اہل تنجیم نحس اکبر کہتے ہیں۔ اور اس کی تاثیر یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جس طرف اس کا رخ ہو۔ ادھر قحط اور جدھر پیٹھ ہو۔ وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔ شورہ۔ کلر۔ ناقابل زراعت۔ کشت۔ زراعت یفصل۔ محل۔ جگہ۔ موزون۔
ترجمہ۔ (اسی طرح) جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ کلر بن جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی۔

قوت اندر فعل آید ز اتّفاق　　چوں قرانِ دیو با اہلِ نفاق

لغات۔ دیو۔ شیطان۔ اہل نفاق۔ منافق لوگ۔

ترجمہ (لوگوں کے ساتھ جب) اتفاق (شامل ہوتا ہے تو اس) سے کام میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اہلِ نفاق کے ساتھ شیطان کا مل جانا (نفاق کی قوت کا باعث ہوتا ہے)۔

مطلب - مذکورہ بالا تمام نظائر کا ماحصل یہ نکلا۔ کہ دو چیزوں کے اقتران سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان ہر چیز کے قرب و اقتران سے کوئی نہ کوئی خاص کیفیت کسب کرتا ہے "از قران ہر کسے چیزے بزی" مگر انسان پر واجب ہے۔ کہ ہمیشہ معانی کا اقتران اختیار کرے۔ اور معارف الٰہیہ کو اپنی غذا بنائے۔ اب معانی و معارف کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

ایں معانی راست از چرخِ نہم — بے ہمہ طاق و طرم طاق و طرم

لغات - چرخ نہم - فلک الافلاک - جو سارے آسمانوں سے اوپر کا آسمان ہے۔ اور اس کو اصطلاح شرع میں عرش کہتے ہیں۔ واضح ہو۔ کہ سارا عالم ایک کرہ ہے۔ جس کا مرکز زمین ہے۔ اور آسمان سارے نو ہیں جو ایک دوسرے پر تہ بر تہ چڑھتے چلے گئے ہیں۔ جیسے پیاز کے پوست۔ ان نوئیں سے سب سے اوپر کا آسمان فلک نہم یا فلک الافلاک ہے۔ اور سب سے نیچے کا فلک فلکِ قمر ہے۔ فلکِ قمر کا فاصلہ کرہ ارض سے چالیس ہزار چھ سو تریسٹھ فرسنگ ہے۔ اور فلک نہم کا فاصلہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (غیاث اللغات) فلک نہم کو فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اطلس کے معنے درم بے سکہ کے ہیں۔ جس طرح درم بے سکہ نقوش سے سادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح فلک نہم بھی نقوش کواکب سے سادہ ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا (غیاث) فلک اطلس کی ساخت ایک جسم شفاف و مستدیر ہے۔ جو بارہ برجوں پر منقسم ہے۔ اور ہر برج پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ یہ بارہ فرشتے عرش کے چار قواعد کے مطابق چار مراتب پر ہیں۔ اور تین منازل ہیں۔ یعنے دنیا۔ برزخ۔ آخرت۔ ان میں سے ہر منزل کے ساتھ چار فرشتوں کا تعلق ہے اور ہر فرشتے کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے علوم و معارف کے تیس خزانے حاصل ہیں۔ اس قیاس سے فلک اطلس یا چرخ نہم میں تین سو ساٹھ خزانے علوم و معارف کے ہیں۔ جن سے اہلِ عالم پر بقدر استعداد فیضان ہوتا رہتا ہے (بحر العلوم ملخصاً)۔ طاق و طرم۔ طمطراق۔ کر و فر۔ شان و شوکت۔ **ترکیب** طاق و طرم (دوسرا کلمہ جو آخر بیت میں ہے) موصوف بے ہمہ طاق و طرم صفت موصوف و صفت مل کر مبتدا موخر ہوا۔ ثابت خبر محذوف۔ ایں معانی را متعلق۔ از چرخ نہم بھی متعلق۔ است کلمہ ربط۔

ترجمہ ان معانی (علوم و معارف) کو (ظاہری) شان و شوکت کے بغیر فلک ہفتم سے (ایک قدرتی شان و شوکت (حاصل) ہے۔

مطلب کوتہ نظر انسان دنیا کی مادی اشیاء کی نظر فریب شان و شوکت پر مٹتا ہے۔ جو فانی و بے بود ہے۔ اور علوم و معارف کی قدر نہیں کرتا۔ جن کا بقا اور قیام ابدی و لازوال ہے۔ دنیوی و مادی اشیاء کے مقابلے میں علوم و معارف کی شان و شوکت کے اعلےٰ ہونے کا یہی کافی ثبوت ہے۔ کہ مقدم الذکر عالم سفلی سے اور موخر الذکر عالم علوی سے تعلق رکھتا ہے۔ صائبؒ ؎

جمعے کہ آشنائی عالم بریدہ اند — در جستجوے معنے بیگانہ تو اند

الغرض علوم و معارف کو ہی مقدم سمجھنا اور اپنی غذائے روح بنانا چاہیے۔ آگے جمادات کا کم رتبہ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

فلک الافلاک۔ فلک اطلس۔ عرش

خلق را طاق و طرم عاریتی ست — امر را طاق و طرم ماہیتی ست

لغات - خلق - عالم مادیات - عالم اجسام - اشیائے دنیا - عاریتی - منسوب بہ عاریت - عارضی - چند روزہ - مستعار - امر - عالم مجردات - جس میں ارواح و ملائکہ وغیرہ غیر مادی اشیاء شامل ہیں - یہاں علوم و معارف مراد ہیں ماہیتی - منسوب بہ ماہیت - اصلی - طبعی - داخل سرشت -

ترجمہ - عالم مادیات کی شان و شوکت عارضی (اور فانی) ہے - (اور) عالم مجردات کی شان و شوکت اصلی (اور غیر زائل) ہے -

مطلب - فانی و ناپائدار چیز کے شوق میں باقی و پائدار چیز سے غافل نہ ہونا چاہئے صائبؒ ؎

نخلِ نو خیز تو بہرِ بوستانِ دیگر ست — ریشۂ محکم درزمینِ عاریت چندیں مکن

از پئے طاق و طرم خواری کشند — بر امیدِ عز در خواری خوشند

ترجمہ (ظاہری و فانی) شان و شوکت کے لئے ذلت جھیلتے ہیں - (دنیاوی) عزت کی امید پر ذلت میں خوش ہیں - جامیؒ ؎

مرد جاہل جاہ گیتی را لقب دولت نہد — ہمچناں کاس منبد طفل و گوید فربہی

بر امیدِ عز دو روزہ خدوک — گردنِ خود کردہ انداز غم چو دوک

لغات - خدوک - فارسی لفظ ہے - خا اور دال کا ضمہ - واو معدولہ - غصہ - رشک - خجالت - پریشانی - یہاں صفت بمعنے موصوف استعمال ہوئی ہے - دوک - تکلا - مراد باریک و لاغر -

ترجمہ - دو روزہ عزت کی امید پر پریشان ہو رہے ہیں (اور اسی) غم میں اپنی گردن کو تکلے کی طرح (لاغر و) باریک کر لیا -

مطلب - طالب دنیا اتنا نہیں سمجھتا - کہ جاہ و عزت کی تلاش کا منشا محض یہ ہے - کہ ذلت و خواری ناگوار ہے اور طلب خوشی کی بنا اس پر ہے کہ غم گوارا نہیں - لیکن جب عزت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں - اس سے ذلت کا لاحق ہونا یقینی ہے - اور جب خوشی کی جستجو میں سرگردان ہوتے ہیں - تو اس میں ناکامی باعث غم ہوتی ہے - غرض اسی تگ و دو اور سعی و تردد میں عزت و مسرت کا حاصل ہونا موہوم ہے - اور ذلت و غم کا لاحق ہونا یقینی پس یہ کہاں کی دانشمندی ہے - کہ مطلوب موہوم کے لئے مکروہ متیقن کو گوارا کر لیا جائے - کما قیل ؎

از برائے کام دنیا خویش را غمگیں مکن — پشت پا زن شادکامی را کہ آغازش غم ست

چوں نمے آیند اینجا کہ منم — کاندریں عز آفتاب روشنم

ترجمہ (اگر ان لوگوں کو حقیقی عزت مطلوب ہے تو) اس مقام پر کیوں نہیں آتے - جہاں میں ہوں کہ میں اس (مقام پر فائز ہونے کی) عزت میں (گویا) آفتاب درخشاں

ہوں۔

مطلب۔ یہ اپنے علو منزلت کی ستایش نہیں۔ بلکہ افادہ خیر کا ایک پاک جذبہ ہے۔ کہ جس روحانی لطف ولذت سے خود متمتع ہو رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارے دوسرے بھائی بھی متمتع ہوں۔ صائبؒ ؎

تا نوشانم نگردد ور مذاقم خوشگوار　　　　در قدح چوں خضر گر آب بقا باشد مرا

اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ آؤ چلے آؤ۔ ہم جو مزے لوٹ رہے ہیں۔ تم بھی ان سے لطف اٹھاؤ۔ ولنعم ما قیل ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید　　　　معشوق درینجاست بیائید بیائید

مشرقِ خورشید بُرجِ قیرگوں　　　　آفتابِ ما ز مشرقہا بروں

لغات۔ قیرگوں۔ قیر ایک سیاہ روغن کا نام ہے۔ قیرگوں قیر کے سے رنگ کا۔ مراد سیاہ۔ تاریک۔ کالا بھجنگ۔

ترجمہ۔ (اس ظاہری) سورج کی جائے طلوع ایک سیاہ رنگ کا برج ہے۔ اور ہمارا آفتاب (حق) (جس سے ہم اقتباس انوار کر رہے ہیں) مشرقوں سے باہر ہے۔

مطلب۔ لوگوں نے آفتاب فلک ہی کو منبع انوار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلع کوئی نہ کوئی ایسا برج ہوتا ہے۔ جو طلوع آفتاب سے پہلے تاریک ہوتا ہے۔ پھر اس کے طلوع سے روشن ہوتا ہے۔ لیکن ذات احدیت چونکہ جہات و مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس کے انوار ہر وقت درخشاں رہتے ہیں۔ کبھی غروب اور مستور نہیں ہوتے۔ صائبؒ ؎

در دیدۂ روشن گہراں ہر ورقِ گل　　　　از نور تجلی یدِ بیضائے کلیم ست

اگر بعض آنکھیں اس کے نور کو محسوس نہیں کرتیں۔ تو یہ عدم احساس خود انہی کی آنکھوں کی نابینائی یا مستوری کے سبب سے ہے۔ نہ یہ کہ اس کے انوار کا فیضان بند ہوگیا۔ اگر ایک شخص خود اندھا ہو۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ یا ایک تاریک کمرے میں کواڑ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور دوپہر کے وقت جبکہ سورج سمت الراس پر درخشاں ہو۔ اس کے طلوع کا انکار کرنے لگے۔ تو یہ خود اسی کی آنکھ کا قصور ہے۔ طلوع آفتاب میں کوئی شک نہیں ؎

چو آفتاب بہر ذرہ مے نمائی رخ　　　　ولیک چشم عراقی نمیکند ادراک

انوار احدیت کی ہر وقت درخشاں ہیں۔ در چشم عوام سے ادراک نہ کرسکنے ... [margin note, partly illegible]

کلید مثنوی میں لکھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم اس کے لئے شاہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) اس کا مطلب یہ کہ ہم تو بندے سے قریب ہیں۔ مگر بندہ ہم سے دور ہے۔ چونکہ حق تعالےٰ اور بندہ کے درمیان علم کا واسطہ اور تعلق ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک وقت اللہ تعالےٰ تو قریب ہو۔ اور بندہ غافل اور دور ہو۔ اس لئے کہ تلازم قرب من الجانبین ممکنات کے خواص سے ہے۔ چنانچہ ایک شئے ممکن دوسری شئے ممکن کے قریب ہو۔ تو دوسری کا بھی اس سے قریب ہونا لازم ہے۔ اس لئے کہ ان میں قرب مکانی ہے۔ مگر یہاں قرب علمی ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہیں۔ مگر بندہ اکثر اوقات غفلت کی وجہ سے عارف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال حکماء نے یہ دی ہے۔ کہ جیسے ایک شخص ہماری دائیں طرف بیٹھا ہے۔ تو ہم اس کی بائیں طرف بیٹھے ہوں گے۔ اب اگر وہ اٹھ کر بائیں طرف آ بیٹھے تو ہم اس کے دائیں طرف ہو جائیں گے۔ ہرچند کہ ہم نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ بایں ہمہ محض دوسر

شخص کی حرکت سے ہماری حیثیت بدلتی گئی۔ اسی طرح حق تعالےٰ تو مکان و زمان سے پاک ہے۔ وہ تو ہر جگہ اور ہر وقت موجود و جلوہ افگن ہے۔ مگر چونکہ ہم غافل ہیں۔ اس لئے ہماری غفلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ حق تعالےٰ ہم سے دور ہے۔ اور جب ہم کو تنبّہ ہوتا ہے۔ اور اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے۔ کہ اب ہم سے قریب ہے۔ تو یہ دونوں حالتیں ہماری ہیں۔ حق تعالیٰ کی کیفیت میں تغیر نہیں ہوا۔ تاہم اس پر تبدیلِ حیثیت صادق ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ وہ ہر وقت اپنے نور سے سب کو منور کر رہا ہے۔ وہ کسی مشرق منور یا مظلم کا تابع و محتاج نہیں۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جامیؒ ؎

مجموعہ ایست ہر ورقِ گل زحُسنِ تو مُرغِ چمن چرا ہمیں بوئے و رنگ ساخت

مشرقِ او نسبتِ ذرّاتِ اُو نہ برامد نہ فرو شد ذاتِ اُو

ترجمہ (پھر بھی جو کہیں کہیں) اس کے لئے مشرق (کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو یہ محض مجازاً ہے جیسے) اس کے (نور سے منور ہونے والے) ذرات کی (اس کے ساتھ) نسبت (مجازاً) ہے۔ ورنہ درحقیقت اس کی ذات نہ (غروب کے بعد) طلوع کرتی ہے۔ نہ غروب ہوتی ہے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ ذات احدیت کے آفتاب کے لئے کوئی مشرق نہیں۔ اس پر سوال ہو سکتا تھا۔ کہ پیچھے آپ خود فرما چکے ہیں "مطلعِ شمس آ اگر اسکندری" اس لئے بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ ایسا مجازاً کہا گیا ہے۔ جس طرح ذرات خاک کو انوار آفتاب کا مظہر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ کہاں آفتاب پُر انوار اور کہاں ذرہ بے مقدار۔ اسی طرح انسان کو بھی جو ایک ذرہ بے مقدار ہے۔ مجازاً آفتاب احدیت کا مطلع انوار کہہ دیتے ہیں۔ ورنہ حقیقۃً وہ آفتاب حقیقی ہر وقت درخشاں و ضوافشاں ہے۔ حافظؒ ؎

جمالِ یار ندارد حجاب و پردہ ولے غبارِ رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

ما کہ واپس ماندہ ذرّاتِ وِئیم در دو عالم آفتابِ بے فَئیم

لغات۔ واپس ماندہ۔ پستر۔ سب سے پیچھے رہنے والا۔ پھسڈی۔ فَے۔ سایہ

ترجمہ۔ ہم (بھی) جو (سب اولیاء کاملین سے) کم رتبہ (ہیں) اس کے (انوار سے چمکنے والے) ذرات (ہونے کی وجہ سے یہ درجہ رکھتے) ہیں (کہ) دونوں جہانوں میں۔ وہ آفتاب ہیں۔ جس کا سایہ نہیں (یعنے ہر وقت اور ہر سمت درخشاں ہے)

مطلب۔ آفتاب حقیقت کی عظمت شان کا ذکر ہے۔ یعنے ہم ایسا ایک بے مقدار ذرہ اور تمام بندگان حق سے کم رتبہ فرد اس کے نور کی بدولت آفتاب بنا ہے۔ تو پھر خود اس نور علیٰ نور اور ورا الورا ثم ورا الورا کی کیفیت کیا ہوگی۔ اسکے اظہار کے لئے دامن الفاظ بالکل تنگ و ناکافی ہے۔ عراقیؒ ؎

چو ردیش پردہ بکشاید کُہ و صحرا برقص آید چو عشقش رُوے بنماید خرد ناچار برخیزد

باز گِردِ شمس میگردم عجب ہم زِ فرِ شمس باشد ایں سبب

لغات۔ عجب۔ عمدہ۔ بحد کمال۔ بخوبی۔ فر۔ شان و شوکت۔ **ترکیب**۔ دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں تقدیم

وتا خیر ہے۔ اِن کا مشارٌ الیہ اشتیاق مقدر ہے۔ اور سبب ذرّہ کا مضاف ہے۔

ترجمہ (میں اتنا کچھ ہوں) پھر بھی (اقتباس انوار سے مستغنی نہیں بلکہ) اس آفتاب پر کمال (اشتیاق) لٹو ہو رہا ہوں۔ (اور میرا) یہ (اشتیاق) بھی آفتاب (حقیقت) کی شان و شوکت کے سبب سے ہے۔

مطلب۔ عارف کمال کے کسی بڑے سے بڑے درجے پر فائز ہو کر طلب مزید سے قانع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مراتب قرب کی انتہا نہیں۔ اور ایک درجہ پر اقتصار خلاف کمال ہے۔ غنی رح ؎

گرم طلب بوصل نماند ز اضطراب — تیرے کہ تیز جست نشد بر نشانہ بند

شمس باشد بر سببہا مُطّلِع — ہم ازو حبلِ سببہا مُنقطِع

لغات مطّلع۔ آگاہ۔ حبل۔ رسّی۔ سررشتہ۔ منقطع۔ قطع شکستہ۔

ترجمہ (اب) آفتاب ہی (فائز بمراد ہونے کے) اسباب پر آگاہ ہے نیز اسی سے اسبابِ (وصل) کے رشتے منقطع ہوتے ہیں۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا۔ کہ میں شدت اشتیاق سے آفتاب حقیقت کے گرد گھوم رہا ہوں۔ اب حیرت و پریشانی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ پروانہ وار اس کے گرد چکر لگانا بھی اگرچہ اسباب وصول میں سے ایک سبب ہے۔ مگر ان اسباب کے مفید و نافع ہونے کا علم اسی کو ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ حافظ ؎

محروم ز انتظار و دریں پردہ راہ نیست — یا ہست و پردہ دار نشانم نمے دہد

پھر مایوسانہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ان اسباب کی رسّی منقطع بھی ہو جاتی ہے۔ حتٰے کہ بعض طالب اس ناکامی و نامرادی کے صدمے سے فاتر العقل ہو جاتے ہیں بعض خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ طالب کا مقصد جسقدر عظیم الشان ہوتا ہے۔ اس میں ناکام رہنے کا صدمہ بھی اسی قدر شدید ہوتا ہے۔ کہ دنیوی صدمات سے اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ پھر اس کی عقل معاش و عقل معاد دونوں بیکار ہو جاتی ہیں۔ عراقی رح ؎

مردن و خاکے شدن بہتر کہ با تو زیستن — سوختن خوشتر بسے کز روئے تو گردم جدا

صد ہزاراں بار ببریدم امید — از کہ؟ از شمس ایں ز من باور کنید

ترجمہ۔ میں نے لاکھوں مرتبہ امید منقطع کر لی۔ کس سے؟ آفتاب (حقیقت) سے۔ میری اس بات پر یقین رکھیے۔

مطلب۔ یہاں مولانا رح اپنے دوران طلب کے واقعات و مشکلات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہم بھی بارہا دولت وصول سے ناامید ہوئے۔ پھر سعی و طلب پر کمر باندھی۔ اور چل پڑے۔ مگر پھر دوری منزل سے جی چھوٹا۔ اور بیٹھ گئے۔ دوبارہ پھر ہمت کی۔ اور اٹھے۔ تھوڑی دور گئے۔ اور پھر چکرا کر گرے۔ عراقی رح ؎

دریں وادی فرو شد کاروانہا — کہ کس نشنید آوازِ درائے

مگر طلب صادق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مشکلات سے نہ گھبرائے۔ اور برابر مصروف طلب رہے۔ امیر خسرو ؎

چہ باک رہرو حق را کہ رہ نہ آسانست — چہ غم کبوترِ حج را کہ رہ نہ ہموارست

نا امیدی میں بھی سررشتہ امید کو ٹوٹنے نہ دینا چاہیئے۔ کہ کبھی نا امیدی ہی صبح امید کی روشنی بن جاتی ہے۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام انتہائی نا امیدی میں بھی لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللهِ پکارتے تھے۔ صائبؒ ؎

نقاب چہرہ امید باشد گرد نومیدی　　　غبار دیدہ یعقوب آخر توتیا گردد

اسی لئے مولانا رحمہ اہل طلب کی ہمت بندھواتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:-

تو مرا باور مکن کز آفتاب　　　صبر دارم من و یا ماہی ز آب

لغات۔ یا حرف عاطف مفید تردید ہے۔ جس سے معطوفین میں سے ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ واو کا ایراد قدما کا محاورہ ہے۔ مگر یہاں تمثیل مقصود ہے۔

ترجمہ۔ تم یہ خیال نہ کرو۔ کہ (اس یاس و نا امیدی کے باوجود) میں آفتاب (احدیت) سے صبر رکھ سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر رکھ سکتی ہے)

مطلب۔ ماہی و آب کے ایراد سے اپنی بے صبری کی تمثیل مقصود ہے۔ کسی ایسے امر کو جو محتاج وضاحت ہو عموماً بدیہی مثالوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ دعوی کہ میں آفتاب حق کی طرف سے صبر نہیں کر سکتا۔ ایک محتاج ثبوت اور وضاحت طلب معاملہ ہے۔ لہذا اس کی توضیح پانی اور مچھلی کی مثال سے فرمائی۔ جو نہایت روشن و نمایاں ہے۔ یعنے میرا اس آفتاب کی طرف سے صابر و بے نیاز رہنا ایسا ہے۔ جیسا مچھلی کا پانی کی طرح بے پروا ہونا۔ پس اگر مچھلی پانی سے بے پروا نہیں ہو سکتی۔ تو میں بھی اس آفتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ لہذا نا امیدی کے باوجود میں برابر طبعاً و اضطراراً اسی کا مشتاق رہتا ہوں۔ غنی کاشمیری رہ ؎

شد سوارہ دامن از دستم کشید آں نازنیں　　　رفتم از خود بعد ازیں دست من و دامانِ زیں

سعدی رہ ؎

گر از دلبرے دل بتنگ آیدت　　　دل غمگسارے بچنگ آیدت
و لے گر بجوئی ندار د نظیر　　　با ندک دل آزار ترکش مگیر
تواں از کسے دل بپرداختن　　　کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

ور شوم نومید نومیدیِ من　　　عین صنعِ آفتاب ست اے حسن

لغات۔ عین بالکل۔ ہو بہو۔ صنع۔ فعل۔ حسن۔ اچھا۔

ترجمہ (میرے) اچھے (دوست)! اگر میں نا امید بھی ہوں۔ تو کیا مضائقہ۔ بلکہ یہ بھی ایک پر لطف بات ہے۔ کہ) میری نا امیدی اسی آفتاب حق کا فعل ہے۔

مطلب۔ جو چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہو۔ اور وہ خاص مجھے عطا کی جائے۔ اس سے تو میرا سر اوج افتخار پر بلند ہو جانا چاہیئے۔ نہ یہ کہ میں ملول ہوں۔ حافظ رہ ؎

لذتِ داغ غمت بر دلِ ما باد حرام　　　اگر از جور غم عشق تو دادے طلبیم

جامی رہ ؎

وفا کہ با ہمہ کس میکنی نمیخواہم　　　من و جفائے تو کاں خاصہ از برائے من ست

سعدی رہ ؎ یاری آنست کہ زہر از قبلش نوش کنی　　　نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

کلید مثنوی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ایک قول منقول ہے۔ کہ اگر کسی کو کثرت وساوس سے خلجان رہتا ہو۔ تو اس کا علاج یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کا مراقبہ کرے۔ کہ اللہ اکبر! اس کی کیسی شان ہے۔ کہ ایسی ایسی خطرناک چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور ایسے ایسے خیالات کا بیج انسان کے اندر بو دیا ہے۔ بس اس مراقبہ سے سارے وساوس منقطع ہو جائیں گے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ تام ہو جائے گی۔ انتہیٰ پس حسب بند: اتنا سوچے۔ کہ میری نا امیدی بھی حق تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ تو اس سے اس کو مطمئن ہونا چاہئے۔ فعل سے فاعل کی معرفت حاصل ہوگی۔ جو وصل بحق ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

عَینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد　　　عَینِ ہست از غیرِ ہستی چوں چرد

لغات۔ صنع سے مصنوع مراد ہے یعنے موجود۔ مخلوق۔ نفس سے ذات مراد ہے۔ بُرد از بریدن قطع کرے۔ جدا کرے۔ ہست۔ موجود۔ غیر ہستی۔ غیر موجود۔ چرد۔ چرے۔ یعنے حاصل کرے۔

ترجمہ (کوئی) مخلوق جوں کی توں (جب اپنے خالق کی دلیل ہو تو الٹا وہ) خالق سے دور کیوں لیجائیگی (بلکہ وہ اسکی طرف راہ نمائی کریگی۔ کوئی) شے موجود (آخر اپنے خالق موجود ہی سے وجود پاتی ہے) غیر موجود سے کیونکر وجود حاصل کرے گی۔

مطلب اسمیں حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔ کہ مصنوعات کا ذرہ ذرہ اپنے صانع کے وجود کا گواہ ہے۔ جامی رہ ؎

زہر ذرہ بدو روئے دیگر است　　　براثبات وجود او گواہے دیگر است

پس جب نا امیدی کو اس حیثیت سے دیکھا۔ کہ وہ مخلوق ہی ہے۔ تو اس سے تشویش پیدا ہونے کی بجائے خالق کی اور بھی زیادہ معرفت حاصل ہوگئی۔ پس نا امیدی میں جوش طلب رکھنا چاہئے۔ آگے بمناسبت مقام اللہ تعالیٰ کے فعل خلق و ایجاد کی ہمہ گیری کا ذکر ہے۔

جُملہ ہشتی ہا ازیں رَوضہ چرند　　　گر بُراق و تازیاں یا خود خرند

لغات۔ براق۔ سواری کا بہشتی جانور جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ تازی۔ عربی۔ مراد عربی گھوڑا۔ جو بہت اچھی نسل کا شمار ہوتا ہے۔ خود زائد ہے۔

ترجمہ۔ تمام مخلوق خواہ براق ہو یا عربی گھوڑے ہوں یا گدھے ہوں (باری تعالیٰ کے) اسی باغ (ایجاد) سے (فیض وجود کی گھاس) چرتی ہے۔

مطلب۔ تمام مخلوق کو باری تعالیٰ ہی نے لباس وجود پہنایا ہے۔ براق اور تازی اور خر سے علی الترتیب ہر قسم کی اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ مخلوق مراد ہے۔ نظامی رہ ؎

ہمہ آفریدست بالا و پست　　　توئی آفرینندہ ہرچہ ہست

لیک اسپِ کور کورانہ چرد　　　مے نہ بیند رَوضہ را زاں شُت رَد

لغات۔ کورانہ۔ اندھوں کی طرح۔ رَد۔ مردود۔ اسم مصدر بمعنے اسم مفعول۔

ترجمہ۔ لیکن اندھا گھوڑا (اس باغ وجود سے) اندھوں کی طرح چرتا ہے۔ باغ کو نہیں دیکھتا

(کہ اس سے بصیرت و عبرت حاصل کرے۔ بس پیٹ بھرنے سے غرض ہے) اس لئے وہ مردود ہے (مقبول بارگاہ نہیں)۔

مطلب - یہ تو صحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشن ہستی سے مستفید ہے۔ مگر جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے درس عبرت حاصل کرتے ہیں۔ لہذا مقبول ہوتے ہیں۔ جو لوگ چشم بصیرت سے باغ قدرت کا تماشا نہیں کرتے۔ حیوانوں کی طرح پیٹ بھرنا اور پاؤں پسار کر سو رہنا ہی جانتے ہیں۔ وہ مقبول درگاہ نہیں ہوتے۔ صائبؒ ؎

دیدۂ ہر کہ نشد باز دریں عبرت گاہ　　روزگارش ہمہ در خواب پریشاں گزرد

وانکہ گردشہا ازیں دریا ندید　　ہر دم آرد رو بمحراب جدید

لغات - گردشہا - تقلبات - انقلاب مراد تغیرات ہستی۔ دریا سے ذات حق مراد ہے۔ محراب سے درگاہ مقصود ہے۔

ترجمہ - اور جو شخص انقلابات (عالم) کو اس بحر (حقیقی) کی طرف سے نہیں دیکھتا (بلکہ مختلف اسباب پر موقوف سمجھتا ہے) وہ ہر دم ایک نئی محراب کی طرف رخ کرتا (اور اسے قبلہ مقصود بناتا) ہے۔

مطلب - جو لوگ تمام تقلبات عالم کو خاص دریائے قدرت حق سے ناشی نہیں سمجھتے۔ اور نہیں جانتے۔ کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے۔ بلکہ آلات و اسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہیں۔ ان کا قبلہ مقصود ہر دم جداگانہ ہوتا رہتا ہے۔ بخلاف عارفین کے کہ ان کا قبلہ توجہات اور مرکز توقعات صرف ایک ذات حق ہے جامیؒ ؎

گم ہر وہم و ترک ہر شکے کن　　رخ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ در یکے کن
یکے بین و یکے دان و یکے گوے　　یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوے

عراقیؒ ؎

بیا اے چشم بر جائی جمال روئے یارم بیں　　چو عاشق مے شوی بارے بریں رخسار اولیٰ تر

او ز بحر عذب آب شور خورد　　تاکہ آب شور او را کور کرد

لغات - عذب - میٹھا - شور - کھاری - بدمزہ۔

ترجمہ - اس نے دریائے شیریں سے کھاری پانی پیا۔ (جو مضر بصر ہے) حتے کہ کھاری پانی نے اس کو اندھا کر دیا۔

مطلب - ان لوگوں کا مرجع تو وہ ذات اقدس ہے۔ جس سے استفادہ کرنا سراسر مثمر برکات و خیرات ہے۔ مگر وہ اپنی جہالت سے اس کو اپنے لئے مضر بنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ اگرچہ قرآن مجید ایک ہی ہے۔ اور فی نفسہ ہادی ہے۔ مگر وہی قرآن بعض کے حق میں باعث ضلال بن گیا۔ اور بعض کے لئے موجب ہدایت ہے۔ تو اس کا باعث ضلال ہونا خود ضال کی بے استعدادی و جہالت اور سوء عمل سے ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ

[illegible]

اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۔ یعنے قرآن مجید بھی جو منبع ہدایت اور سرچشمہ بصیرت ہے۔ بعض لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی میں اور بجائے بصیرت کے کوری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو انہی لوگوں کو کرتا ہے۔ جو خود ہی پہلے سے عہد شکن۔ قاطع تعلقات اور محرک فسادات ہوتے ہیں۔ پس ایک مفید چیز کو مضر بنا دینے والا سبب خود ان کی اپنی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ جیسے شیرینی ایک خوشگوار مولد خون اور مقوی بدن چیز ہے۔ مگر جس شخص کے جسم میں پہلے سے صفرا کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے بجائے نفع کے اور زیادہ ضرر پہنچاتی ہے۔ اسی طرح اس دریائے حقیقت و تلازم وحدت سے استفادہ جو بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے۔ یہ خود انہی کی کج طبعی اور فساد سرشت کا نتیجہ ہے۔ اور جس میں یہ کجی و فساد زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا انجام کفر تک پہنچتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ونعم قیل ؎

ہست بر ذرات یکساں پرتو خورشید فیض لیک باید جوہر قابل کہ گردد لعل ناب

بحر میگوید بدست راست خور زاب من اے کور تا یابی بصر

ترجمہ - دریا کہتا ہے اے اندھے! میرے پانی سے (اگر کچھ پینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے پی تاکہ تجھے بینائی حاصل ہو۔

مطلب - دائیں ہاتھ سے کھانا پینا موجب برکت اور دلیل تہذیب و سلیقہ ہے۔ اس لئے یہاں "بدست راست خور" سے طریق سلوک کو استقامت کے ساتھ طے کرنا مقصود ہے۔ حافظ رہ ؎

سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدوست کہ بجائے نرسد گر بضلالت برود

ہست دست راست اینجا ظن راست کو بداند نیک و بد را از کجاست

ترجمہ - دائیں ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے۔ تاکہ وہ (سالک) یہ سمجھ لے۔ کہ نیکی و بدی (کا پیدا ہونا) کہاں سے ہے۔

مطلب - راہ طریقت میں گمراہ کن خیالات و معتقدات سے بچنا لازم ہے۔ حافظ رہ ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

اس راستے میں چلنے والے کو صحیح عقائد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام خیر و شر کا خالق و مالک اور تمام احوال و افعال کا متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ سعدی رہ ؎

اگر تو دیدہ وری نیک و بد ز حق بینی دو بینی از قبل چشم احول افتادست

نیزہ گردانے ست ایں نیزہ کہ تو راست میگردی گہے اگاہے دوتو

لغات - نیزہ گردانے آخر میں یائے مجہول بمعنے تنکیر۔ کوئی نیزہ پھرانے والا۔ اگلے زمانے جب جنگ میں زیادہ تر نیزہ برچھی وغیرہ قسم کے اسلحہ استعمال ہوتے تھے۔ تو جنگ آزما بہادر گھمسان کے رن میں ایک خاص انداز سے نیزہ چلاتے۔ اور جوان کے مقابلے میں آتا۔ اس کو مارتے اور گراتے تھے۔ یا اس سے بینوٹی ہلانا مراد ہوگا۔ جو ایک خاص قسم کی ورزش ہے۔ جس میں نیزہ کو ایک خاص انداز سے گھماتے ہیں۔ راست سیدھا دوتو دوہرا۔

ترجمہ۔ تم جو (اپنے مختلف افعال و حرکات سے) کبھی سیدھے ہوتے ہو اور کبھی خم ہوتے ہو تو (تمہارے اس نیزہ (قامت) کو (پھرانے والا) ایک غیبی نیزہ گردان ہے۔

مطلب۔ جس طرح نیزہ کی حرکات سے نیزہ گردان کا پتہ ملتا ہے۔ اسی طرح تم کو تقلبات عالم سے صانع برحق اور متصرف حقیقی کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔ جامی رح ؎

دریں ویرانہ نتواں یافت نشستے　　　　بروں از قالب نیاید سر شتے
زلوح خشت چوں ایں حرف خوانی　　　　زحال خشت زن غافل نمانی

ما زعشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم　　　　ورنہ ما آں کور را بینا کنیم

لغات۔ شمس دین۔ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔ جو مولانا رح کے شیخ تھے۔ ان کا حال مفتاح العلوم کے دیباچے میں مفصل گزر چکا۔ بے ناخن مجبور۔ معذور۔ بے بس۔ عقدہ کشائی کے لئے ناخن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب ناخن نہ ہو۔ تو کسی گرہ کے کھولنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

ترجمہ۔ ہم حضرت شمس تبریز کے عشق سے بے بس ہو رہے ہیں۔ ورنہ ہم ہی اس اندھے کو (بحکم خدا) بینا بنا دیتے۔

مطلب۔ سالکین کاملین کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک فنا دوسری بقا۔ حالت فنا میں یہ حضرات کسی قسم کا تصرف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس حالت میں اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خواہش سے خواہ منشاء حق سبحانہ کے خلاف نہ بھی ہو۔ کوئی کام نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعوئے ہستی ہے۔ جو فنائے تام کے منافی ہے۔ عراقی رح ؎

ہر کہ او دعوائے ہستی میکند　　　　آشکارا بت پرستی میکند

حالت بقا میں ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ کبھی کسی مصلحت سے ان کے لئے تصرف ممنوع ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کی اجازت ہوتی ہے۔ پھر اجازت کی حالت میں بھی دو صورتیں ہیں۔ کبھی کسی مصلحت کی بنا پر تصرف کرنے کا ان کو خاص طور پر حکم ہوتا ہے۔ کبھی حکم نہیں بلکہ تصرف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔ پہلی حالت میں تو ان کے لئے تصرف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور کرتے ہیں۔ دوسری حالت میں عارفین کی دو شانیں ہیں۔ بعض کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ کہ اظہار خوارق سے طبعاً نفرت رکھتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں یہ ضروری ہے۔ کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں سے توجہ ہٹا کر صرف اس مقصود کو مطمح نظر بنائیں۔ جس کی تحصیل مقصود ہے۔ اس میں اتنی دیر کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے۔ اور یہ ان حضرات کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے غیر متوجہ ہوں۔ نیز ان کو غیرت آتی ہے۔ کہ ان کی جو حالت حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ وہ کسی دوسری شے کے ساتھ ہو۔ امیر خسرو رح ؎

بخدا کہ سینہ ام را بشگاف و جاں بروں کن　　　　کہ درون خانۂ تو دگرے چہ کار دارد

بعض کو وہ مشابہت نہیں ہوتی۔ وہ تصرفات کرتے رہتے ہیں۔ کہیں کسی دشمن کی طرف نظر جمائی۔ اور وہ معاً بیمار ہو گیا۔ کسی منکر پر نگاہ ڈالی۔ اور وہ بیتاب ہو کر پاؤں میں آ گرا۔ کما قیل ؎

بعض کے تصرف و عدم تصرف کی تحقیق

درساغرِ چشمِ تو ندانم چہ شراب ست بر ہر کہ نظر مے فگنی مست و خراب ست

گو یہ سب حضرات کاملین ہیں۔ اگرچہ اکمل متشبہین بالانبیاء ہی ہیں۔ اور ساری حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور کمال تعلق سے پیدا ہوتی ہیں۔ مولانا کے قول "ناز عشق شمس دیں بے ناخنیم" سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا اس وقت تصرف سے معذور تھے۔ خواہ اس کا سبب حالت فنا ہو یا مجوریت یا تشبہ بالانبیاء بہر حال اس کی بنا عشق شیخ پر تھی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ غلبۂ عشق میں آدمی ان کاموں کے سوا جن کا تعلق عشق سے ہے۔ اور کوئی کام نہیں کر سکتا ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

اس توجیہ پر عشق بلاواسطہ عدم تصرف کا سبب بن جائے گا (کلید مثنوی)

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود دارُوش کن کوریِ چشمِ حسود

لغات۔ ضیاء الحق حسام الدین مولانا روم رح کے ایک گرامی ترین خلیفہ کا نام ولقب ہے۔ جن کا ذکر کئی مرتبہ پیچھے گزر چکا ہے۔ **ترکیب** داروش کی ضمیر آں کور کی طرف راجع ہے۔ جو اوپر کے شعر میں گذرا۔ کوری چشم حسود مرکب اضافی مجرور ہے۔ با حرف جار مقدر ہے بمعنے باوجود۔

ترجمہ۔ ہاں (بھئی) ضیاء الحق حسام الدین! تم جلدی اس (نابینا) کا علاج کرو۔ (باوجودیکہ) حاسد (کو اس) کی آنکھ کی نابینائی (تمہارے کمالات پر نظر نہ کرنے دے)

مطلب۔ یہاں مولانا رح اپنے خلیفۂ اعظم کو حکم فرماتے ہیں۔ کہ تم تصرف و توجہ سے اس نابینائے حقیقت کو بینا بنا دو۔ اور حاسد کی پروا نہ کرو۔ جو تمہارے اس قسم کے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ وہ جاہل ہے۔ بے خبر ہے۔ اندھا ہے۔ اَلنَّاسُ اَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا۔ لوگوں کو جس بات کی خبر نہ ہو۔ وہ اس کے خلاف ہوا ہی کرتے ہیں۔ سعدی رح ؎

نورِ گیتی فروز چشمۂ ہور زشت باشد بچشمِ موشکِ کور

اور حضرت حسام الدین کو اس کام کے سپرد کرنے کی یہ وجہ ہوگی۔ کہ شاید مولانا رح مرتبہ فنا پر فائز ہونے کے سبب سے یا من جانب اللہ ممنوع و مجبور ہونے کے باعث ایسا نہ کر سکتے ہوں۔ یا متشبہ بالانبیاء ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرنا چاہتے ہوں۔ جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور حضرت حسام الدین آپ سے کم رتبہ اور سالکین کے متوسط طبقے سے ہونے کے باعث توجہ و تصرف کو عمل میں لا سکتے ہوں۔ یا وہ اس کے لئے ماذون من اللہ ہوں۔

توتیائے کبریائی تیز فعل دارُوئے ظلمت کُشِ استیز فعل

لغات۔ توتیا۔ سرمہ اسکو طاء کے ساتھ لکھنا غلط ہے۔ کبریائی۔ خدائی۔ تیز فعل۔ سریع التاثیر۔ ظلمت کش تاریکی کو نکال ڈالنے والی۔ استیز فعل۔ مزاحمت کے فعل والی۔ دافع۔ رادع۔ **ترکیب**۔ اوپر کے بیت میں جو دارو کا لفظ آیا تھا۔ یہ مبدل منہ ہے۔ اور یہ شعر اس کا بدل ہے۔

ترجمہ۔ (وہ) خدائی سرمہ (جو) سریع التاثیر (ہو)۔ ایسی دوا۔ جو (آنکھ کی) تاریکی کو دفع کرے (اور عوارض چشم سے) مزاحمت کرنا اس کا کام ہو۔

آنکہ گر بر چشم اعمےٰ بر زند ظلمتِ صد سالہ راز و بر کند

لغات۔ اعمےٰ۔ اندھا۔ برزند۔ لگادے۔ برکند۔ اکھاڑ پھینکے۔

ترجمہ۔ وہ (سرمہ) کہ اگر (کوئی) اس کو اندھے کی آنکھ میں لگادے۔ تو سو سال کی تاریکی کو بھی دفع کردے۔

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر

ترجمہ اے (فلکِ عرفان کے) چاند! سارے اندھوں کا علاج کردے (اور) اے (معرفت کے) میوہ دار درخت! ان پر فیضان کے پھل برسادے (کہ یہ اس سے لذت گیر ہوں)

مطلب۔ اپنے نورِ معرفت سے نابینایانِ حقیقت کا علاج کرو۔ تاکہ ان کی ظلمت بصیرت زائل ہو جائے اپنے باغ کمالات سے مستحقین پر فیضان کی میوہ افشانی کرو۔ چاند کے لقب سے خطاب کرنے میں یہ عجیب نکتہ مرکوز ہے۔ کہ اطبار کے نزدیک چاند کی طرف دیکھنا مقوی بصارت ہے۔ محبوب کی ذات کو بھی قمر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور محبوب کا دیدار مجلی بصر و مقوی نظر ہوتا ہے۔ کما قیل ؎

اس سخن از پیر کنعانم پسند افتادہ است دیدنِ روئے عزیزاں دیدہ روشن میکند

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود کز حسودی بر تو مے آرد جحود

لغات۔ حسودی۔ بفتح حار و ضم سین حسد۔ آخر میں یائے مصدری ہے جحود۔ انکار۔

ترجمہ۔ سارے نابیناؤں کا علاج کردو۔ سوائے حاسد کے جو تمہارا منکرِ (کمالات) ہے۔

مطلب۔ فیض رسانی سے حاسد کو مستثنےٰ کرنے کی یا تو یہ وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے جرم حسد کی پاداش میں حسرت و حرمان کی سزا پائے۔ سعدی رح ؎

راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یا یہ وجہ ہے کہ اس کا علاج سے شفایاب ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے وہ ایک بے نتیجہ کام کا مترادف ہے۔ جسکا کرنا فضول ہے۔ سعدی رح ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجے ست کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

مر حسودت را اگرچہ آں منم جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم

ترجمہ۔ اپنے حاسد (کے جسم میں) اگرچہ وہ میں ہی کیوں نہ ہوں (معرفت کی) جان نہ ڈالنا۔ حتےٰ کہ (میں) اس طرح (آتشِ حسد میں) جان کندن (کی مصیبت) سہتا رہوں۔

مطلب۔ اگرچہ آں منم کہنے سے شاید حاسدوں کے لئے نفی افادہ کی تاکید و توسیع مقصود ہو۔ یعنے دنیا میں جتنے بھی حاسد ہیں۔ اگرچہ ان میں میں خود بھی شامل کیوں نہ ہوں۔ سب کے سب فیضان معرفت سے محروم رہنے کے مستوجب ہیں۔ حتےٰ کہ حسد کی پاداش میں میں خود اپنے آپ کو بھی قابل درگزر نہیں سمجھتا۔ گر راقم کے

خیال ناقص میں اس کلمہ سے حسد کی شدت شناعت کا اظہار مقصود ہونا زیادہ پر لطف ہے۔ یعنے حسد وہ بدبلا ہے۔ کہ جو انسان اس میں ملوث ہو۔ وہ تمام برکات و میامن سے محروم ہونے کے لائق ہے۔ اگرچہ وہ خود تمہارا مرشد و محسن ہی کیوں نہ ہو۔ اس نجس ترین رذیلت کا دھبہ اس کے تقدس و بزرگی میں بھی چھپ نہیں سکتا۔ کما قال رحمۃ اللہ

خانما نہا از حسد گردد خراب   باز شاہی از حسد گردد غراب

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب   کور میگردد ز بودِ آفتاب

ترجمہ۔ جو شخص آفتاب پر حسد کرتا ہو۔ وہ آفتاب کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ یہ مثال ہے اس کی کہ جو شخص ایک باکمال پر حسد کرتا ہے۔ وہ اس سے فیضیاب ہونے کی بجائے الٹا نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً آفتاب ایک طرح کی نابینائی کا علاج کرتا ہے۔ کہ جو چیز تاریکی شب کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ نظر آنے لگتی ہے۔ لیکن جس شخص کو آفتاب کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس کے لئے اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ وہ اس کے وجود سے روشنی چشم حاصل کرنے کی بجائے الٹا اندھا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مارے جلن کے آنکھ ہی نہیں کھولتا۔ کہ آنکھ کھولنے کی صورت میں آفتاب نظر آجائے گا۔ اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاتا ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

الا تا نخواہی بلا بر حسود   کہ آں بخت برگشتہ خود در بلاست

اینّت دردِ بے دوا کوراست آہ   اینّت افتادہ اَبَد در قعرِ چاہ

لغات۔ اینّت۔ اینک۔ بہیں۔ بے دوا۔ لا علاج۔ کوراست کہ اوراہست۔

ترجمہ۔ دیکھو یہ لاعلاج مرض ہے۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ دیکھو وہ (حسد کے) کوئیں کی گہرائی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گر چکا ہے۔

مطلب۔ حسد کو درد بے دوا اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ دیگر اخلاقی امراض مثلاً غصہ۔ بغض۔ کینہ وغیرہ کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ جس سے بغض و عناد ہو۔ اگر وہ کسر نفسی سے کام لے کر اس معاند و کینہ کش کے ساتھ ملایمت و ملاطفت اور حسن سلوک اختیار کرے۔ تو اس سے یقیناً اس کی عداوت محبت میں بدل جائے گی۔ لیکن حاسد کا مرض حسد ان باتوں سے بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان باتوں سے اس کا مرض بقول "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" اور بھی ترقی کر جائے تو تعجب نہیں۔ کیونکہ حاسد کو حسد عموماً دوسرے کی خوشحالی و فارغ البالی پر ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھے گا۔ کہ یہ ظاہری خوشحالی کے علاوہ حسن اخلاق و کسر نفسی کے باطنی کمالات سے بھی متمتع ہے۔ تو اس کا دل اور بھی حسد سے جل اٹھے گا۔ اور دوسرے مصرعہ میں تا ابد سے مدت العمر مراد ہے۔ یعنے زندگی بھر کبھی اس بلا سے نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ نہ لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا خاتمہ ہوگا۔ نہ حاسد کو لوگوں پر جلنے سے رستگاری ملے گی۔ "چہ حاسد بنعمت و خیر دیگراں ملول شود۔ و ہرگز نعم الٰہی از اہل عالم منقطع نگردد۔ پس حزن و الم حاسد نیز ہرگز انقطاع نیابد" (اخلاق جلالی)۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

حسد کا مرض لا علاج اور ابدی ہے

نفی خورشید ازل بائیست او   کے برآید ایں مُرادِ او بگو

ترجمہ۔ وہ (حاسد معرفت کے) آفتاب ازلی کا نابود ہو جانا چاہتا ہے۔ (اب) بتائیے اس کی یہ مراد (بھلا) کب پوری ہو؟

مطلب۔ یہ شعر توجیہ ہے شعر سابق کے الفاظ "درد بے دوا" اور "افتادہ ابد" کی۔ یعنے اس کے مرض کی دوا یہ ہے۔ کہ خورشید ازل نابود ہو جائے۔ مگر نہ یہ خورشید نابود ہو سکتا ہے۔ نہ اس کے مرض کی دوا میسر آ سکتی ہے۔ اور نہ مدت العمر اس کو شفا ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ خورشید ازل سے یا تو اولیائے کرام کی ذوات قدسیہ مراد ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تقدیر ازلی سے اس منصب جلیل پر سرفراز کیا ہے۔ جیسے ترجمہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یا اس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ پھر مطلب یوں ہوگا۔ کہ یہ حاسد اولیائے کاملین سے حسد رکھتا ہے۔ جو مستنیر بانوار حق ہیں۔ تو چونکہ اس کو ان کی شخصیت پر نہیں۔ بلکہ ان کے منور بانوار حق ہونے پر حسد ہے۔ لہذا حقیقت میں وہ اس خورشید ازل پر حسد کرتا ہے۔ جس کے نور سے یہ حضرات مستنیر ہیں۔ اور اسی خورشید کا عدم چاہتے ہیں۔ لیکن واجب الوجوب کا عدم کہاں۔ آخر یہ کم بخت اسی طرح جلتے مرتے رہتے ہیں۔

باز آں باشد کہ آید نزدِ شاہ   بازِ کور ست آں کہ او گم کرد راہ

ترجمہ (اچھا) باز وہ ہے جو (اپنے ولی نعمت یعنے) بادشاہ کے پاس (واپس) چلا آئے۔ (اور) وہ باز اندھا ہے۔ جو راستہ بھول جائے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا۔ کہ ولی اللہ کا حاسد جو آفتاب حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ تو گویا وہ دیدہ و دانستہ اندھا بنتا ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ اس طرح آفتاب حق کی طرف سے اندھا بن جانے والے کی مثال اس گمراہ باز کی سی ہے۔ جو بادشاہ کی کلائی سے اڑ کر کسی ایسی جگہ جا پہنچے۔ جہاں اس کی نہایت بیقدری ہو۔ اگر وہ آنکھیں رکھتا ہے۔ تو پھر بادشاہ کے پاس واپس آ کر دوبارہ عزت و منزلت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اندھا ہے۔ تو واپس نہیں آ سکتا۔ اور اسی طرح مدت العمر بے وقری و بے عزتی میں مبتلا رہے گا۔ اگر حاسد بھی آفتاب حق سے حسد رکھنا چھوڑ دے۔ اور اس کے نور سے مستنیر ہونے کی کوشش کرے۔ تو وہ دولت معرفت سے متمتع ہو سکتا ہے اس مناسبت سے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گرفتار شدن باز میان چغداں بویرانہ

ایک باز کا ویرانہ کے اندر اُلوؤں میں جا پھنسنا

باز در ویرانہ بر چُغداں فتاد   راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

لغات۔ ویرانہ۔ ویران۔ بے آباد زمین۔ اُجاڑ۔ خرابہ۔ چغداں جمع چغد۔ اُلو۔ غیر ذوی العقول کے لئے الف و نون کے ساتھ صیغہ جمع لانا خلاف قیاس ہے۔ فتاد۔ ناگہاں جا پہنچا۔

ترجمہ - ایک باز کسی بے آباد زمین میں اُلوؤں میں ناگہاں جا پہنچا - راستہ بھول گیا - اور اجاڑ میں بھٹکتا پھرتا تھا -

مطلب - یہ نبی یا عارف اور کفار یا محجوبین کی ایک تمثیل ہے - جس میں باز سے مراد نبی یا عارف ہے - اور اُلوؤں سے کفار یا محجوبین و منکرین اور بادشاہ سے حق سبحانہ تعالےٰ - مطلب یہ کہ ایک ولی اللہ نااہل و ناجنس لوگوں میں جا پھنسا - نااہل لوگ باکمال کی قدر کیا جانتے - سعدی رحمہ ۔

پارسا را بس ایں قدر زندان   کہ بود ہم طویلۂ رنداں

او ہمہ نور ست از نور رضا   لیک کورش کرد سرہنگ قضا

ترجمہ - وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے - (پھر راستہ کیوں بھولتا) مگر قضا کے سپاہی نے اس کو اندھا کر دیا -

مطلب - باز بادشاہ سے بہت انوس تھا - اس لئے اس سے یہ ہرگز امید نہ تھی - کہ وہ بادشاہ سے دور ہونا گوارا کرے گا - مگر تقدیر نے اس کو اندھا کر دیا - اسی طرح نبی اور عارف باوجودیکہ خود نور علیٰ نور اور دوسروں کے لئے رہنما ہوتے ہیں - تو ان سے گمراہ ہونے کا کہاں احتمال ہے - مگر بعض اوقات ان پر قضا غالب آ جاتی ہے - اور کبھی ان کو امتحاناً نااہل لوگوں میں پھنسا دیا جاتا ہے - جس میں قدرت نے بہت سے فوائد مضمر رکھے ہوتے ہیں -

خاک در چشمش زد و از راہ برد   در میان جغد و ویرانش سپرد

ترجمہ (قضا نے) اس کی آنکھوں میں مٹی ڈال دی - اور اس کو راستے سے برگشتہ کر دیا - اس کو اُلوؤں کے درمیان ویرانہ میں ڈال دیا -

بر سرے جغدانش بر سر میزنند   پر و بال نازنینش میکنند

لغات - بر سرے - علاوہ - طرہ - نازنین - ناز و نعم میں پلا ہوا - میکنند - کندن (اکھڑنا) سے مشتق -

ترجمہ (باز کا اُلوؤں میں جا پھنسنا کیا کم عذاب تھا کہ اس پر) طرہ یہ کہ اُلو اس کے سر پر ٹھونگیں مارتے ہیں اس کے پیارے پیارے پروں اور بازوؤں کو نوچتے ہیں -

مطلب - جب اہل اللہ نااہل لوگوں میں پھنس جاتے ہیں - تو ایک تو ناجنس لوگوں میں وقت کاٹنا ہی ان کے لئے عذاب الیم ہے - صائب ؒ ہے

حذر ز صحبت ناجنس حرز عافیت ست   کہ خون گل ز سر انگشت خارے ریزد

پھر ان لوگوں کا طعن و تشنیع ایک دوسری بلا ہے -

ولولہ افتاد در جغداں کہ ہا   باز آمد تا بگیرد جائے ما

ترجمہ - اُلوؤں میں ایک شور برپا ہو گیا - کہ خبردار رہنا - باز آیا ہے تا کہ ہماری جگہ پر قبضہ کرے -

مطلب - انبیاء کے ساتھ کفار کو اور اہل اللہ کے ساتھ عوام جہلاء کو یہی بدگمانی ہوتی ہے۔ کہ یہ لوگوں پر تسلط جمانے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں۔ تاکہ ان کے مال وزر اور املاک و جائداد پر قبضہ کرلیں۔ جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کی بدظنی کی بنا پر اپنی قوم سے کہا تھا۔ یُرِیۡدُ اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ - یعنے یہ جو نبوت کا دعوے کرتا ہے تو اس لئے کہ تم کو تمہارے وطن سے نکال کر خود اپنا قبضہ جمالے۔ پس تم کیا رائے دیتے ہو۔

چوں سگانِ کوئے پُرخشم و مُہیب — اندر افتادند در دلقِ غریب

لغات - مہیب۔ خوفناک۔ ڈراونا۔ دلق۔ گدڑی۔ پھٹے پرانے کپڑے۔ غریب۔ مسافر۔ اجنبی۔ بیوطن۔

ترجمہ - گلی کے کتوں کی طرح جو غضبناک اور ڈراونے ہوتے ہیں مسافر کی گدڑی میں چمٹ گئے۔

باز گوید من چو در خوردم بجُغد — صد چنیں ویراں رہا کردم بجُغد

ترجمہ (ادھر) باز کہتا ہے میرا الّو کا کیا مقابلہ۔ میں (تو وہ شان رکھتا ہوں کہ) ایسے ایسے سینکڑوں ویرانے الّوؤں کو دے چکا ہوں۔ (پھر مجھے اس ویرانہ کی کیا ضرورت؟)

من نخواہم بود اینجا میروم — سوئے شاہنشاہ راجع میشوم

ترجمہ - میں یہاں ہمیشہ نہیں رہوں گا ناحق کیوں گھبراتے ہو۔ ذرا ستانے کے لئے ٹھیر گیا ہوں) میں تو شاہنشاہ کی طرف واپس جارہا ہوں۔

مطلب - انبیاء کفار سے۔ اور دیگر اہل اللہ اپنے معاندین و منکرین سے کہتے ہیں۔ کہ بھائیو تم ناحق کیوں پیچ و تاب کھا رہے ہو۔ ہم یہاں پاؤں جمانے کے لئے نہیں آئے۔ یہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے۔ ہمارا گھر تو آخرت ہے۔ اور ہم اسی شہنشاہ حقیقی کی طرف جارہے ہیں۔ کما قیل ؎

زندگی ماندگی کا وقفہ ہے — یعنے آگے چلیں گے دم لیکر

امیر خسرو رح ؎ مبصراں کہ مزاج جہاں شناختہ اند — دو روزہ برگِ اقامت درو نساختہ اند

خویشتن مکشید اے جُغداں کہ من — نے مقیمم مے روم سوئے وطن

ترجمہ - اے الّوؤ (تم اس غم میں کہ باز ہماری جگہ پر قبضہ کرلے گا) اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کیونکہ میں (یہاں زیادہ دیر) قیام نہیں کروں گا (بلکہ) اپنے (اصلی) وطن کو جارہا ہوں۔

مطلب - انبیاء کفار سے اور دیگر اہل اللہ دنیا داروں سے کہتے ہیں۔ تم مطمئن رہو۔ ہم یہاں سدا رہنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ راہرو ہیں۔ آخرت اور قرب حق ہمارا اصلی وطن ہے۔ اسی طرف جارہے ہیں۔ سعدی رح ؎

گر اہلِ معرفتی دل در آخرت بندی — نہ در خرابہ دنیا کہ حسرت آباد ست

ایں خراب آباد درچشم شماست ورنہ مارا ساعدِ شہ باز جاست

ترجمہ۔ یہ خراب آباد (دنیا) تو تمہاری ہی مطمح نظر ہے۔ ورنہ ہماری جگہ تو پھر بادشاہ کی کلائی (بننے والی) ہے۔

مطلب۔ اگلے زمانے کے بادشاہ باز کو اپنی کلائی پر بٹھاتے تھے۔ جو اس جانور کے لئے قبولیت و شرف کی اعلیٰ سند تھی۔ اسی طرح اہل اللہ اپنے منکرین و معاندین سے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو دنیا سے کوئی دلبستگی نہیں۔ تم ہی اس کے دلدادہ ہو۔ ہم تو یہاں سے نکل کر پھر قرب حق میں جگہ پانے کے امید وار ہیں۔ سعدی رح ؎

دیدہ باشی تشنہ مستعجل بر آب جاں بجاناں ہمچناں مستعجل ست

چغد گفتا باز حیلت میکند تا زخان و ماں شما را برکند

ترجمہ ایک الّو (باز کی یہ باتیں سن کر) بولا۔ (یارو!) باز حیلہ بازی کرتا ہے تاکہ تم کو تمہارے گھر بار سے اجاڑ دے۔

خانہائے ما بگیرد او بمکر برکند مارا بسالوسی ز وکر

لغات۔ سالوسی۔ فریب۔ وکر۔ آشیانہ۔ گھونسلا۔

ترجمہ (اور) ہمارے گھروں پر فریب کے ساتھ قبضہ کرلے۔ دھوکے سے ہم کو گھونسلوں سے نکال دے۔

مے نماید سیری ایں حیلت پرست واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست

ترجمہ۔ یہ حیلہ باز (محض دکھلانے کو) اپنی سیرچشمی ظاہر کرتا ہے۔ واللہ (درحقیقت) یہ سارے حریصوں سے بدتر ہے۔ سعدی رح ؎

ترک دنیا بمردم آموزند خویشتن سیم و غلہ اندوزند

او خورد از حرص طیں را ہمچو دبس دُنبہ مسپارید اے یاراں بخرس

لغات۔ طین۔ مٹی۔ دِبس۔ شیرۂ انگور۔ خرس۔ ریچھ۔

ترجمہ۔ وہ حرص سے مٹی۔ گارے کو بھی شیرۂ انگور کی طرح چٹ کر جاتا ہے۔ (یارو دُنبہ ریچھ کے حوالہ نہ کرو (اُسے یہ حریص کب چھوڑنے لگا)

لاف از شہ میزند و ز دستِ شاہ تا برد او ما سلیماں را ز راہ

لغات۔ سلیماں لام کے کسرہ سے جمع سلیم۔ بھولا بھالا۔ سیدھا سادہ۔ از راہ بردن۔ بہکانا۔ دھوکا دینا۔ پھسلانا۔

ترجمہ - وہ بادشاہ (کے مقرب ہونے) اور بادشاہ کی کلائی (پر بیٹھنے) کی (فضول) شیخی بھگارتا ہے تاکہ ہم سیدھے سادے لوگوں کو بہکا دے (اور ہم اس کو بالانشین سمجھ کر اس پر اعتماد کریں اور اپنے گھر اس کے سپرد کر دیں)۔

خود چہ جنسِ شاہ باشد مُرغکے — مشنوش گر عقل داری اندکے

لغات - جنس - ہم جنس - مناسب - مُرغک - حقیر پرندہ -

ترجمہ (بھلا سوچو تو سہی کہ) ایک ناچیز پرندہ بادشاہ (کی صحبت) کے لائق کہاں ہوگا - اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے - تو اس (کی بات) کو نہ سنو۔

مطلب - جیسے ہم پرندے ہیں - یہ بھی ایک معمولی حیثیت کا پرندہ ہے - یہ کہاں سے شاہی مقرب بن گیا - اسی طرح کفار پیغمبروں کے بارے میں کہتے تھے - اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا - تم ہم جیسے ہی انسان ہی تو ہو - جامی رحمہ

زو طعنہ شیخ شہر بہ اسرار اہل دل — المرء لا یزال عدواً لما جھل

جنسِ شاہ است او؟ و یا جنسِ وزیر — ہیچ باشد لائقِ لوزینہ سیر

لغات - لوزینہ بفتح یا وکسر زا - حلوائے بادام - جو گھی کی بجائے روغن بادام ڈال کر اسیدہ کے ساتھ مغز بادام شامل کر کے تیار کیا جاتا ہے - سیر لہسن -

ترجمہ - کیا وہ بادشاہ کے لائق ہے؟ یا وزیر کے لائق ہے؟ کیا بھلا لہسن حلوائے بادام کے لائق ہو سکتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں)

آنچہ میگوید زمکر و فعل و فن — ہست سلطاں با حَشَم جویائے من

ترجمہ (اپنی) فریب کاری - چالبازی اور حیلہ سازی سے جو (ایک عجیب بات) کہتا ہے (وہ یہ ہے کہ) بادشاہ فوج سمیت میری تلاش میں (مصروف) ہے -

اینت مالیخولیائے ناپذیر — اینت لافِ خام و دامِ گول گیر

لغات - مالیخولیا - دیوانگی - دیوانوں کی سی باتیں - ناپذیر - ناقابل قبول - لافِ خام بے بنیاد شیخی - گول گیر - سیادہ لوح لوگوں کو پھانسنے والا -

ترجمہ - دیکھو یہ کیا سڑیوں کی سی بات ہے جو قابل قبول نہیں - دیکھو یہ بیہودہ شیخی اور احمقوں کو پھانسنے کا جال -

مطلب اسی طرح کافر مرسلان حق کے بارے میں کہتے تھے - اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ - یہ اللہ تعالے پر افترا باندھ رہا ہے - یا اس کو جنون عارض ہے -

ہر کہ ایں باور کند زو ابلہ است — مرغکِ لاغر چہ درخورد شہ است

ترجمہ جو شخص اس کی ان باتوں پر یقین رکھے وہ بیوقوف ہے۔ بھلا ایک ذرا سا جانور بھی بادشاہ کے لائق ہو سکتا ہے؟

کمتریں چغد ار زند بر مغز او — مر ورا یاری گری از شاہ کو

ترجمہ۔ اگر چھوٹے سے چھوٹا الو بھی اس کے سر پر ٹھونگ مار دے تو میاں کا بھیجا نکل پڑے۔ (پھر دیکھیں کہ) اس کے لئے بادشاہ کی مدد کہاں (سے آتی ہے)۔

مطلب اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی منکر قوم نے کہا تھا۔ کہ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔ کافر کہنے لگے۔ اے شعیب تو جو کہتا ہے اس میں سے بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تو ہم لوگوں میں کمزور ہے۔ اور جو تیرے کنبے کے لوگ (ہماری نظر میں قابل لحاظ) نہ ہوتے تو ہم (کب کے) تجھ پر پتھراؤ کر چکے ہوتے اور تو ہمارے سامنے کوئی چیز نہیں (ہود ع ۸)

گفت باز ار یک پرِ من بشکند — بیخ چغدستاں شہنشہ بر کند

ترجمہ (یہ باتیں سن کر) باز نے کہا (میرے سر کو صدمہ پہنچانا تو بڑی بات ہے۔ یاد رکھو) اگر میرا بال بھی بیکا ہوا۔ تو بادشاہ الوؤں کی سرزمین کا تختہ ہی الٹ دیگا۔

مطلب۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا۔ کہ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۔ اور بھائیو کہیں میرے ساتھ ضد کرنا تم کو اس (آفت) میں نہ ڈال دے جو آفت نوح کی قوم پر پڑی۔ یا ہود کی قوم پر یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں (ہود ع ۸)

چغد چہ بود خود اگر بازے مرا — دل برنجاند کند با من جفا

شہ کند تودہ بہر شیب و فراز — صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز

لغات۔ چہ بود استفہام برائے تحقیر۔ تودہ۔ ڈھیر۔ شیب۔ بکسر شین و یائے مجہول مخفف نشیب۔ نیچی زمین فراز۔ اونچی زمین۔ خرمن۔ کھلیان کا انبار یہاں مطلق انبار مراد ہے۔ **ترکیب** اگر بازے الخ شرط دوسرا شعر شہ کند الخ جزا۔

ترجمہ۔ الو کی تو کیا بساط ہے۔ اگر کوئی باز (بھی) میرے دل کو رنجیدہ کر دے (اور) مجھ پر زیادتی کرے تو اس کے انتقام میں بادشاہ بازوں کے سروں سے ہر بلند و پست زمین میں لاکھوں ڈھیر اور انبار لگا دے۔

مطلب - کفار انبیاء و دیگر اہل اللہ کو ستانے کی جو سزا پاتے ہیں۔ وہ تو نمرود۔ فرعون۔ قوم ثمود۔ قوم عاد۔ اور اصحاب ایکہ کی حسرتناک داستانوں سے ظاہر ہے۔ جو علے الترتیب حضرت ابراہیم۔ حضرت موسےٰ۔ حضرت صالح۔ حضرت ہود۔ حضرت شعیب علیہم السلام کی تکذیب و توہین کی پاداش میں مختلف عذابوں سے تباہ و برباد ہوئے۔ لیکن اگر کوئی دیندار و عابد و پارسا بھی جو ولایت اور قرب حق کے درجہ پر فائز ہو۔ انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخاصمانہ مقابلہ کرے۔ تو وہ بھی خلعت سعادت سے عاری اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ ابلیس کا درجہ علم و عرفان و عبادت و طاعت میں وہ تھا۔ کہ ملائکہ قدس میں شامل تھا۔ بلکہ اس کو معلم الملکوت کہا گیا ہے۔ مگر جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا۔ اور ان کے آگے سر جھکانے سے منکر ہوا۔ تو بحکم اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اس کے گلے میں قیامت تک طوق لعنت پڑ گیا۔ بلعم ابن باعور وہ عابد و زاہد انسان تھا۔ کہ اس کے کمالات و کرامات پر خود اللہ تعالےٰ کا قول اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا شاہد ہے۔ مگر جب اس نے عین معرکہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کو زک پہنچانے کے لئے اپنے روحانی تصرفات سے کام لینا شروع کیا۔ تو بقولہ تعالیٰ فَانْسَلَخَ مِنْهَا اس کے تمام کمالات مسلوب ہو گئے اور اس کی حیثیت صرف فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ کی سی رہ گئی۔ حافظ رحمہ

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم | دانند بزرگاں کہ سزاوار سُہا نیست

انبیاء کے بعد اولیائے کبار کا بھی یہ درجہ ہے۔ کہ کسی شخص کو ان کے ساتھ معارضہ و مقابلہ کرنا زیبا نہیں۔ اگرچہ وہ خود بھی زہد و عبادت کی بدولت کچھ کمالات رکھتا ہو۔ بلکہ اس قسم کے خیالات ہی کمالات کے خلاف ہیں جس کا نتیجہ سوائے خیبت و خسران کے اور کچھ نہیں۔ کلید مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ ایک مشہور بزرگ کے پاس زیارت اور حصول فیض و برکت کی غرض سے گئے۔ ساتھ دو شخص اور ہو لئے۔ ایک ابن سقا نام بڑا عالم متبحر اور بلیغ مقرر تھا۔ اس کو یہ شوق تھا۔ کہ میں ان بزرگ سے ایسے پیچیدہ سوال کروں۔ جن کے جواب سے وہ عاجز آ جائیں۔ دوسرے شخص عبداللہ نام تھا۔ اس کا صرف اتنا مدعا تھا۔ کہ اپنے مشکل سوالات سے ان کے علمی و باطنی کمالات کا امتحان کروں۔ تینوں ان کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی خدا کے حکم سے از رُوئے کشف ہر ایک کا مدعائے ملاقات معلوم کر لیا۔ اور حضرت غوث الاعظم سے فرمایا۔ آپ حصول برکت کی نیت سے آئے ہیں۔ آپ کو اس نیک نیتی کا یہ صلہ ملے گا۔ کہ تمام اولیائے شرق و غرب کی گردنوں پر آپ کا پیر ہوگا۔ ابن سقا سے کہا تم ہم کو مغلوب کرنے کے ارادے سے آئے ہو۔ تمہارے اس جرم کی یہ سزا ہے۔ کہ تم عیسائی ہو کر بحالت کفر مرو گے۔ عبداللہ سے کہا۔ بزرگوں کا امتحان لینا گستاخی ہے۔ اس گستاخی کا ارادہ کرنے کی سزا تم کو یہ ملے گی۔ کہ تم طاعت و عبادت سے غافل اور دنیا میں غرق ہو جاؤ گے۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد ابن سقا کا حشر یہ ہوا۔ کہ خلیفہ بغداد کے حکم سے ملک روم کا سفیر بن کر گیا۔ وہاں شاہی خاندان کی ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوا۔ اس کے خوش کرنے کو دین حق سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عبداللہ کو دربار خلافت سے وزارت اوقاف پر مامور کیا گیا۔ حتےٰ کہ حکومت کے نشے نے اس کو نماز روزہ تک سے غافل کر دیا۔ حضرت غوث پاکؒ کو اس دعا کے مطابق جو درجہ ملا۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ وَاَقْدَامِيْ عَلٰى عُنُقِ الرِّجَالِ بالکل حقیقت پر مبنی تھا۔ جو اسی حسن نیت اور پاکی عقیدت کا صلہ تھا۔ حافظ رحمہ

ازاں زماں کہ بریں آستاں نہادم رو | فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

پاسبانِ من عنایاتِ وَے است   ہر کجا کہ من رَوم شہ در پَے است

ترجمہ۔ اس (بادشاہ جہاں پناہ) کی عنایات میری محافظ ہیں۔ میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ (بغرض حفاظت وحمایت) میرے پیچھے (رہتا) ہے۔

مطلب۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و اولیا کا خود محافظ و حامی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ مدینہ میں یہود اور منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ اور ہر طرح اذیت ونقصان پہنچانے کے در پے رہتے تھے۔ بلکہ کئی مرتبہ آپ کی حیات طیبہ کو گزند پہنچانے کی سازشیں بھی کیں۔ ان خطرناک حالات میں آپ کی حفاظت جان ضروری تھی۔ اس لئے روزانہ دو صحابی باری باری رات کو آپ کے خانہ مبارک پر پہرہ دیتے۔ ایک رات جب یہ آیت اتری۔ تو آپ نے اپنے پہرہ داروں سے فرمایا۔ جاؤ اب تمہاری ضرورت نہیں۔ خدا خود ہمارا محافظ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمیشہ دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملتے رہے۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی تم دونوں خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں (طٰہٰ ع ۲)

در دلِ سلطاں خیالِ من مُقیم   بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم

لغات۔ مُقیم بضم میم۔ قائم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ ناخوش۔ ملول۔

ترجمہ۔ بادشاہ کے دل میں میرا خیال جاگزین ہے۔ میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل ناخوش (رہتا) ہے۔

مطلب۔ باز کہتا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ میرا تعلق اسقدر گہرا ہے۔ کہ میرے بغیر وہ ایک لمحہ میں بے چین ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ مجھے دیکھ نہ لے۔ مبتلائے اضطراب رہتا ہے۔ یہ صفات باز اور بادشاہ متعارف ہی پر صادق آسکتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ عنوان اہل اللہ کے حق تعالیٰ کے ساتھ غایت تعلق کے بیان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے بتاویل اس کا صرف اتنا مطلب لیا جائے گا۔ کہ حق سبحانہ کی اپنے اولیاء پر خاص نوازش ہوتی ہے۔ کیونکہ ذات حق سقم۔ ملال۔ رنج وغیرہ صفات نقص سے منزہ ہے۔

چوں بپرّانَد مرا شہ در رَوِش   مے پرم بر اوجِ دل چوں پرتوش

ترجمہ۔ جب بادشاہ مجھ کو (کسی خاص) رفتار میں اڑاتا ہے۔ تو میں (درحقیقت اس فضا میں نہیں بلکہ اس کے) دل کی بلندی میں اڑتا ہوں۔ جیسے اس (کے دل) کی روشنی (بلند ہوتی ہے)۔

مطلب۔ باز کہتا ہے کہ میں بادشاہ کے نزدیک اسقدر محبوب ہوں۔ اور میری محبت اس پر اسقدر مسلط

ہے۔ کہ جب اڑتا ہوں۔ تو میری اڑان گویا اس کے دل کی فضا کے اندر ہوتی ہے۔ اور پھر وہ اڑان بھی اس کی نظر میں اسقدر لطیف و پُر جلال ہوتی ہے۔ جیسے اس بیدار دل بادشاہ کی پرواز عقل یہاں اس سے یہ مقصد ہے کہ حق تعالیٰ جب اپنے خاص بندوں کو عروج روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو وہ سیر فی اللہ کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ اور ان کی اس سیر و عروج میں وہ اوج پیدا ہو سکتی ہے۔ جو انوار قدس میں ہوتی ہے۔

اختلاف دوسرے مصرعہ کی عبارت ہمارے نسخہ کی بنا پر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ مصرعہ اور طرح ہے جس کی تائید ہمارا قلمی قدیمی نسخہ بھی کرتا ہے۔ یعنے "یابم اندر اوج جاں خوش پرورش"۔ اس تقدیر پر شعر کا مطلب یوں ہوگا۔ کہ جب حق تعالیٰ نے مجھے عروج روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو مجھے روح کی ترقی و عروج میں اعلےٰ پرورش حاصل ہوتی ہے

ہمچو ماہ و آفتابے مے پَرَم — پَردہائے آسماں را مے دَرَم

ترجمہ میں (جب اڑنے لگتا ہوں تو) چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں (بلکہ) آسمانوں کے پردوں کو چاک کرتا (ہوا چلا جاتا) ہوں۔

مطلب۔ باز کی پرواز کے لئے یہ بیان مجاز اور مبالغہ ہے۔ اور اہل اللہ کاملین کے عروج کے لئے حقیقت اور امر واقع ہے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ اگر شہباز سے نبی مراد ہو۔ تو اس میں معراج مرسلین کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر مطلق ولی مراد ہو۔ تو معراج اولیا مقصود ہوگا۔ جو معراج روحی ہے۔

روشنیٔ عقلہا از فکرتم — انفطارِ آسماں از فطرتم

لغات۔ عقلہا۔ عقول۔ مراد ملائکہ از بیان جنس کے لئے ہے نہ کہ تعلیل کے لئے کما توہم بعضہم۔ انفطار پھٹنا۔ چاک ہونا۔ فطرت۔ آفرینش۔ سرشت۔ خصلت۔ خلقت **صنائع** انفطار و فطرت میں لفظی مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ ملائکہ کی نورانیت میری فکرت کی قبیل سے ہے۔ آسمان کا کھلنا میری ہی پیدائش کی وجہ سے ہے۔

مطلب۔ یہ صفات خاص انبیاء و اولیاء پر منطبق ہوتی ہیں۔ اصل قصہ کے باز پران کا انطباق نہیں ہو سکتا۔ مولانا فرط جوش میں خاص مشبہ اور مستعار لہ ہی کے اوصاف بیان کرنے لگے ہیں۔ استعارہ و تشبیہ کو ملحوظ رکھنے کی پروا نہیں کی۔ یعنے فرشتے جو اصل خلقت سے نور علیٰ نور ہیں۔ ان کی نورانیت میری ہی فکر کی نورانیت کی قسم سے ہے۔ فکر چونکہ منبع علوم و معارف ہوتا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس کو ذوالنور قرار دیا گیا۔ اور خوبی مدح یہ کہ اس تماثل فی النورانیت میں اپنے نور فکر کو روشنیٔ عقلہا کے تابع نہیں کیا۔ بلکہ روشنیٔ عقلہا کو اپنے نور فکر کے تابع کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرا نور فکرت تو مقدم و اقدم ہے۔ اور ملائکہ کی نورانیت کو اس کی قبیل سے ہونے کا فخر بعد میں حاصل ہوا ہے یہ مطلب اسی بنا پر ہے۔ کہ حرف "از" بیان جنس کے لئے ہو۔ بعض شارحین نے اس حرف کو تعلیلیہ قرار دے کر یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ "فرشتوں کو نورانیت میرے ہی فکر کے سبب سے حاصل ہوئی ہے"۔ اور پھر اس ترجمہ کو صاف اور ہموار کرنے کے لئے ان کو آفرینش عالم کے ذکر، اشرف المخلوقات کی تعیین اور اصل و فرع کی بحث کو چھیڑنا پڑا۔ و الا مرکان سہلاً۔ انفطار آسمان سے یا تو نزول باراں مراد ہے۔ یا آسمان کے دروازے کھلنا۔ اور

یہ باتیں بھی اہل اللہ ہی کی بدولت وقوع پاتی ہیں۔ یعنی ان کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے عروج آسمانی سے آسمان کے دروازوں کا کھلنا بھی ظاہر ہے۔ اگر یہ خاصان حق پیدا نہ ہوتے۔ تو آسمان کے دروازے کیوں کھلتے۔ صائبؒ ؎

گرچہ در ظاہر بزیر دست و پا افتادہ اند		بگذرانند فلک چوں رخش ہمت زیں کنند

## بازم و حیراں شود در من ہما		چغد کہ بود تا بداند سرّ ما

لغات۔ بازم۔ باز ہستم۔ ہما ایک پرندے کا نام ہے۔ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ اس کی خوراک تو ہڈی ہے۔ مگر اس میں خوبی یہ ہے کہ جس کے سر پر سے گذر جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ سِرّ بھید۔

ترجمہ (بظاہر) میں (ایک) باز ہوں۔ اور (میرا درجہ اسقدر بلند ہے کہ) ہما بھی میرے (علو منصب کے) بارے میں حیران ہوتا ہے (پھر بیچارہ) الّو تو کیا حیثیت رکھتا ہے کہ ہمارے بھید کو پاسکے۔

مطلب۔ اہل اللہ کاملین کو جن میں انبیاء و اولیاء داخل ہیں۔ باز کے ساتھ اس لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جس طرح باز ایک سادہ صورت اور غیر کمیاب جانور ہے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کی ظاہری حیثیت بھی متمولانہ تکلفات سے پاک اور سادگی و غریبی کا مرقع ہوتی ہے۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسےٰ کے بارے میں کہا تھا۔ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَاۤ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝ میں اس شخص سے کہیں بہتر ہوں۔ جو ذلیل ہے۔ اور پوری بات بھی نہیں کرسکتا۔ اگر وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس پر (آسمان سے) سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے۔ یا خیر فرشتوں کو تو اکٹھا ہو کر اس کے ساتھ آنا تھا (زخرف ع ۵) نیز ان کی کوئی نایاب و مستور ہستی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ انسان ہی کی نوع میں سے ہونے کے باعث۔ ان سے مخالط و ملاقی ہوتے ہیں۔ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ بے شک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۲) باز ایک بہادر پرندہ اور مقبول سلاطین ہے تو ہما بھی ایک مبارک پرندہ ہے۔ مگر بخلاف باز کے اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ وہ سب کی نظر سے مستور ہے۔ اور اس صفت میں ہما کے ساتھ فرشتوں کو تشبیہ دی ہے۔ جو سب کی نظر سے مستور و مخفی ہیں۔ باز کہتا ہے۔ کہ ناچیز الّو تو میرے اسرار کو کیا جانے۔ ہما کا مبارک و باسعادت پرندہ بھی میری منزلت کو دیکھ کر متحیر و مبہوت ہے۔ اسی طرح خواص بشر کے کمالات کے سامنے خواص ملائکہ تک کے درجے پست ہیں۔ چنانچہ معراج میں جب جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائکہ کے مقام تک پہنچے۔ تو اس سے اوپر جانے سے معذوری ظاہر کی۔ و فی الروایات الضعیفۃ ان جبرئیل انتہی و وقف واستصحبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاعتذر فقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔ یعنی بعض ضعیف روایات میں آیا ہے۔ کہ یہاں آکر جبرئیل علیہ السلام ٹھیر گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ تو عذر کرتے ہوئے کہا۔ اگر میں یہاں سے ایک سر انگشت کے برابر بھی آگے جاؤں۔ تو جل جاؤں (فتاوی عزیزی) سعدیؒ ؎

بگفتا فراتر مجالم نماند		بماندم کہ نیروے بالم نماند

خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔

اگر یکسر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

جب ملائکہ اور ملائکہ میں سے بھی سب سے بڑی ہستی کا یہ حال ہے۔ کہ وہ انبیاء کی ہمراہی سے عاجز ہیں۔ تو محجوب لوگ ان کے مراتب کمال کو کیا جانیں۔

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد　　صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد

ترجمہ بادشاہ نے میری خاطر سے قید خانہ (کے قیدیوں) کو یاد فرمایا اور لاکھوں قیدیوں کو (قید دنیا سے) آزاد کر دیا۔

مطلب ۔ حق سبحانہ اپنے مقرب بندوں کی برکت سے ان کے دوسرے بنی نوع پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو ہوا و ہوس کی قید سے نجات دے کر اپنے مقرب بنا لیتا ہے۔ سعدی رہ

نماند بعصیاں کسے در گرو　　کہ دارد چنیں سید پیشرو

یکدمم با چغدہا دمساز کرد　　از دم من چغدہا را باز کرد

لغات ۔ دم ۔ لحہ ۔ تھوڑی سی دیر ۔ سانس ۔ نفس ۔ بات ۔ یہ لفظ دونوں جگہ دو معنے میں آیا ہے ۔ اس لئے اس میں صنعت تجنیس بھی ہے۔

ترجمہ ۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے الوؤں کی تعلیم و تربیت کے لیئے ان کے ساتھ ہم نشین کر دیا چنانچہ (اس نے) میرے انفاس (موثرہ) سے الوؤں کو باز بنا دیا۔

مطلب ۔ انبیاء کفار کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ۔ جن کی ہدایت سے وہ نور ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے ۔ اولیاء محجوبین کی تربیت کے لئے مامور ہوتے ہیں ۔ جن کے فیض تربیت سے وہ قرب حق حاصل کرتے ہیں۔ حافظ رہ

من بسر منزل عنقا نہ بخود بردم راہ　　قطع ایں مرحلہ با مرغ سلیماں کردم

اے خنک چغدے کہ در پرواز من　　فہم کرد از نیک بختی راز من

لغات ۔ خنک ۔ ٹھنڈا ۔ خوش نصیب ۔ پرواز مراد مرتبہ کمال ۔ نیک بختی ۔ سعادت ازلی۔

ترجمہ ۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ الو جو (اپنی) خوش نصیبی سے میری بلند پروازی میں میرا راز سمجھ گیا۔

مطلب ۔ حصول فیض کا مدار حسن عقیدت پر ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے وہی کافر راہ راست پر آسکتے ہیں ۔ اور اولیاء اللہ کے ارشاد سے وہی محجوب لوگ واصل بحق ہو سکتے ہیں ۔ جن کے دل میں ان کی توقیر ہو اور وہ ان کے کمال اور حقانیت کے معترف ہوں پس ایسے لوگوں کی خوش نصیبی میں کیا شک ہے۔ حافظ رہ

پاک بیں از نظر پاک بمقصود رسید　　احول از چشم دو بیں در طمع خام افتاد

در من آویزید تا بازاں شوید　　گرچہ چغدانید شہبازاں شوید

لغات ۔ آویزید ۔ آویختن (لٹکنا) سے مشتق ہے لٹک جاؤ یعنے تعلق پیدا کرو ۔ شہباز ۔ ایک بڑی قسم کے

باز کو کہتے ہیں۔ یا باضافت مقلوب بازشاہ یعنے شاہی باز جس کی فوقیت دوسرے بازوں پر ظاہر ہے۔ چونکہ باز کا لفظ دونوں قافیوں میں ایک ہی معنے میں ہے۔ اس لئے تکرار قافیہ لازم آتا ہے۔ وذالك لا يستحسن عند هم۔

ترجمہ: مجھ سے تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تم (بھی) باز بن جاؤ۔ اگرچہ تم اُلّو ہو۔ (مگر میرے فیض صحبت سے) شہباز ہو جاؤ گے۔

مطلب۔ انبیاء و اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے اتباع سے گوہر مقصود مل سکتا ہے۔ غنی رہ ؎

پیرو باشو کہ ہمچو خامہ در راہ سخن — پے ببینے میتواں بردن ز نقش پائے ما

آنکہ باشد با چناں شاہے حبیب — ہر کجا افتد چرا باشد غریب

لغات۔ حبیب۔ دوست۔ مقرب۔ افتد۔ جا اُترے۔ جا پہنچے۔ غریب۔ پردیسی۔ بے وطن۔ بعید الدیار

ترجمہ۔ جو شخص ایسے (حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر) بادشاہ کا دوست ہو۔ وہ جہاں بھی جائے پردیسی (ہونے کی وجہ سے اس سے دُور) کیوں ہوگا۔

مطلب۔ یہ صفت بھی خاص اہل اللہ پر منطبق ہے۔ باز اور شاہ متعارف پر صادق نہیں آسکتی۔ یعنے اہل اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کہیں جائیں۔ کہیں آئیں۔ ہر جگہ ہمیں معیت حق حاصل ہے۔ جامی رہ ؎

ہر جا کہ کنم خانہ، ہمخانہ ترا یابم — ہرگز نہ زدم جائے، کانجا نہ ترا یابم

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا — گر چو نے نالد نباشد بینوا

صنائع۔ دردا در دوا میں ایہام تضاد۔ نے اور بے نوا میں ایہام تناسب۔

ترجمہ۔ جس شخص کے درد کی دوا (خود) بادشاہ ہو۔ اگر وہ (دردِ فراق سے) روئے تو بھی وہ بے سامان نہیں ہے۔

مطلب۔ چونکہ اس کا یادِ حق میں رونا غایت محبت و عشق پر دال ہے۔ مصائب دنیا پر رونے والوں کی طرح محرومی و بدقسمتی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور اس کی محبت اور عشق سب سے بڑی دولت ہے۔ پس ان کا رونا ان کی کمال خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ امیر خسرو ؎

عاشقم ار گریہ کنم عیب نیست — آب کہ برزد ز من ست آبروست

مالک الملکم نیم من طبل خوار — طبل بازم میزند شہ از کنار

لغات۔ مالک الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ مالک سلطنت۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبل باز۔ واپسی کے اشارے کے لئے بجانے کا نقارہ۔ جب باز کو شکار پر چھوڑا جاتا ہے۔ تو شکار کر چکنے کے بعد یہ نقارہ بجاتے ہیں۔ جس کو سن کر وہ واپس آجاتا ہے۔

ترجمہ۔ میں خود بادشاہ کا نائب (اور) حکومت پر قابض ہوں۔ حریص نہیں۔ (دیکھو) بادشاہ ایک طرف سے میری واپسی کے لئے نقارہ بجوا رہا ہے (جو میرے تقرب کی دلیل ہے)

مطلب ۔ اُلوؤں نے طعنہ دیا تھا ۔ کہ یہ باز حریص ہے ۔ اور شدت حرص سے مٹی تک کو چاٹ کر جانے والا ہے ۔ یہ اس کا جواب ہے ۔ کہ حریص تو کوئی بے نوا و تہیدست ہی ہو سکتا ہے ۔ میں تو بجائے خود مسند نشین امارت ہوں ۔ مجھے حریص و طامع بننے کی کیا ضرورت ۔ اسی طرح منافقین پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر فقر و فاقہ اور حرص و خود غرضی کی بدگمانی کر کے باہم کہتے تھے ۔ کہ ان لوگوں پر مال خرچ کرنا بند کر دو ۔ آپ سے آپ مدینے کو چھوڑ کر چلے جائینگے تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمایا ۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ حالانکہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔ لیکن منافق لوگ اتنا نہیں سمجھتے (منافقون ع ۲)

طبلِ بازِ من ندائے اِرْجِعِیْ   حق گواہِ من برغمِ مُدّعی

لغات اِرْجِعِیْ ۔ واپس چلی آ ۔ قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف تلمیح ہے ۔ برغم ۔ براے مہملہ و غین معجمہ ۔ برخلاف ۔ مقابلۃً ۔ رغم کے معنے ہیں کسی کی ناک کو خاک آلودہ کر دینا ۔ جس سے اس کی ذلت مراد ہے ۔ اور کسی کی مخالفت میں کوئی کام کرنا اسی معنی پر مشتمل ہے ۔ مدعی ۔ حریف ۔ مقابل

ترجمہ ۔ میری واپسی کا نقارہ ارجعی کی ندا ہے (اور میرے) مدعی (خصومت) کے خلاف (خود) حق تعالیٰ میرا گواہ ہے ۔

مطلب ۔ حق تعالےٰ کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ۔ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل ۔ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی ۔ پھر ہمارے (خاص) بندوں میں جا مل ۔ اور ہماری بہشت میں داخل ہو (سورہ فجر)

اس سے ظاہر ہے ۔ کہ حق تعالیٰ کو اپنے جو بندے محبوب ہیں ۔ ان کو دنیا میں رکھنا اُسے پسند نہیں ۔ صرف ایک مصلحت خاص سے ایک مدت معین تک رکھ کر پھر ان کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس واپس بلا لیتا ہے ۔ صائب رہ ؎

چہ احتیاجِ دلیل ست در رحیل مرا   چو سیل جذبۂ دریا بست بس دلیل مرا

من نیم جنسِ شہنشہ دُور ازو   لیک دارم در تجلّی نُور ازو

ترجمہ ۔ میں شاہنشہ (حقیقی) کا ہم جنس نہیں ہوں (بلکہ) اس سے (کہیں) دور (ہوں) ہاں مجھے (اپنی) تجلی میں اس سے نور حاصل ہے ۔

مطلب ۔ الوؤں نے باز کے بارے میں استحقاراً کہا تھا ۔ کہ "جنس شاہ ہست او دیا جنس وزیر" کیا یہ بھی بادشاہ یا وزیر کا ہم جنس ہونے کا دعوے کر سکتا ہے ۔ یہاں اس کا جواب دیا ہے ۔ کہ فی الواقع میں اس کا ہمجنس نہیں ہوں ۔ البتہ اس کے انوار مجھ پر درخشاں ہیں ۔ اور انبیا و اولیا کی یہی شان ہوتی ہے ۔ کہ وہ متخلق باخلاق اللہ اور منور بانوار حق ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کے پرتو سے شرق و غرب منور ہو جاتے ہیں ۔ صائبؒ ؎

خیمہ در مصر چو پیراہن یوسف زدہ ایم   جلوہ ہا در نظر مردم کنعاں داریم

نیست جنسیت ز روئے شکل و ذات　　　آب جنسِ خاک آمد در نبات

ترجمہ (میری) جنسیت (اس شاہ حقیقی کے ساتھ) شکل اور ذات کی رُو سے نہیں ہے۔ (کہ دونوں میں ہر پہلو سے مماثلت لازم آئے۔ ہاں جنسیت بمعنے مناسبت کہو تو بے جا نہیں دیکھو) نباتات میں پانی خاک کا مجانس ہے (حالانکہ شکل و ذات دونوں کی الگ الگ ہے)

مطلب - یہ ایسی جنسیت بمعنے مناسبت کی نظیر ہے۔ جو خالق و مخلوق میں ہو سکتی ہے۔ جیسے پانی اور خاک دونوں نباتات کے عنصر اور ان کی غذا ہیں۔ حالانکہ ان میں ذاتی و صوری مجانست نہیں ہے۔ اسی طرح انسان کو حق تعالٰے سے مناسبت تو ہے۔ مگر مماثلت نہیں۔

باد جنسِ آتش آمد در قوام　　　طبع را جنس آمدست آخر مدام

لغات - قوام۔ بناوٹ۔ ساخت۔ ترکیب وجود۔ مدام بضم میم شراب۔

ترجمہ - ہوا آگ کے لئے اس کے قیام وجود میں ہم جنس ہے (کہ ہوا نہ ہو تو فوراً آگ بجھ جائے) طبیعت کے لئے آخر شراب (بھی) ہم جنس ہے (کہ وہ شراب سے سرور حاصل کرتی ہے)

مطلب - ہوا کو آگ سے کس قدر مناسبت ہے۔ کہ اس کے بغیر آگ روشن ہی نہیں ہو سکتی۔ اور مے نوش کی طبیعت کو شراب سے کس قدر مناسبت ہے۔ کہ اس کے نشے سے خوش و خرم ہو جاتی ہے۔ با ایں ہمہ ان سب کی ماہیات الگ الگ ہیں۔ اور کوئی ان کو باہم مماثل یا متحد نہیں کہتا۔ بلکہ سب ان کی مناسبت کے قائل ہو گئے با ایں ہمہ کوئی اس مناسبت کی ماہیت ٹھیک بیان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بندے کو حق تعالٰے کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ اگرچہ اس مناسبت کی صحیح تعریف نہ ہو سکے۔ اور کسی چیز کی تعریف نہ کر سکنے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔ جامی رہ ؎

اے در ہوائے مہر تو ذراتِ کائنات　　　واقف نہ از کماہی ذاتِ تو ہیچ ذات

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما　　　مائے ما شد بہرِ مائے او فنا

لغات - ما فارسی میں ضمیر جمع متکلم۔ ہم۔ نحنُ۔ مراد ہستی۔ ہمارا وجود۔ ہماری ہستی۔

ترجمہ - چونکہ ہماری جنس (اور) ہمارے شاہ (حقیقی) کی جنس (ایک) نہیں ہے۔ اس لئے ہماری ہستی اس کی ہستی کے لئے فنا ہو گی۔

مطلب - ہم بادشاہ کے ہم جنس نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہم نے اپنے تعین کو علماً و حالاً اس کے آگے فنا کر دیا۔ گویا ہماری ہستی موجود ہی نہیں۔ بلکہ کالعدم ہے۔ پھر مجانست کہاں۔

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد　　　پیش پائے اسپ او گردم چو گرد

ترجمہ - جب ہماری ہستی فنا ہو گئی۔ تو وہ اکیلا رہ گیا۔ میں اس کے گھوڑے کے قدموں میں گرد کی طرح (ناچیز و بے حقیقت) ہو گیا۔

مطلب۔ دو چیزوں میں مجانست تو دونوں کے وجود کی صورت میں ہوتی ہے۔ مگر یہاں ایک وجود کالعدم ہے۔ پھر مجانست کیسی؟ ہاں یہ مناسبت ہے۔ کہ ایک باقی ہے اور دوسرا فانی۔

خاک شد جان و نشانیہائے او   ہشت بر خاکش نشان پائے او

ترکیب۔ او کی ضمیر دونوں جگہ راجع بحق ہے۔ خاکش کی ضمیر کا مرجع جان ہے۔

ترجمہ (ہماری) جان خاک ہو گئی۔ اور حق سبحانہ کی نشانیاں جان کی خاک پر حق کے نشانِ پا بن گئے۔

مطلب۔ خاک ناچیز خود کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مگر جب وہ کسی بزرگ ہستی کے نشانِ پا کی مظہر ہوتی ہے تو اس مظہریت کے لحاظ سے وہ بھی بزرگ ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ہم خود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ مگر وہاں حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مظہر ہیں۔ ہماری اسکی یہی مناسبت ہے۔

خاکِ پایش شو زِ بہرِ ایں نشاں   تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں

ترجمہ۔ اس نشان (کو اپنے اوپر حاصل کرنے) کے لئے اس کی خاکِ پا بن جاؤ۔ تاکہ تم عالیجاہ لوگوں کے سر تاج بن جاؤ۔

مطلب۔ یہ مولانا رہ کا مقولہ بطور جملہ معترضہ ہے۔ یعنے جب ان کی خاک پا بن جانے سے اس کے نشانِ پا تم پر نمایاں ہو سکتے ہیں۔ تو دیر نہ کرو۔ جلدی اس کے آگے خاکِ پا بن جاؤ۔ تاکہ اس کی تجلیات و انوار کے مظہر بن کر مراتب عالیہ حاصل کرو۔ اور سب کفار و معاندین پر غالب آ جاؤ۔ لقولہ رح ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوے گزید   ترسد از وے جن و انساں ہر کہ دید

تا کہ نفریبد شما را شکلِ من   نقل و مے نوشید پیش از نقلِ من

لغات۔ تا حرف تنبیہ۔ نُقل بضم میوہ و شیرینی جو شراب کے ہمراہ کھاتے ہیں۔ نَقل بفتح۔ نقل مکان۔ وفات انتقال۔

صنائع۔ نقل کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ تم کو میری (بظاہر معمولی) شکل دھوکے میں نہ ڈالے (کہ مجھے ناقابل اعتنا سمجھ لو بلکہ) میرے مرنے سے پہلے (یہ) نقل اور شراب (جو مجھ سے بچ گئی ہے (بطور تبرک) نوش کر لو۔

مطلب۔ اب پھر قول عارف کی طرف عود ہے۔ یعنے اے محجوبین تم میری شکل و صورت دیکھ کر اس غلط فہمی میں نہ پڑو۔ کہ یہ کہاں کا واصل باللہ ہوگا۔ جیسے کہ انبیاء کے حق میں کفار کہتے تھے۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا نہیں ہے یہ مگر ہم جیسا ہی آدمی۔ بلکہ تم میرے جدا ہونے سے پہلے مجھ سے فیض حاصل کر لو۔ ورنہ پھر کچھ نہ پاؤ گے۔

اے بسا کس راکہ صورت راہ زد قصدِ صورت کرد و بر اللہ زد

ترکیب۔ راہ زد فعل صورت اس کا فاعل بسا کس را مفعول ہے۔ یہ مبتدا دوسرا مصرعہ خبر۔

ترجمہ۔ اسے مخاطب! بہت سے لوگوں کو جو صورت نے دھوکا دیا ہے۔ تو انہوں نے بظاہر ایک شخصیت (کی ایذا) کا قصد کیا۔ اور ان کا وار اللہ پر ہوا۔

مطلب۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ کفار جو انبیاء کو ایذا دیتے۔ اور محجوبین جو اولیاء اللہ پر دست تعدی دراز کرتے ہیں۔ وہ اپنی کوتاہ نظری سے گویا ایک معمولی انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ ذوات عالیہ حق سبحانہ وتعالےٰ کے اسماء وصفات کے مظہر اور فانی بذات خود اور باقی باللہ ہوتی ہیں۔ اس لئے ان بدبخت لوگوں کا حملہ گویا خاص حق تعالےٰ پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو (کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں (دونوں جگہ) خدا کی لعنت ہے۔ اور خدا نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (احزاب ع ۷)

احیاء العلوم میں ایک حدیث مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذا اللہ تعالیٰ۔ یعنے اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔ میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان کو دوست رکھا تو میری دوستی کی وجہ سے دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا۔ تو میرے بغض کی وجہ سے بغض کیا۔ جس نے ان کو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

آخر ایں جاں با بدن پیوستہ است ہیچ ایں جاں با بدن مانستہ است؟

لغات۔ پیوستہ۔ متصل۔ ملاتی۔ مانستہ از مانستن مشابہ بودن۔

ترجمہ۔ آخر یہ جان بھی تو بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ پھر بھلا جان بدن کی مثل ہو سکتی ہے؟

مطلب۔ یہ کمبخت محجوبین جو باکمال لوگوں کو اپنے ہم شکل پاکر یہ گمان کرنے لگے۔ کہ ان کو خدا کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ اور اس لئے ان پر حملہ آور یا ان کے منکر ہو گئے۔ اتنا نہ سمجھے۔ کہ روح اور جسم عنصری میں بھی تو بڑا تفاوت ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پھر دونوں باہم متصل ہیں۔ اس طرح اگر بشر خاکی حق سبحانہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ تو کیا بعید ہے۔

تابِ نورِ چشم با پیہ ست جفت نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت

لغات۔ تاب۔ روشنی۔ پیہ۔ چربی۔ جفت۔ متصل۔ آمیختہ۔

ترجمہ۔ آنکھ کے نور کی روشنی (ڈھیلے کی) چربی (یعنے رطوبت جلیدیہ و زجاجیہ وغیرہ)

سے مل رہی ہے (حالانکہ دونوں کی حقیقت جداگانہ ہے) دل کا نور ایک قطرہ خون میں (جس سے دل کا قوام ہے) چھپا ہوا ہے (حالانکہ دونوں کی ماہیت میں بڑا فرق ہے)۔

مطلب - جب ایک چربی کا ٹکڑا نور بصارت کا مظہر ہے۔ اور ایک مضغۂ گوشت انوار باطن کا مہبط ہے۔ تو اگر بندہ انوار حق سے متجلی ہو۔ تو کیا تعجب۔

شادی اندر گردہ و غم در جگر — عقل چوں شمعے دروںِ مغزِ سر

ترجمہ - خوشی گردے میں ہے۔ اور غم جگر میں۔ عقل ایک شمع کی طرح مغزِ سر کے اندر (روشن ہے)

مطلب - یہاں اور اس سے آگے متعدد نظائر اس قسم کے مذکور ہیں۔ کہ دو چیزوں میں خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے۔ حالانکہ ان میں مجانست و مماثلت نہیں ہوتی۔ مغز سر یعنی دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ کہ قوائے دماغ منشائے عقل ہوتی ہیں۔ مگر گردے کے ساتھ خوشی کا تعلق اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق ذرا مشکل بات ہے۔ بعض شارحین نے اس کی توجیہ میں کچھ طبع آزمائی کی ہے۔ مگر ان کی توجیہ بعض غلط مقدمات پر مبنی ہے۔ اور پھر بھی کسی امر حقیقی پر روشنی نہیں ڈالتی۔ بلکہ محض ایک تجوزی و اعتباری بات کا افادہ کرتی ہے۔ ہمارے خیال میں گردے کے ساتھ خوشی کا اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق بلا واسطہ مقصود نہیں جیسے کہ دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق بلا واسطہ ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ ان دونوں عضووں کے اپنے اپنے فعل کے لئے ایک ایسی حالت لازم ہے۔ جو غم یا خوشی کی حالت کے مماثل ہے۔ چنانچہ جگر کا کام ہے۔ غذا کو مختلف انہضامات کے سلسلے سے گزار کر خون صالح بنا دینا۔ جو ایک محنت و مشقت اور کد و کاوش کا کام ہے۔ اور محنت و مشقت کے لئے فکر و غم لازم ہے۔ گردہ کا کام یہ ہے۔ کہ خون سے متعفن و مسموم مائیت کو پیشاب کی صورت میں الگ کر کے مثانہ میں گرائے۔ اور دفع اذیت سے طبعاً راحت و فرحت محسوس ہوتی ہے۔ جس کو خوشی سے تعبیر کیا ہے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں۔ کہ "ہر نفسے کہ فرو مے رود ممد حیات ست و چوں بر مے آید مفرح ذات" یعنی جو سانس اندر کی طرف جاتا ہے۔ تو اس کے ذریعے ہوا کے اجزائے صالحہ خون میں ملنے سے زندگی قائم رہتی ہے۔ اور جب وہ باہر آتا ہے۔ تو خون میں سے دخانی اجزا کو اپنے اندر جذب کر کے باہر نکال ڈالنے سے روح کو تفریح بخشتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیشاب کی سی غلیظ اور گندی چیز کا خون سے خارج ہو جانا بھی فرحت و خوشی کا باعث ہے۔ جو گردہ کے فعل کا نتیجہ ہے۔

رائحہ در انف و منطق در لساں — لہو در نفس و شجاعت در جناں

لغات - رائحہ - بو۔ خوشبو۔ منطق - گویائی۔ گفتگو۔ لسان - زبان۔ لہو - کھیل۔ دل لگی۔ جنان - دل۔

ترجمہ - بو ناک میں۔ اور گفتگو زبان میں۔ کھیل (کا شوق) نفس میں اور بہادری (کا جوش) دل میں (رکھا گیا ہے)۔

مطلب - دیکھو ان دو دو چیزوں کو باہم تعلق ہے۔ مگر اس تعلق کی ماہیت بیان نہیں ہو سکتی۔ مثلاً گفتگو کو زبان کے ساتھ تعلق ہے۔ اگر یہ کہیں کہ اس تعلق کی ماہیت حرکت لسان ہے۔ تو زبان کو حرکت

حرکت دینے سے اس پر الفاظ پیدا ہونے چاہئیں۔ حالانکہ نہیں ہوتے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس تعلق کی ماہیت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اسی پر اس تعلق کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ جو حق سبحانہ وتعالےٰ کے ساتھ بندے کو ہے۔ کہ جب امور محسوسہ کا باہم تعلق ہم کو محسوس نہیں ہوتا۔ تو پھر اس اعلےٰ تعلق کو کیونکر ادراک کر سکتے ہیں۔ جو ادراک و عقول کے تعلق سے بھی بالاتر ہے۔ اسی کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

اتفاقے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس

این تعلقہا نہ بے کیف ست وچوں؟ عقلہا در دانش چونی زبوں

لغات۔ بے کیف جس کی کیفیت بیان نہ ہو سکے۔ بے چوں۔ جس کی کوئی مثال نہ دی جا سکے۔ دانش جاننا معلوم کر لینا۔ چونی ٹھیک کیفیت کا ترجمہ ہے۔ چوں کے معنے کیونکہ اس کے ساتھ یائے مصدری شامل ہے عربی میں کیف کے معنے بھی کیونکر کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بھی ایسے مشدد مع التاء مصدریت کے لئے ہے۔ زبوں۔ عاجز۔

ترجمہ۔ کیا یہ (مذکورہ) تعلقات بھی ایسے نہیں ہیں۔ جن کی نہ کیفیت بیان ہو سکتی ہے۔ نہ ان کی کوئی مثال دی جا سکتی ہے (یعنے واقعی ایسے ہیں) عقلیں (ان کی) کیفیت سمجھنے سے عاجز (ہیں)۔

مطلب۔ جب یہ تعلقات و مناسبات سمجھ میں آنی ناممکن ہیں۔ تو پھر اگر حق تعالےٰ کی کیفیت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر کیا تعجب ہے۔ آگے تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہیں۔

جانِ کُل با جانِ جزو آسیب کرد عقل از وے دُرّے ستد در جیب کرد

لغات۔ جانِ کل۔ ذات حق۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب اثر۔

ترجمہ۔ ذات حق نے انسان پر اپنا اثر ڈالا۔ تو انسان نے اس سے (تجلی کا) ایک موتی لے لیا۔ اور (دل کے) گریبان میں ڈال لیا۔

مطلب۔ عبد کو حق سبحانہ وتعالےٰ کے ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے جو فاعل و مختار ہے۔ انسان پر اپنی تجلی کی جس سے وہ منور و مستفید ہوا۔ اور اس نے اس نور و تجلی کو اپنے قلب میں جگہ دی۔ اسی کا نام تجلی با نوار اللہ اور تخلق باخلاق اللہ ہے۔ اور یہی بندے کی حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ نسبت اور مجانست ہے۔ صائبؒ ؎

آسودہ زسیر فلک و گردش چرخ اند حیرت زدۂ جلوۂ مستانۂ یارانند

آگے اس خیال کی ایک مثال سے توضیح فرماتے ہیں۔

ہمچو مریم جاں ازاں آسیبِ جیب حاملہ شد از مسیحِ دلفریب

لغات۔ آسیب جیب۔ دل کا اثر۔ اور یہ فعل کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

ترجمہ۔ روح حضرت مریم علیہا السلام کی طرح اس تاثر قلب سے (تعلق باللہ کے) مسیح

دلفریب کی حاملہ ہو گئی۔
مطلب۔ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں روح حق کے چھونے سے ان کے پیٹ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ اسی طرح حق تعالٰی کی تجلی جب قلب پر ہوتی ہے۔ تو اس سے وہ مستفید و منور ہو جاتا ہے۔ مسیح کو دلفریب اس لئے کہا۔ کہ ان کی بے پدر پیدائش۔ اور پھر مہد کے اندر تکلم وغیرہ وہ باتیں تھیں۔ جن سے قلوب عامہ حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ آگے اس عیسٰی کی تعیین فرماتے ہیں۔

آں مسیحے نے کہ بر خشک و ترست　　آں مسیحے کز مساحت برترست

لغات۔ خشک و تر مراد زمین جو بحر و بر پر مشتمل ہے۔ مساحت ناپنا۔ مراد کم و کیف
صنائع۔ مسیح اور مساحت میں مناسبت لفظی ہے۔
ترجمہ۔ یہ وہ مسیح نہیں جو (متولد ہو کر دنیا کے البحر و برّ پر (مقیم رہ چکے) ہیں۔ (بلکہ) وہ مسیح ہیں جو کم و کیف سے بالا ہیں۔
مطلب۔ جن مسیح علیہ السلام سے حضرت مریمؑ حاملہ ہوئی تھیں۔ وہ تو پھر بھی ایک انسان تھے۔ لیکن اہل اللہ کے دل جوان کی مثل ایک بار امانت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ نہ مادی ہے۔ نہ مقداری بلکہ مجرد محض ہے۔ اور وہ تجلی حق ہے۔ جامی رہ ؎

در دل خیال دوست وطن کرد بنگرید　　کیں خانۂ خراب بقا مرنشست کیست؟

پس ز جانِ جاں چو حامل گشت جاں　　از چنیں جانے شود حامل جہاں

ترجمہ۔ پس جب روح اس جانِ جاں (مطلوب حقیقی) کی حامل ہو گئی۔ تو ایسی روح (عظمت و برتری کے اسی درجے پر فائز ہو گئی۔ کہ اس) سے (سارا) جہان پُر ہو گیا۔
مطلب۔ انسان کامل چونکہ تجلیات حق کا مظہر ہوتا ہے۔ اس لئے تمام جہان اس سے مستفید ہوتا ہے صائبؒ ؎

میرسد فیض سبکروحاں باطراف جہاں　　میشود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

پس جہاں زاید جہانے دیگرے　　ایں حشر اورا نماید محشرے

لغات۔ حشر بفتحتین جماعت اور بفتح حاء و سکون شین جمع کرنا لوگوں کو قیامت کے روز۔
ترجمہ۔ یہ جہان (اپنی تعلیم و تربیت سے) ایک اور (نیا) جہان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ جماعت اسکو (اپنی تاثیرات تصرفات سے) قیامت (کا نمونہ) بنا دیتی ہے۔
مطلب۔ اہل اللہ کی ایک جماعت سے دوسری جماعت مستفید ہوتی ہے۔ پہلی جماعت دوسری جماعت کو ایسے کمالات روحانیہ سے متحلّی بنا دیتی ہے۔ کہ ان کے تصرفات سے روحانی و اخلاقی دنیا میں اصلاح و تادیب کا ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ ایں کا اشارہ جہان کی طرف ہے۔ اور "اورا" کی ضمیر جہانے دیگرے کی طرف راجع ہے۔

تا قیامت گر بگویم بشمرم من ز شرح ایں قیامت قاصرم

ترجمہ - اگر میں قیامت تک بھی بیان کرتا اور گنتا رہوں ۔ تو (تصرفات کی) اس قیامت کی تفصیل سے عہدہ برا نہیں ہوسکتا ۔

مطلب - اہل اللہ کے کمالات غیر منتہی ہیں ۔ اس لئے ان کے فیوض بھی بے پایان ہیں ۔ وہ بندگان خدا کو کس طرح فیض پہنچاتے ہیں ۔ کس قدر پہنچاتے ہیں ۔ اور کب تک پہنچاتے ہیں ۔ ان تفصیلات کا خاتمہ قیامت تک نہیں ہوسکتا ۔

ایں سخنہا خود بمعنے یارب است حرفہا دام دم شیریں لبے ست

لغات - یارب ۔ ذکر حق ۔ دم ۔ گفتگو ۔ شیریں لب ۔ محبوب ۔ مراد محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ ۔

ترجمہ - یہ باتیں (جو میں مسلسل بولتا چلا جاتا ہوں) خود (بمنزلہ) ذکر حق ہیں (یہ) کلمات اس محبوب حقیقی کی گفتگو کا جال (یعنے اس کے محرک و جاذب) ہیں ۔

مطلب - فرماتے ہیں ۔ ہمارا لوگوں سے خطاب اور لوگوں سے ہمکلامی وہی درجہ اور ثواب رکھتی ہے ۔ جو ذکر حق کا ثواب ہے ۔ بلکہ ہمارا خطاب و مکالمہ اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ اس کی تشریح یہ ہے ۔ کہ بزرگوں کی دو شانیں ہوتی ہیں ۔ ایک وہ جن کے سپرد خدمت خلق نہیں ہوتی ۔ تو وہ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں ۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں ۔ کہ جن کے سپرد خدمت خلق ہوتی ہے ۔ وہ متوجہ بخلق للحق ہوتے ہیں ۔ تو ان کا خطاب اور توجہ بھی پہلے بزرگوں کے ذکر و شغل کے مثل بلکہ اس سے افضل ہوتی ہے ۔ جیسے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھے ۔ میں ویسا ہی ہوں ۔ اور جب وہ مجھے یاد کرے ۔ تو میں اس کے ساتھ ہوں پس اگر مجھے اپنے دل میں یعنے مخفی طور پر یاد کرے ۔ تو میں بھی اس کو مخفی طور پر یاد کرتا ہوں ۔ اور جب وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرے تو میں اس کو اس مجمع سے اچھے مجمع میں یاد کرتا ہوں (مشکوٰۃ) اس سے ثابت ہے کہ اس دوسرے بزرگ کی توجہ بخلق پہلے کے ذکر و شغل سے افضل ہے ۔ چونکہ اس کی توجہ الی الخلق للحق ہے ۔ تو گویا الی الحق ہی ہے ۔ پس جب وہ مخلوق کو پکارتا ہے ۔ گویا حق تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے ۔ تو حق تعالیٰ اس کے جواب میں لبیک فرماتا ہے اس لئے مولانا فرماتے ہیں ۔ کہ یہ میرے حروف اس شیریں لب محبوب حقیقی کی گفتگو کے جال ہیں ۔ کہ جب میں ان حروف کو ادا کرتا ہوں ۔ تو ادھر سے لبیک کا خطاب میرے لئے موجب سرفرازی ہوتا ہے (کلید)

چوں کند تقصیر؟ پس چوں تن زند؟ چونکہ لبیکش ز یارب مے رسد

لغات - تقصیر ۔ کوتاہی سستی ۔ تن زند ۔ خاموش شود ۔

ترجمہ - پھر وہ اس گفتگو سے کوتاہی کیونکر کرے ۔ کیونکر خاموش ہو ۔ جبکہ (اس) ذکر

حق سے اس کو (حق کی طرف سے) لبیک (کا پیار) خطاب پہنچتا ہے۔
نوٹ۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ ادھر سے لبیک کا خطاب آتا ہے۔ یہ خطاب اور کسی کو سنائی کیوں نہیں دیتا۔ اب اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

ہشت لبیکے کہ نتوانی شنید لیک سرتاپاے توانی چشید

ترجمہ۔ وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اس کو سُن نہیں سکتے۔ لیکن سر سے پاؤں تک اس کو چکھ سکتے ہو۔
مطلب۔ یعنے خطاب حق کوئی حِسّی امر نہیں ہے۔ کہ اس کو کانوں سے سُن سکو۔ بلکہ وہ ذوقی امر ہے۔ جس سے روح استلذاذ حاصل کر سکتی ہے۔ اور اسی شخص کی روح اس دولت سے متمتع ہو سکتی ہے۔ جو اس کوچہ سے آشنا ہو۔ اس رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ کما قیل ؎

پرسید کسے کہ عاشقی چیست گفتا کہ چو ماشوی بدانی

یک مثل آورد مت تا پے بری وز چنیں لبیک پنہاں برخوری

ترجمہ۔ میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ تم (اس رمز کا) سراغ پا سکو اور (اس اسرار) لبیک سے متمتع ہو سکو۔

کلوخ انداختن آں تشنہ از سرِ دیوار در جوے آب

ایک پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں ڈھیلے مارنا

بر لبِ جو بود دیوارے بلند بر سرِ دیوار تشنہ دردمند

ترجمہ۔ ایک نہر کے کنارے اونچی دیوار تھی۔ دیوار کے اوپر ایک مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقی زار و نزار عاشقے مشتے غریبے بیقرار

لغات۔ مستسقی۔ طالب آب۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ **صنائع** تنسیق الصفات۔
ترجمہ۔ (وہ) پیاسا (تھا) طالب آب (تھا) بدحال و لاغر (تھا پانی کا) فریفتہ (تھا پانی کے شوق میں) مست (تھا) غریب (تھا) بیقرار (تھا)

مانعش از آب آں دیوار بود از پئے آب او چو ماہی زار بود

ترجمہ۔ پانی (پینے) سے وہ دیوار اس کی مانع تھی۔ وہ پانی کے لئے مچھلی کی طرح

بیتاب تھا۔

شد حجابِ آب آں دیوارِ اُو برفلک مے شُد فغانِ زارِ اُو

ترجمہ۔ پانی (تک پہنچنے) سے وہ دیوار اس کی آڑ بن گئی (اس بے بسی سے) اس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی۔

ناگہاں انداخت او خشتے در آب بانگِ آب آمد گوشش چوں خطاب

ترجمہ۔ اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں ڈال دی۔ تو پانی کی آواز اس طرح اس کے کان میں آئی جیسے (وہ) خطاب (کرکے پکارتا ہو)

چوں خطابِ یارِ شیریں و لذیذ مست کرد آں بانگِ آبش چوں نبیذ

لغات۔ نبیذ۔ شراب۔

ترجمہ۔ پانی کی اس آواز نے اس کو شیریں (اور) و پر لطف محبوب کے خطاب کی طرح مست کر دیا۔ جیسے شراب پی لی ہو۔

از سماعِ بانگِ آب آں ممتحن گشت خشت انداز زانجا خشت کن

لغات۔ ممتحن حار کے فتح سے امتحان میں پڑا ہوا محنت کشیدہ۔ مصیبت زدہ۔ خشت کن بفتح کاف۔ اینٹ کو اکھیڑنے والا۔

ترجمہ۔ وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز سننے سے (اس شغل میں منہمک) ہوگیا۔ کہ اوپر سے اینٹ اکھیڑتا اور (ادھر) ڈال دیتا۔

مطلب۔ اسی طرح طالبِ حق بھی ذکر و شغل میں لگا رہتا ہے۔ اور چونکہ اس کو مخبرِ صادق سے یہ خبر ملی ہے۔ کہ جو شخص خدا کا ذکر کرتا ہے۔ خدا بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس خبر پر اس کو اسقدر یقین ہے۔ کہ وہ خدا کا ذکر گویا اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا۔ (بقرہ ع ۱۸)

آب میزد بانگ یعنی ہے تُرا فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا

ترجمہ۔ پانی اس کو (بزبانِ حال) پکار رہا تھا کہ ارے! تجھے اس سے کیا فائدہ (ملتا ہے) کہ مجھ میں اینٹ مار رہا ہے۔

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست

لغات۔ آبا۔ اے آب۔ صنعت فعل۔ ندارم۔ نہ بردارم۔

ترجمہ۔ پیاسے نے کہا اے پانی! مجھے (اس خشت زنی سے) دو فائدے ہیں اس لئے میں ہرگز اس فعل سے دست بردار نہ ہوں گا۔

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب کو بود مر تشنگاں را چوں جواب

ترجمہ۔ پہلا فائدہ پانی کی آواز کا سننا ہے۔ جو پیاسوں کے لئے بمنزلہ جواب (شافی) ہے (اور اس سے کچھ نہ کچھ تسکین قلب ہوتی ہے)۔

بانگِ او چوں بانگِ اسرافیل شد مُردہ را زیں زندگی تحویل شد

لغات۔ اسرافیل وہ فرشتہ جو عالم کے فنا ہو جانے کے بعد صور پھونکیں گے۔ تو اس کے اثر سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔ تحویل۔ بدل ڈالنا۔

ترجمہ۔ اس کی آواز (پیاس سے مرنے والوں کو تازگی حیات بخشنے میں) گویا اسرافیل (کے نفخ صور) کی آواز ہے۔ (کہ) مردہ (تشنگی) کی (یہ برائے نام) زندگی بدل (کر ان کو تازہ زندگی مل) جاتی ہے۔

یا چو بانگِ رعد ایامِ بہار باغ مے یابد ازو چندیں نگار

ترجمہ۔ یا اس کی آواز ایام جاڑیں بادل کی گرج سے مشابہ ہے (جو بارش کی علامت ہوتی ہے اور) باغ اس (بشارت باران کے اثر) سے اسقدر ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔

یا چو بر درویش ہنگامِ زکات یا چو بر محبوس پیغامِ نجات

لغات۔ درویش۔ محتاج وغریب مراد ہے۔ محبوس۔ قیدی۔ یہ شعر ذو القافیتین ہے۔

ترجمہ۔ یا جیسے (کسی) محتاج پر (اس آواز کا اثر ہوتا ہے جو) زکوٰۃ (دینے) کے وقت (اس کو دی جاتی ہے) یا جیسے قیدی پر (اس کی) خلاصی کا پیغام (اثر کرتا ہے)۔

چوں دمِ رحمٰن بود کاں از یمن میرسد سوئے محمد بے دہن

لغات۔ دم۔ سانس۔ آواز۔ بات۔ سخن۔ بے دہن بلا آلہ تکلم۔ اس لئے کہ اللہ کا کلام توسط آلات سے منزہ ہے۔

ترجمہ۔ جیسے حق تعالیٰ کی آواز جو یمن سے جناب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منہ (وغیرہ آلات تکلم) کے بغیر پہنچتی ہے۔

مطلب۔ مولانا بحرالعلوم رہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں رحمٰن کا دم یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔ اور شیخ ولی محمد کہتے ہیں۔ کہ یہ اویس قرنی کی طرف اشارہ ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ مگر یہ فاش غلطی ہے۔

جو حدیث کے آخری کلمات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ جو یہ ہیں۔ کہ نَادَا هُمُ الْاَنْصَارُ (تو وہ انصار ہیں) یہ اس امر کی تصریح ہے۔ کہ نفس رحمٰن انصار تھے (انتہٰی)

انصار سے وہ اصحاب اہل مدینہ مراد ہیں۔ جنھوں نے دین حق کی نصرت کے لئے اپنا گھر بار اور مال و متاع حتٰے کہ اپنی جان پیش کی۔ اور انہی لوگوں کی دعوت اور معاہدہ حمایت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سمیت مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان لوگوں کی قدامت ملک یمن سے وابستہ ہے۔ اور وہ اسی خطے کے قدیمی باشندے اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ یمن میں جب وہ مشہور و تاریخی سیلاب آیا۔ جس کو "سَیلِ عَرِم" کہتے ہیں۔ اور جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ سبا میں ہے۔ تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینے میں آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انہی دو کی اولاد ہیں۔

انصار کے مختصر تاریخی حالات

یا چو بُوے اَحمدِ مُرسَل بود کاں بعاصی در شفاعت میرسد

ترجمہ۔ یا (وہ آواز آب) حضرت احمد مرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی بو سے مشابہ ہے جو (ایک) گنہگار کو (آپ کے) شفاعت (کرنے) کے وقت محسوس ہوگی۔

مطلب۔ جس طرح وہ عاصی اس خوشبو سے فرحت پائے گا۔ اسی طرح ایک پیاسا اس آواز سے راحت پاتا ہے۔

یا چو بُوے یُوسفِ خُوبِ لطیف میزند بر جانِ یعقُوبِ نحیف

ترجمہ۔ یا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام (جیسے) خوبرو پاکیزہ (انسان) کی خوشبو نے (دردِ فراق سے) کمزور (ہو جانے والے) حضرت یعقوب علیہ السلام کی جان پر (ایک خاص تازگی بخش) اثر کیا (اسی طرح آواز آب پیاسے پر اثر کرتی ہے)۔

یا نسیمِ روضۂ دار السّلام سُوے عاصی میرسد بے انتقام

لغات۔ نسیم۔ ہلکی اور خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دار السلام ایک بہشت کا نام ہے۔ انتقام۔ سزا۔ عذاب۔

ترجمہ۔ یا (جیسے) باغ بہشت کی پاک و خوشگوار ہوا جو کسی گنہگار کو پہنچتی ہے۔ بغیر (اس) عذاب کے (جو گناہوں کی پاداش میں اسے ملنا چاہئے تھا)۔

یا سُوے مِسِّ سیَہ از کیمیا میرسد پیغام کاے ابلہ بیا

ترجمہ۔ یا (جیسے) ایک کالے (بدنما) تانبے کی طرف کیمیا کی طرف سے (یہ) پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف ادھر آ (تاکہ تجھے سونا بنا دوں۔ تو یہ آواز تانبے کے لئے کسقدر باعث فرحت ہونی چاہئے۔ اسی طرح پانی کی آواز پیاسے کے لئے ہے)

نکتہ۔ اس مثال میں یہ اشارہ مضمر ہے۔ کہ کبھی توفیق حق خود ایسے شخص کو جو صراط مستقیم سے فرار و گریز کرتا

ہو۔ گھیر گھیر کر اس راہ پہ لے آتی ہے۔ کما قیل ؎

گرچہ چوں سیل از غبار رہ گراں گردیدہ ام — جذبۂ دریا سبک رفتار مے سازد مرا

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام — یا فرستد ویس رامی را پیام

لغات - ویس ایک عورت کا نام ہے۔ جو رامی نام ایک مشہور عاشق کی معشوقہ تھی۔ اصل میں یہ لفظ ویسہ بتائے تانیث ہے۔ ضرورتاً تا حذف کی گئی۔ رامی ایک مرد کا نام جو ویسہ نام عورت کا عاشق تھا۔

ترجمہ - یا (پیاسا پانی کی آواز سے اسی طرح لطف اٹھاتا ہے جس طرح مجنوں لیلیٰ (کی زبان) سے بات سنتا (اور محظوظ ہوتا) ہے۔ یا (جس طرح) ویس رامی کو پیغام بھیجتی ہے (اور وہ اس سے لطف اٹھاتا ہے) کما قیل ؎

پرس حال دل آں دم کہ در سخن آئی — کریم چوں گہر افشاں کند گدا چہ کند

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کز یں — بر کنم آیم سوئے مارِ معیں

لغات - برکنم۔ کندن (اکھیڑنا) سے۔ معیں۔ صاف۔ خالص قید اتفاقی ہے۔

ترجمہ - دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ جو اینٹ میں اس (دیوار) سے اکھیڑتا ہوں۔ تو (اس کی وجہ سے) میں (اس نہر کے) خالص پانی کی طرف (قریب) آتا (جاتا) ہوں۔

کز کمی خشت دیوار بلند — پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند

ترجمہ - کیونکہ جوں جوں اینٹ اکھڑتی جاتی ہے توں توں اینٹوں کے کم ہوتے جانے کے سبب سے (یہ) اونچی دیوار اور بھی نیچی ہوتی جاتی ہے۔

پستی دیوار قربے مے شود — فصل او درمان وصلے مے بود

ترجمہ - دیوار کی پستی (پانی کے) قرب (کا سبب) ہوتی جاتی ہے۔ اسکی (اینٹ اینٹ کی) جدائی (میرے پانی کے ساتھ) ملنے کی تدبیر بنتی جاتی ہے۔

سجدہ آمد کندن خشت لزب — موجب قربے کہ واسجد واقترب

لغات - لزب۔ بفتح لام وکسر زا معجمہ چمٹنے والا۔ خشت لزب یعنے جمی ہوئی اینٹ سے اخلاق رذیلہ اور عادات خبیثہ مراد ہیں۔ جو انسان کے نفس میں راسخ و مستحکم ہوتی ہیں۔ **ترکیب** سجدہ مبتدا کندن الخ خبر موجب قربے دوسری خبر۔

ترجمہ - سجدہ کرنا (اخلاق بد کی) جمی ہوئی اینٹ کا (اپنے دیوار وجود سے) اکھاڑ پھینکنا ہے۔ (اور یہ) قرب (حق) کا موجب ہے۔ کہ (آیہ) وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (اس کی دلیل ہے)

مطلب - یہاں سے مولانا رہ ترغیب عبادت کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ یعنے ارشاد ہے کہ مغرور رد متکبر نفس اصلاح اور اس کی صفات ذمیمہ کے ازالہ کی بہترین تدبیر سجدہ ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؎

نفسِ سرکش کو کچلنا ہو تو ہو سر بسجود — کرنا اس سگ کو مصلّے پہ حلال اچھا ہے

جب صفات ذمیمہ جو مانع قرب اور موجب بُعد ہیں۔ زائل ہو جائیں۔ تو قرب حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ سجدہ موجب قرب ہے۔ صائبؒ ؎

پستی دلیلِ قُرب بود در طریقِ عشق — اینجا پیادہ پیش بود از سوارہا

اور سجدہ کے موجب قرب ہونے کی سب سے روشن دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سورہ علق کے آخر میں فرمایا ہی وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنے سجدہ کرو اور قرب پاؤ۔ وقال قدس سرہٗ ؎

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما — قرب جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

جامی رح ؎

اے ز سجود در ترت مرتبہ قرب یافت — بندہ ز خدمت شود خاصگی شاہِ خویش

صائبؒ ؎

پلے ست آں طرف آب پیش دانایاں — دوتا شدن برکوع و سجودِ ایں مردم

تا کہ ایں دیوار عالی گردن ست — مانعِ ایں سر فرود آوردن ست

لغات - عالی گردن۔ بلند کرنا۔ گردن بکاف فارسی بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں مرکب غیر امتزاجی بمعنے گردن افراز و سر بلند ہوگا۔ سر فرود آوردن۔ سر جھکانا۔ سجدہ کرنا۔

ترجمہ - جب تک اس دیوار (وجود) کو بلند کرنا (زیر عمل) ہے۔ وہ اس سجدہ (کی بجاآوری) کا مانع ہے۔

مطلب - جب تن پروری و تن آرائی میں مصروف رہیں۔ جو دیوار وجود کو بلند کرنے کا مترادف ہے۔ تو سجدہ کے لئے سر جھکنے کی کہاں امید۔ کیونکہ سجدہ کے لئے سر کا قرب فرش خاک کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور دیوار کی بلندی دیوار نشیں کو فرش خاک سے دور لے جا رہی ہے۔ وصل کے لئے تن پروری کا ترک ضروری ہے۔ کما قیل ؎

رفعت ایں دیوار را یک قدِ آدم بیش نیست — زود بگذر از تنِ خاکی کہ ستِ راہ شست

سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات — تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات

ترجمہ - جب تک تم اس تن خاکی (کے اہتمام) سے نجات نہ پاؤ۔ آبحیات پر سجدہ نہیں کرسکتے۔

مطلب - جب تک تن پروری و شکم پرستی سے دست بردار نہ ہوگے۔ قرب ذات سے جو حیات دوام کا موجب ہے۔ متمتع نہیں ہوسکتے۔ صائبؒ ؎

خاکیائے ڈھیلے بھاری تر کوشیند — در رہ آب بقا سدِ سکندر بستند

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر — زود تر بر میکند خشت و مدر

لغات ۔ مدر ۔ مٹی کا ڈھیلا ۔ کلوخ ۔

ترجمہ ۔ جو شخص دیوار کے اوپر (جسقدر) زیادہ پیاسا (ہوگا ۔ اتنی) زیادہ جلدی دیوار کی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑے گا ۔

مطلب ۔ وصول الی اللہ اور وصول قرب کے لئے شدت شوق شرط ہے ۔ جس کو انتہائی شوق و شغف ہوگا ۔ وہ ذرائع وصول کے اختیار کرنے اور اس کے موانع کے رفع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا جس طرح کنارہ دریا کی دیوار کے اوپر بیٹھا ہوا پیاسا جب دیکھتا ہے ۔ کہ اگر دیوار پست ہو جائے ۔ تو میں پانی کے قریب پہنچ سکتا ہوں ۔ تو وہ دیوار کو پست کرنے کے لئے جلدی جلدی اسکی اینٹیں اکھیڑنی شروع کر دیتا ہے ۔ غرض وصول الی اللہ کے لئے اس پیاسے کا سا شوق ہونا چاہئے ۔ جامی رہ

بے طلب نتواں وصالت یافت آرے کے بود — دولتِ کعبہ بجز رنجِ بیاباں دیدہ را

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب — او کلوخِ زفت بر کند از حجاب

لغات ۔ زفت سخت ۔ مضبوط ۔ موٹا ۔ بھاری بھرکم ۔ پہلے اول یہ مطلب ہے ۔ کہ تقاضائے عشق سے سخت سے سخت اور مضبوط و محکم اینٹوں ڈھیلوں کو اکھیڑنے میں دریغ نہیں کرتا ۔ دوسرے معنے کی صورت میں یہ مطلب ہے ۔ کہ وہ بھاری بھاری ڈھیلے اٹھانے بھی آسان سمجھتا ہے ۔ حجاب مانع ۔

ترجمہ ۔ جو شخص پانی کی آواز (سننے) پر زیادہ عاشق ہوتا ہے ۔ وہ (اس دیوار) مانع (سماع) سے بڑے بڑے ڈھیلے اکھیڑ (نے میں دریغ نہیں کر) ے گا ۔

او ز بانگِ آب پُر مے تا عنق — نشنود بیگانہ جز بانگِ بلق

لغات ۔ مے ۔ شراب یہاں نشہ مراد ہے ۔ عنق گردن ۔ بیگانہ ۔ محروم ۔ بلق اسم صوت ۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز ۔ گڑپ ۔

ترجمہ ۔ وہ (پانی کی آواز کا عاشق) آواز آب (کے شوق) کے نشے سے گلے تک پُر ہے ۔ مگر (جو شخص اس شوق سے) محروم (ہے ۔ وہ) سوائے گڑپ (کی آواز) کے اور کچھ نہیں سنتا ۔ (جو پانی میں کوئی چیز گرنے سے پیدا ہوتی ہے)

اے خُنک آنرا کہ او ایام پیش — مغتنم دارد گزارد وامِ خویش

لغات ۔ خنک ۔ ٹھنڈا ۔ خوش و خرم ۔ وام ۔ قرض ۔ مراد فرض ۔

ترجمہ ۔ مزے میں ہے وہ شخص جو (عہد شباب کے) پہلے ایام کو غنیمت سمجھے (اور) اپنے فرائض (جوانی میں) ادا کرتا رہے ۔

مطلب - ایامِ جوانی میں ریاضات و مجاہدات کا درجہ اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لئے ان ایام میں اس سعادت سے متمتع ہونا بڑی خوش قسمتی ہے۔ سعدیؒ ؎

جوان گوشہ نشیں شیرِ مردِ راہِ خداست　　کہ پیر خود نتواند ز گوشہ برخاست

نیز قوتِ جوانی تحملِ مجاہدات کے لئے موجب آسانی ہے ؎

در جوانی میتواں برخورد صائب از حیات　　در بہار اینچنیں تخمے نکاری چہ سود؟

اندراں ایام کش قدرت بود　　صحت و زور و دل و قوت بود

ترجمہ - ان ایام میں (ریاضات و مجاہدات سے فائدہ اٹھائے) جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے۔ تندرستی (قائم) اور زور (بدن سجال) اور دل (قوی) اور قوت (اعتدال پر) ہوتی ہے۔ صائبؒ ؎

برگِ سفر بساز کہ با دست رعشہ دار　　نتواں گرفت دامنِ بادِ بہارِ عمر

واں جوانی ہمچو باغ سبز و تر　　میرساند بے دریغے بار و بر

ترجمہ - اور وہ جوانی (کی عمر) سبز و شاداب باغ کی طرح بے دریغ پھل اور میوے بخشتی ہے۔

مطلب - طاعات و عبادات اور ریاضات و مجاہدات کا لطف کچھ جوانی ہی میں آتا ہے۔ بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی میں ان کی بجا آوری نہ آسان ہے اور نہ پُرلطف۔ کما قیل ؎

زعصیاں لب گزیدن در جوانیہا نمک دارد　　ازیں نعمت چہ لذت مے بری چوں ریخت دنداں ہا

چشمہائے قوت و شہوت رواں　　سبز میگردد زمینِ تن بداں

ترجمہ - زورِ (جسم) اور خواہش (عمل) کے چشمے جاری ہیں۔ جن سے بدن کی زمین ہری بھری ہو رہی ہے۔

مطلب - جوانی کی عمر میں فعل و عمل کا دل میں ولولہ اور جسم میں طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر بندہ اس عمر میں اعمالِ حسنہ پر مائل ہو جائے۔ تو توشۂ عقبےٰ کا بہت بڑا سرمایہ فراہم کر سکتا ہے۔ اور اگر افعالِ سیئہ کی طرف جھک پڑے۔ تو اپنے آپ کو معاصی و مناہی کا ایک بدترین نمونہ بھی بنا سکتا ہے۔ غرض زندگی کے اس دور میں عمل کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ خواہ بُرے مصرف میں لگالو۔ یا اچھے مصرف میں۔ بہرحال مادہ کا موجود ہونا مغتنم ہے۔ بڑھاپے میں تو کچھ بھی نہیں۔ اسوقت نیکی تو کیا ہوگی۔ گناہ کی بھی طاقت نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسے ترکِ گناہ کی کیا فضیلت۔ سعدیؒ ؎

جوانِ سخت مے باید کہ از شہوت بپرہیزد　　کہ پیرِ سست رغبت را خود آلت برنمے خیزد

خانۂ معمور و سقفش بس بلند　　معتدل ارکان و بے تخلیط و بند

لغات - معمور - آباد - سقف - چھت - ارکان - عناصر - ستون - تخلیط گڑبڑ - ملاوٹ - بند - رکاوٹ -
صنائع - ارکان کے لفظ میں ایہام مرشح ہے - عناصر کی طرف تخلیط میں ایہام تناسب ہے - بلحاظ اخلاط بدن کے -
ترجمہ (جوانی میں جسم کا) گھر آباد (رہے) اور اس کی (قوت وصحت کی) چھت بلند (رہے) اس کے اعضاء وجوارح کے ستون سڈول (ہیں) نہ (ان کے تناسب میں گڑبڑ ہے نہ (ان کے افعال میں کسی قسم کی) رکاوٹ ہے -
مطلب - ایام جوانی ہر طرح مواقع کامرانی ہیں - جو چاہو کرو - صائبؒ ؎

زروزگار جوانی تمتعے بردار — سبک رکابی باد بہار معلوم ست

نورِ چشم وقوتِ اَبداں بجا — قصرِ محکم خانہ روشن پر صفا

ترجمہ - آنکھوں کی بینائی اور جسموں کی طاقت قائم ہے (بدن کا) محل مضبوط ہے (یہ) گھر روشن اور پوری طرح صاف ہے - نظامیؒ ؎

خوشا ملکا کہ ملک زندگانی ست — بہیں روزا کہ او روز جوانی ست
نہ ہست از زندگی خوشتر شمارے — نہ چوں روز جوانی روزگارے

ہیں غنیمت داں جوانی اَے اسیر — سر فرو آور بکن خِشت و مَدَر

ترجمہ - اے عزیز! خبردار جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھو - عاجزی اختیار کرو - اور (اخلاق ذمیمہ کی) اینٹ ڈھیلے (اپنی دیوار وجود سے) اکھیڑ ڈالو -
مطلب - جوانی ہی میں ریاضات ومجاہدات سے اپنی اصلاح کرلو - اس کے لئے یہ موقع اچھا ہے صائبؒ ؎

رہ صلاح بدست آر در جوانی ہا — کہ پیش پا بچراغ مزار نتواں دید

پیش ازاں کاَیّام پیری دررسد — گردنت بندد بحَبلٌ مِّن مَّسَد

لغات - کایّام - کہ ایام - حبل - رسّی - مسد کھجور کا ریشہ - کھجور کے ریشے کی رسّی - مونج کی رسّی - اونٹ کی اون کی رسّی - اس میں سورہ لہب کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے - جس میں ابولہب کی عورت کے برے انجام کا ذکر ہے - کہ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ - یعنے اس کی گردن میں ریشہ خرما کی رسّی پڑی ہوئی ہے -
ترجمہ (جوانی کو غنیمت سمجھ کر کچھ عمل کمالو) قبل اس کے کہ بڑھاپے کے دن پہنچ جائیں اور تمہاری گردن ریشہ خرما کی رسّی سے جکڑی جائے -
مطلب - جوانی میں اعمال کا فراہم کرنا آسان ہے - ایام پیری میں کچھ نہ ہوسکے گا - اور موت کے بعد تو سلسلہ اعمال ہی بند ہوجائے گا - کہ پھر جزائے اعمال کا وقت ہے - حافظؒ ؎

چو بروئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں — کہ دوراں ناتوانی ہا بسے زیر زمیں دارد

خاک شورہ گردد و ریزاں و سست — ہرگز از شورہ نبات خوش نرست

لغات۔ خاک شورہ گشتن۔ مٹی کا شورا ور کلر بن جانا جو اس کے نہایت خراب و ناکارہ ہو جانے کی دلیل ہے۔ اور یہ یا تو استعارہ ہے۔ بڑھاپے میں انسانی وجود کے از کار رفتہ ہو جانے سے۔ یا محمول بحقیقت ہے۔ جس سے مرنے کے بعد انسان کا مٹی میں مل جانا مراد ہے۔

ترجمہ۔ (اور قبل اس کے کہ تمہارے وجود کی) مٹی شور اور بھربھری اور کمزور ہو جائے (ورنہ پھر عمل کی امید کہاں کیونکہ) کلر سے ہرگز سبزہ خوشنما نہیں اُگ سکتا۔

مطلب۔ بالمعنے الاول بڑھاپے میں طاعات و عبادات کا بجالانا مشکل ہے۔ اور بالمعنے الثانی مرنے کے بعد کوئی عمل ہو سکنا محال ہے۔ صائب ؒ سے

دامن دشت عدم گیاہ ندارد — وائے بر آنکس کہ زاد راہ ندارد

آب زور و آب شہوت منقطع — او ز خویش و دیگراں نا منتفع

لغات۔ منقطع۔ بند۔ منتفع فائدہ اٹھانے والا۔ نفع پانے والا۔

ترجمہ (بڑھاپے میں موت کے وقت) طاقت (بدن) اور خواہش (دل) کی موجیں رُک جائیں گی۔ (اب) وہ اپنے (اعمال سے) اور دوسروں (کی دستگیری) سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

مطلب۔ اگر اوپر خاک شورہ شدن سے جسم کا ضعیف و ناتواں ہونا مراد ہے۔ تو مطلب یہ کہ بڑھا نہ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ نہ خود ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ الّا قلیلاً اور اگر اس سے مرنا اور بدن کا مٹی میں مل جانا مراد ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ مردہ زندہ لوگوں کے لئے نہ مفید ہے نہ ان سے مستفید۔

رفع اشتباہ۔ اگر اس سے مرنے کے بعد کی حالت مراد لی جائے۔ تو دوسرے مصرعہ کے مضمون سے یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ شاید مولانا رحمہ کے نزدیک بھی زندوں کے ایصال ثواب سے مُردے منتفع نہیں ہو سکتے۔ جیسے کہ معتزلہ اور بعض وہابیہ کا مذہب ہے۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت انتفاع کے قائل ہیں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے۔ کہ اس مصرعہ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مردے مطلقاً دوسرے زندہ لوگوں سے منتفع نہیں ہوتے۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح ایک زندہ آدمی دوسرے زندہ لوگوں سے بلا واسطہ داد و ستد سے منتفع ہو سکتا ہے مردہ اس طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور جس طرح مرنے کے بعد اس کا خود اعمال بجالانا۔ اور مستحق اجر ہونا محال ہے اسی طرح زندہ لوگوں کے ساتھ تمدنی و معاشری تعلقات رکھنا اور ان تعلقات کی بنا پر براہ راست ان سے فائدہ رسانی و فائدہ گیری کرنا ناممکن ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ عنایت حق کے واسطہ سے زندہ لوگوں کے اعمال بر سے جو وہ اسکو ثواب پہنچانے کے لئے بجالائیں منتفع ہوتا ہے یا نہیں۔ شعر میں اس بحث کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ اور امر حق یہ ہے۔ کہ وہ منتفع ہوتا ہے۔ اور یہی مولانا کا مسلک ہے۔ کیونکہ وہ بھی اہل حق میں شامل ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ وَفِیْ دعاء الاحیاء للاموات اوصدقتھم

مسئلہ ایصال ثواب

عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ تمسکا بان القضاء لا یتبدل وکل نفس مرھونۃ بما کسبت والمرء مجزی بعملہ لا بعمل غیرہ یعنے زندہ لوگوں کے مردوں کے لئے دعاے مغفرت کرنے یا خیرات دینے سے مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ جن کی دلیل یہ ہے۔ کہ تقدیر الٰہی بدل نہیں سکتی۔ اور یہ کہ ہر نفس اپنے کمائے ہوئے عملوں کے ساتھ مرہون ہے۔ اور یہ کہ انسان اپنے عملوں کی جزا پائے گا۔ نہ کہ غیر کے عملوں کی۔ پھر لکھا ہے۔ ولنا ما وَرَدَ فِی الاحادیث الصحاح من الدعاء للاموات خصوصا فی صلوٰۃ الجنازۃ وقد توارثہ السلف فلو لم یکن للاموات نفع فیہ لما کان لہ معنے و قال علیہ السلام ما من میت تصلے علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ وعن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد وقال علیہ السلام الدعاء یرد البلاء والصدقۃ تطفی غضب الرب وقال علیہ السلام ان العالم والمتعلم اذا مرّ علےٰ قریۃ فان اللہ یرفع العذاب عن مقبرۃ تلک القریۃ اربعین یوما والاحادیث والاٰثار فی ھذا الباب اکثر من ان تحصٰے۔ یعنے ہماری دلیل وہ صحیح احادیث ہیں۔ جو اموات کے لئے دعا کرنے خصوصاً نمازِ جنازہ کی دعا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ سلف سے متوارث ہے پس اگر اموات کے لئے اس میں نفع نہ ہوتا۔ تو اس کا کچھ معنے نہ تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس میت پر ایک سو مسلمان نماز جنازہ پڑھیں۔ جو سب کے سب اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور سعد بن عبادہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد (یعنے خود ان کی والدہ) نے وفات پائی۔ تو کونسی خیرات سب سے اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا پانی۔ تو انہوں نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور کہا۔ یہ ام سعد کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دعا بلا کو رد کر دیتی ہے۔ اور صدقہ اللہ کے غضب کو فرو کر دیتا ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم اور متعلم جب کسی بستی سے گزرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس بستی کے قبرستان سے چالیس روز تک عذاب ملتوی کر دیتا ہے۔ اور اس بارے میں احادیث و آثار بے شمار ہیں۔

ابروان چوں پاردم زیر آمدہ چشم را نم آمدہ تاری شدہ

لغات۔ پاردم۔ دُمچی۔ زیر آمدہ۔ لٹکی ہوئی۔ تاری مخفف تاریک۔

ترجمہ جبکہ ابرو دمچی کی طرح نیچے کو ڈھلک جائیں گے۔ آنکھیں اشک آلود اور بے نور ہو جائیں گی۔

مطلب۔ یہ ضعف پیری اور نزع کی حالت کا نقشہ ہے۔ صائب ؎

ہر نفس فروے بخاک افتد ز اوراقِ حواس چوں بزردی رُو گذارد آفتابِ زندگی

از تشنج رو چو پشتِ سوسمار رفتہ نطق و طعم و دنداں ہا زِ کار

لغات۔ تشنج۔ اینٹھن اعصاب کے کھنچنے سے جسم کا سکڑنا۔ سوسمار۔ گوہ ایک جانور کا نام ہے۔ نطق

قوت گویائی ۔ طعم ۔ قوت ذائقہ ۔

ترجمہ (جب کہ وہ حالت ہوئی کہ) چہرہ سکڑ کر گوہ کی پیٹھ کی طرح (شکن دار) ہو گیا ۔ (اور) بولنے اور چکھنے کی قوت اور دانت بیکار ہو گئے ۔ غنی کاشمیریؒ ؎

از بہر مردن خوں ماتم گرفت و ستم — بر رُوے خود العنا دانی چرا کشیدست

پُشت دوتا گشتہ دِل سُست و تپاں — تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں

لغات ۔ دوتا ۔ دوہری ۔ تپاں ۔ جس میں سوزش ۔ جلن یا دھڑکن ہو ۔ ریسماں ۔ سوت ۔ تاگا ۔ رسی ۔

ترجمہ ۔ پیٹھ (جھک کر) دُہری ہو گئی ۔ دل سُست (ہو گیا) اور دھڑکنے لگا ۔ بدن کمزور اور ہاتھ پاؤں (سوکھ کر) رسّی (ہو گئے) کما قیل ؎

ہمیشہ خندہ دنداں نما کند لب گور — چہ زندگی ست کہ از استخواں بر احوالم

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سُست — غم قوی و دل تنگ تن نادرست

لغات ۔ مرکوب سواری کا جانور ۔ تنگ ۔ تنگ ۔ پریشان ۔ نادرست ۔ سقیم ۔ بیمار ۔ مجروح ۔ رنجور ۔

ترجمہ (اب موقع تو یہ ہے کہ) راستے پر (چلنے کو تیار ادھر) توشہ ناکافی ہے ۔ سواری سست ہے ۔ غم سخت ہے ۔ دل تنگ ہے ۔ اور بدن رنجور ۔ صائبؒ ؎

پشت کماں خمیدہ ز فکر دو خانہ است — گشتیم پیر از غم دنیا و آخرت

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ — دِل پُر افغاں ہمچو نئے انباں شدہ

لغات نے انباں مشک کی بین ۔ جو ایک خاص جماعت کے فقیروں کے پاس ہوتی ہے ۔ مشک میں ایک نلکی نصب ہوتی ہے ۔ پہلے وہ اس مشک میں پھونک بھر لیتے ہیں ۔ پھر اس کو چھوڑتے ہیں ۔ تو اس نلکی سے سریلی آواز نکلتی ہے ۔

ترجمہ (جسم کا) گھر اجڑ گیا (اور) کام بے سامان ہو گیا ۔ دل مشک کی بین کی طرح فریاد سے لبریز ہے ۔ جامیؒ ؎

دلش از نالہائے زارِ من افگار مے گردد — کسے کو شب ببالینِ من بیمار مے گردد

نوٹ یہ شعر بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے ۔ اور اکثر میں ہے ۔ ایک شارح نے لکھا ہے ۔ کہ یہ شعر الحاقی ہی (بحر العلوم رح)

عمر ضائع سعی باطل ، راہ دُور — نفس کاہل ، دل سیہ ، جاں ناصبور

ترجمہ (اب یہ دیکھ کر کف افسوس ملنا پڑے گا) کہ عمر ضائع ہوئی ۔ کوشش بیکار گئی ۔ راستہ دُور ہے نفس سُست ہے ۔ دل تاریک ہے ۔ اور جان بے صبر ہے ؎

دگر نہ تا بہ ابد شرمسارِ خود باشم — بود کہ لطف ازل رہنموں شود حافظ

موے برسر ہمچو برف از بیم مرگ　جملہ اعضا لرزلرزاں ہمچو برگ

ترجمہ۔ سر کے بال خوف موت سے برف کی طرح (سفید) ہو گئے۔ تمام اعضا اس خوف سے اپتے کی طرح سخت لرزاں ہیں۔ کما قیل ؎

یقیں مے داں کہ شیراں شکاری　دریں رہ خواستند از مور یاری

روز بیگہ لاشہ لنگ و رہ دراز　کارگہ ویراں عمل رفتہ زساز

لغات۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ بے وقت۔ لاشہ زبون۔ لاغر ضعیف بمطلق حیوان ہو۔ یا انسان اور اکثر یہ لفظ گھوڑے یا گدھے کے لئے بطور صفت استعمال ہوتا ہے۔ اور بمعنے خر بھی آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔ مردہ کے جسم کو بھی کہتے ہیں۔ زساز رفتہ ناساز ہو گیا۔ موافق نہ رہا۔

ترجمہ۔ دن بے وقت ہو گیا۔ سواری کا جانور لنگڑا (ہے) اور راستہ لمبا۔ کارخانہ تباہ ہو گیا۔ اور کام موافق نہ رہا۔

مطلب۔ بڑھاپا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور موت کا وقت آ گیا جسم میں عبادات وریاضات کی طاقت نہیں اور سفر آخرت میں توشۂ اعمال کی ضرورت ہے۔ کارخانہ جسم ابتر ہے۔ اور اعضا و قویٰ کے پرزے فرسودہ ہو گئے۔ اب جسمانی مشین اپنا کام نہیں کر سکتی۔ غنی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بسکہ اندکماں خمیدم از پیری کاست　تا نگیرم کرکس نتوانم برخاست

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ　قوتِ برکندنِ آں کم شدہ

ترجمہ۔ بری عادت کی جڑیں مضبوط ہو گئیں (اور) ان کے اکھیڑ ڈالنے کی قوت کم ہو گئی۔

مطلب۔ عمر بھر جرائم و معاصی کرتے کرتے وہ اسقدر داخل عادت ہو گئے۔ گویا طبیعت ثانیہ بن گئے۔ اب ان کے ازالہ کے لئے شدت کی ریاضات و مجاہدات کی ضرورت ہے۔ مگر ضعف پیری میں اتنی طاقت نہیں۔ اس لئے جوانی کو غنیمت سمجھو۔ کہ ابھی عادت بد کی جڑیں چنداں مضبوط بھی نہیں ہوتیں۔ اور اگر مضبوط ہوں بھی تو جسم میں ان کے اکھاڑ پھینکنے کی کافی طاقت موجود ہوتی ہے صائب ؎

رہِ صلاح بدست آر در جوانیہا　کہ پیش پا بچراغ مزار نتواں دید

حکایت

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن　درمیانِ رہ نشاند او خاربن

لغات۔ درشت۔ سخت۔ بدخو۔ تندخو۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتوں کا ماہر۔ باتونی۔ تقریباً یہ مراد تھا۔ جو

باتوں میں اڑانے والا ایک شارح صاحب اس کا ترجمہ شیریں سخن کرتے ہیں۔ مگر یہاں یہ معنے مقصود نہیں ہو سکتے کیونکہ شیریں سخنی تو ایک فضیلت ہے۔ اور یہاں اس شخص کے اخلاق مذمومہ کا ذکر مقصود ہے۔ خاربن۔ خاردار درخت۔ جھاڑی۔ جھاڑ جھنکار۔ جیسے ناربن انار کا پیڑ۔ ایک شارح نے غلطی سے بن کا لفظ جڑ کے معنے میں سمجھا ہے۔

ترجمہ۔ جیسے اس بدمزاج باتونی آدمی نے راستے کے بیچ ایک خاردار درخت لگا دیا تھا۔

رہ گذریانش ملامت گر شدند پس بگفتندش بکن او را نکند

ترجمہ۔ راہ چلنے والے لوگ اس کو ملامت کرنے لگے۔ پھر اس کو کہا کہ اس (درخت) کو اکھاڑ دے تو اس نے نہ اکھاڑا۔

ہر دمے آں خاربن افزوں شدے پائے خلق از زخم او پرخوں شدے

ترجمہ۔ وہ خاردار درخت ہر لحمہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور لوگوں کے پاؤں اس کے زخم سے لہو لہان ہو رہے تھے۔

جامہائے خلق بدریدے زخار پائے درویشاں بخستے زار زار

ترجمہ۔ مخلوق کے کپڑے (اس کے) کانٹوں سے پھٹتے (رہتے) تھے۔ غریب لوگوں کے (ننگے) پاؤں بری طرح زخمی ہوتے تھے۔

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث یافت آگاہی ز فعل آں خبیث

ترجمہ۔ جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو اس خبیث کے فعل سے وہ آگاہ ہو گیا۔

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن گفت آرے برکنم روزیش من

ترجمہ۔ جب حاکم نے بتاکید اس شخص کو حکم دیا کہ اس (درخت) کو اکھاڑ دے۔ تو وہ (جھوٹ موٹ) کہنے لگا۔ جی ہاں میں ایک دن اس کو اکھاڑ دوں گا۔

مدتے فردا و فردا وعدہ داد شد درخت خار او محکم نہاد

ترجمہ۔ ایک مدت تک اس درخت کے اکھیڑنے کے لئے کل کل اور (پھر) کل کا وعدہ کرتا رہا (حتے کہ) اس کا (یہ) خاردار درخت جڑ سے مضبوط ہو گیا۔

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ — پیش آ در کار ما واپس مغژ

لغات ۔ وعدہ کژ۔ کج وعدہ۔ وعدہ خلاف ۔ مغژ۔ امر ستناعی ازغزیدن جس کے معنے ہیں گھٹنوں کے بل چلنا۔

ترجمہ ۔ ایک دن حاکم نے اس کو کہا اے وعدہ خلاف! ہمارے (فرمائے ہوئے) کام پر متوجہ ہو (کر اسکو عمل میں لا) واپس نہ جا (یعنے ٹال مٹول نہ کر)۔

گفت الایام یا عم بیننا — گفت عجل لا تماطل دیننا

لغات ۔ الایام ۔ دن ۔ عم ۔ چچا ۔ مراد بزرگ ۔ بیننا ہمارے درمیان الایام بیننا محاورہ ہے ۔ یعنے ہمارے آپ کے سامنے بہتیرے دن آئیں گے پھر کبھی یہ کام ہو جائے گا ۔ عجل جلدی کر ۔ لا تماطل دیر نہ لگا ۔ ٹال مٹول نہ کر ۔ لیت ولعل نہ کر ۔ دین قرض ۔ مراد اپنے ذمہ کا کام ۔

ترجمہ اس (شخص) نے کہا ۔ بابا! ہمارے آپکے (جیتے جاگتے بہتیرے دن پڑے ہیں کبھی اسکو اکھاڑ دینگے ابھی کیا جلدی ہے ۔ حاکم نے کہا جلدی کرو ۔ ہمارے قرض (کے ادا کرنے یعنے تعمیل حکم) میں لیت ولعل نہ کرو ۔

تو کہ میگوئی کہ فردا این بدان — کہ بہر روزے کہ مے آید زمان

آں درخت بد جواں تر میشود — ویں کنندہ پیر و مضطر میشود

ترجمہ ۔ تو جو کہتا ہے کہ کل (کو اکھاڑ دینگے) تو یہ بات یاد رکھ کہ روز بروز جوں جوں زمانہ گذر رہا ہے وہ درخت بد خوب جوان ہوتا جاتا ہے اور یہ اسکو اکھیڑنے والا بڈھا اور ضعیف ہو رہا ہے ۔

خاربن در قوت و برخاستن — خارکن در سستی و در کاستن

ترجمہ ۔ خار دار درخت طاقت (پکڑنے) اور ترقی پانے میں ہے (اور) کانٹوں کو اکھیڑنے والا سستی اور تنزل میں ہے ۔ سعدیؒ

چو سرمایہ عمر کردی تلف — چہ سود از پشیمانی آید بکف

خاربن ہر روز و ہر دم سبز و تر — خارکن ہر روز زار و خشک تر

لغات ۔ تر پہلے مصرعہ میں بمعنے مرطوب و آبدار و شاداب ہے ۔ اور دوسرے مصرعہ بمعنے تفضیل اکثر نسخوں میں پہلے مصرعہ کے اندر سبز و تر میں واو عاطفہ نہیں ہے ۔ جس سے یہاں بھی کلمہ تر بمعنے تفضیل قرار پاتا ہے ۔ یعنے خوب سبز مگر اس سے تکرار قافیہ لازم آتا ہے ۔ جو فن شعر میں نادرست ہے ۔ لیکن ہمارے قلمی نسخے میں واو عاطفہ موجود ہے ۔ اس صورت میں یہ عیب نہیں رہتا ۔

ترجمہ ۔ خار دار درخت تو ہر روز بلکہ ہر دم سبز و تازہ (ہوتا جاتا ہے) کانٹے اکھیڑنے والا ہر روز لاغر اور نہایت خشک (ہوتا جاتا ہے)

او جواں تر مے شود تو پیر تر زود باش و روزگارِ خود مبر

ترجمہ۔ وہ پورا جوان ہو رہا ہے اور تو بڈھا پھوس (ہوتا جاتا ہے) جلدی کر اور اپنی زندگی (غفلت میں) نہ گزار۔ سعدیؒ ؎

بہ بندہ اے پسر دجلہ گر آب کاست کہ سودے ندارد چو سیلاب خاست
چو گرگِ خبیث آید اندر کمند بکش ورنہ دل برکن از گو سفند

خاربن داں ہر یکے خوئے بدت بارہا در پائے خار آخر زدت

ترجمہ۔ تم اپنی ہر ایک بری عادت کو خاردار درخت سمجھو۔ بارہا (اس کا) کانٹا آخر تمہارے پاؤں میں چبھا ہے۔

مطلب۔ ابھی حاکم ہی کی تقریر جاری ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے یہ خاردار درخت تو جو بویا ہے سو بویا ہے خود تمہاری ہر خصلت بد ایک خاردار درخت ہے۔ تمہارے اس درخت سے لوگوں کے پاؤں تو زخمی ہوتے ہی ہیں۔ خود تمہارے پاؤں میں بھی بارہا اس کے کانٹے چبھ چکے ہیں۔ اسی طرح تم نے خود بارہا اپنے اخلاق بد کا خمیازہ اٹھایا ہے۔ سعدی رح ؎

اگر زدستِ بلا بر فلک رود بدخوے زدست خوئے بدِ خویش در بلا باشد

بارہا از فعلِ بدنادم شدی بر سرِ راہ ندامت آمدی

ترجمہ۔ تجھے بارہا (اپنے) برے فعل سے نادم ہونا پڑا ہے۔ اور تو راہ ندامت پر آیا ہے۔ صائبؒ ؎

بر تو دوزخ شدہ از کثرتِ عصیاں آتش ورنہ در چشم خلیل ست گلستاں آتش

گر زخستہ گشتنِ دیگر کساں کہ زخلق زشت توہست آں نشاں

غافلی بارے زز خمِ خود نہٗ تو عذابِ خویش وہم بیگانہٗ

لغات۔ غافلی غافل ہستی۔ نۂ نیستی۔ ترکیب۔ خستہ گشتن دیگر کساں مبین ہے۔ اور دوسرا مصرعہ اس کا بیان۔ یہ دونوں مل کر مجرور ہوا حرف زا کا۔ اور یہ متعلق غافل کے اور ضمیر مخاطب مبتدا غافل اس کی خبر بارے الجزاء ے شرط۔ آخری مصرعہ الگ جملہ ہے۔

ترجمہ۔ اگر تم دوسرے لوگوں کے زخمی ہو جانے سے جو تمہارے برے اخلاق کی ایک ایک نشانی ہے غافل ہو۔ تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہو۔ (کم از کم اپنے لئے ہی اس بلا سے پرہیز کرو) تم تو اپنے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی (باعث) عذاب (بن رہے) ہو۔

مطلب۔ لوگوں کے پاؤں کا زخمی ہونا اس کے بُرے اخلاق کی نشانی اس لئے ہے۔ کہ وہ عام لوگوں کی تکلیف و اذیت کا باعث بن رہا ہے۔ اور ایذا سے عام اخلاق رذیلہ کی خاص نشانی ہے۔ عمرو خیام عفرلہ

گر شادی خویشتن دراں میدانی کاسودہ دلے را بغمے بنشانی
در ماتم عقل خویش بنشیں ہمہ عمر مے دار مصیبت کہ عجب نادانی

آگے حاکم کے قول سے مضمون ارشاد کی طرف انتقال ہے۔ اور یہ مضمون حاکم کی تقریر سے اسقدر متصل و متواصل ہے۔ کہ گویا اوپر کی تقریر میں بھی خود مولانا اصلاح عادات اور ازالہ رذائل کی ہدایت فرماتے چلے آتے ہیں۔ اب یہ ارشاد ہے۔ کہ ازالہ رذائل کے لئے تین تدبیریں موزوں ہیں۔ ان میں جو تدبیر سازگار دیکھو۔ اختیار کرو۔

یا تبر بردار و مردانہ بزن تو علیؓ وار ایں درِ خیبر بکن

لغات۔ تبر۔ کلہاڑا۔ کدال۔ پتھر کو توڑنے کا آلہ۔ وار حرف تشبیہ۔ مثل۔ مانند۔ خیبر۔ غالباً عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنے قلعہ کے ہیں۔ ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مدینے سے دو سو میل کا فاصلہ ہے۔ جب یہود مدینہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنیکے بعد عہد شکنی اور بغاوت کا ارتکاب کیا۔ تو ان کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔ وہ خیبر کے سرسبز مقام میں جا آباد ہوئے۔ اور یہاں متعدد مضبوط قلعے تعمیر کر لئے۔ مگر ان کی طبعی خباثت اور جبلی شرارت نے ان کو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور مدینے پر حملے کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں کرنے لگے۔ حفاظت اسلام کے لئے ان مفسدین کی سرکوبی ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ محرم ۷ھ ہجری میں سولہ سو جان نثاروں کے ساتھ خیبر پر چڑھائی کی۔ تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے۔ لیکن قلعہ قموص جو یہود کے مشہور بہادر سردار مرحب کا تخت گاہ تھا۔ بڑی دقت اور مشکل سے فتح ہوا۔ اہل سیر نے لکھا ہے۔ کہ اس مہم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو اور پھر حضرت عمر کو بھیجا۔ لیکن دونوں حضرات ناکام واپس آئے۔ پھر آپ نے فرمایا "کل میں اس شخص کو علم دونگا۔ جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں"۔ یہ رات نہایت امید و انتظار میں کٹی۔ کہ دیکھئے۔ یہ فخر کس کے حصے میں آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ فما احببت الامارۃ الا یومئذ و بات الناس کلھم یرجون ایاھا یعنے میں نے کبھی افسری کی تمنا نہیں کی۔ مگر اس روز مجھے بھی اس کی تمنا تھی۔ اور سب لوگوں نے اسی تمنا میں رات گزاری۔ صبح کو دفعۃً یہ آواز کانوں میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصوف کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا۔ کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔ غرض حسب طلب حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ اور دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ قلعہ قموص پر حملہ آور ہوئے۔ مرحب بھی لوہے میں غرق بڑے طمطراق سے نکلا۔ اور ان پر تلوار کا وار کیا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی۔ اور ضرب کی آواز فوج تک پہنچی۔ مرحب کے مارے جاتے پر یہود نے عام حملہ کیا۔ تو اتفاق سے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ نے قلعہ کا در جو ستاپا پارۂ سنگ تھا۔ اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں

کے ساتھ مل کر اس کو اٹھانا چاہا۔ تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ ایک روایت میں ہے کہ وانھم جربوہ بعد ذالک فلم یحملہ الا اربعون رجلا۔ یعنے پھر اس کو چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھایا۔ تو اٹھ سکا۔ ان واقعات میں دروازہ خیبر کا اکھاڑ ڈالنا تو خیر حضرت علیؓ جیسے بہادر کے لئے ایک امر معتاد ہے۔ مگر اس سے سپر کا کام لینے کی افواہ محض مبالغہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے قلعہ قموص پر حملہ آور ہونے اور ناکام واپس آنے کی روایت بھی ناقابل اعتماد ہے۔ کیونکہ اس روایت کے سلسلے میں ایک راوی عوف ہے۔ جو مذہباً شیعہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جس روایت میں شیخین کی ناکامی کا ذکر ہو۔ شیعہ کی زبان سے اس کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے۔ اور قیاس بھی مقتضی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اس مہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ ناکامی کے ساتھ واپس آتے۔ ورنہ وہ یہ نہ کہتے۔ کہ ما احببت الامارۃ الا یومئذٍ۔ کیونکہ جس مہم سے کل ناکام واپس آ چکے ہیں۔ آج اسی کی افسری کے لئے تمنا کرنے کے کیا معنے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ کب توقع ہو سکتی تھی۔ کہ جو افسر کل ایک مہم کو سرانجام نہ دے سکا۔ آج پھر آپ اسی کو اس مہم کے لئے نامزد فرمائیں گے۔ ان کے علاوہ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے الفاظ کہ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا (میں اب ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا) ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ اب آپ کا روئے التفات کسی ایسے شخص کی طرف ہے جو اب تک اس مہم کے لئے نامزد نہیں ہوا۔ پھر جو اصحاب آج سے پہلے نامزد ہو چکے۔ وہ کیونکر اس کے متمنی ہو سکتے تھے۔ لیکن جب وہ متمنی ہوئے۔ جیسے کہ ما احببت الامارۃ کے الفاظ سے ظاہر ہے تو یہ یقینی بات ہے۔ کہ وہ اس مہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ ان واقعات کے متعلق المناسب کلام کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ ان تین چار اشعار کے مطلب کا حل اس کے بغیر ہو نہیں سکتا تھا۔

ترجمہ۔ یا تو تبر اٹھا کر مردوں کی طرح (اس درخت رذائل کی جڑ پر) مارو (اور) تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح اس دروازہ خیبر کو اٹھا ڈالو۔

مطلب۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ ریاضات و مجاہدات کے زور سے رذائل اخلاق کو زائل و نابود کر ڈالو۔ صاحب

۵ صلح کن با نانِ خشک از لذتِ الوانِ دہر ازجگر ایں خونِ فاسد را بایں نشتر برار

ورنہ چوں صدیق و فاروقِ مہیں رَہِ ایں طریقِ دیگراں را بر گزیں

لغات۔ مہیں بزرگ۔ ہیں کلمہ تنبیہ و تخصیص۔ دیکھنا۔ ہاں۔ ہاں۔ دیگراں یا تو دیگر کی جمع اور طریق کا مضاف الیہ ہے۔ یا دیگر صفت ہے طریق کی اور اس کے بعد آں اسم اشارہ ہے۔ جس کا مشار الیہ طریق مقدر ہے۔ دونوں تقدیروں پر ترجمہ دو طرح ہوگا۔

ترجمہ (۱) ورنہ دیکھنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق بزرگؓ کی طرح دوسرے حضرات کا طریقہ اختیار کر لینا۔

(۲) ورنہ دوسرے راستے کو دیکھو (اور) حضرت ابوبکر صدیقؓ (اور) حضرت عمر فاروقؓ بزرگ کی طرح اس کو اختیار کر لو۔

مطلب۔ اگر خود اپنے مجاہدہ و ریاضت سے اصلاح نفس نہیں کر سکتے۔ تو پھر دوسری تدبیر یہ ہے

اپنے آپ کو کسی کامل کے پنجۂ تصرف میں کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغَسَّالِ بنا دو۔ پھر اس کے تصرفات سے تم خود کامل بن جاؤ گے۔ جیسے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مسلک تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات المرمیں محو تھے۔ صائب ؎

تا دیدہ محوِ روے تو شد کامیاب شد ۔۔۔ شبنم آفتاب رسید آفتاب شد

یا بگلبن وصل کن ایں خار را ۔۔۔ وصل کن با نار نورِ یار را

ترجمہ۔ یا (اپنے) اس خار (وجود) کو (باغ عرفان کے) بوٹے (یعنے شیخ کامل) سے منسوب کرلو (اور اپنی) آتش (وجود) کے ساتھ نور یار کو ملالو۔

مطلب۔ اگر نہ خود اپنی اصلاح کرسکو۔ نہ شیخ کامل کی ذات میں محویت حاصل کرنے کا درجہ پاسکو۔ تو پھر آخری تدبیر یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کے ساتھ منتسب رکھو۔ فیضان نسبت سے امید ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی فائز بالمرام ہو جاؤ گے۔ حافظ رہ ؎

دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل ۔۔۔ مرد یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں

واضح ہو کہ پہلے شعر میں خود اپنی تجویز و اجتہاد سے اصلاح عادات و تہذیب اخلاق کی ہدایت کی ہے۔ جو کتاب و سنت کے اتباع اور اپنی فراست کے ماتحت عمل میں آئے۔ دوسرے شعر میں ان اعمال و مجاہدات کے ذریعہ سے نفس کی اصلاح کرنے کا اشارہ ہے۔ جو پہلے سے مقرر و مسلم ہیں۔ اور اس لئے وہ اعمال مقطوع الصحت اور مامون از آفات و مصئون از خطرات ہیں۔ اور وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ماخوذ ہیں تیسرے شعر میں یہ ارشاد ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ اور اپنے تمام اختیار و ارادہ کو اس کے اختیار و ارادہ میں محو کر دیں۔ تاکہ وہ جس طرح مناسب سمجھے تصرف کر کے اصلاح کر دے۔ پہلی تدبیر کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خیبر شکنی سے دی ہے۔ جو ان سے خود اپنے اجتہاد و فراست سے بلا تقلید دیگرے عمل میں آئی تھی۔ گو اصولاً وہ باتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھی۔ دوسرے بیت میں یہ ارشاد ہے کہ اگر اپنے اندر اجتہاد کی طاقت نہ پاؤ۔ تو شیخین رض کی تقلید کرو۔ کہ یہ طریقہ اسلم و مامون ہے۔ اس جگہ ایک واقعہ کی طرف عجیب تلمیح ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ عشرہ مبشرہ میں سے چھ اصحاب جو باقی ہیں۔ یعنے حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص سب باہم مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک صاحب کو خلیفہ انتخاب کرلیں۔ آخر صلاح مشورہ کے بعد خلافت کا مدار دو صاحبوں پر ٹھیرا۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تقلید شیخین رضی اللہ عنہما پر منصب خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے اجتہاد پر خلافت کو قبول کرسکتا ہوں۔ کسی کی تقلید نہیں کرونگا۔ تو پھر حضرت عثمان سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی تقلید پر منصب خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے اسکو قبول کر لیا۔ تو ان کی خلافت قائم ہوئی۔ وجہ تلمیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعار اجتہاد ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شعار تقلید شیخین مگر چونکہ

تعلیہ کا شعار تمام خطرات نفس و وساوس شیطان سے مامون ہے۔ اس لئے یہ افضل ہے۔ اور اس لئے اسی کو تفویض خلافت کے لئے مرجع قرار دیا گیا۔ حضرات شیخین کے طریق کی مقطوعیت صحت ضروریات دین سے ہے لیکن زیادت ایضاح کے لئے اتنا عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ حضرت صدیق رضؓ نے اسلام سے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔ شراب نہیں پی۔ مال وجاہ کی تمنا نہیں کی۔ سخاوت وکرم ان کا شیوہ تھا۔ کھیل تماشوں سے دلچسپی نہیں رکھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے بھی کمال محبت تھی۔ نبوت کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور آپ کے لئے اپنا تمام مال ونقد قربان کر دیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا سب سے زیادہ گہرا نقش جو بیٹھا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر ہی بیٹھا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے ماصب اللہ فی صدری شیئاً الا وقد صببتہ فی صدر ابی بکر یعنے اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا ہے میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔ اور حضرت عمر رضؓ کے طریق کے اسلم واصوب ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الشیطان یفر من عمر یعنے عمر سے شیطان بھاگتا ہے۔ پس جب شیطان آپ سے بھاگتا ہے۔ تو آپ کے اعمال واقوال میں اس کے خلل انداز ہونے کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا۔ لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ۔ یعنے اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا۔ تو وہ عمر ہوتے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے اخلاق انبیاء کے اخلاق سے مشابہ تھے۔ اور شیطان انبیاء کے طریق میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ تیسری بیت میں تیسرے طریق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں صحبت شیخ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور باقی اصحاب پر یہی طریقہ غالب تھا اگرچہ وہ پہلے دو طریقوں پر بھی عامل تھے۔ پس یہاں جو تین طریقوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا ارشاد ہے تو یہ بطور منع خلو فرمایا ہے (بحر العلوم ملخصاً)۔

مطلب یہ ہے کہ جب ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ضروری ہے۔ تو اس کے لئے لحاظ استعداد وطبائع کئی طریقے ہیں۔ اول طریق ولایت ہے۔ وہ یہ کہ خوب مجاہدات وریاضات کریں۔ اور مخلوق سے الگ رہیں۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام تھا۔ اور اگر کسی کی استعداد اس کے مناسب نہ ہو۔ بلکہ اس سے بلند ہو۔ تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو۔ جو طریقہ نبوت ہے۔ کہ نہ تو زیادہ مجاہدات وریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی۔ بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق للحق رہتے ہیں۔ اور یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا۔ اور اگر نہ اس کی استعداد ہے نہ اس کی۔ تو پھر یہی کرو کہ اپنے آپ کو کسی کامل سے منسوب کر لو۔ اور کسی کی خدمت کیا کرو۔ کہ اس کی برکت صحبت سے تم بھی خالی نہ رہو گے۔ اب یہاں اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ طریق ولایت افضل ہے۔ یا طریق نبوت۔ بعض لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ اور بعض طریق نبوت کو۔ مگر محققین طریق نبوت ہی کو افضل قرار دیتے ہیں۔ اس لئے طریق ولایت کے فیوض صرف اس طریق کو اختیار کرنے والے تک محدود رہتے ہیں۔ اور طریق نبوت کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ کما قال سعدی رحمہ

گفت او گلیم خویش بدر مے برد ز موج
ویں جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

مگر جو لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس طریق کی افضلیت کے باعث

ولی بھی نبی سے افضل ہے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی ان ہر دو طریق پر عامل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ولی سے افضل ہے۔ کہ دونوں طریقوں کا جامع ہے۔ (کلید مثنوی)

بعض شارحین نے اوپر کے دونوں شعروں کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ "علی وار" سے حضرت علی رض کے فتح خیبر کی طرف اشارہ ہے۔ اور "چوں صدیق و فاروق" سے ان دونوں حضرات کے فتح خیبر سے ناکام آنے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ باوجود شجاع و مدبر ہونے کے محض اس لئے اس فتح پر قادر نہ ہوئے کہ یہ کام ان کے ہاتھوں ہونا مقدر نہ تھا۔ مگر وہ شرکت جہاد کی فضیلت سے بہرہ ور ہوئے۔ اسی طرح تم قلع ذمائم و استیصال رذائل کی سعی کرتے رہو۔ اگر کامیاب نہ ہوئے۔ تو بھی اجر سعی سے محروم نہ ہو گے مگر یہ توجیہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی شان عالی کے لئے زیبا نہیں۔ نیز اس توجیہ کی بنا ایسی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے پر قائم ہے جو قابل اعتماد نہیں ہے۔ کما قلنا سابقاً۔ آگے تیسرے طریق کے متعلق فرماتے ہیں۔ جس میں کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہدایت کی ہے۔

تاکہ نورِ او کُشد نارِ تُرا وصلِ او گلبن کند خارِ تُرا

ترجمہ۔ تاکہ اس کا نور (فیضان) تیری آتش (شہوت) کو بجھا دے اس کا وصل تیرے خار (رذائل) کو گلبن (فضائل) بنا دے۔

مطلب کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تمہارے اخلاق کی اصلاح اور رذائل کا قلع قمع ہو جائے۔ ع

جامی از دامنِ آں گرم رواں دست مدار کہ بہر مرحلہ صد قافلہ را بس کردند

تو مثالِ دوزخی او مومن است کشتنِ آتش بمومن ممکن است

ترجمہ۔ تو دوزخ کی مانند ہے۔ اور وہ مرشد (گویا) مومن ہے۔ (اور) آتش (دوزخ) کا مومن (کے قرب) سے بجھ جانا ممکن ہے۔

مطلب۔ مخاطب کی دوزخ سے تشبیہ محض اصلاح پذیر ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنے جس طرح بعنوانے حدیث مومن کے قرب سے دوزخ کی آگ بجھنے لگے گی۔ اسی طرح کامل کے قرب و صحبت کی بدولت تمہاری آتش شہوت بھی بجھ جائے گی۔ اس حدیث کا مضمون آگے خود مولانا ذکر فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ فرمود از گفتِ جحیم کہ بمومن لابہ گر گردد زبیم

لغات۔ جحیم دوزخ کا ایک نام ہے۔ لابہ گر۔ خوشامد کرنے والا۔

ترجمہ۔ حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول (نقل) فرمایا ہے۔ کہ وہ (اپنے سرد ہو جانے کے) خوف سے مومن کے ساتھ خوشامد (کی باتیں) کرے گی۔

گویدش بگذر ز من اے شاہ زود ہیں کہ نورت سوز نارم را ربود

ترجمہ۔ وہ (دوزخ) اس کو کہے گی اے شاہ صاحب! مجھ پر سے جلدی گزر جایئے۔ دیکھو تو تمہارے نور نے میری آگ کی سوزش کو اُڑا دیا۔

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب مومن پلصراط پر جہنم کے اوپر سے عبور کرنے لگے گا۔ تو جہنم پکارے گا۔ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ۔ یعنے اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔

پس ہلاکِ نار نورِ مومن ست زانکہ بے ضد دفعِ ضد لا یمکن ست

ترجمہ۔ پس آتش (دائم) کا بجھانا (مطلوب ہو۔ تو) مومن (کامل) کا نور (اس کو بجھاتا) ہے۔ کیونکہ ضد کے بغیر ضد کا دفع کرنا ناممکن ہے۔

نار ضدِ نور باشد روزِ عدل کاں زقہر انگیختہ شد ویں زفضل

لغات۔ روزِ عدل یوم الفصل۔ روز حشر۔ انگیختہ پیدا۔ ناشی۔

ترجمہ آگ کا نور کی ضد ہونا قیامت کے دن (ظاہر) ہوگا۔ کیونکہ وہ قہر (الٰہی) سے ناشی ہوئی ہے۔ اور یہ (اس کے) فضل سے (پیدا ہوا ہے)۔

مطلب۔ یعنے نور و نار کا باہم ضد ہونا اس وقت پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ روز قیامت میں اس کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا۔ کہ آگ کا منظہر قہر الٰہی اور نور کا منشا فضل خداوندی ہے۔ جب قہر و فضل میں تضاد ہے۔ تو جو امور ان سے ناشی ہوئے۔ ان میں بھی تضاد ہوگا۔

گر ہمیخواہی تو دفعِ شرِّ نار آبِ رحمت در دلِ آتش گمار

ترجمہ۔ اگر تم (موجبات) آتش کی شر کو دفع کرنا چاہتے ہو۔ تو (تعلق شیخ کے) آبِ رحمت کو (اس) آگ کے اندر ڈال دو۔ (وہ بجھ جائے گی)۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ در ذریعہ جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ ان کے ازالہ کی تدبیر صحبت شیخ ہے۔ جو اس آتش جہنم کے بجھانے کے لئے بمنزلہ آبِ رحمت ہے۔

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن ست آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست

ترجمہ۔ اس آبِ رحمت کا چشمہ مومن (یعنے پیر کامل) ہے۔ (اور اس محسن کی پاک روح (سراسر) آبِ حیات ہے (کہ جو اس سے سیراب ہو کر زندہ جاوید ہو گیا)

حافظ رحمہ

لب چو آبِ حیات تو ہست قوتِ روح وجود خاکی ما را از وست قوت بعلاج

بس گریزان ست نفسِ تو ازو زانکہ تو از آتشی او زآب جو

ترجمہ۔ اگر تیرا نفس اس سے بہت گریز کرتا ہے۔ کیونکہ تو اکثرت معائب نفسانیہ سے گویا) آگ سے (بنا) ہے۔ اور وہ (رحمت کے) آب نہر ہے۔

زآبِ آتش زاں گریزاں میشود کاتشش از آب ویراں میشود

ترجمہ۔ پانی سے آگ اس لئے گریز کرتی ہے۔ کہ اس کی سوزش پانی سے فنا ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ نفس لذات و خواہشات نفسانیہ کا دلدادہ ہے۔ اور مرشد ان لذات و خواہشات کے قلع قمع کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے نفس اس کی صحبت سے گریز کرتا ہے۔

حسِّ تو و فکرِ تو از آتش ست حسِّ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست

ترجمہ۔ تیری حس اور تیرا فکر (شہوات نفسانیہ میں مصروف ہونے کے باعث) آتش دوزخ (کی قبیل) سے ہے (بخلاف اس کے) شیخ کی حس اور اس کا فکر (ہدایت و ارشاد کا) عمدہ نور ہے۔

مطلب۔ عوام کے افکار و احساسات اخلاق ذمیمہ سے ناشی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ برے آثار پیدا کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ کے افکار و احساسات اخلاق حمیدہ سے ناشی ہونے کے باعث اچھے نتائج کے موجب ہیں۔

آبِ نورِ او چو بر آتش جہد چکچک از آتش بر آید خوش جہد

لغات۔ جہد پہلے مصرعہ میں بمعنے بریزد اور دوسرے میں بمعنے برخیزد ہے۔ چکچک اسم صوت چڑ چڑ۔ سُوں سُوں۔ آگ کے بجھنے کی آواز۔ خوش بمعنے بخوبی۔ صاف طور سے۔ بالکل

ترجمہ۔ اس (مرشد کامل) کے نور کا پانی جو (اس) آتش (ذمائم) پر گرتا ہے۔ تو آگ سے چڑ چڑ (کی آواز) نکلتی ہے (اور) وہ بالکل بجھ جاتی ہے۔

مطلب۔ شیخ کامل کے فیضان صحبت سے اخلاق ذمیمہ فنا ہونے لگتے ہیں۔ اور ان کے فنا ہونے کی کیفیت خود مرید محسوس کرتا ہے۔

چوں کند چکچک تو گویش مرگ و درد تا شود ایں دوزخِ نفسِ تو سرد

ترجمہ۔ جب وہ آگ بجھتے وقت چڑ چڑ کرنے لگے۔ تو تم اس کو کہو (کہ تجھے) موت اور درد (نصیب ہو) حتےٰ کہ تمہارا یہ دوزخ نفس سرد ہو جائے!

مطلب۔ جب نفس کی شیطانی صفات مرشد کے فیضان صحبت اور تاثیر تربیت سے فنا ہونے لگیں۔

اور اس اخلاقی انقلاب سے تمہارے وجود میں ایک شورش برپا ہو جائے۔ تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ تم بھی فاتحانہ ولولے میں ان صفات شیطانیہ کو جھڑک کر دفع کر دو۔ جتنے کہ وہ تمہارے وجود سے نابود ہو جائیں۔ اور تمہارا نفس ان ذمائم کے دور ہو جانے سے نفس مطمئنہ بن جائے۔

تا نسوزد او گلستانِ ترا — پشت نکند عدل و احسانِ ترا

ترجمہ۔ تاکہ وہ (صفات شیطانیہ) تمہارے گلستان (اعمال) کو جلا کر خاکستر نہ (بنا) دیں (اور) تمہارے عدل و احسان (وغیرہ اخلاق حمیدہ) کو مغلوب نہ کرلیں۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ اور عادات رذیلہ اکثر اعمال حسنہ کو تباہ کرنے میں وہ اثر رکھتی ہیں۔ جیسے آگ کا لکڑیوں پر انبار پر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان ذمائم میں سے ایک حسد کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنے حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا ڈالتی ہے۔ اسی طرح تکبر۔ غصہ۔ کینہ۔ کذب۔ سرقہ۔ غیبت چغلی وغیرہ تمام رذائل اخلاق کے متعلق قیاس ہو سکتا ہے۔ ادھر تو ان اخلاق رذیلہ کے اثر سے ذخیرہ اعمال تباہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ اخلاق حمیدہ جو منشا اعمال حسنہ ہیں۔ ان رذائل کی افراط کے سبب سے مغلوب ہو کر کالعدم ہو جاتے ہیں۔ تو پھر تازہ اعمال حسنہ کی بجا آوری بھی رک جاتی ہے۔ یعنے پہلا ذخیرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور نیا ذخیرہ جمع نہیں ہوتا۔ پس اس کا علاج یہی ہے۔ کہ ان اخلاق رذیلہ کا ہی قلع قمع کر دیا جائے۔ تاکہ نہ پہلا ذخیرہ اعمال تباہ ہو۔ اور نہ جدید ذخیرہ اعمال کے جمع ہونے میں رکاوٹ واقع ہو۔

یک شرار از وے ہزاراں گلستاں — از یکے نے نام ماند نے نشاں

ترجمہ۔ اس (آتش ذمائم) کا ایک چنگاڑا (اور اخلاق حسنہ کے) ہزاروں باغ (ہوں تو) ایک کا بھی نام و نشان (باقی) نہ رہے۔

مطلب۔ اخلاق ذمیمہ کا ایک شمہ بھی خطرناک ہے۔ جیسے ایک شرارہ آتش صدہا خرمن کو خاکستر کر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح کوئی رذیلت خواہ کتنی ہی بے حقیقت اور خفیف کیوں نہ ہو۔ وہ تمام محاسنِ اخلاق کو تباہ کر سکتی ہے۔ صائب؎

خرد مشمار گنہ را کہ گناہے ست بزرگ — گندمے کرد ز فردوس بروں آدم را

لہٰذا اس آگ کے ایک ایک شرارے کو بجھانے کی کوشش کرو۔

بعد ازاں چیزے کہ کاری بر دہد — لالہ و نسرین و سیسنبر دہد

لغات۔ کاری۔ صیغہ واحد مخاطب فعل مضارع از کاشتن بونا۔ بر۔ پھل۔ لالہ ایک خاص قسم کا پھول نسرین بکسر نون ایک پھول کا نام جس کو فارسی میں نسترن ہندی میں سیوتی کہتے ہیں۔ سیسنبر بکسر سین اول و باے مفتوح ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے۔ جس کی خوشبو پودینہ اور نعناع کے درمیان ہوتی ہے۔

ترجمہ۔ اس کے بعد تم جو چیز کاشت کرو گے۔ وہ (اچھا) پھل دے گی۔ لالہ۔ نسترن اور سیسنبر اگائے گی۔

مطلب۔ تہذیب اخلاق اور اصلاح عادات سے جب ذمائم ورذائل زائل ہو جائیں گے۔ تو تمام اعمال حسنا چھے ثمرات دینے لگیں گے۔ اس سے آگے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔ کہ جوانی کو غنیمت سمجھو۔ ورنہ بڑھاپے میں اشکلات پیش آئیں گی۔

بازپہنا میرویم از راہ راست   بازگرد اے خواجہ راہ ما کجاست

لغات۔ پہنا چوڑا۔ کشادہ۔ بازگرد۔ صیغہ امر از بازگشتن۔ واپس آنا۔ ترکیب۔ پہنا صفت جس کا موصوف راہ محذوف ہے۔ از بیانیہ ہے۔ راہ راست بیان ہے۔ راہ پہنا کا بعض نسخوں میں باز پہنا کی بجائے راہ پنہاں درج ہے۔ کما قالہ بحر العلوم اور ہمارے قلمی نسخے میں بھی راہ پنہاں لکھا ہے۔ اس نسخے کی صورت میں مطلب زیادہ واضح اور بلاتکلف نکلتا ہے۔ مگر چونکہ باز پہنا کا نسخہ زیادہ متعارف ہے اس لئے وہی اختیار کیا گیا۔ دونوں نسخوں کے لحاظ سے ترجمہ الگ الگ ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ (۱) (اس دقیق بحث کا راستہ چھوڑ کر) ہم پھر چوڑے (راستے) پر جو سیدھا راستہ (بھی) ہے چلتے ہیں۔ حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے (تاکہ پھر اس پر چلیں)

(۲) (واہ وا!) ہم (تو) سیدھے راستے سے (جدا ہو کر ایک) ایک مخفی راستے پر چلنے لگے۔ حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے۔ (تاکہ پھر اس پر چلیں)

مطلب۔ راہ پنہاں سے مراد یہ ہے۔ کہ اثنائے بیان میں بعض حقائق مثلاً نار شہوت و نار دوزخ نور مومن و شرارت نفس وغیرہ کے ذکر میں گامزن ہونے لگے۔ اور راہ راست سے سادہ وعظ مراد ہے۔ حاصل بیت یہ کہ ہم سیدھے سادے وعظ سے نکل کر بیان حقائق میں جا پڑے۔ اب پھر اس وعظ کو شروع کرتے ہیں (بحر العلوم)

اندراں تقریر بودیم اے خسور   کہ خرت لنگ ست منزل دور دور

لغات۔ خسور۔ خسارہ پانے والا۔ زیاں کار۔ خر۔ گدھا مراد سواری کا جانور۔

ترجمہ (ہاں تو) ہم یہ بیان کر رہے تھے۔ کہ اے زیاں کار! تیرا سواری کا جانور لنگڑا ہے۔ اور منزل بہت دور ہے۔

بار تو باشد گراں، در راہ چاہ   کج مرو، رو راست اندر شاہراہ

ترجمہ۔ تیرا بوجھ بھاری ہے۔ راستے میں کنواں ہے۔ شاہراہ میں ٹیڑھا نہ چل۔ سیدھا جا۔

مطلب ۔ فرائض کا بار زیادہ ہے ۔ اور قوائے جسمانیہ جن کے بل پر ان فرائض کو اٹھا سکتے ہیں کمزور ہو گئے۔ اور کام بہت باقی ہے ۔ پس تم کو صراط مستقیم پر سید ہے چلنا چاہئے ۔ کیونکہ منزل مقصود پر تو سید ہے چل کر پہنچنا بھی آسان نہیں ۔ یعنے دنیوی زندگی میں شریعت پر کما حقہ عمل کرنا بہت مشکل ہے ۔ پس اگر راہ راست کو بھی چھوڑ دیا ۔ تو وصول الی الحق بالکل ناممکن ہو جائے گا ۔ نظامی رحمۃ

رہ کن رہے کاں زیاں آورد ۔ ز و بد غلل در گماں آورد

توزاں رہ کہ شد باز گونہ نورد ۔ بخواہ از خدا حاجت باز گرد

سال شصت آمد کہ در شستت کشد ۔ راہِ دریا گیر تا یابی رشد

لغات ۔ شصت ساٹھ ۔ شست مچھلی پکڑنے کا کانٹا ۔ رشد ۔ سلامتی کا راستہ پانا ۔

صنائع ۔ شصت اور شست میں تجنیس ہے ۔

ترجمہ (تمہاری عمر کے) ساٹھ سال (ہونے کو) آئے ۔ کہ تمہیں (ضعف قویٰ کے) کانٹے میں پھنسالیں ۔ (دیکھنا اس کانٹے میں پھنس کر لقمۂ صیاد نہ بن جانا بلکہ) دریا (کی گہرائی) کا راستہ پکڑو ۔ تاکہ سلامت روی حاصل کرو ۔

مطلب ۔ اس میں ایک قصے کی طرف اشارہ ہے ۔ کہ ایک تالاب میں تین مچھلیاں رہتی تھیں ۔ ایک عاقل ۔ دوسری نیم عاقل ۔ تیسری بے عقل ۔ صیاد نے اس تالاب میں جال ڈالا ۔ عاقل مچھلی تو جال کو دیکھتے ہی گہرے پانی میں اتر گئی ۔ جہاں جال نہ پہنچے ۔ باقی دونوں مچھلیاں پھنس گئیں ۔ جب صیاد نے جال باہر کھینچا ۔ تو نیم عاقل مچھلی کی ناقص عقل نے اتنا کام دیا ۔ کہ وہ مُردہ وار پڑی رہی ۔ صیاد نے اسے مری ہوئی مچھلی سمجھ کر دریا میں پھینک دیا ۔ بے عقل مچھلی خوب اچھلتی کودتی رہی ۔ اس لئے اس کے کباب بنے ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ساٹھ برس کی عمر ہو گئی ۔ اب تمہارے امتحان کا زمانہ قریب ہے ضعف قویٰ کا جال پیش آنا ناگزیر ہے ۔ یا تو اس عاقل مچھلی کی طرح اس جال میں پھنسنے سے پیشتر ہی نجات آخرت کا سامان کر لو ۔ یا اگر اس جال میں پھنس جاؤ ۔ تو پھر نیم عاقل مچھلی کی طرح علائق دنیا سے مردہ وار اپنے آپ کو نکال کر طاعات وعبادات کا سرمایہ جمع کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ ورنہ اس بے عقل مچھلی کی طرح اس جال میں گرفتار رہے ۔ تو انجام بہت برا ہوگا ۔ آگے ان تینوں مچھلیوں کا ذکر فرماتے ہیں ۔

آنکہ عاقل بود در دریا رسید ۔ شد خلاص از دام و از آتش رہید

ترجمہ ۔ جو (مچھلی) عاقل تھی ۔ وہ دریا (کی گہرائی) میں پہنچ گئی ۔ (شکاری کے) جال سے بچ گئی اور آگ (میں کباب ہونے) سے (بھی) محفوظ رہی ۔

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت ۔ مُردہ گرد و رو سوئے دریا زدشت

ترجمہ ۔ جبکہ (جال سے نجات پانے کا) وقت نہ رہا اور وہ موقع (ہاتھ سے) جاتا رہا ۔ تو اب چارہ کار یہ ہے کہ) مردہ بن جاؤ اور (پھر) میدان (قتل) سے (نجات پاکر) دریا (سلامتی)

میں چلے جاؤ۔

مطلب - بہترین صورت حصول نجات کی وہی تھی - جو پہلی مچھلی کی مثال سے مقصود تھی - یعنے اعمال صالحہ بجالاتے - اور مجاہدات و ریاضات سے اپنے اخلاق ذمیمہ کو مبدل باخلاق حسنہ کر لیتے - لیکن اگر وہ موقع ہاتھ سے نکل گیا - اور بڑھاپا آجانے کے باعث ضعف قوت تحمل ریاضات کی اجازت نہیں دیتا - تو پھر یہی بہتر ہے - کہ درجہ فنا حاصل کر لو - اور ہستی حق کے سامنے اپنی ہستی کو کالعدم بنا لو - شاید وہ ارحم الراحمین بنظر ترحم تمہارے گناہ معاف کر دے - بلکہ وہ اگر چاہے - تو گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے - چنانچہ فرمایا - یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ - اس سے مراد توبہ اور کسر نفسی ہے - لیکن اگر جوانی غفلت اور معصیت میں گذر گئی - تو اب بڑھاپے میں توبہ ہی غنیمت ہے ؎

موے سفید مشرق صبح ندامت است صائب بتوبہ کوش کہ فرصت نماندہ است

یعنے اگر نیکی کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا - تو اب بدی سے ہی باز آجاؤ - کہ یہ بھی نیکی ہے ؎

اگر نکو نشوی صائب از بدی بگذر کہ ہست ترک بدی ہا سر نکوئی ہا

ورنہ ور تابہ شوی بریاں بسے اینچنیں ہرگز کند بر خود کسے؟

لغات - تابہ - توا - بریاں کباب - بھنی ہوئی شئے - ہرگز - کبھی - کسی وقت -

ترجمہ - ورنہ تم توے پر خوب بھونے جاؤ گے - بھلا کوئی اپنے حق میں کبھی ایسا بھی کرتا ہے؟

مطلب - اگر جوانی بھی معاصی میں گذری - اور بڑھاپا بھی غفلت میں کٹ گیا - تو پھر عذاب آخرت کے لئے تیار رہنا چاہئے - اور کون عقلمند ایسا ہو سکتا ہے - جو اس طرح دین و دنیا میں دیدہ و دانستہ تباہ و خاسر رہنا پسند کرے - صائبؒ ؎

از سیہ کاریِ خود ہر کہ پشیماں نشود تخم و پوست اگر صورتِ آدم با اوست

حالِ آں سہ ماہی و آں جُوبار گفتہ شد اینجا برائے اعتبار

ترجمہ - ان تین مچھلیوں کا اور نہر کا ذکر یہاں عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہے -

فَانْتَبِہْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ثُمَّ اجْہَدْ نَصِبْ

لغات - انتبہ جاگ - بیدار ہو - صیغہ امر انتباہ سے اعتبر - عبرت پکڑ و صیغہ امر اعتبار سے انتصب - قائم ہو - کھڑا ہو - ثابت قدم رہو - مضبوط ہو جاؤ - انتصاب سے - استعن مدد حاصل کر استعانت سے - اجہد کوشش کر جہد سے - نصب - مطلب کو پہنچ جاؤ گے - صواب کو پہنچو گے - از اصابہ -

ترجمہ - پس جاگو - پھر عبرت پکڑو - پھر مضبوط ہو جاؤ - اور اللہ سے مدد چاہو پھر کوشش

کرو کہ صواب کو پہنچ جاؤ ؎

چوں بادِ صبحگاہی منشیں زپاے صائب ‎ ‎ ‎ ‎ شاید کہ برگ سبزے زیں بوستاں بیابی

سال بگذشت و وقتِ کشت نہ ‎ ‎ ‎ ‎ جز سیہ روئی و فعلِ زشت نہ

ترجمہ۔ سال بے وقت ہوگیا۔ اور بونے کا وقت نہیں (رہا) سوائے سیہ روئی اور برے افعال کے (اب) کچھ نہیں ہے۔ کما قیل ؎

فغاں کہ قافلۂ عمر رفت ایم قدم ‎ ‎ ‎ ‎ طریق راست نہ پیمود نفس کاہلِ ما

کرم در بیخِ درختِ تن فتاد ‎ ‎ ‎ ‎ بایدش برکند و برآتش نہاد

ترجمہ۔ درخت بدن کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے۔ اس کو چن چن کر آگ میں ڈالنا چاہئے۔

مطلب۔ غفلت و کاہلی نے تمام وجود پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جو طاعات و عبادات کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔ بڑھاپے میں یہ چندروزہ موقع غنیمت سمجھو۔ اور غفلت کو دور کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ کما قیل ؎

بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست ‎ ‎ ‎ ‎ زر گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

کرم کو آگ میں ڈالنا استعارہ ہے۔ روحانی معائب کو دور کرنے سے۔ اور آگ میں ڈالنے سے مطلق اہلاک و افنا مراد ہے۔ ورنہ کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں۔ فتاوے شامی میں ہے۔

یکرہ احراق جراد وقمل وعقرب ای تحریما ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحیۃ۔ یعنے ٹڈی اور جوں اور بچھو کا آگ میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جوں کی طرح کھٹمل کا اور بچھو کی طرح سانپ کا بھی حکم ہے (انتہٰی) اور غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔ ویکرہ قتل جمیع ما یباح قتلہ بالنار من القمل والبق والبراغیث والنمل بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یعذب بالنار الا رب النار۔ یعنے جن جانوروں کو مار ڈالنا جائز ہے۔ مثلاً جوں۔ مچھر۔ کھٹمل چیونٹی آگ سے قتل کرنا ان کا بھی منع ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے۔ کہ آگ کا عذاب آگ کا پروردگار ہی دے سکتا ہے (انتہٰی)

کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں

یہ ترجمہ اور مطلب اس تقدیر پر ہے کہ "بایدش برکند" میں شین ضمیر کا مرجع کرم کو قرار دیا جائے۔ لیکن اگر اس کا مرجع درخت ہو۔ تو ترجمہ یوں ہوگا۔

درخت بدن کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے۔ اس (درخت) کو اکھیڑ کر آگ میں جھونک دینا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں بدن بدصورت اور کہنہ و فرسودہ ہوگیا۔ اب اس کی آرائش فضول ہے۔ نظامی رہ ؎

چو چوبے شکست و بوسیدہ شد استخواں ‎ ‎ ‎ ‎ دگر قصۂ خوبروئی مخواں

چو بادِ خزانی در افتد بباغ ‎ ‎ ‎ ‎ زمانہ دہد جاے بلبل بزاغ

لہذا اب بدن کا اہتمام چھوڑ دو۔ اور اس کو آگ میں جھونک کر روح کا اہتمام کرو۔ صائبؒ

پرداختن بہ پرورش تن بجان پاک ۔۔۔ از کار گل آب خضر دست شستن است

ہین وہیں اے راہرو بیگاہ شد ۔۔۔ آفتاب عمر سوئے چاہ شد

ترجمہ۔ ارے او (دنیا کے) راہرو! بے وقت ہو گیا (تیری) عمر کا آفتاب (قبر کے) کوئیں میں اتر رہا ہے

ڈھل گیا دن آ رہی ہے شام موت ۔۔۔ تا بلب آنے کو ہے اب جام موت

عمر کا تختہ الٹنے کو ہے اب ۔۔۔ زندگی کا رشتہ کٹنے کو ہے اب

چھپ رہا ہے آفتاب زندگی ۔۔۔ ختم کو پہنچی کتاب زندگی

کر ابھی سے فکر زاد راہ کا ۔۔۔ نفع کیا پھر کوشش بے گاہ کا

گڑ چکے گردن میں جب دندان موت ۔۔۔ کھب چکی سینے میں جب پیکان موت

پھر نہ پچھتانے سے ہوگا فائدہ ۔۔۔ پھر نہ چلانے سے ہوگا فائدہ

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود ۔۔۔ پیر افشانی بکن از راہ جود

لغات۔ روزک میں کاف تصغیر اظہار قلت کے لئے۔ پیر افشانی بڑھاپے میں جوانوں کے سے کام کرنا۔ یہ ایک فارسی محاورہ ہے۔ مگر بعض شارحین نے اس کو پرافشانی بالفاء سمجھ کر کسی نے اس کا ترجمہ پر پرزے جھاڑنا کیا ہے۔ اور کسی نے پٹ جھڑ۔ ان معنوں کو محاورہ سے کوئی نسبت نہیں۔ بکن صیغہ امر ہے کردن سے۔ مگر اکثر نسخوں میں یہ کلمہ میم کے ساتھ بصیغہ نہی درج ہے۔ اس صورت میں ترجمہ و مطلب دوسری طرح ہوگا۔ مگر قدرے تکلف سے۔ صیغہ امر کی صورت میں ترجمہ بلا تکلف ہے۔ اور زود، اور راہ جود وغیرہ کلمات بھی اسی کے مؤید ہیں۔ فافہم۔ اس لئے وہی اختیار کیا گیا۔ **صنائع**۔ زود۔ روز میں تجنیس قلب۔

ترجمہ (۱) ان دو ایک دنوں میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن) قائم ہے بڑھاپے کے باوجود بلند حوصلگی سے جوانوں (کی طرح طاعت و عبادت) کے کام کر لو۔ کلیم

بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست ۔۔۔ ز رگم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

حافظ رہ

ایں یک دو دم کہ دولت دیدار ممکن است ۔۔۔ دریاب کار دل کہ نہ پیداست کار عمر

(۲) ان ایک دو دن میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن قائم) ہے (فکر مآل کر لو۔ اور) بڈھے ہو کر ادچھے پن میں جوانوں کے سے کام (کرنے کی ہوس) نہ کرو۔ نظامیؒ

بجہاں بر جوانان جنگ آزما ۔۔۔ رہا کن فزو کش تو پیرانہ پا

صائبؒ

چوں رہ مرگ سفید گند از موئے سفید

وقت جمعیت اسباب تن آسانی نیست

اینقدر تخمے کہ ماندستت بکار تا درآخر ببینی اوراً برگ و بار

ترجمہ (توفیق عمل کا) یہ جو (تھوڑا سا) بیج تمہارے پاس (باقی) رہ گیا ہے۔ بو دو۔ تاکہ آخرت میں اس (کے اجر و ثواب) کے پتے اور پھل دیکھ لو۔ صائب ؎

در بیابانِ عدم بے توشہ رفتن مشکل ست نیستی در فکر تخم افشانی اے دہقاں چرا

تا نمردست ایں چراغِ باگہر ہیں فتیلہ اش سازو روغن زود تر

لغات۔ باگہر جوہر دار۔ چراغ سے اگر زندگی مراد ہے۔ اور مردن سے اس کا اختتام تو جوہر دار سے یہ مقصود ہے۔ کہ وہ اعمال صالحہ بجالانے کا زمانہ ہے۔ اور اگر چراغ سے روح اور مردن سے اس کا عالم دنیا سے منتقل ہونا مراد ہو۔ تو جوہر دار سے یہ مقصود ہے کہ وہ اوصاف حسنہ سے موصوف ہو سکتی ہے۔

ترجمہ۔ ہاں ہاں! جب تک یہ (عمر یا روح کا) جوہر دار چراغ بجھنے سے محفوظ ہے۔ جلدی اس کے لئے تیل بتی (مہیا کرتے رہو۔

مطلب۔ فتیلہ و روغن سے طاعات و عبادات اور دیگر اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جس طرح تیل کے ڈالنے اور بتی کے اکسانے سے ٹمٹماتا چراغ پھر از سر نو روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اعمال حسنہ سے مجلی ہوتی ہے۔ اور عمر میں بھی خدا برکت دیتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اعمال بر سے عمر ترقی پاتی ہے یا اگر اس سے عمر کا امتداد زمانی مراد نہ ہو۔ تو یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح تیل بتی سے چراغ از سر نو روشنی پاتا ہے۔ اسی طرح اعمال حسنہ سے انسان کی زندگی منور ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے بداعمال کی زندگی تاریک و مظلم ہوتی ہے۔

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت تا بکلی نگذرد ایامِ کشت

ترجمہ۔ اے ہے! (نیک عمل کرنے میں) کل (کرلیں گے) نہ کہو کیونکہ (یوں تو) بہت سے کل گزر جاتے ہیں (اور عمل کی نوبت نہیں آتی) تاکہ (کہیں کل کل کرتے تخم عمل کے) بونے کا وقت (ہاتھ سے) نہ نکل جائے۔ کما قیل ؎

ہر شبے گویم کہ فردا ترکِ ایں سودا کنم باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

در معنی فی التاخیر آفات

اس بات کے بیان میں کہ کام کو ٹالنے میں بہت سی آفتیں ہیں

مطلب۔ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ایک وقت پر کرنے کے لئے مقرر ہو چکا۔ اس کو سستی و کوتہ ہمتی سے سر انجام نہ دینا اور یہ کہنا کہ کل کرلیں گے سخت غلطی ہے۔ اس میں ایک خرابی نہیں بلکہ صدہا خرابیاں ہیں۔ کیونکہ آج کا کام اگر کل کرنے لگیں گے۔ تو کل کا کام پھر کب ہوگا۔ اگر اس کو پرسوں پر اٹھا رکھیں گے

تو پھر برسوں کا کام ۔ اس طرح کام اور کام کے اوقات کا سلسلہ ہی درہم برہم ہو کر در حقیقت کوئی بھی کام نہیں ہوتا ۔ صائبؒ ؎

چوں کار کردنی ست ہمیں روز خوشتر ست　　　　ایں کاہلاں ز فرصت فردا چہ دیدہ اند

یہ مقولہ اس حدیث سے معارض نہیں ہے ۔ کہ التأنی من اللہ والعجلۃ من الشیطان یعنے آہستگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ اور جلدی شیطان کی طرف سے (ترمذی وغیرہ) کیونکہ تاخیر کا معنے ہے ۔ کام کو وقت سے ٹلانا اور وقت کے اندر نہ کرنا ۔ اور تأنی سے مراد ہے ۔ کام کو وقت کے اندر کرنا مگر سوچ سمجھ کر ، غور و فکر سے کرنا ۔ جلدی جلدی بے سوچے سمجھے نہ کرنا ۔ فلا تعارض ۔ تانی و آہستگی اچھی ہے بری نہیں ۔ نظامیؒ رو ؎

بآہستگی کار عالم برار　　　　کہ در کار گرمی نیاید بکار
چراغ از بگرمی بیفروختی　　　　نہ خود را کہ کاشانہ را سوختی

پندِ من بشنو کہ تن بندِ قوی ست　　　　کہنہ بیروں کن گرت میلِ نوی ست

لغات ۔ بند ۔ رکاوٹ ۔ آڑ ۔ قید ۔ نوی ۔ جدت ۔ تازگی ۔

ترجمہ ۔ میری نصیحت سن کہ بدن (روح کے لئے) ایک بھاری قید ہے ۔ اگر تم کو نئی (روحانی زندگی کی) خواہش ہے ۔ تو اس پرانے (بند) کو توڑ پھینکو ۔ کما قیل ؎

رفعت ایں دیوار را یک قدم و بیش نیست　　　　زود گنبد را از تن خاکی کہ سنگ راہ ست

لب ببند و کفِ پُر زر بر کشا　　　　بخلِ تن بگذار و پیش آور سخا

صنائع ۔ بند و کشا اور بخل و سخا میں صنعت مقابلہ ۔

ترجمہ ۔ لب کو (فضول باتوں سے) بند رکھو اور ہاتھ کو جو (سیم و) طلا سے پُر ہو (راہ نیک میں خرچ کرنے کے لئے) کھولو ۔ بدن کا بخل چھوڑ دو ۔ اور سخاوت اختیار کرو ۔

مطلب ۔ پہلے مصرعہ میں خاموشی کی تاکید اور سخاوت کی ترغیب ہے ۔ دوسرے مصرعہ میں ترک لذات کا ارشاد ہے ۔ بخل یہ ہوتا ہے ۔ کہ مال کو جمع کریں ۔ اور خرچ کرنے سے بچیں ۔ یہاں بدن کے بخل سے یہ مراد ہے ۔ کہ بدنی لذات و جسمانی خواہشات کو پورا کرتے رہیں ۔ اور ان کو ترک کرنے سے بچیں ۔ اسی طرح مال سے دست برداری مال کا بخل ہے ۔ اور لذات بدن سے دست برداری بدن کی سخاوت ہے ۔ چونکہ بخلِ بدن کی یہ توجیہ ذرا پیچیدہ ہے ۔ اس لئے آگے اس کی تصریح فرماتے ہیں ۔

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست　　　　ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست

ترجمہ (جسمانی) لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑ دینا (جسمانی) سخاوت ہے ۔　جو شخص شہوت میں غرق ہو گیا ۔ وہ پھر نہ ابھر سکا ۔ سعدیؒ رہ ؎

پدر چوں دور عمرش منقضی گشت　　　　مرا ایں یک نصیحت کرد و بگذشت
کہ شہوت آتش ست از وے بپرہیز　　　　بخود بر آتش دوزخ مکن تیز

مداں آتش نماری طاقتِ سوز　　　بصبر آبے بریں آتش زن امروز

ایں سخا شاخے ست از سروِ بہشت　　　وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت

صنائع۔ ایک حدیث کے مضمون کی طرف تلمیح ہے۔ بہشت کے کلمے میں تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ یہ (بدن کی) سخاوت بہشت کے سرو کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اس پر جو ایسی شاخ ہاتھ سے چھوڑ دے (جو بہشت میں پہنچاتی ہو)۔

مطلب۔ شرح بحر العلوم میں بیہقی سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ الغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ الغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار ۔ یعنے سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے۔ اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی۔ حتے کہ اس کو بہشت میں داخل کر دیتی ہے۔ اور بخل دوزخ کا ایک درخت ہے جو شخص بخیل ہو۔ اس نے اس درخت کی شاخ تھام رکھی ہے۔ تو وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی حتے کہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتی ہے۔ بعض حواشی میں یہ حدیث لکھی ہے۔ السخاء شجرۃ من اشجار الجنۃ اغصانھا متدلیات فی الدنیا فمن اخذ غصنا منھا قادہ ذالک الغصن الی الجنۃ۔ یعنے سخاوت بہشت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں دنیا میں لٹک رہی ہیں۔ پس جو شخص اس کی ایک شاخ کو پکڑ لیتا ہے۔ وہ شاخ اس کو بہشت کیطرف کھینچ لے جاتی ہے۔ ایک یہ حدیث ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔ السخی قریب من اللہ قریب من الناس قریب من الجنۃ بعید من النار یعنے سخی اللہ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ بہشت سے قریب ہے۔ اور دوزخ سے دُور ہے۔

احادیث مذکورہ میں سخاوت مال کے وسیلہ دخول جنت ہونے کا ذکر ہے۔ چونکہ بعض روایات سے ثابت ہے۔ کہ ترک لذات و شہوات بھی تارک کے بہشتی ہونے کا موجب ہے۔ اس لئے مولانا ان روایات کی بنا پر مذکورہ سابق احادیث سے تشبیہاً یہ مضمون اخذ فرماتے ہیں۔ کہ سخاوت مال کی طرح سخاوت بدن یعنی ترک لذات بھی بہشت کے درخت کی شاخ ہیں۔ اس شاخ کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ جن روایات میں ترک شہوات سے جنت میں جانے کا ذکر ہے۔ ان میں سے یہاں صرف ایک روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عن سہل ابن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ یعنے سہل ابن سعد کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھنے کا مجھ سے عہد کرے۔ میں اس کے لئے جنت کا ذمہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ)

صائبؒ ؎

دل ز ہوس پاک کن فیض کشائش ببیں
ہر چہ درونِ دل ست قفل برونِ دل ست

سخا کے متعلق بزرگان سلف سے مروی روایات

عُروۃُ الوُثقیٰ ست ایں ترکِ ہوا برکشد ایں شاخ جاں را بر سما

لغات - عروۃ الوثقیٰ - مضبوط رسا۔ سما - آسمان۔

ترجمہ - یہ ترک ہوس (منزلِ نجات میں کھینچ لے جانے والا) ایک مضبوط رسّا ہے۔ یہ (ترکِ ہوس جو درختِ بہشت کی ایک شاخ ہے) روح کو بالائے فلک کھینچ لے جاتی ہے)

مطلب - اس میں بھی اسی حدیث کی طرف تلمیح ہے۔ اور شعرِ سابق کے مضمون کا اعادہ ہے۔ عروۃ الوثقیٰ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى - جو شخص شیطان کو چھوڑ دے اور خدا پر ایمان لائے اس نے مضبوط رسّے کو تھام لیا۔

تا برد شاخِ سخا اے خوب کیش مر ترا بالا کشاں تا اصلِ خویش

لغات - خوب کیش - جس کا طور و طریقہ اچھا ہو۔ اصل سے مراد جنت ہے **ترکیب** تا حرف جار تعلیلیہ ہے۔ اور یہ شعر علت ہے جس کا معلول شعرِ سابق میں برکشد ہے۔

ترجمہ - اے نیک روش آدمی (یہ) شاخِ سخاوت (روح کو بالائے فلک اس لئے کھینچ لے جاتی ہے) کہ تم کو اوپر اوپر کھینچتی کھینچتی اپنی اصل (یعنی بہشت میں) لیجائے۔

یوسفِ حسنی تو ایں عالم چو چاہ ویں رسن صبر ست از امر اللہ

ترجمہ - تم حسن (روحانی) کے لحاظ سے (بمنزلہ) یوسف ؑ ہو اور یہ جہان گویا ایک کنواں ہے اور یہ رسّی (جس کے ذریعہ سے تم) بحکم خدا (اس کنوئیں سے نکل سکتے ہو) صبر ہے۔

مطلب - یہاں مضمون بالا کو ایک اور پیرایہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی تمثیل کے ساتھ دُہراتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ ایک قافلہ وہاں اُترا۔ اہل قافلہ میں سے کوئی شخص کنوئیں سے پانی لینے گیا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ تو اس کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر نکلے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں اس طرح آیا ہے۔ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ اور ایک قافلہ وہاں آوارد ہوا۔ اور انہوں نے اپنے سقّے کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ جوں ہی اس نے اپنا ڈول لٹکایا (یوسف ؑ اس میں ہو بیٹھے۔ باہر نکلے تو) وہ پکار اٹھا اہا یہ تو لڑکا ہے (یوسف ع ۲)

مولانا رہ فرماتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو رسّی سے لٹک کر کنوئیں سے نجات پائی تھی تو تم بھی بجائے خود یوسف ہو۔ اور چاہ دنیا میں مقید بھی ہو۔ اے تو صبر یعنے ترک لذات کی رسّی بھی آگئی۔ دیکھیے کیا ہو۔ لٹک جاؤ۔ اور اس کنوئیں سے نجات پاؤ۔ صائب رہ ؎

حالِ جانِ پاک را در قیدِ تن داند کہ چیست ہر کہ ماہِ مصر را در چاہ زنداں دیدہ است

آگے اسی مضمون کی تاکید و توثیق ہے:-

یوسفا آمد رسن در زن تو دست ۔۔۔ از رسن غافل مشو بیگہ شد ست

ترجمہ:- اے یوسف (کی سی حالت والے۔ دیکھ صبر کی) رسی آگئی (اسکو) تھام لے۔ (اس) رسی سے غافل نہ ہو۔ وقت نکلا جارہا ہے۔

حمد للہ کایں رسن آویختند ۔۔۔ فضل و رحمت را بہم آمیختند

لغات۔ آویختند۔ آمیختند۔ ایسے مواقع میں فعل جمع غائب کے صیغوں کا استعمال ہو۔ تو اکثر مترجم اس کا فاعل کارکنان قضا و قدر کو قرار دیا کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ فارسی محاورہ اس قسم کا ہے جیسے اردو میں فعل مجہول استعمال کیا جاتا ہے۔ صرف وقوع فعل کا ذکر مراد ہے۔ نظر بفاعل نہیں ہوتی۔ فضل۔ احسان بلاعوض۔ استحقاق سے زائد انعام۔ رحمت۔ ترس کھانا۔ بخشنا۔ مہربانی کرنا۔

ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ یہ حصول نجات کے طریق کی رسی لٹکا دی گئی (اور طالبانِ نجات کے لئے) فضل اور رحمت دونوں کو اکٹھا کر دیا گیا۔

مطلب۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ طاعت و عبادت اور استغفار و توبہ کے احکام نازل ہو گئے جن کے ذریعہ سے ایک گنہگار بھی قعرِ ہلاکت سے نکل کر ساحلِ نجات پر پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ جو اس نے اپنے بندوں پر کی۔ اور اس کا محض فضل تھا۔ اپنے گنہگاروں کی نجات کی صورت پیدا کر دی۔ ورنہ اگر یہ اس کا حکم ہوتا۔ کہ جو گناہ کرے اس کی سزا ضرور بھگتنی ہوگی۔ جیسے کہ آریہ وغیرہ بعض مذاہب باطلہ کا عقیدہ ہے۔ تو پھر بڑی مشکل ہوتی۔ مگر اس کا فضل تو بڑے سے بڑے عاصی و مجرم کو بھی اپنے دامن عفو میں لینے کو تیار ہے۔ کما قیل ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ۔۔۔ گر گبر و یہود و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

در رسن زن دست و بیروں رو ز چاہ ۔۔۔ تا ببینی بارگاہِ بادشاہ

ترجمہ (ہاں ہاں) رسی کو تھام لو۔ اور کنوئیں سے نکل جاؤ۔ تاکہ بادشاہ (حقیقی) کی بارگاہ کو جا دیکھو (اور مقربین درگاہ میں جگہ پاؤ)

نوٹ۔ اس میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرف خاص اشارہ ہے۔ وہ کنوئیں سے نکلے۔ تو قافلے کے ساتھ مصر جا پہنچے۔ اور وہاں رفتہ رفتہ بادشاہ کے دربار تک رسائی ہوئی۔ اور اپنے حسن دیانت سے اس کے وزیر یعنی عزیز مصر بن گئے۔ صائب ؎

از چہ و زنداں برآمد ہر کہ جاں از تن شناخت ۔۔۔ شد عزیز آنکس کہ یوسف را ز پیراہن شناخت

تا ببینی عالمِ جانِ جدید ۔۔۔ عالمے بس آشکار و ناپدید

ترجمہ ۔ تاکہ تم ایک نئے عالم ارواح کو دیکھ لو۔ ایسا عالم جو (اہل بصیرت کے لئے) نہایت واضح اور (بے بصیرت لوگوں کے لئے) مخفی (و مستور) ہے۔

مطلب ۔ تم ترک لذات و شہوات اور اختیار مجاہدات و ریاضات سے مقرب بارگاہ بن سکتے ہو۔ اور عجائبات غیب تم پر منکشف ہو سکتے ہیں۔ صائبؒ ؎

بقدر رم ازیں عالم توانی آرسید آنجا || کہ اینجا ہر کہ سستی کرد نتواند رسید آنجا

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ || واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ

لغات ۔ جہانِ نیست دنیا۔ جو ناپائدار و بے بود ہونیکے لحاظ سے گویا نیست ہے۔ ہستاں۔ جمع ہست موجود و ثابت۔ جہاں ہست۔ عالم بقا۔ عالم غیب۔ جو اپنی حقیقت و واقعیت کے لحاظ سے ہست ہے۔

ترجمہ ۔ یہ جہان (یعنے دنیا) جو (بمنزلہ) معدوم ہے۔ اشیائے موجودہ کی مثل بن رہا ہے۔ اور وہ جہان (عالم غیب) جو (فی الواقع) موجود ہے (عوام کی نظر سے) بالکل مخفی ہے۔

مطلب ۔ اوپر ترک لذات کا یہ ثمرہ بیان کیا تھا۔ کہ اس سے ایک عالم جدید تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اب اس عالم کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض نسخوں میں پہلے مصرعہ میں ہستاں کی بجائے بستان درج ہے۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کہ عالم دنیا کے نقش و نگار سب کی نظر میں بمنزلہ باغ ہیں۔ جن کی سیر میں وہ لوگ محو ہیں۔ اور وہ بستان بقا جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ سب کی نظر سے اوجھل ہے۔ صائبؒ ؎

آں خواجۂ غافل کہ فرو رفتہ بدنیا || از عالم بالا چہ خبر داشتہ باشد

آگے ظہور عالم شہادت اور خفائے عالم غیب کی ایک مثال دیتے ہیں۔

خاک بر باد ست و بازی میکند || کژ نمائی پردہ سازی میکند

ترجمہ (جیسے آندھی اور بگولے میں) خاک (دھول) ہوا پر (چڑھی چڑھی پھرتی) ہے اور حرکت کر رہی ہے۔ خلاف واقع (حالت) دکھاتی ہے اور اصلیت کو مستور رکھتی ہے۔

مطلب ۔ اصلیت تو یہ ہے۔ کہ متحرک ہوا ہے۔ اور خاک اس کے اتباع میں حرکت کرتی ہے۔ ورنہ دراصل وہ ساکن ہے۔ مگر خلاف واقع نظر یوں آتا ہے۔ کہ خاک ہی حرکت کر رہی ہے۔ ہوا کوئی چیز ہی نہیں۔ اسی طرح دراصل عالم شہادت میں عالم غیب ہی متصرف ہے۔ مگر نظر یہ آتا ہے کہ جو کچھ ہے عالم شہادت ہی ہے عالم غیب کوئی چیز نہیں۔

خاک ہمچوں آلتے در دست باد || باد را داں عالی و عالی نژاد

ترجمہ ۔ (حالانکہ) مٹی تو گویا ایک کٹھ پتلی ہے۔ جو ہوا کے ہاتھ میں (ناچ رہی) ہے (اور) ہوا کو ایک شاندار اور بلند اصل ہستی سمجھو (جس کے مقابلے میں خاک کی کچھ بھی حقیقت

نہیں)

مطلب - عالم شہادت یعنے دنیا کے تمام کاروبار عالم غیب کے تصرفات سے انجام پارہے ہیں۔ اور عالم غیب کی علو شان کے آگے دنیا کی کچھ بھی ہستی نہیں۔ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آگے یہ بیان فرماتے ہیں کہ عالم غیب کا احساس کن لوگوں کو نہیں اور کیوں نہیں۔

چشم خاکی را بخاک افتد نظر باد بیں چشمے بود نوع دگر

لغات - چشم خاکی۔ مٹی سے بنی ہوئی آنکھ۔ چشم ظاہر۔ بصارت ظاہری۔ **صنائع** چشم خاکی اور خاک میں صنعت مشاکلہ ہے۔

ترجمہ - ظاہری آنکھ کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے (اور وہ اسی کو محسوس کر سکتی ہے) ہوا کو دیکھنے والی آنکھ ایک اور ہی قسم کی ہوتی ہے (ہوا کو وہی محسوس کر سکتی ہے)

مطلب - عوام الناس کو دنیا ہی دنیا نظر آتی ہے۔ وہ عالم غیب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کو دیکھنے کے لئے اہل اللہ کاملین کی نظر باطن چاہئے۔ کما قیل ؎

دنیا بزرگ باشد در دیدۂ غلط بیں اندک بچشم احول بسیار مے نماید

امیر خسرو رہ ؎

زاں چمنے کہ بلبلش روح قدس بے سزد گلخنیانِ خاک را بوئے وصال کے رسد

اینکہ بر کار است بے کار است و پوست وانکہ پنہان است مغز و اصل اوست

ترکیب - اینکہ بر کار است مبتدا بے کار صفت اور پوست موصوف مل کر اس کی خبر بعض نسخوں میں اس مصرعہ کو بترکیب عطفی "اینکہ بر کار است و بے کار است و پوست" لکھا ہے۔ اس میں پہلی واؤ تو صریحاً غلط ہے اور دوسری واؤ معتبر نسخوں میں نہیں ملی۔ اگرچہ معنے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ (دنیا کی) یہ (اشیا) جو مصروف عمل ہیں بے کار پوست ہیں۔ اور وہ ذات پاک جو (نظروں سے) مخفی ہے۔ مغز (حقیقت) اور اصل (موجودات) وہی ہے۔

مطلب - چھلکے کو چھوڑ کر مغز حاصل کرنا چاہئے۔ فرع کو چھوڑ کر اصل کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جامی رہ ؎

اصل کہ معنے ست چو بگذاشتی دل بسوے فرع چرا داشتی؟

اب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ موجودات ظاہر تو جو فرع وجود ہیں نظر آتی ہیں۔ اصل وجود یعنے ذات حق نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ عدم مناسبت ہے۔

اسپ داند اسپ را کو ہست یار ہم سوارے داند احوالِ سوار

ترجمہ (ایک گھوڑا ہی (دوسرے) گھوڑے کو جانتا ہے۔ کیونکہ وہ (اس کا) ہم جنس ہے۔ (ایک) سوار ہی (دوسرے) سوار (کے ہنر سواری) کا حال سمجھتا ہے (جو اس کا

شریک فن ہے دوسرا کیا سمجھے گا)۔

چشمِ حس اسپ ست و نورِ حق سوار ۔۔۔ بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار

ترجمہ۔ ظاہری آنکھ گھوڑا ہے۔ اور حق کا (مشاہدہ کرنے والا) نورِ بصیرت اس کا سوار ہے۔ یہ گھوڑا سوار کے بغیر بے کار ہے۔

مطلب۔ اوپر گھوڑے اور سوار کی مثال اظہار مناسبت کے لئے پیش کی تھی۔ یعنے گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے۔ سوار سوار کے ہنر کو پہچانتا ہے۔ جس سے مقصد یہ تھا۔ کہ عالم غیب کی سیر اور ذات احدیت کے مشاہدہ کے لئے اس کے ساتھ روحانی مناسبت ہونی ضروری ہے۔ اب اسی مثال سے یہ بات ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ نورِ بصیرت کے بغیر چشمِ ظاہری بیکار ہے۔ صائبؒ ؎

چشمے کہ فروغ از دلِ بیدار ندارد ۔۔۔ شمعے ست کہ شایستہ بالینِ مزار ست

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد ۔۔۔ ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد

لغات۔ ادب کن سدھاؤ۔ اس کی بدخوئی دور کرو۔ اس کی اصلاح کرو۔ رد۔ مردود۔ نامقبول۔ نامنظور

ترجمہ۔ پس اپنے گھوڑے کی (سرکشی کی) عادات بد دور کرو۔ ورنہ وہ بادشاہ (حقیقی) کے سامنے نامنظور ہو جائیگا۔

مطلب۔ چشمِ ظاہر کو جو آلۂ بصارت ظاہری ہے۔ معاصی و منہیات میں استعمال نہ کرو۔ اس کو پاک نظر و پاک بیں و پاک شناس بناؤ۔ کہ اس سے بصیرت باطن بھی پیدا ہوگی۔ اور قبول حق و قرب حق بھی حاصل ہو سکے گا۔ کما قیل ؎

صفائے دل طلبی چشم از جہاں بربند ۔۔۔ کہ رخنہ ایست کز نیجا غبار مے آید

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر بود ۔۔۔ چشمِ او بے چشمِ شہ مضطر بود

ترجمہ۔ گھوڑے کی آنکھ بادشاہ (ہی) کی آنکھ سے (جو اس پر سوار ہوتا ہے) راستہ کو (دیکھ کر) طے کراتی ہے۔ (ورنہ) اس کی آنکھ بادشاہ کی آنکھ کے بغیر (رہبری سے) مجبور ہے۔

مطلب۔ گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ رہنما و رہبر نہیں ہوتیں۔ بلکہ سوار کی آنکھ ہی راستہ کو دیکھتی ہے۔ اور وہی راستہ طے کیا جاتا ہے۔ تاہم گھوڑے کی آنکھوں کی بھی ضرورت ہے۔ گھوڑا بینا ہو جبھی وہ سواری کا کام دے سکتا ہے۔ ورنہ سواری مشکل ہوتی ہے۔ اسی طرح چشمِ ظاہر کی بھی ضرورت ہے مگر اس کے ساتھ چشمِ باطن ضرور سنور ہونی چاہیے۔

چشمِ اسپاں جز گیاہ و جز چرا ۔۔۔ ہر کجا خوانی بگوید نے چرا

ترجمہ۔ گھوڑوں کی آنکھ (کا) تو یہ حال ہے۔ کہ گھاس اور چارہ کے سوا جب کسی

اَور طرف بلاؤ گے تو کہے گی نہیں چارہ (کی طرف چلو)۔
مطلب۔ جسم ظاہر کا میلان ہمیشہ لذائذ جسمانیہ وحسیات نفسانیہ کی طرف ہوتا ہے۔ صائبؒ ؎
تا نگردد نگاہ گوشہ نشیں — برق برخرمن ست دلہا را

نورِ حق بر نورِ حس راکب شود — وانگہے جاں سُوئے حق راغب شود

ترجمہ (ہاں) حق کا (مشاہدہ کرنے والا) نورِ (بصیرت) حسی (امور کو دیکھنے والے) نورِ (بصارت) پر غالب آجائے اور اس وقت روح حق تعالےٰ کی طرف راغب ہوجائے (تب چشم ظاہر مفید ہوسکتی ہے)

نوٹ۔ بعض شارحین نے ترجمہ میں اس بیت کے مصرعہ اولیٰ کو شرط اور دوسرے مصرعہ کو جزا قرار دیا ہے اور یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ جب نورِ حق نورِ حسی پر سوار ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت جان حق تعالیٰ کی طرف راغب ہوتی ہے۔ گویا قرب الی المقصود یہی ترجمہ ہوتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ بات ضروری ہے۔ کہ ترجمہ میں الفاظ شعر سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے۔ وانگہے کا حرف عطف اس ترجمہ کا مخالف ہے۔ لہٰذا ہم نے جزا مقدر نکالی ہے۔

اسپ بے راکب چہ داند رسم ورَاہ — شاہ باید تا بداند شاہراہ

ترجمہ۔ گھوڑا سوار کے بغیر (سیر وسفر کی) رسم و راہ کیا جانے۔ (کوئی) شاہ (سوار) چاہیئے تاکہ اسکو شاہراہ معلوم ہو۔

مطلب۔ نور بصیرت نہ ہو۔ تو صرف نور بصارت سے وصول الی الحق کا راستہ نہیں مل سکتا۔ کما قیل ؎
گر شود بینش دو چنداں بے بصیرت را چہ فیض — میکشد احول دو میل سرمہ چشم خویش را

سُوئے حسّے رَو کہ نورش راکب ست — حس را آں نور نیکو صاحب ست

ترجمہ (استفادہ کمال کے لئے) اس حس (والے) کے پاس جاؤ جس (کی حس) پر نور غالب ہے۔ (اور جس کی) حس کے ساتھ وہ نور بخوبی مل جل گیا ہے۔

مطلب۔ دولت عرفان حاصل کرنے کے لئے اس شیخ کامل کی صحبت اختیار کرو۔ جس کے قوائے حسیہ پر انوار حق غالب ہوں۔ جامیؒ ؎
جاکن درون پاک ضمیرے کہ عاقبت — زیں شیوہ کار قطرہ بدُر دانگی رسید

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود — معنے نورٌ علےٰ نُورٍ ایں بُود

لغات۔ نورِ حس۔ بصارت چشم۔ نورِ حق۔ نور باطن جس سے مشاہدہ حق ہوتا ہے۔ تزئین۔ زینت۔ سجاوٹ۔ آرائش۔ نورٌ علیٰ نورٍ۔ نور پر نور۔ اشارہ ہے سورہ نور کی اس آیت کی طرف کہ نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔ نور پر نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے

ترجمہ۔ ظاہری نور (یعنے بصارت) کے لئے حق کا نور (یعنے بصیرت باطن) آرائش ہے۔ نورٌ علیٰ نور (جو اللہ نے فرمایا ہے تو اس) کے معنے یہی ہیں۔

مطلب۔ نور علی نور ہو کر وصل بحق ہو سکتے ہیں ؎

شبنم از روشنضمیری محو شد در آفتاب ہر کہ صاحب صاف گردد زود واصل مے شود

نورِ حسی میکشد سُوے ثرے نورِ حقش مے برد سُوے عُلا

لغات۔ ثرے خاک مراد دنیا۔ علا۔ بلندی۔

ترجمہ۔ ظاہری نور (بصارت) تو (حسیات) دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ نور حق اس (بندے) کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے۔

زانکہ محسوسات دُوں تر عالمے ست نورِ حق دریا و حس چوں شبنمے ست

ترجمہ۔ کیونکہ جو اشیا نور حس سے محسوس ہوتی ہیں۔ وہ عالم اسفل سے متعلق ہیں (اور نورِ حق کا تعلق عالم علوی سے ہے) نور حق (اپنی وسعت کے لحاظ سے گویا) دریا ہے۔ اور (نور) حس (اپنی کوتاہی کے اعتبار سے) گویا ایک (قطرہ) شبنم ہے۔

مطلب۔ اوپر جو کہا تھا۔ کہ نور حس عالم اسفل کی طرف اور نور حق عالم بالا کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے۔ کہ مقدم الذکر کا تعلق محسوسات عالم سفلی سے ہے۔ اور موخرالذکر کا تعلق مدرکات عالم غیب سے ہے۔ اب یہاں سے یہ شبہ ناشی ہو سکتا ہے۔ کہ آپ جو فرماتے ہیں۔ کہ نور حق نور حس پر راکب ہوتا ہے۔ تو ہم نے تو کبھی نورِ حس پر نورِ حق کو راکب نہیں دیکھا۔ لہذا آگے بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں:

لیک پیدا نیست ایں راکب برو جُز بآثار و بگفتار نکو

ترجمہ۔ لیکن یہ (نور حق) اس (نور حس) پر سوار (ہم کو) نظر نہیں آتا۔ سوائے (اچھی) اچھی نشانیوں (کے جو دیکھنے میں آتی ہیں) اور (اچھی اچھی) باتوں کے (جو سننے میں آتی ہیں)۔

مطلب۔ جن اہل اللہ پر نور حق غالب ہوتا ہے۔ ان کے اس نور کی شناخت ان کے ظاہر سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا معیار شناخت یہ ہے کہ ان کے اعمال و اقوال سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے۔ گمراہ کو ہدایت ملے۔ صائبؒ ؎

بدل پاک نظر کن نہ بدستار سفید سطح بیں را نظر از بحر گہر بر نہ بدست

نورِ حسی کو غلیظ است و گراں ہست پنہاں در سواد دیدگاں

ترجمہ (دیکھو) حسی نور جو نسبتاً کثیف اور بھاری ہے۔ وہ آنکھوں کی سیاہی میں (اس طرح) مخفی ہے (کہ نظر نہیں آسکتا)

چونکہ نورِ حس نے بینی زچشم　　چوں ببینی نورِ آں دینی زچشم

ترجمہ۔ جب تم (اس) حسی نور کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس دین والے (حق کے) نور کو آنکھ سے کیونکر دیکھ سکو؟

نورِ حس با ایں غلیظی مختفی ست　　چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست

لغات۔ مختفی۔ مخفی۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ خفی۔ پوشیدہ۔ ضیا۔ نور۔ روشنی۔ صفی۔ برگزیدہ و انتخاب۔

ترجمہ۔ جب حسی نور اس کثافت کے باوجود (نظر سے) مخفی ہے۔ تو وہ نور (حق تعالےٰ) جو (ہر قسم کی کثافتوں سے) منزہ ہے کیوں نہ مخفی ہو۔

نوٹ۔ اوپر عالم سفلی یعنے دنیا کو خاک سے اور عالم غیب کو ہوا سے تشبیہ دی تھی۔ پھر اس کے بعد چند اور مناسب باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ اب اصل مقصود کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

ایں جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب　　عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب

ترجمہ۔ اس جہان نے ایک تنکے کی طرح ہوائے عالم غیب کے دستِ (تصرف) میں (پڑکر) غیب کی عنایت سے عاجزی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔

مطلب۔ عالم غیب گویا ہوا ہے۔ اور عالم دنیا ایک تنکے کی مثل ہے۔ جس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہے۔ اور عالم غیب نے اپنے اثر سے اس تنکے کو عجز و سرافگندگی سکھا دی ہے۔ کہ وہ تصرفات باد سے سرتابی نہیں کرتا۔ امیر خسرو رحمہ

دراں محل کہ وزد باد قدرتش عالم　　میان صدمۂ صرصر خسے سبکسار است

گہ بحرش مے برد گاہیش بر　　گاہ خشکش مے کند گاہیش تر

ترجمہ۔ (یہ ہوا) کبھی اس (تنکے) کو دریا میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں۔ کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے کبھی تر۔

دست پنہان و قلم بیں خط گزار　　اسپ در جولان و ناپیدا سوار

ترجمہ (لکھنے والا) ہاتھ تو پوشیدہ ہے۔ اور قلم کو خط کھینچتا دیکھ لو۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے۔ اور سوار ظاہر نہیں (ہوتا)

مطلب۔ کوئی قلم کاتب کے ہاتھ کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔ اور کوئی گھوڑا سوار کے بغیر تو عمدہ کے اندر تگ و دو نہیں کر سکتا۔ لیکن جب قلم لکھ رہا ہے۔ اور گھوڑا معتدل رفتار سے دوڑ رہا ہے۔ تو ظاہر ہے ان کا متصرف حقیقی موجود ہے۔ جو نظر سے پوشیدہ ہے۔ جامی رحمہ

بود نقشِ دلِ ہر ہوشمندے　　کہ باشد نقشہا را نقشبندے

گہ بلندش میکند گاہیش پست　　گہ درستش میکند گاہے شکست

ترجمہ۔ کبھی اس کو بلند کر دیتا ہے اور کبھی اس کو پست (کرتا ہے) کبھی اس کو صحیح و سالم بنا دیتا ہے اور کبھی توڑ ڈالتا ہے۔

گہ یمینش مے برد گاہے یسار　　گہ گلستانش کند گاہیش خار

ترجمہ۔ کبھی اس کو دائیں جانب لے جاتا ہے کبھی بائیں جانب۔ کبھی اس کو باغ بنا دیتا ہے کبھی کانٹا۔

تیر پراں بین و ناپیدا کماں　　جانہا پیدا و پنہاں جانِ جاں

ترجمہ۔ تیروں کو ہر طرف اڑتے دیکھ لو۔ اور کمان نظر نہیں آتی۔ جانیں ظاہر ہیں۔ اور جانوں کی جان (یعنے ان کا خالق) پوشیدہ ہے۔

مطلب۔ چونکہ دنیا کے تمام افعال و آثار مشیت حق وقوع پاتے ہیں۔ لہذا آگے فرماتے ہیں۔ کہ جو حالت بھی پیش آئے۔ خواہ راحت کی ہو یا تکلیف کی۔ اس کے لئے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ کہ وہ منجانب اللہ ہوتی ہے۔ سعدی ؒ

گر گزندت رسد ز خلق مرنج　　کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست　　کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی ست　　نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست

لغات۔ شہی۔ شاہی۔ سلطانی۔ پرتابی۔ اٹکل پچو۔ اناڑی پن کا تیر۔ شست۔ تیر کا نشانہ باندھنا۔ آگہی۔ علم۔

ترجمہ (اس) تیر کو مت توڑو۔ کہ یہ بادشاہی تیر ہے۔ اٹکل پچو نہیں ہے۔ (بلکہ) علم کی نشانہ بازی سے ہے۔

مطلب۔ مقدر میں جو حالات پیش آئیں۔ ان پر بگڑنا ناراض ہونا نہیں چاہئے۔ بلکہ ان کو خدا کی طرف سے سمجھ کر صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ نظامی رح

بر ینگونہ کار خدائی بود　　خصومت خدا آزمائی بود

نشاید زدن تیغ بر آفتاب　　نہ البرز را کرد باید خراب

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق　　کارِ حق برکارہا دارد سبق

ترجمہ۔ حق تعالے نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے کہ (یہ مشت خاک) آپ نے نہیں پھینکی (بلکہ اللہ نے پھینکی ہے) حق تعالے کے کام سب (دکے) کاموں

پر سبقت رکھتے ہیں۔

مطلب - یہ آیت جنگ بدر کے اس واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّونَ الدُّبُرَ یعنے ابھی ساری فوج اعدا شکست پا جائے گی۔ اور سب لوگ بھاگ نکلیں گے۔ مشت خاک کا پھینکنا تھا۔ کہ تمام کافروں کی آنکھوں کی وہ حالت ہوگئی۔ جو سخت آندھی میں گرد و غبار سے ہو جاتی ہے۔ اور ان کے شکست یاب ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ غیبی سبب بھی تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اور اے پیغمبر! جب تم نے مٹی کی مٹھی پھینکی۔ تو یہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

پس جس طرح تیر اندازی یا خاک اندازی کا فعل جو بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا تھا۔ در حقیقت خدا کا فعل تھا۔ اسی طرح دنیا جہان کے تمام افعال بمشیت حق وقوع پاتے ہیں۔ تم کو سب پر صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ سعدی رہ ؎

اگر تو دیدہ وری نیک و بد ز حق بینی ۔۔۔ دو بینی از قبل چشم احول افتادست

چشم خود بشکن تو مشکن تیر را ۔۔۔ چشم خشمت خوں نماید شیر را

لغات - بعض نسخوں میں پہلے مصرعہ میں چشم بجیم فارسی کی بجائے خشم بخائے معجمہ بمعنے غصہ درج ہے دونوں طرح ترجمہ ہو سکتا ہے۔

ترجمہ (۱) اپنی (غلط بیں) آنکھ کو توڑ ڈالو (جو خالق کے فعل کو مخلوق کا فعل دکھاتی ہے) تیر (خدائی) کو نہ توڑو (یہ) تمہاری ناراضگی کی آنکھ (ہے۔ جو) دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔

(۲) اپنے غصے ہی کو توڑ ڈالو۔ جو تمہاری آنکھ کو غلط بیں بنا رہا ہے۔ تیر (خدائی) کو نہ توڑو۔ الخ

مطلب کسی گزند کے پہنچنے پر جو غصہ آتا ہے۔ تو گزند پہنچانے والے انسان پر ہی آتا ہے۔ حالانکہ یہ گزند رسانی مقدر بتقدیر الٰہی تھی۔ اس لئے یہ خدائی فعل تھا پس غصے نے فعل کو خالق کی بجائے مخلوق سے منسوب کرا دیا۔ لہذا اپنی غلط بیں آنکھ کو ہی توڑ ڈالنا چاہئے۔ یا غصے کو فنا کر دینا چاہئے۔ جو آنکھ کو غلط بیں بنا رہا ہے کما قال رہ ؎

خشم و شہوت مرد را احول کند ۔۔۔ ز استقامت روح را مبدل کند

بوسہ دہ بر تیر و پیش شاہ بر ۔۔۔ تیر خون آلودہ از خونِ تو تر

ترجمہ (تیر قضا کھا کر اس) تیر کو بوسہ دو اور (اس کو) بادشاہ کے پاس لے جاؤ (جس نے اس کو پھینکا تھا۔ وہ) تیر خون آلودہ تمہارے خون سے تر ہو۔ امیر خسرو رہ ؎

زخونِ دل وضو سازم کنم سجدہ لبسواد ۔۔۔ بود عشاق را آرسے بسے زنگونہ مذہب

آنچہ پیدا عاجز و بست و زبوں ۔ و آنچہ ناپیدا چناں تند و حروں

لغات ۔ زبوں ۔ عاجز ۔ کمزور ۔ ناتواں ۔ حروں ۔ سرکش ۔ منہ زور ۔

ترجمہ ۔ (غرض) جو (عالم) ظاہر ہے ۔ وہ بالکل عاجز اور پست اور کمزور ہے ۔ اور جو (عالم) غیر ظاہر ہے ۔ وہ ایسا تند و زور آور ہے (کہ عالم شہادت میں متصرف ہے)

مطلب ۔ عالم دنیا کے ظہور و بروز کے شیفتہ ہو کر اسی کے لئے ساعی و کوشاں نہ رہنا چاہئے ۔ بلکہ عالم غیب کی طرف اپنی توجہات منعطف رکھو ۔ جو اگرچہ مخفی ہے ۔ مگر یہ تمام کرشمے اسی کی قوت کے ہیں ۔
آگے جوش عشق میں فرماتے ہیں ۔

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست ۔ گوئے چوگانیم چوگانی کجاست

ترجمہ (ارے !) ہم تو شکار ہیں (تم یہ دیکھو کہ) ایسا جال (جس نے ہم کو مقید کر رکھا ہے) کس کا ہے ۔ ہم ایک بلے کی گیند ہیں (تم یہ سراغ لگاؤ کہ) بلے والا کہاں ہے
حافظ رح ؎

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد ؟ ۔ کہ بود ساقی ؟ و ایں بادہ از کجا آورد ؟

صائب رح ؎

ہیچ جوینده ندانست کہ جائے تو کجاست ۔ آخر اے خانہ برانداز ہرائے تو کجاست

میدرد میدوز د ایں خیاط کو ۔ میدمد میسوزد ایں نفاط کو

لغات ۔ خیاط ۔ درزی ۔ نفاط آتشباز صنائع ۔ شعر مرصع ہے ۔

ترجمہ یہ (قدرت کا) درزی جو (ہر وقت) بیونتنے (اور) سینے میں لگا ہوا ہے ۔ کون ہے یہ آتشباز جو (ہر وقت) پھونکتا جلاتا (رہتا) ہے ۔ کون ہے ۔ صائب رح ؎

نیست ازاں گوہر نایاب کسے راخبرے ۔ چشم غواص تہی تر ز حباب ست اینجا

ساعتے کافر کند صدیق را ۔ ساعتے زاہد کند زندیق را

لغات ۔ کافر ۔ حق کا منکر ۔ صدیق ۔ نہایت راستباز ۔ مومنین کا سب سے بڑا درجہ ۔ جس سے اوپر نبوت کا درجہ ہے ۔ زاہد ۔ خدا کی رضا کے لئے ہر چیز سے دست بردار ہو جانے والا ۔ زندیق خدا کا منکر ۔

ترجمہ (اس کی بے نیازی کا کرشمہ یہ ہے کہ) کبھی وہ (سب سے بڑے مومن یعنے) صدیق کو کافر بنا دیتا ہے (اور اس کی عنایات بے پایاں کا یہ عالم ہے کہ) کبھی وہ منکر حق کو (مومن اور مومن بھی وہ جو) خدا کے لئے سب کچھ چھوڑ دینے والا (ہو) بنا دیتا ہے ۔ امیر خسرو رح ؎

بہ بے نیازی او کعبہ چوں خرابات ست ۔ در آفرینش او کعبہ چوں ملیبار ست

جامی ؎ ہر خشتے از کنشت شود کعبہ دگر ۔ گر پرتو جمال تو افتد بسومنات

نوٹ ۔ خدا کی شیون مختلفہ کے ذکر میں اس کی بے نیازی کی طرف اشارہ واقع ہوا تھا۔ اب آگے اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں ۔

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام تا ز خود خالص نگردد او تمام

لغات مخلص بکسر لام ۔ عمل کو اغراض سے خالص رکھنے والا ۔ خالص نیت سے عمل کرنے والا ۔

ترکیب ۔ یہ شعر علت ہے ۔ اور اس کا معلول مقدر ہے ۔ جو بیان ماسبق سے بطور نتیجہ ماخوذ ہے ۔ یعنے "پس باید کہ از بے نیازی او خائف باشیم"

ترجمہ (پس اس کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے) کیونکہ اہل اخلاص جب تک کہ وہ (شائبہ) خودی سے بالکل پاک (ہو کر فانی فی اللہ) نہ ہو جائیں ۔ ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں ۔

مطلب ۔ عن عبد اللہ ابن عمرو قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک رواہ مسلم ۔ یعنے صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ تمام بنی آدم کے دل ایک دل کی طرح حق تعالیٰ کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں ۔ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ۔ اے خدا جو دلوں کو پھیر دیتا ہے ۔ ہمارے دلوں کو اپنی طاعت پر پھیر دے (مشکوٰۃ) اس طرح ہر مومن مخلص کو خدا کی بے نیازی سے خائف و ترساں رہنا چاہیے کہ نہ جانے وہ ہمارے دل کو کس طرف پھیر دے ۔ اور خاتمہ کس حالت پر ہو ۔ حافظ رح ؎

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود

سعدی رح ؎

تن کارگرے بلرزد ز تب مبادا کہ نخلش نیارد رطب

جامی رح ؎

یکے را پائے بشکستی و خواندی یکے را بال و پر دادی و راندی

ندانم تا من مسکیں کدامم؟ ز مقبولاں و محروماں چہ نامم؟

زانکہ در راہ ست و رہزن بے حد ست آں رہد کو در امان ایزد ست

ترجمہ ۔ اس لئے کہ وہ ابھی راہ (سلوک) پر (چل رہا) ہے اور (اس راستے میں) رہزن بہت ہیں (ان رہزنوں سے) وہی بچ نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے ۔

مطلب ۔ طالب کمال جب تک منازل سلوک کے طے کرنے میں مشغول ہوتا ہے ۔ تو اس کو شیطان کے مکر و فریب کا بہت اندیشہ ہے ۔ جو اس راستے کا رہزن ہے ۔ حافظ رح ؎

دور ست سر آب دریں بادیہ ہشدار
تا غول بیاباں نفریبد بسرابت

مخلصان از خطر ہیں

اور جس طرح ایک مسافر منزل مقصود پر پہنچ کر رہزنوں کی دستبرد سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عارف کامل منازل سلوک طے کر چکنے اور مرتبہ کمال پر فائز ہو جانے کے بعد شیطان کے مکر و فریب سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ انہی حضرات کے بارے میں مولانا نے اوپر فرمایا ہے "تا ز خود خالص نگردد او تمام" یعنی جو لوگ اپنی خودی سے پاک اور اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔ ان پر شیطان کا تصرف نہیں چل سکتا۔ چنانچہ خود شیطان معترف ہو چکا ہے۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ٥ شیطان نے کہا اے میرے پروردگار جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔ میں بھی دنیا کے اندر (ساز و سامان زندگی) ان لوگوں کو آراستہ کر دکھاؤں گا۔ اور ان سب کو بہکاؤں گا۔ مگر ان میں سے تیرے مخلص بندے (کہ میرے بہکانے میں نہیں آئیں گے)۔ سورہ حجر ع ۳ آگے اسی طالب کا ذکر ہے۔ جو ابھی مدارج کمال پر فائز نہیں ہوا۔ بلکہ معروف سعی ہے۔

آئینہ خالص نگشت او مُخلص ست ۔۔۔ مرغ را نگرفتہ است و مُقنص ست

لغات۔ خالص مصفا۔ مجلا۔ مخلَص۔ لام کے فتحہ سے صاف کیا ہوا۔ یہاں یہ صیغہ بمعنے حال استعمال ہوا ہے۔ مُقنِص۔ شکار کرنے والا۔

ترجمہ (اس کے دل کا) آئینہ (اب تک) صاف نہیں ہوا (بلکہ) وہ (ابھی) صاف ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی مرغ (مراد) کو پکڑا نہیں اور اس کو شکار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

چونکہ مُخلِص گشت مُخلَص باز رست ۔۔۔ در مقام امن رفت و برد دست

ترجمہ۔ جب تصفیہ (باطن کی کوشش) کرنے والا مصفا ہو گیا۔ تو (رہزن شیطان کے خطرہ سے) بچ گیا۔ (منزل کمال کے) مقام امن میں جا پہنچا اور بازی جیت گیا۔

ہیچ آئینہ دگر آہن نشد ۔۔۔ ہیچ نانے گندم خرمن نشد

ترجمہ (اب اس کو مقبول ہونے کے بعد رد ہونے کا خوف نہیں رہتا جیسے) کوئی آئینہ (صیقل ہو چکنے کے بعد) دوبارہ (مثل سابق بے نور) لوہا نہیں ہوتا۔ (اور) کوئی روٹی (دوبارہ) خرمن کے گیہوں کی شکل اختیار نہیں کر سکتی۔

مطلب۔ مخلَص (بفتح لام) کو پھر خوف بازگشت اور اندیشہ تنزل نہیں ہوتا۔ اس میں صوفیہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ یعنے جو شخص فنا فی اللہ کے درجے پر فائز ہو چکا۔ وہ کبھی مردود نہیں ہوتا۔ اور شیطان کے مردود و مطرود ہونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ ابھی فائز بدرجہ کمال نہیں ہوا تھا۔ اور نہ وہ مجذوب من الحق تھا۔ بلکہ ابھی سالک ہی تھا۔ جو معرض خطرات و آفات ہوتا ہے۔ اگر اس درجہ پر پہنچا ہوتا۔ تو کبھی حکم حق سے سرتابی نہ کرتا اور نہ راندۂ درگاہ ہوتا۔ آئینہ اور نان اسی کی مثالیں ہیں۔ کہ یہ چیزیں اپنے مدارج کمال کو طے کرنے کے بعد تنزل نہیں کرتیں۔ اسی طرح آگے ارشاد ہے:-

ہیچ انگورے دگر غورہ نشد ہیچ میوہ پختہ باکورہ نشد

لغات - غورہ - کچا انگور جس میں ابھی ترشی ہو - باکورہ جب ایک درخت کو بہت سے پھل لگے ہوں - تو ان میں سے جو پھل سب سے پہلے پکتا ہے - وہ باکورہ کہلاتا ہے - مگر یہاں - کچا مراد ہے -
ترجمہ - کوئی انگور (پک چکنے کے بعد) دوبارہ کچا (انگور) نہیں بن سکتا - کوئی میوہ دوبارہ خام نہیں ہوتا -

پختہ گرد واز تغیر دور شو رو چو برہان محقق نور شو

لغات - برہان دلیل - یہاں مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں - جو مولانا رح کے والد حضرت بہاءالدین کے ایک خلیفہ ہیں - پہلے مولانا رہ نے انہی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی - مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تر تھی - اور وہ تربیت پوری نہ کر سکے - اس لئے مولانا نے پھر حضرت شمس تبریزی سے رجوع کیا مفصل حال شرح ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے -
ترجمہ (اگر تم بھی کمال لازوال کے خواہاں ہو - تو) پختہ ہو جاؤ - اور (پھر) تغیر (خامی) سے دور ہو جاؤ گے - جاؤ (پھر) حضرت برہان الدین محقق کی طرح (سراپا سے) نور بن جاؤ گے (جس پر دوبارہ ظلمت کی دسترس نہیں ہو سکتی)

چوں ز خود رستی ہمہ برہاں شدی چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی

ترجمہ - جب تم اپنی خودی سے چھوٹ جاؤ گے - تو بالکل برہان الدین (ثانی) بن جاؤ گے جب تم (کمال عبودیت پر فائز ہونے کے بعد) کہو گے کہ میں بندہ ہوں - تو (اس وقت) تم (اقلیم ولایت کے) سلطان ہو گے ؎

داغ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

ور عیاں خواہی صلاح الدیں نمود دیدہا را کرد بینا و کشود

لغات - صلاح الدین مولانا رہ کے پیر بھائی تھے - جن کا ذکر شرح ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے -
ترجمہ - اگر علانیہ (اس کا ثبوت) چاہتے ہو - (تو) شیخ صلاح الدین (زرکوب) نے دکھا دیا ہے - اور آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا -

فقر را از چشم و از سیمائے او دید ہر چشمے کہ دید از نور ہو

لغات - سیما علامت - نشانی مجازاً بمعنے پیشانی - ہو - وہ - عربی میں اسم ضمیر واحد غائب ہے - اور اسم ذات حق تعالیٰ ہے - بلکہ بعض نے اسی کو اسم اعظم سمجھا ہے -
ترجمہ - جس آنکھ نے نور حق سے نظر کی ہے - اس نے درویشی کو ان کی (یعنے حضرت

صلاح الدین کی آنکھ اور پیشانی سے مشاہدہ کرلیا۔

مطلب۔ جو آنکھ ناظر بنور حق ہے۔ وہ شیخ صلاح الدین رح کی چشم و پیشانی میں صورت عرفان کا مشاہدہ کرسکتی ہے۔ یعنے اس کو بذریعہ تکلم تعلیم پانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ان کی زیارت ہی طالبین کے لئے ذریعہ ہدایت ہوجاتی ہے۔ طالب ان کے دیدار کی بدولت ہی عارف بن جاتے ہیں۔ اور یہ کمال ان کی آنکھوں میں ہے۔ کہ نظر ہی نظر میں کچھ سکھا دیتے ہیں۔ صائبؒ ؎

زبان و گوش چہ حاجت چو ہست بینائی — کہ با نگاہ بود گفتن و شنیدن چشم

آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

شیخ فعّال ست بے آلت چو حق — با مُریداں دادہ بے گفتے سبق

لغات۔ فعّال۔ موثر۔ متصرف آلت آلہ۔ آلہ عمل۔ اعضاء وجوارح۔ گفتے۔ کوئی کلام۔ گفتگو۔

ترجمہ۔ شیخ (زبان گوش یعنے) آلہ (کلام و سماعت) کے (استعمال کے) بغیر تعلیمی اثر ڈال سکتا ہے۔ جیسے حق تعالےٰ (بلا آلات و وسائط مؤثر و متصرف ہے) وہ مریدوں کو بلا تکلم سبق دیتا ہے۔ حافظ رح ؎

بفیض بخشی اہل نظر توانی کرد — بیاکہ چارۂ ذوق حضور و نظم امور

دل بدستِ او چو موم نرم رام — مُہرِ او گہ ننگ سازد گاہ نام

لغات۔ رام۔ تابع۔ مسخر۔ ننگ۔ عار۔ موجب شرم ناگوار۔ ناپسند۔ مراد قبض۔ نام۔ عزت۔ شہرت۔ گوارا۔ پسندیدہ مراد بسط۔

ترجمہ (مرید کا) دل اس کے دست تصرف میں نرم موم کی طرح مسخر ہے۔ اس (پیر) کی مُہر کبھی اس پر قبض (کا ناگوار نقش) بنا تی ہے کبھی بسط (کا پسندیدہ نقش)

مُہرِ مومش حاکیِ انگشتری ست — باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست؟

لغات۔ حاکی۔ حالت بیان کرنے والا۔ ناقل عکس۔

ترجمہ (ہاں تو) موم کا نقش انگوٹھی (کے نقش) کا عکس ہے۔ پھر (یہ بتاؤ کہ) وہ انگوٹھی کا نقش کس کا عکس ہے؟ (آگے اس سوال کا خود جواب فرماتے ہیں)

حاکیِ اندیشۂ آں زرگر ست — سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگر ست

ترجمہ (وہ نقش نگیں انگوٹھی بنانے والے) زرگر کے تخیل کا عکس ہے۔ (غرض یہ عکوس) سلسلہ (وار چلے گئے ہیں جس کی) ایک ایک کڑی دوسری میں (پیوستہ) ہے

مطلب۔ مرید کے دل پر پیر کے تصرفات کا اثر پڑتا ہے۔ اور پیر کے تصرفات منجانب اللہ ہیں

آگے اس کی مزید توضیح کے لئے پھر متصرف حقیقی کی طرف متجسسانہ نظر کرتے ہیں۔ جیسے پہلے کہا تھا ع
"مے درد مے دوزد ایں خیاط کو؟"

ایں صدا در کوہِ دلہا بانگِ کیست؟ گہ پُر است از بانگِ ایں کُہ گہ تہی ست

ترجمہ۔ دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز سے ہے؟ کہ اس آواز سے کبھی یہ پہاڑ پُر ہیں اور کبھی خالی۔

ہر کجا ہست آں حکیم و اوستاد بانگِ او زیں کوہِ دل خالی مباد

ترکیب۔ پہلے مصرعہ کی ترکیب بظاہر اشتباہ انگیز ہے۔ جس کا ذکر آگے نوٹ میں کیا جائے گا۔ دراصل ہر کجاست کا مبتدا ضمیر مستتر ہے۔ جو ایں صدا کی طرف راجع ہے۔ اور آں اسم اشارہ کا مشار الیہ قلب ہے جس کا ذکر شعر سابق میں آ چکا ہے پس تقدیر کلام یوں ہے۔ ایں صدا ہر کجا (اے بہر قلبے) کہ ہست آں قلب حکیم و استاد است۔

ترجمہ۔ (یہ صدائے آوازِ غیب) جہاں بھی ہو (یعنے جس دل میں بھی ہو) وہ (دل) حکیم و استاد (ہے) اس (تعالےٰ شانہٗ) کی آواز اس کوہ دل سے بند نہ ہو (تو اچھا ہے)۔

مطلب۔ جس بزرگ کا دل فیوض غیب کا مہبط ہو۔ وہ شیخ کامل و مکمل ہے۔ دعا کرنی چاہئے۔ کہ ان کے دل پر اسی طرح نزول برکات و انوار ہوتا ہے۔ تاکہ خلق اللہ ان سے مستفیض ہو۔

نوٹ۔ بعض شارحین نے اس ترکیب کی بنا پر جو بادی النظر میں سمجھ میں آتی ہے۔ یوں ترجمہ کیا ہے "وہ حکیم علے الاطلاق اور استاد حقیقی جہاں بھی ہو۔ اس کی آواز کوہ قلب سے بند نہ ہو" مگر اس تقدیر پر "ہر کجا" کا لفظ ذات لامکانی کے لئے خلاف ادب ہے۔

ہست کہ کاوا مثنّٰے میکند ہست کہ کاوا ز صدتا میکند

لغات۔ "کاوا" "کہ آواز" کا مخفف ہے۔ مثنّٰے دوہری۔ دوچند۔ صدتا۔ صد چند۔

ترجمہ۔ بعض پہاڑ ایسے ہیں کہ آواز (سے صرف ایک گونج اٹھاکر اس) کو (صرف) دوہرا کر دیتے ہیں بعض پہاڑ ایسے ہیں جو آواز (سے گونج پر گونج اٹھاکر اس) کو سوگنا بنا دیتے ہیں۔

مطلب۔ شیوخ کاملین کی حالتیں بلحاظ افاضہ مختلف ہیں۔ بعض سے نہایت کم تاثیر ہوتی ہے۔ بعض سے بہت زیادہ۔

مے رہاند کوہ ازاں آواز و قال صد ہزاراں چشمۂ آبِ زُلال

لغات۔ مے رہاند۔ برمے آرد۔ بجوش مے آرد۔ مے انگیزد۔ قال۔ مخفف مقال۔

ترجمہ (پھر) اس (غیبی آواز و کلام سے (شیخ کا) کوہ قلب (تلقین و تعلم کے) لاکھوں چشمہائے آبِ شیریں بہا دیتا ہے۔ جامی ؎

فیضے کہ بدل میرسد از سدرہ و طوبیٰ — در سایۂ سرو قد دلجوے تو یابم

چوں ز کوہ آں لطف بیروں میشود — آبہائے چشمہا خوں مے شود

ترجمہ۔ جب کوہ (قلوب) سے وہ لطف (غیب) زائل ہو جاتا ہے۔ تو ان چشموں کا پانی خون بن جاتا ہے۔

مطلب۔ اگر کسی قلب پر ان فیوض باطنیہ کا القا بند ہو جاتا ہے۔ تو وہی معارف الٰہیہ خیالات کفریہ سے بدل جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ یہاں کوہ قلب کا ذکر تھا۔ آگے ایک سچ مچ کے پہاڑ کا ذکر فرماتے ہیں۔

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعل بود — کہ سراسر طورِ سینا لعل بود

لغات۔ ہمایوں نعل۔ مبارک قدم۔ طور سینا ایک پہاڑ کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے۔ اور اس پر موسیٰ علیہ السلام کی درخواست سے اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تھی۔

ترجمہ (یہ) اس شہنشاہ مبارک قدم (یعنی موسےٰ علیہ السلام) ہی کا تو کرشمہ تھا۔ کہ (ان کی بدولت) کوہ طور سینا (تجلی حق کی تابش سے) لال گلال ہو گیا۔

مطلب۔ اس میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰی لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ جب موسےٰ ہمارے (موعودہ) وقت کے مطابق (کوہ طور پر) آئے۔ اور ان کے پروردگار نے ان سے بات چیت کی۔ تو موسےٰ نے کہا۔ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا دیدار کرلینے دے۔ فرمایا تو میرا دیدار ہرگز نہ کر سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کو دیکھ۔ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا۔ تو پھر تو بھی میرا دیدار کر سکے گا۔ پس جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ تو اس کو چکنا چور کر دیا۔ اور موسےٰ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے۔ تو کہا (اے میرے پروردگار) تو پاک ہے میں تیری درگاہ میں ایسی درخواست کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں سب سے پہلے (تجھ پر بلا دیکھے) یقین لاتا ہوں (اعراف ع ۱۷)

امیر خسروؒ ؎ تو رخ منودی و عشاق را وجود نماند — کہ پیش چشمہ خورشید رہ بہ شبنم نیست

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ — ما کم از سنگیم آخر اے گروہ؟

ترجمہ۔ افسوس کہ پہاڑ کے اجزا تو جان اور عقل قبول کرلیں۔ حضرات! کیا آخر ہم پتھروں سے بھی ناکارہ ہو گئے؟ (کہ ہم پر آثار فیضان منودار نہیں ہوتے)۔

گر نہیں رکھتا ہے انساں عقل و دیں — اس کی قدر اک اینٹ سے بڑھ کر نہیں
دیکھ خود قرآں میں رب ذوالجلال — دے رہا ہے اس کی پتھر سے مثال
"باندھ لی جب تم نے عصیاں پر کمر — ہو گئے پھر دل تمہارے سخت تر
سخت بھی ایسے کہ جوں پتھر ہیں سخت — بلکہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں سخت
پس جو پتھر سے بھی ناکارہ ہوا — دشت بدبختی میں آوارہ ہوا

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود — نے بدن از سبز پوشاں میشود

ترجمہ۔ نہ (ہماری) روح سے کوئی چشمہ معرفت جوش زن ہوتا ہے۔ نہ (ہمارا) بدن ہی سبز پوش ہوتا ہے۔

مطلب۔ پہاڑ سے جب کوئی چشمہ پھوٹتا ہے۔ یا تو وہ اپنے ماحول کو سرسبز و شاداب کر کے خطۂ گلزار بنا دیتا ہے۔ یا اگر اس کا دائرہ فیض اور بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ تو وہ پہاڑی نالہ کی صورت میں دُور دُور کے خطوں کو بھی سیراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح اہل معرفت یا تو خود اپنے آپ کو زینت کمال سے مزین کر لیتے ہیں۔ یا اگر زیادہ صاحب استعداد ہوتے ہیں۔ تو ان سے دوسرے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں۔ جامی رہ ؎

نے لائقِ تشریفیم و نے درخور بیداد — یارب من بیدل بجہاں بہر چہ کارم

سعدی رہ ؎

اگر نفع کس در نہادِ تو نیست — چنیں جوہر و سنگِ خارا یکے ست
غلط گفتم اے یار شائستہ خوے — کہ نفع ست در آہن و سنگ و روے
چنیں آدمی مردہ بہ ننگ را — کہ بر روے فضیلت بود سنگ را

نے صدائے بانگِ مشتاقی درو — نے صفائے جُرعہ ساقی درو

لغات۔ مشتاقی میں یا معروف مصدری ہے۔ اشتیاق۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ مراد۔ کیفیت و اثر

ترجمہ۔ نہ اس میں آواز اشتیاق کی کوئی گونج ہے۔ نہ ساقی کے (پلائے ہوئے شراب کے) گھونٹ کی اس میں کوئی کیفیت ہے۔

مطلب۔ نہ تو ہم میں خود بخود کوئی ولولہ عشق پیدا ہوتا ہے۔ نہ ہم پر شیخ کامل کے آثار فیوض نمایاں ہوتے ہیں۔ عراقی رہ ؎

تنگ آدم از وجودِ خود تنگ — اے موت بسوے من کن آہنگ

کو حمیت تا زِ تیشہ و ز کلند — اینچنیں کُہ را بکُلّی بر کنند

لغات۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ کدال۔ کلند پھاوڑا۔ بکلی۔ بالکل۔

ترجمہ۔ حمیت (وغیرت) کہاں (گئی) تاکہ اس (قسم کی سنگدلی کے) پہاڑ کو (مجاہدات کے)

کدال اور پھاوڑے کے ساتھ جڑ سے اکھیڑ ڈالیں۔ صائبؒ ؎

درخراشِ دل خود باش کہ بے کوششِ سعی — لعل بیروں ندہد کانِ بدخشاں ہرگز

بوکہ براجزاے او تابد مہے — بوکہ در رُوے تاب خوریا بدرہے

ترجمہ۔ شاید (مجاہدات کی بدولت) اس پر (معرفت کا) چاند درخشاں ہو جائے۔ یا شاید (قسمت کچھ اور زیادہ یاور ہو تو) اس میں (معرفت کے) آفتاب کی روشنی پہنچ جائے۔

مطلب۔ چاند سے نورِ معرفت قلیل اور آفتاب سے نورِ معرفت کثیر کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے پہلی صورت کی نسبت دوسری صورت میں زیادہ ترقی مقصود ہے۔ علاوہ ازیں پہلی صورت میں ماہِ عرفان کے صرف اس کے اوپر پرتو ڈالنے کا ذکر ہے۔ اور دوسری صورت میں آفتابِ عرفان کی نہ صرف اس کے اوپر نور پاشی مضمر ہے۔ بلکہ اس کے ہر رگ و ریشہ میں اس کے نور کا سرایت کر جانا مقصود ہے۔ وہذا اعلیٰ وارفع من ذاک۔

چوں قیامت کوہسارا برکند — پس قیامت ایں کرم کے میکند

ترجمہ۔ چونکہ قیامت (کبریٰ) بھی پہاڑوں کو اکھاڑ ڈالے گی (اس لئے ممکن ہے کہ کوئی اس قیامت کو قیامتِ فنا کے برابر سمجھنے لگے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ) پھر قیامت (کبریٰ) یہ فیض رسانی کب کر سکتی ہے (جو قیامتِ فنا کرتی ہے کہ اس سے نورِ عرفان فائض ہو جاتا ہے)۔

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست — آں قیامت زخم وایں چوں مرہم ست

ترجمہ۔ یہ قیامت (فنا اپنے عجائبات کے لحاظ سے) اس قیامت (کبریٰ) سے کونسی کم ہے (بلکہ بلحاظ افادہ اس سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ) وہ قیامت (کبریٰ اگر) زخم (ہے تو) یہ قیامت (فنا اس کا) مرہم ہے۔

مطلب۔ قیامت کبریٰ کو زخم سے تشبیہ اس لحاظ سے دی ہے۔ کہ وہ زندوں کو ہلاک کر دے گی نیز اس سے ملکاتِ حقیقیہ نمایاں ہو جائیں گے۔ اور قیامتِ فنا کو مرہم با یں اعتبار کہا ہے۔ کہ وہ قریب بہلاک لوگوں کو زندہ بلکہ زندہ جاوید کرتی ہے۔ نیز ملکاتِ سیئہ کا ازالہ کر لیتی ہے۔ جامیؒ رہ ؎

دربحرِ کبریاے تو آنکس کہ شد فنا — چوں خضر بردہ راہ سرچشمۂ حیات

ہر کہ دید آں مرہم از زخم ایمن ست — ہر بدے کیں حسن دید او محسن ست

ترجمہ۔ جس نے وہ مرہم پایا۔ وہ زخم سے محفوظ ہے جس بُرے آدمی نے بھی یہ حسن اعمال حاصل کر لیا۔ وہ نیکوکار بن گیا۔

مطلب - درجہ فنا حاصل کرنے والا زندہ جاوید ہے۔ اس پر عدم طاری نہ ہوگا۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ

خوش آنکہ چو نیست شد دریں عشق مجاز ۔۔۔ دیگر بوجودِ خویشتن ناید باز

زاں پس چو وجود یافت زاں مایۂ ناز ۔۔۔ جاوید برود بر عدم گشت فراز

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف ۔۔۔ وائے گلروے کہ جفتش شد خریف

لغات - خنک ٹھنڈا۔ مبارک۔ زشت بدصورت۔ حریف۔ مقابل۔ ہم راہ۔ جفت ساتھی۔ رفیق۔ خریف۔ موسم خزاں۔ مراد زوال و تنزل۔

ترجمہ اے (مخاطب) مزے میں ہے وہ بدصورت جس کا شریک صحبت خوبصورت ہو (اور) افسوس ہے اس پھول کی سی شکل والے پر جس کی رفاقت میں خزاں ہو۔

مطلب - فنا وہ جمال روحانی ہے۔ جو ایک بدکار کو بھی مقبول کردگار بنا دیتا ہے ؎

خوش آں مرداں کہ از خود رستگانند ۔۔۔ بکنج بیخودی بنشستگانند

بیا جامی ز بودِ خود بپرہیز ۔۔۔ ز پندارِ وجودِ خود بپرہیز

بود نورِ جمالِ شاہد غیب ۔۔۔ بتابد چوں کلیم اللہ ت از جیب

بخلاف اس کے خودی وہ بدبلا ہے کہ انسان ہزار باکمال ہو۔ اس کو کہیں کا نہیں چھوڑتی حافظ رحمۃ اللہ علیہ ؎

تا علم و فضل بینی بے معرفت نشینی ۔۔۔ یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

اب زشت کے حسن کے ساتھ مقترن ہونے کی برکت چند مثالوں سے بیان فرماتے ہیں۔

نانِ مردہ چوں حریفِ جاں شود ۔۔۔ زندہ گردد ناں و عینِ آں شود

ترجمہ (دیکھو) بے جان روٹی جب (روٹی کھانے والے کی) جان کے ساتھ مصاحب ہو جاتی ہے۔ تو وہ زندہ (جسم کا جز) بن جاتی ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شُد ۔۔۔ تیرگی رفت و ہمہ انوار شد

ترجمہ - (ایک) بے نور لکڑی (جب) آگ کی مصاحب ہوئی - تو اسکی ظلمت جاتی رہی اور سراسر شعلہ آتش بن گئی۔

در نمکسار ار خرِ مُردہ فتاد ۔۔۔ آں خری و مُردگی یکسُو نہاد

ترجمہ - اگر ایک مردہ گدھا نمک کی کان میں جا پڑے - تو اس کا گدھا پن اور مردہ پن برطرف رہ جاتا ہے (جیسے کہ وہ نمک بن کر پاک اور قابل خوراک بن جاتا ہے)

ع۔ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

صِبغۃُ اللہ ہست رنگِ خُم ہو ۔۔۔ پیسہا یکرنگ گردد اندرو

لغات۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ۔ یہ اس آیت سے اقتباس ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (ہم تو) اللہ کے رنگ میں (رنگے گئے) اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا (سورہ بقرہ ع ۱۶) ہو۔ اسم ذات حق سبحانہ وتعالےٰ۔ پیس وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں

ترجمہ۔ ذات حق کے مٹکے کا رنگ خدائی رنگ ہے جس میں (پڑکر) داغدار جسم والے لوگ بھی یکرنگ ہو جاتے ہیں۔

مطلب۔ اپنے آپ کو خدائی رنگ میں فنا کر دینا سب سے بڑا درجہ ہے۔ اس سے تمام اختلافات کا جھگڑا مٹ جاتا ہے۔ جامی رہ ؎

بود معنے یکے صورت ہزاراں | مجو جمعیت از صورت شماراں
پریشانی بود ہر جا شمارست | وزاں رو در یکے کردن حصارست

صائب رہ ؎

جمعے کہ باں گلشن بیرنگ رسیدند | آسودہ ز نیرنگ خزانند و بہارند

ولہ ؎

چندازیں پردہ نیرنگ بصد رنگ شویم | پردہ بردار کہ تا جملہ ہم آہنگ شویم

چوں دراں خم افتد و گوئیش قُم | از طرب گوید منم خم لا تلم

لغات قم صیغہ امر ہے قیام سے اٹھ کھڑا ہو۔ لا تلم ملامت نہ کر فعل نہی از لوم۔

ترجمہ۔ جب (کوئی مرتبہ فنا پر فائز ہونے والا اس) خم (وحدت) میں جا پڑتا ہے۔ اور تم اس سے کہتے ہو۔ اٹھ کھڑا ہو (کہاں آن گرا) تو وہ بحالت سرور کہتا ہے۔ میں تو (عین) خم (بن گیا) ہوں۔ (اب اس سے نکلنا محال ہے اور اس عینیت کے عقیدہ پر) مجھ کو ملامت (بھی) نہ کرو۔

مطلب۔ جب کوئی مرتبہ فنا حاصل کر لیتا ہے۔ تو اگر کوئی اہل ظاہر اس سے کہتا ہے میاں! تم کن ملحدانہ خیالات میں پھنس گئے ہو۔ اس سے توبہ کرو۔ تو وہ بڑے سرور سے جواب دیتا ہے۔ بھائی میں تو اصطلاحی عینیت کی رو سے عین ذات ہوگیا ہوں مجھے مت چھیڑو۔ اور چونکہ میں اب اس رنگ سے نکلنے سے قطعاً معذور ہوں۔ اس لئے مجھے ملامت بھی نہ کرو۔ امیر خسرو رہ ؎

ایکہ بے خاک درت در دیدۂ من نور نیست | گر مثل جاں میرود ترک توام مقدور نیست

ولہ ؎

بادشاہ گو خوں بریز و شحنہ گو گردن بزن | ہر جا نے ترک جاناں مذہب احباب نیست

سعدی رہ ؎

گر از مقابلہ تیر آید از عقب شمشیر | نہ عاشق ست کہ اندیشہ از خطر دارد

آں منم خم خود انا الحق گفتنست | رنگ آتش دارد الا آہنست

لغات۔ انا الحق حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ جو بحالت

سکر وحدت کے مذاق میں انہوں نے کہا۔ اور شرعی فیصلے کے موافق ان کی سزائے موت کا باعث ہوا۔ وہ ایک ولی کامل اور وجد وحال میں سرشار تھے۔ نہایت مرتاض اور صاحب کرامات تھے۔ حلاج کے معنے ہیں دُھنیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ کپاس کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ انگلی سے اشارہ کیا۔ تو بحکم حق ایک اشارے سے روئی الگ اور بنولے الگ تھے۔ اسوقت سے یہ لقب پڑ گیا۔ چونکہ سکر کی حالت میں ان کی زبان سے اکثر ایسے کلمات نکلتے رہتے تھے۔ جو شریعت کے ظاہری ادب کے خلاف ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں مشائخ میں سخت اختلاف رہا۔ اکثر مشائخ ان کے مسلک کو اشتباہ و نفرت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اور کہتے تھے۔ وہ تصوف سے بے بہرہ ہے۔ مگر حضرت عبداللہ خفیف اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو بہت احترام سے یاد کیا ہے۔ بعض نے ان کو جادوگر سمجھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ اصحاب حلول سے تھے۔ چنانچہ بغداد میں بعض زنادقہ حلول و اتحاد کے قائل ہو کر اپنے آپ کو حلاجی کہتے تھے۔ جن میں سے اکثر کا وہی حشر ہوا۔ جو مرتدین کا ہوتا ہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ حضرت حسین ابن منصور حلاج اور ہیں۔ اور حسین منصور ملحد دوسرا شخص ہے۔ وہ بغدادی تھا۔ اور محمد زکریا کا استاد اور ابو سعید قرملی کا رفیق کار تھا۔ وہ بیشک جادوگر تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت منصور حلاج اولیاء کے طبقہ اوتاد سے تھے۔ ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ متاخرین میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب آپ کے کمال کے معترف ہیں۔ نقل ہے۔ کہ جب تمام علمائے عصر نے فتوےٰ دے دیا۔ کہ منصور واجب القتل ہے تو حضرت جنید بغدادی رہ نے دستخط نہ کئے۔ اسوقت آپ تصوف و طریقت کے لباس میں تھے۔ فتوےٰ خلیفہ بغداد کے سامنے پیش ہوا۔ تو اُس نے کہا۔ حضرت جنید کے دستخط کیوں نہیں کرائے گئے۔ ان کے دستخط ضرور ہونے چاہئیں۔ تو مجبوراً حضرت جنید خانقاہ سے اُٹھ کر دار الافتاء میں گئے۔ علماء کا لباس زیب تن کر کے اس فتوے پر یہ کلمات اپنے دستخط سے تحریر کر دیئے۔ کہ نَحْنُ نَحْکُمُ بِالظَّاهِرِ ہم بھی ظاہر پر حکم لگاتے ہیں (تذکرۃ الاولیاء) جب منصور کی سزائے موت کا فتوےٰ مکمل ہو گیا۔ اور ان کو پابزنجیر ننگی تلواروں کے پہرے میں دار کی طرف لے چلے۔ تو وہ نہایت شاداں و فرحاں وجد و شوق کے اشعار پڑھتے چلے جاتے تھے۔ کما قیل ؎

منم آں سیر زجاں گشتہ کہ با تیغ و کفن بدر خانۂ جلاد غزل خواں رفتم

گفتنے میں یائے مجہول وحدت کے لئے ہے نہ کہ یائے معروف علیٰ ہذا آہنے میں۔

ترجمہ۔ (کیونکہ اس کا) یہ کہنا کہ میں خم ہوں گویا اناالحق کہنا ہے (مگر یہ ذاتاً حق تعالےٰ کا عین ہونے کا دعوےٰ نہیں بلکہ) اس میں آگ کا رنگ (آگیا) ہے۔ ورنہ وہ (ذاتاً لوہے کا) لوہا ہے۔

مطلب۔ اگر منصور نے اناالحق کہدیا۔ تو کیا غضب کیا۔ کیونکہ اس کا مطلب بھی تو وہی ہے۔ جو ہم نے ابھی منم خم کا بیان کیا ہے۔ کہ خم کے رنگ میں رنگا جانے والا خم کے ساتھ متحد بالذات نہیں ہوتا۔ بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہا آگ میں رکھنے سے سرخ ہو جاتا ہے۔ تو بظاہر وہ آگ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے آثار بھی آگ کے سے ہیں۔ کہ جس چیز سے چھو جائے۔ اسکو جلا دیتا ہے۔ مگر ذاتاً وہ لوہا ہی ہے۔ پس اسی طرح جس کو فنا حاصل ہو گئی۔ اس کے اندر حق تعالےٰ کے

حضرت حسین ابن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

فیوض و برکات کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ ورنہ اس کی ذات اور ہے۔ حق تعالےٰ کی ذات اور وہ اس کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوًاکبیرًا ؎

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ شیخ منصور کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ جو شخص یہ جائز رکھتا ہے۔ کہ ایک درخت سے آواز آئے۔ کہ انی انا اللہ حالانکہ درخت درمیان میں نہیں۔ وہ اس بات کو کیوں جائز نہیں سمجھتا۔ کہ حسین ابن منصور کی زبان سے صدائے انا الحق بلند ہو۔ اور حسین ابن منصور درمیان نہ ہو۔ دوسرے یہی خیال کرنا چاہئے۔ کہ جس طرح حق تعالےٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے تکلم فرمایا۔ اسی طرح حضرت حسین ابن منصور کی زبان سے بھی کلام فرمایا ہو (تذکرۃ الاولیا) آگے مولانا اسی مثال کی توضیح فرماتے ہیں۔

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش ست ز آتشی میلافد و خامُش وش ست

لغات۔ محو۔ فنا۔ میلافد شیخی بگھارتا ہے۔ دعوے کرتا ہے۔ وش بمعنے مثل و نظیر۔

ترجمہ۔ لوہے کا (سیاہ و تاریک) رنگ آگ کے رنگ میں فنا (ہو گیا) ہے۔ (اسلئے وہ زبان حال سے اپنے) آگ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور (زبان قال سے) گویا خاموش ہے۔

مطلب۔ لوہا جب آگ کے رنگ میں ڈوب جاتا ہے۔ تو اس کی حالت ہی اس کے آگ ہونے کا اظہار کرنے لگتی ہے۔ وہ خود زبان قال سے کوئی یہ دعوے نہیں کرتا۔ کہ میں آگ ہوں۔ کہ اس کو دروغگوئی سے منسوب کیا جاسکے۔ میلافد کے لفظ میں یہ لطیف رعایت ہے۔ کہ یہ اظہار بھی محض ادّعا ہوتا ہے۔ جو مجبوراً بتقاضائے محویت صدور پاتا ہے۔ ورنہ حقیقۃً لوہا آگ نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ اپنا رنگ کھوچکا ہے۔ اس لئے اس وقت آگ کے رنگ کا مظہر اور اس کا مدعی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ کہ آپ میں تمام فضائل و کمالات موجود ہیں۔ چنانچہ زہد و تقوےٰ کے نمونہ کبرے ہیں۔ کرم باطنی میں بے عدیل ہیں۔ خاندان مصطفوی کے چشم و چراغ ہیں۔ مگر اتنی کسر باقی ہے۔ کہ آپ میں تکبر پایا جاتا ہے فرمایا میں متکبر نہیں ہوں۔ لیکن میرا خالق ذوالکبریا ہے۔ اور جب میں نے کبر و غرور کو اصلاً ترک کر دیا۔ تو اس کی کبریائی میری طرف آئی۔ اور میرے کبر کی جگہ مجھ میں سماگئی۔ (تذکرۃ الاولیا)۔ عراقی رح ؎

صدائے صوت توام گرچہ زار مینالم ہمیں خوشم کہ تو باما کہ ام ہم آوازی

آگے بھی اسی مثال کی توضیح کا اعادہ ہے:-

چوں بسرخی گشت ہمچو زرِّ کاں پس انا نارست لافش بے زباں

ترجمہ۔ جب وہ (لوہا) سرخی سے کان کے سونے کی طرح (لال) ہو گیا۔ تو زبان (قال) کے بغیر (محض زبان حال سے) یہ ادّعا کرنے لگا کہ میں آگ ہوں۔

مطلب۔ وحدۃ الوجود کا مسئلہ چل رہا ہے۔ اس مسئلے کے قائلین پر حق تعالےٰ کے ساتھ ذاتًا اپنی عینیت کے ادّعا کا جو الزام لگایا جاتا ہے۔ اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ اور اس بیان میں حضرت حسین ابن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول انا الحق کو موضوع بحث بنایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ انا الحق کہدینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی صبغۃ اللہ کے رنگ میں ڈوب جانے کے بعد کہدے۔ کہ "منم خم" یعنے میں خود رنگ

کا مشکا ہوں۔ تو وہ مشکا تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ انا الحق کہنے کی ایک بدیہی مثال یہ ہے۔ جیسے ایک لوہا آگ میں لال ہوکر زبان حال سے انا النار کہنے لگتا ہے۔ تو گو آثار وتاثیرات آتش کا مظہر ہونے کے لحاظ سے اس کا یہ ادعا بالکل غلط نہیں ہے۔ تاہم وہ عین آتش بھی نہیں۔ نہ اس کا یہ دعوے ہے۔ اور نہ سامع کو اس کی عینیت کے مغالطے میں پڑنا چاہئے۔ شعر میں انا النار بزبان عربی کہنے میں یہ رعایت مضمر ہے کہ اس کو لحاظ زبان بھی کلمہ انا الحق کی پوری نظیر دکھانا چاہتے ہیں۔

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم ۔۔۔ گوید او من آتشم من آتشم

لغات۔ محتشم شاندار، باشکوہ، بارعب۔ من آتشم میں آگ ہوں انا النار کا ترجمہ ہے۔

ترجمہ۔ لوہا آگ کے رنگ اور طبیعت سے شاندار بن گیا۔ (اس لئے) وہ (زبان حال سے) کہہ رہا ہے۔ میں آگ ہوں میں آگ ہوں۔

آتشم من گر ترا شک ست و ظن ۔۔۔ آزموں کن دست را بر من بزن

ترجمہ۔ میں آگ ہوں۔ اگر تم کو (میرے آگ ہونے میں) شک اور ظن ہے۔ تو آزما لو۔ (اور) مجھ پر (اپنا) ہاتھ رکھ (کر دیکھ) لو (اگر ہاتھ کو کباب نہ کر دیا تو کہنا)

مطلب۔ اہل اللہ بزبان حال فرماتے ہیں۔ کہ ہم متخلق باخلاق اللہ ہیں۔ اگر تم کو شک ہے۔ تو ہم سے نسبت پیدا کر کے تجربہ کر لو۔ غنیمت رہ ؎

بیا بنگر در آئینے کہ آنجا ۔۔۔ تجلی ہاست مشتاق تماشا

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ ۔۔۔ روئے خود بر روئے من یکدم بنہ

ترجمہ۔ میں آگ ہوں اگر یہ بات تیرے نزدیک مشکوک ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے اپنا منہ مجھ پر رکھ کر دیکھ لے۔ حافظ رہ ؎

زیں آتش نہفتہ کہ در سینۂ من ست ۔۔۔ خورشید شعلۂ الیست کہ در آسماں گرفت

آدمی چوں نور گیرد از خدا ۔۔۔ ہست مسجود ملائک ز اجتبا

لغات۔ مسجود جس کے آگے سجدہ کیا جائے۔ اجتبا برگزیدگی۔

ترجمہ۔ آدمی جب خداوند تعالیٰ سے نور حاصل کر لیتا ہے۔ تو (خداوند تعالیٰ کا) برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے (اس کا یہ رتبہ ہوتا ہے کہ) فرشتے اس کے آگے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔

مطلب۔ مسجود ملائکہ ہونے سے یا تو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کا سجدہ کرنا مراد ہے۔ کہ جب ابوالبشر کو سجدہ ہوگیا۔ تو ان کی اولاد بھی مثل مسجود ہوگئی۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ ملائکہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہوجاتے ہیں۔ غرض جب کوئی بندہ حق تعالےٰ سے اقتباس انوار کر لیتا ہے۔ تو چونکہ اس کے اندر بھی ایک اثر آجاتا ہے۔ اور وہ ذات حق کا عین اصطلاحی ہوجاتا ہے۔ پس وہ بھی گویا مسجود ملائکہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کے سجدہ کرنے کے متعلق اس زمانے میں بعض لوگ اس گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کہ اس سے مریدوں کا اپنے پیروں کے لئے سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ لہذا یہاں اس مسئلے پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ سجود کے معنے لغت میں تذلل و خاکساری کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس سے مراد بقصد عبادت زمین پر ماتھا رکھنا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا۔ کہ آدمؑ کے لئے سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا) تو اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہاں سجدہ سے کونسے معنے مقصود ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہاں سجدے کے شرعی معنے مراد ہیں۔ یعنے سجدہ عبادت۔ اور وہ خاص اللہ تعالےٰ کے لئے مقصود ہے۔ نہ کہ آدمؑ کے لئے۔ اور آدم علیہ السلام کو صرف بطور قبلہ سامنے رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ جس سے ان کی عزت افزائی مقصود تھی۔ نیز یہ حکمت تھی۔ کہ ملائکہ نے جو ان کی خلافت کی تجویز سن کر اس کے خلاف رائے ظاہر کی تھی۔ اب برعکس ان کو ان کی عظمت شان کا اعتراف کرنا پڑے۔ پس یہ شرعی اصطلاح کا تعبدی سجدہ تھا۔ اور اللہ کے لئے تھا۔ آدمؑ صرف قبلہ تھے۔ جس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔ جو صحیح مسلم و مسند امام احمد میں مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا قرأ ابن اٰدم السجدۃ فسجد اعتزل الشیطٰن یبکی و یقول یا ویلہ امر ابن اٰدم بالسجود فسجد فلہ الجنۃ وامرت بالسجود فعصیت فلی النار یعنے جب کوئی فرزند آدم قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان الگ ہو کر رونے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے ہائے افسوس فرزند آدم کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو وہ سجدہ کر کے جنت کا حقدار ہو گیا۔ اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا۔ تو میں حکم عدولی کر کے دوزخ کا مستوجب ہوا۔ انتہیٰ۔ چونکہ قرآن مجید کی آیات میں تمام سجدے تعبدی ہیں۔ اور قرآن مجید کو پڑھنے والا جب وہ تعبدی سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان حسرت سے کہتا ہے۔ اسی قسم کا سجدہ کرنے کا مجھے بھی حکم ہوا جس کے نہ کرنے سے میں سزاوار نار ہو گیا۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ ملائکہ اور ابلیس کو تعبدی سجدہ کا ہی حکم ہوا تھا جس کو فرشتے بجا لائے۔ اور شیطان نے انکار کر دیا

اس تقدیر پر آیت مذکور کے کلمہ لِاٰدَمَ میں حرف لام کے معنے الیٰ ہیں۔ جیسے حضرت حسان رضؓ کے اس شعر میں یہ حرف الیٰ کے معنے میں ہے۔ جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مدح میں کہا ہے ؎

الیس اوّل من صلے لقبلتکم
واعرف الناس بالقراٰن بالسنن

یعنی کیا یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے تمہارے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور یہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قرآن اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم ہیں۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا "اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ آدم کی طرف رخ کر کے اللہ کو سجدہ کرو الخ" یا آدمؑ کو ان ملائکہ پر سجدہ توبہ واجب ہونے کا سبب بنایا گیا۔ کیونکہ ان سے ایک معترضانہ گفتگو کی خطا ہو گئی تھی۔ اس صورت میں لام سببیت کے لئے ہوگا۔ جیسے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ میں

ہے۔ جس کے معنے ہیں آفتاب کے ڈھل جانے سے نماز پڑھو۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ آدم (علیہ السلام کے معاملے) کے سبب سے اللہ کو سجدہ کرو۔
یا آیت مذکور میں سجدے کے لغوی معنے یعنے تذلل و خاکساری مراد ہیں جس سے تسلیم و تعظیم مقصود تھی۔ جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ بغوی رح نے کہا ہے۔ کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ اور کہا اس میں چہرہ زمین پر نہیں رکھا جاتا تھا۔ صرف سر اور کمر خم کی جاتی تھی۔ جب دین اسلام آیا۔ تو یہ طریقہ تعظیم منسوخ اور باطل قرار پایا۔ اور اس کی بجائے سلام مسنون مقرر ہوا (تفسیر مظہری) اس بحث سے ظاہر ہے۔ کہ اس زمانہ میں جو بعض کم علم و مبتدع لوگوں نے سجدہ تعظیمی کے جواز کا شور و غل مچا رکھا ہے۔ اور وہ اس پر ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا واقعہ بطور دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر وہ سجدہ تعبدی تھا۔ تو وہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر تعظیمی تھا۔ تو وہ شرائع سابقہ کا ایک عمل تھا۔ جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو چکا۔ اب اس کا عامل مشرک و مبتدع قرار پاتا ہے۔ اگر یہ لوگ شرائع منسوخہ کے احکام پر عامل رہنا جائز سمجھتے ہیں۔ تو چاہیئے۔ کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز سمجھیں۔ جو امم سابقہ کا قبلہ تھا۔ یہود کے لئے دختر خواہر سے نکاح کرنا جائز تھا۔ تو مناسب ہے کہ یہ اصحاب بھی اس جواز سے فائدہ اٹھایا کریں۔ ہاں تو اور سنیئے۔ اگر سجدہ تعظیمی کی سنت آدم جائز العمل ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے بیٹیوں کا باہم نکاح بھی ہو جاتا تھا۔ ذرا اس سنت پر بھی عمل کیجئے۔ اسی طرح صدہا مسائل ہیں۔ جو شرائع قدیمہ میں معمول بہا تھے۔ آج ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر ان پر عمل کرنے سے ان اصحاب کا یہ عذر ہے۔ کہ وہ ہماری شریعت میں منسوخ اور اس امت کے لئے ناجائز ہیں۔ تو پھر ان کو صرف سجدہ تعظیمی کے جواز کے لئے امم سابقہ کے نظائر پیش کرنے اور شرائع سابقہ سے استدلال کرنے سے بھی کچھ شرمانا چاہیئے۔

نیز مسجود کسے کو چوں ملک — رستہ باشد جانش از طغیان و شک

ترجمہ (اور) فرشتوں کی طرح وہ لوگ بھی اس کے سامنے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ جن کی روح سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو۔

مطلب۔ انکار حق کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگرچہ حق کا یقین ہو۔ مگر نفسانی ضد اس کے اعتراف کے لئے سر تسلیم خم نہ کرنے دے۔ جیسے شیطان کا انکار ہے۔ اور جیسے بقول بعض اہل سیر فرعون کا انکار تھا۔ کہ وہ موسےٰ اور رب موسیٰ کی سچائی پر یقین ہونے کے باوجود محض تعصب و ضد سے اپنے کفر پر اڑا رہا۔ دوسری وجہ شک ہے۔ یعنے قبول حق سے کوئی نفسانی ضد یا ہٹ دھرمی مانع نہ ہو بلکہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ امر حق پر یقین ہی نہ آتا ہو۔ اور مختلف شکوک و شبہات اور وساوس اس کے قبول سے مانع ہوں پس حق کو وہی قبول کر سکتا ہے۔ جو ان دونوں موانع سے پاک ہو۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو بزرگ مصبغ بصبغۃ اللہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نہ صرف فرشتے تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ بلکہ بنی نوع بھی بشرطیکہ ان کے نفس میں کوئی امر مانع تعظیم نہ ہو۔ اس کے آگے سر اطاعت خم کر دیتے ہیں۔
یہاں چونکہ مولانا رح ذات و صفات میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب

فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے۔ لہذا متنبہ ہو کر بزبانِ ملامت گر بطور ملامت فرماتے ہیں:۔

آتشے چہ آہنے چہ لب ببند ریشِ تشبیہ و مُشبّہ بر مخند

لغات۔ بر ریش کسے خندیدن۔ کسی کی ہنسی اڑانا۔ ریشخند بھی آتا ہے۔ **ترکیب** بر حرف جار اپنے مجرور سے مل کر واقع ہوا ہے۔ یعنی بر ریش تشبیہ و مشبہ۔

ترجمہ۔ کونسی آگ اور کہاں کا لوہا (ذاتِ حق کے بارے میں تشبیہ دینے کی گستاخی نہ کرو) خاموش رہو (جب تم خود تشبیہ کا ارتکاب کر رہے ہو تو پھر آئندہ) تشبیہ اور تشبیہ دینے والے کی ہنسی نہ اڑانا۔ جامیؒ

چشم مشبّہ زجمالِ تو کور عقل منزہ زکمالِ تو دُور

پائے در دریا منہ کم گو ازاں بر لبِ دریا خمش کُن لب گزاں

ترجمہ (ذات و صفاتِ حق کے) دریا میں پاؤں نہ رکھو۔ اس بحث میں نہ پڑو (بلکہ اس) دریا کے کنارے پر (حیرت سے اپنے) لب کاٹتے ہوئے (ادب کے ساتھ) خاموش کھڑے رہو۔ امیر خسروؒ

بکنہ حق نرسد عارف ارچہ دانندہ است آسماں نیز و جعفر ار چہ طیّار است
بہ ارعنانِ ادب درکشم دریں میداں کہ نہ فراز نشیبش بپائے رہوار است

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر لیک من نشکیبم از غرقابِ بحر

ترجمہ اگرچہ (آپ کا ارشاد بجا ہے۔ اور میری تو کیا بساط ہے) مجھ ایسے سینکڑوں تیراکوں کو (بھی اس) دریا (میں پاؤں رکھنے) کی تاب نہیں۔ لیکن (کیا کروں مجبوری ہے) مجھے دریا میں غرق ہوئے بدوں صبر نہیں آتا۔ صائبؒ

از طوفانِ حوادث عاشقاں را نیست پروا نیندیشد نہنگ پر دل از آشفتنِ دریا

مطلب۔ اوپر ناصح کی زبان سے کہا تھا۔ کہ معاملہ الٰہیہ میں لب کشائی زیبا نہیں۔ خاموش رہو۔ یہاں مخاطب کی زبان سے بطور عذر جواب دیتے ہیں۔ کہ میں اس معاملہ میں مجبور ہوں۔ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا۔

جان و عقلِ من فدائے بحر باد خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد

لغات خون بہا۔ وہ معاوضہ خون جو قاتل کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو نقد یا مال کی صورت میں پیش کیا جائے۔ عربی میں اس کو دِیت کہتے ہیں (بکسر دال و فتح یا)۔

ترجمہ (اگر) میری جان اور عقل (بھی) اس دریائے (ذات و صفات) پر سے قربان ہو جائے (تو کچھ پروا نہیں کیونکہ) اسی دریا نے میری عقل و جان کے خون کا معاوضہ (دولتِ عرفان کی صورت میں مجھے) عطا کر دیا ہے۔

تاکہ پایم میرود رانم درو چوں نماند پا چو بطانم درو

لغات۔ رانم۔ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع از راندن ہانکنا۔ چلانا۔ بطان جمع بط بطخ۔

ترجمہ۔ جب تک میرا پاؤں چلتا رہے گا۔ تو میں اس دریا میں گھستا چلا جاؤنگا۔ جب پاؤں (میں زور) نہ رہے (تو پھر) میں بطخوں کی طرح ہوں (کہ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتا ہوں کہ وہ جدھر چاہے مجھے بہالے لئے جائے)۔

مطلب۔ اس بحر بیکراں میں تیرائی اور غواصی کی طاقت جب تک رہے گی۔ تو میں صبر و تحمل سے کام لونگا اور جب حالت ضبط و اختیار سے باہر ہوگئی۔ تو پھر تفویض محض اختیار کروں گا۔ کما قیل ؎

ما کار خویش را بخدا دند کار ساز بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

جب مولانا نے ذات و صفات حق کو دریا سے اور اس میں بحث کرنے کو دریا میں گھسنے سے تشبیہ دی۔ تو ظاہر ہیں کی طرف سے یہ اعتراض ہونا ممکن تھا۔ کہ ذات حق کو دریا سے تشبیہ دینا صریحاً بے ادبی ہے۔ اس کے جواب میں بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ بے شک یہ ایک طرح کی بے ادبی سہی۔ مگر جو شخص اس دریا میں گھستا ہے وہ حاضر ہے۔ اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب۔ سو حاضر اگر فی الجملہ بے ادب بھی ہو۔ یعنے اتفاقاً غلبہ حال میں اس سے کوئی گستاخی سرزد ہو جائے۔ تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

بے ادب حاضر ز غائب خوشترست حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست؟

ترجمہ۔ بے ادب حاضر غائب سے بدرجہا اچھا ہے (کہ اس کو شرف حضوری تو حاصل ہے دیکھو) دروازے کی زنجیر اگر ٹیڑھی بھی ہو۔ تو کیا وہ در پر موجود (ہونے کی فضیلت سے بہرہ ور) نہیں (پس لا محالہ وہ ایسے سیدھے لوہے سے اچھی ہے جس کو در تک رسائی نہیں)۔

مطلب۔ جو شخص دولت بیعت اور شرف حضوری سے بہرہ مند ہے۔ اس سے خلاف ادب کچھ قصور سرزد ہونا بھی ممکن ہے۔ اور جو شخص اس دولت و شرف سے بے بہرہ ہے۔ اس سے یہ قصور کہاں سرزد ہو سکتا ہے۔ بے ادبی کا قصوروار قرب و حضوری سے متمتع تو ہے۔ پس اس بے قصور سے یہ قصوروار ہزار درجہ افضل ہے۔ آگے مولانا اس دریائے وحدت کی طرف رسائی پیدا کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ جو تعلق شیخ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اے تن آلودہ بگرد حوض گرد پاک کے گردد برون حوض مرد

ترجمہ۔ اے (آلایش عصیاں سے اپنے) وجود کو آلودہ رکھنے والے! حوض (یعنے پیر طریقت) کے پاس آمد و رفت رکھ (جو تیری اس آلایش کو دھو ڈالے)۔ بھلا حوض سے باہر رہنے والا آدمی کب پاک ہو سکتا ہے؟ جامی رہ ؎

تا نکنی روئے بدریا دلے نبود از گوہر دل حاصلے

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد — او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد

ترجمہ۔ پاک آدمی بھی جب حوض سے (یوں) دور رہے۔ (کہ اس کے پاس کبھی بھی نہ جائے) تو وہ اپنی پاکیزگی سے بھی دور رہے گا۔

مطلب۔ پاک (با طہارت آدمی کا نجاسات حقیقیہ وحکمیہ سے بار بار ناپاک ہونا ممکن بلکہ ضروری ہے۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے حوض سے کیونکر مستغنی رہ سکتا ہے مستغنی رہیگا۔ تو ناپاک بھی رہیگا۔ اسی طرح مرید روحانی پاکیزگی کے حاصل ہونے اور اپنے قلب و روح پر آثار فیض نمایاں ہو جانے کے بعد بھی پیر کی صحبت کا محتاج ہے۔ جامی رح

تکمیل یکنفس از صحبت عیسے نفساں — نقد انفاس عزیز ست غنیمت دارش

(۲) یہ شبہ کہ جس طرح عوام کو پاک ہونے کے باوجود پھر ناپاک ہونے کا خطرہ ہے۔ حوض یعنے شیخ اس خطرے سے کیونکر محفوظ ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

پاکی ایں حوض بے پایاں بود — پاکی اجسام کم میزاں بود

ترجمہ۔ اس حوض (یعنے شیخ) کی پاکیزگی بے پایاں ہے (اس لئے زائل نہیں ہوتی۔ کہ ایک دریائے ناپید اکنار نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ بخلاف اسکے عام جسموں کی پاکی کم مقدار ہے (اسلئے ان پر نجاست غالب آسکتی ہے) سعدی رہ

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ — عارف کہ برنجد تنک آب ست ہنوز

زانکہ دل حوضے ست لیکن در کمیں — سوئے دریا راہ پنہاں دارد ایں

ترجمہ کیونکہ (شیخ کا) دل (گو بظاہر) ایک (محدود) حوض ہے۔ لیکن خفیہ طور پر یہ (حوض اپنے اندر) دریائے (احدیت تعہ) کی طرف ایک چھپی موری رکھتا ہے۔

مطلب جس طرح ایک چشمہ دار جھیل جو اندرون ارض کے بے پایاں پانی سے مدد پاتی ہے۔ اور اس سے ندی نالے بہ نکلتے ہیں۔ اپنی غیر محدود پانی کے سبب کسی قسم کی آمیزش سے متغیر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح چونکہ شیخ کامل کے دل کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ظاہری و باطنی نجاسات سے متغیر نہیں ہوسکتا

سعدی رہ

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوے — چو بگذشت بر عارف جنگجو
گرایں مدعی دوست بشناختے — بہ پیکار دشمن نپرداختے

پاکی محدود تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

ترجمہ (اے مرید) تیری محدود پاکی (مرشد سے) مدد چاہتی ہے۔ ورنہ (خوف ہے کہ یہ پاکی کم ہوتی ہوتی بالکل نابود ہوجائے۔ جس طرح کوئی گنتی (کی چیز) خرچ ہوتی ہوتی کم ہوجاتی ہے۔

مطلب - اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ مرید مرشد کے فیضان کا ہمیشہ محتاج ہے۔ کیونکہ مرشد کی پاکی غیر محدود ہے۔ اور مرید کی پاکی محدود۔ محدود پاکی غیر محدود پاکی کی مدد سے ناقابل تغیر بن جاتی ہے۔ حافظ رحمہ

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست ورنہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

تمثیل در بیان خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کے آلودگان نجاست کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب گفت آلودہ کہ دارم شرم زاب

ترجمہ - ایک آلودہ نجاست کو پانی نے کہا میرے اندر چلے آؤ۔ (تاکہ تم نجاست سے پاک ہو جاؤ) آلودہ (نجاست) نے عذر کیا کہ مجھے تو پانی سے شرم آتی ہے (کہ میں ناپاک اس پاک کے اندر داخل ہو کر اسے بھی ناپاک کر دوں) حافظ رحمہ

شرم از خرقۂ آلودۂ خود مے آید کہ برو پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام

گفت آب این شرم بے من کے رود بے من این آلودہ زائل کے شود

ترجمہ - پانی نے کہا یہ شرم مجھ بدون کیونکر جا سکتی ہے۔ یہ آلودگی میرے بغیر کیونکر دور ہو سکتی ہے۔

مطلب - اگر تم کو اپنے گناہوں سے شرم آتی ہے۔ اور گناہوں کو دور کر کے شرم و خجلت سے نجات پانا چاہتے ہو۔ تو اس کی تدبیر یہی ہے۔ کہ مجھ میں داخل ہو کر پاک ہو جاؤ۔ اس تمثیل کو ما قبل کے ساتھ مربوط کرنے کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا تعلق "اے تن آلودہ گرد حوض گرد" کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ تجھ کو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر داخل ہونے سے شرم نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پانی آلودہ نجاست کو بلاتا ہے۔ اور پھر اس کے عذر پر یوں دوبارہ اصرار کرتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس کا تعلق "پاکی محدود تو خواہد مدد" سے ہو۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا۔ کہ دریا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے تجھے محجوب نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پانی خود دعوت دے رہا ہے کہ میرے اندر آؤ۔ دوسری توجیہ معنے کے ساتھ زیادہ اقرب ہے اور پہلی الفاظ کے ساتھ (کلید)

ز آب ہر آلودہ کو پنہاں شود الحیاء یمنع الایمان بود

ترجمہ - اگر ہر آلودہ (نجاست بتقاضائے شرم یوں) پانی سے چھپنے لگے۔ تو حیا بفحوائے حدیث دلیل ایمان نہیں بلکہ) مانع ایمان ہوگی۔

مطلب - حیا، و شرم دراصل ایک اچھی خصلت ہے۔ جو انسان کو گناہوں اور بُرے کاموں پر مائل ہونے سے روکتی ہے رحمہ

پرو جمعیت خاطر بود صاحب حیا ۔۔۔ بر نہ بیند تا نظر برشیت پا دارد کسے

اسی لئے احادیث کثیرہ میں حیاء کی تعریف آئی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی قبیل سے ہے۔ اور مسلم و ابوداؤد کی روایت ہے۔ اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ۔ حیاء ساری کی ساری بھلائی ہے۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے۔ اَلْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ حیاء اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَرْنٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الْاٰخَرُ۔ یعنے حیاء اور ایمان باہمی رفاقت میں ہیں۔ جب ان میں سے ایک کو سلب کیا جائے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی چلا جاتا ہے (جامع صغیر سیوطی رح)

مگر عرف عام میں ایک اور خاص قسم کی عادت کو بھی شرم و حیاء کہہ دیتے ہیں۔ جو دراصل کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ وہ نفس کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کے عیوب میں داخل ہے۔ جس کو جھجک یا رکاوٹ یا اٹک کہتے ہیں۔ اس کا منشا یہ ہے۔ کہ نفس کی کمزوری کے سبب سے کوئی نیک کام کرتے بھی طبیعت محجوب ہوتی ہے۔ اس قسم کی شرم کو عوام بھی مذموم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مشہور مقولہ ہے کہ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حیائے محمود باعث بدقسمتی ہے۔ بلکہ اس میں حیائے مذموم مراد ہے۔ ایسی بھونڈی حیاء والے شخص میں نہ شجاعت ہوتی ہے۔ نہ قول حق کی جرأت۔ نہ اظہار صداقت کی ہمت۔ نہ معاملات کو سلجھانے کی لیاقت۔ لہذا اس کی بدقسمتی میں کیا کلام ہے۔ ایک اور مقولہ مشہور ہے۔ جس میں حیاء کی دونوں قسموں یعنے محمود اور مذموم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ایک شرم جنت کو لے جائے۔ اور ایک شرم جہنم کو لے جائے۔ جس میں پہلی حیاء سے وہ قسم مراد ہے۔ جو شعبہ ایمان ہے۔ اور دوسری حیاء سے وہ مراد ہے۔ جو فرائض و واجبات اور دیگر نیک کام کرتے وقت دامنگیر ہو کر مانع فعل خیر ہو جاتی ہے۔ اور جس کو موجب بدقسمتی کہا گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص نہایت خوشحال با اولاد جس کے بیٹے پوتے پڑوتے تک سامنے موجود۔ مگر اس پیرانہ سالی میں نماز روزے کا نام نہیں۔ اس کو کہا گیا بڑے میاں اللہ تعالےٰ نے تم کو تمام مرادوں سے بہرہ مند کیا ہے۔ اس کا شکر لازم ہے۔ اب عمر بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ نماز پڑھا کرو۔ وہ بولا حضرت جی! بے شک نماز فرض ہے۔ مگر بدقسمتی سے ساری عمر نماز پڑھنے کا موقع نہیں آیا۔ تو مرتے دم لٹے سیدھے ہوتے شرم آتی ہے۔ استغفر اللہ بل ما عوذ بہ من شر الشیطان۔

شعر مذکور مولانا کا مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرشد سے تعلق پیدا کرنے میں اگر شرم مانع ہے تو یہ حیائے محمود نہیں بلکہ حیائے مذموم ہے۔ کیونکہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کو جسم و جامہ پاک کرتے شرم آتی ہو۔ اور جسم و جامہ کی پاکی بفحوائے حدیث الطہور شطر الایمان۔ ایمان کا ایک حصہ ہے۔ تو جو شخص پاکی سے کنارہ کش ہے۔ وہ گویا فی الجملہ ایمان سے دست بردار ہے۔ پھر جو حیا ایمان سے دست برداری کی موجب ہو۔ وہ حیائے محمود کی قبیل سے کیونکر ہو سکتی ہے۔ جو ایمان کا شعبہ ہے۔ بلکہ حیائے مذموم کی قسم سے ہے۔ جس پر الحیاء من الایمان کی بجائے الحیاء یمنع الایمان کا قول صادق آتا ہے۔ اسی طرح مرشد سے استغفا منہ کرتے ہوئے محجوب ہونے والے کے متعلق قیاس کر لو۔ کہ وہ سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے یا نہیں؟

دِل زِ پایۂ حوضِ تن گِلناک شد ۔۔۔ تن زِ آبِ حوضِ دِلہا پاک شد

لغات ۔ پایہ ۔ درجہ ۔ زینہ ۔ گِلناک ۔ آلودہ خاک ۔ گدلا ۔

ترجمہ ۔ دل حوض بدن کے درجے (پر آنے) سے مکدر ہوگیا۔ اور بدن دلوں کے حوض سے پاک ہوگیا۔

مطلب یہ ۔ تمہارے بدن کے اندر دو طرح کے حوض ہیں۔ ایک حوض بدن دوسرا حوض قلب یعنے ایک مبدء رذائل دوسرا مبدء فضائل ۔ حوض بدن بالکل مکدر ہے ۔ اور اس کے ساتھ قلب بھی گدلا ہو جاتا ہے۔

صائب ؎ نیست آساں در بدن ہا از صفا داشتن زنگ از آئینہ بردل در تہ گل مشکل ست

اور حوض دل اس قدر صاف وشفاف ہے ۔ کہ وہ بدن کو بھی پاک وصاف کر سکتا ہے ۔ صائب ؎

شد جہاں پر نور تا دل را مصفا ساختم خاک یوسف زار شد تا سینہ را پرداختم

گرد پایہ حوض دل گرد اے پسر ہاں ز پایہ حوض تن میکن حذر

ترجمہ ۔ اے عزیز حوض دل کے زینے کی طرف آمد و رفت رکھو۔ خبردار! حوض بدن کے زینے سے بچتے رہو۔

مطلب ۔ اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اخلاق ذمیمہ سے بچو۔ روح اور روحانیت کی طرف متوجہ رہو۔ کہ مبدء فضائل ہے ۔ اور جسم وجسمانیت کے اہتمام کی پروا نہ کرو جو مبدء رذائل ہے۔

صائب رح ؎

یک درہم اندر جہاں گرد بیفشاں تا چند تواں داد صفا خانہ تن را

بحر تن بر بحر دل بر ہم زناں درمیاں شاں برزخ لا یبغیان

ترجمہ ۔ دریائے بدن دریائے قلب سے ٹکراتا ہوا (چل رہا) ہے ۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ (اس کی وجہ سے) یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے۔

مطلب ۔ اخلاق حمیدہ اور اخلاق ذمیمہ دونوں کے مبادی خود انسان کے اندر موجود ہیں۔ جن کے درمیان نہایت لطیف تفاوت ہے ۔ جس کا ادراک نہایت مشکل ہے ۔ اس کا ادراک اخلاق کا وہ اعتدال حقیقی ہے ۔ جس پر چلنا بقول علماء اخلاق دنیا کی پلصراط ہے ۔ کہ جس سے ذرا ادھر ادھر ہونا افراط یا تفریط کے جہنم میں جا گرنے کا باعث ہے ۔ اس تفاوت کا ادراک بہت بڑے مبصر کا کام ہے ۔ جو ہر بات کے متعلق یہ محسوس کر سکے ۔ کہ یہ اقتضائے نفس ہے یا اقتضائے قلب ہے ۔ مثلاً یہ کہ کوئی خوبصورت لڑکا یا عورت نظر آگئی ۔ جو دل کو بھلی معلوم ہوئی ۔ تو اب یہ سمجھ لینا کہ اس کا دل کو بھلا لگنا اس کے مظہر جمال حق ہونے کے باعث سے ہے یا کید نفس سے نہایت مشکل ہے ۔ اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے پس اگر خود اپنے اندر ایسی بصیرت نہ ہو ۔ تو پھر اپنے آپ کو کسی مبصر کے سپرد کر دینا چاہیے ۔ اور اس معاملے میں صرف اس کے ارشاد پر عمل کیا جائے ۔ اپنی رائے اور تجویز کو ہرگز دخل نہ دیا جائے ۔ آگے اس بنا پر تفریع فرماتے ہیں۔

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ ‏ ‏ ‏ ‏ پیشتر مے غژ بدو واپس مغژ

لغات ۔ غژیدن ۔ گھٹنوں کے بل چلنا ۔ غژ اس سے امر ہے ۔ بدو ۔ با اس کی طرف او کی ضمیر راجع بحوض دل ہے ۔ اور یہ جار و مجرور متعلق ہے مے غژ کے ۔

ترجمہ ۔ اگر تم (ادب سے) سیدھے چلتے ہو یا (بے ادبی سے) ٹیڑھے (بہرکیف جس طرح بھی چل سکو خواہ) گھٹنوں کے بل (ہی چلو) اس (حوض) کی طرف آگے ہی چلتے رہو ۔ واپس نہ ہٹو ۔

مطلب ۔ پیچھے کہا تھا ۔ کہ "بے ادب حاضر زغائب خوشتر است" یعنے اگر اضطراراً کوئی حرکت خلاف ادب سرزد ہو جائے ۔ تو اس کا نتیجہ نہ ہونا چاہیے ۔ کہ تارک حضوری ہی ہو جائے ۔ پھر اس کے بعد سلسلہ کلام کہیں سے کہیں چلا گیا تھا ۔ اب پھر فرماتے ہیں ۔ کہ اگر اضطراراً اور سہواً اور بغلبہ حال کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جائے ۔ تو بھی منازل کمال کے طے کرنے میں توقف نہ ہونا چاہیئے ۔ بلکہ جو قدم پڑے ۔ آگے ہی پڑنا چاہیے ۔ پیچھے نہ ہٹو ۔ سعدی رہ ؎

قدم پیش نہ کز فلک بگذری ‏ ‏ ‏ ‏ کہ گر باز مانی ز دو کمتری

پیش شاہاں گر خطر باشد بجاں ‏ ‏ ‏ ‏ لیک نشکیبند عالی ہمتاں

ترجمہ ۔ اگرچہ بادشاہوں کے سامنے (جانا) جان کے لئے خطرہ ہے ۔ مگر عالی ہمت لوگ پیش ہوئے بدون صبر نہیں کر سکتے ۔ سعدی رہ ؎

ز دیدنت نتوانم کہ دیدہ بر بندم ‏ ‏ ‏ ‏ گر از مقابلہ بینم کہ تیر مے آید

شاہ چوں شیریں تر از شکر بود ‏ ‏ ‏ ‏ جانِ شیریں رود خوشتر بود

ترجمہ ۔ جب بادشاہ (کا قرب) شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوتا ہے ۔ تو (اگر اسکے قرب کی طلب ہیں) جان شیریں بھی جاتی رہے ۔ تو اچھا ہے ۔ صائب ؎

نیست غیر از مرگ ساحل مورد شہد افتادہ را ‏ ‏ ‏ ‏ بر گرفتن دل ازاں شیریں شمائل مشکل ست

اے ملامت گو سلامت مر ترا ‏ ‏ ‏ ‏ وے سلامت جو توئی واہی العرٰی

لغات ۔ ملامت گو عاشق کو اس کے عشق پر ملامت کرنے والا ۔ ناصح ۔ واعظ ۔ واہی سست ۔ عرٰی ۔ دستاویزات ۔ جمع عروہ ۔ واہی العرٰی سست اور کمزور دستاویزوں والا ۔ جس کے دعوے کے دلائل کمزور ہوں ۔ جس کا سامانِ نجات ناقابل اعتماد ہو ۔ یہ لفظ اکثر نسخوں میں درج ہے ۔ مگر ہمارے نسخے میں اس مصرعہ کے الفاظ یوں ہیں " وے سلامت جو رہا کن تو مرا " مگر کثرت روایت اس نسخے کو اختیار کرنے کی مؤید ہوئی ۔

ترجمہ ۔ اے ملامت کرنے والے (ناصح) جو مجھے عشق سے سلامت رہنے کی ہدایت کر

رہا ہے) سلامتی تجھی کو (مبارک ہو) اور اے سلامتی تلاش کرنے والے تو ایک ضعیف دستاویز والا ہے (تیرا دعویٰ ناقابل اعتماد ہے) حافظ رہ ؎

نصیحتم چہ کنی ناصحا تو میدانی — کہ من نہ معتقدِ مردِ عافیت جویم

مطلب - عروہ دراصل ہاتھ سے تھامنے کی چیز کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی ڈوبتے وقت بچنے کے لئے رسی وغیرہ کسی چیز کو تھام لے۔ وہ بھی عروہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ اے ناصح یہ قلت اعتماد اور ضعف اعتقاد تمہارا ہی حصہ ہے۔ کہ اونٹنے سے ابتلا بر محبوب حقیقی کو چھوڑ دینا گوارا کرتے ہو۔ ہم اس میدان سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم جو عشق بلا انگیز سے بچنے کے لئے حزم و احتیاط سے کام لیتے ہو۔ تو شاید تم کو یہ گمان ہوگا کہ یہ ہماری نجات کا وسیلہ ہے۔ مگر یاد رہے۔ کہ یہ وسیلہ نہایت بودا ہے۔ کہ مطلوب حقیقی سے دُور رکھتا ہے اور اس سے دور رہنے میں نجات کہاں۔ عراقی رہ ؎

مردن وفا کے شدن بہتر کہ بے تو زیستن — سوختن خوشتر ہے کز روے تو گردم جدا

دوسرے نسخے یعنے "تو اے سلامت جو رہا کن تو مرا" کی صورت میں یہ مطلب ہے۔ کہ اے ناصح مشفق تم جو مجھ کو گرداب عشق سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جاؤ تم ساحل سلامتی پر جا پہنچو۔ مجھے اسی گرداب میں رہنے دو۔ حافظ رہ ؎

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود — مہرت نہ عارضی ست کہ جاے دگر شود

جانِ من کورہ است و با آتش خوش ست — کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست

لغات - کورہ۔ آتشدان۔ لوہاروں کی بھٹی۔ ویران و خراب کے معنے میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ اگلے شعر میں یہ لفظ اسی معنے میں مستعمل ہوگا۔ بس۔ کافی۔

ترجمہ - میری جان تو بھٹی ہے (جو آگ کے لئے بنی ہے) اور (اس لئے وہ عشق کی) آگ ہی کے ساتھ خوش ہے (کہ جس چیز کے لئے بنی ہے وہ اس میں موجود ہے) بھٹی کو یہی (مراد) کافی ہے۔ کہ وہ آگ سے لبریز ہے۔ حضرت جانجاناں مظہر الشہید قدس سرہٗ ؎

ز عشقِ او بداغے کے تسلی مے شوم مظہر — کہ غرقِ سوختن چوں شعلہ می خواہم سراپا را

سعدی رہ ؎

اگر عاشقی خواہی آموختن — بکشتن فرح یابی از سوختن

ہمچو کورہ عشق را سوزیدنے ست — ہر کہ او زیں کورہ باشد کودنے ست

لغات - کودن۔ بیوقوف۔ احمق۔ کمینہ۔ نااہل۔

ترجمہ - بھٹی کی طرح عشق کا کام تو جلا دینا ہے۔ جو شخص اس سے بے بہرہ ہے وہ نااہل ہے۔ نظامی رہ ؎

کسے کز عشق خالی شد فسردہ است — گرش صد جان بود بے عشق مردہ است

ز سوزِ عشق بہتر در جہاں چیست — کہ بے او گل نخندد ابر نگریست

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد — جانِ باقی یافتی و مرگ شد

لغات ۔ برگ ۔ سامان ۔ بے برگی ۔ بے سامانی ۔ شد پہلے مصرعہ میں فعل ناقص اور دوسرے مصرعہ میں بمعنے رفت فعل تام ہے ۔

ترجمہ ۔ جب بے سامانی کا سامان تیرا سامان بن گیا ۔ تو تجھے ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی مل گئی اور موت جاتی رہی ۔

مطلب ۔ جب آتش عشق تن من کو پھونک کر فنا اور بے سامان کر دیتی ہے ۔ تو اس فنا سے بقاء تام اور ہستی و دوام حاصل ہو جاتی ہے ۔ اور موت رفوچکر ہوتی ہے ۔ جامی رح ؎

در بحر کبریائے تو آنکس کہ شد فنا — چوں خضر راہ بردہ بسر چشمۂ حیات

حافظ رح ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

چوں ترا غم شادی افزودن گرفت — روضۂ جانت گل و سوسن گرفت

ترکیب ۔ غم افزودن کا فاعل ہے ۔ اور شادی اس کا مفعول بہ ۔

ترجمہ ۔ جب غم تمہاری خوشی بڑھانے لگے ۔ تو تمہاری روح کے باغ میں (علوم و معارف کے) گل و سوسن پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے ۔

مطلب ۔ غم عشق جانگزا نہیں بلکہ جاں افزا ہے ۔ اس غم پر سینکڑوں خوشیاں قربان ہیں ۔ یہ غم روحانی ترقی کا باعث بھی ہے ۔ سعدی رح ؎

غمے خور کو بشادی ہائے بے اندازہ انجامد — چو سبقلاں مرد نہالِ آن شادی کہ غم گردد

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست — بط قوی در بحر و مرغِ خانہ سست

ترجمہ ۔ جو چیز دوسروں کے لئے خوف (کا باعث) ہے ۔ وہ تیرے لئے (موجب) امن ہے (دیکھو) بطخ دریا میں قوت پاتی ہے اور خانگی مرغ ادھموا (ہو جاتا ہے)

مطلب ۔ غم عشق سے لوگ ڈرتے ہیں ۔ مگر تمہارے لئے وہ باعث امن ہے جس کی مثال دریا ہے کہ دوسرے تمام پرندے اس میں تیرنے سے عاجز ہیں ۔ مگر بطخ کے لئے دریا میں تیرنا عین راحت ہے ۔ حافظ رح ؎

در آرزوے آنکہ رسد دل براحتے — جاں در درونِ سینہ غمِ عشق او نہاد

باز دیوانہ شدم من اے طبیب — باز سودائی شدم من اے حبیب

ترجمہ ۔ اے طبیب ! میں پھر دیوانہ ہو گیا ۔ اے دوست ! میں پھر سودائی ہو گیا ۔ نعمت خانعالی عفراللہ ؎

باز آمدست بر سرِ دیوانگی دلم — تا آخرِ بہار بہ بینیم چہ مے شود

وکما قیل ؎

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق　　سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

وبکذا ؎

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے　　بیٹھے بیٹھے خدا جانے یہ کیا یاد آیا

حلقہائے سلسلہ تو ذو فنوں　　ہر یکے حلقہ وہد دیگر جنوں

لغات سلسلہ زنجیر۔ ذو فنون۔ عجائبات سے پُر۔ دیگر۔ نئی قسم کا۔

ترجمہ (اور کیوں نہ ہوں میں) تیری (جس زنجیر (میں جکڑا ہوا ہوں اس) کے حلقے عجائبات سے پُر ہیں (اس کا) ایک ایک حلقہ نئے سے نئے جنون کو ابھارتا ہے۔ کما قیل ؎

کشیدہ ام زجنوں ساغرے کہ ہوش نماند　　دگر معاملہ با پیرسے فروش نماند

داد ہر حلقہ فنونِ دیگرست　　پس مرا ہر دم جنونِ دگرست

ترجمہ (اس زنجیر جنوں کی) ہر کڑی کا اثر مختلف اقسام کا ہے جبھی تو مجھے ہر لحظہ نئی نئی قسم کا جنون (عارض) ہے غنی ؎

آتش داغ جنوں از سنگ طفلاں میکشند　　یک نفس غافل نیند از کار خود دیوانہا

پس جنوں باشد فنون ایں شد مثل　　خاصہ در زنجیر ایں میر اجل

ترجمہ ۔ جبھی تو یہ مثل مشہور ہے۔ کہ لِلْجُنُوْنِ فُنُوْنٌ (دیوانگی کی بہت سی اقسام ہیں) بالخصوص اس بڑی سرکار کی زنجیر (عشق) میں (مقید ہو کر تو ایسا ہونا ہی چاہیے)

آنچناں دیوانگی بگسست بند　　کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

ترجمہ (میرا جوش) جنوں اس طرح زنجیر توڑنے پر آجاتا ہے کہ (میری وارفتگی کو دیکھ کر) دوسرے دیوانے بھی مجھے (یوں) نصیحت کرنے لگتے ہیں (کہ میاں! اسقدر بیخودی کی حرکات نہ کرو)

مطلب ۔ ہمہ دیوانگاں سے یا تو دنیا کے متوالے مراد ہیں۔ یعنے دنیادار لوگ میرے جنون عشق کو دیکھ کر مجھے نصیحتیں کرنے لگتے ہیں۔ یا دوسرے عاشقان الٰہی مراد ہیں۔ جو ابھی اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچے۔ اس لئے وہ اس کی حرکات جنون کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور اس کو منع کرتے ہیں۔ مگر یہ کہتا ہے۔ کہ تم لوگ ابھی مکتب عشق کے ابجد خواں ہو۔ اس منزل کی تم کو کیا خبر؟ صائبؒ ؎

شمۂ از داستانِ عشق شور انگیز ماست

ایں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند

آمدن دوستاں بہ بیمارستان جہت پرسش ذوالنونؒ

دوستوں کا بیمارستان میں حضرت ذوالنون مصری کی عیادت کے لئے آنا

اینچنیں ذوالنون مصری را فتاد کاندرو شور و جنونِ نو بزاد

لغات۔ ذوالنون مصری ایک ولی کامل کا نام ہے۔ جن کا ذکر اسی حصہ شرح میں مفصل گزر چکا ہے۔
ترجمہ۔ اسی طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ کہ ان میں ایک (تازہ) ولولہ (عشق) اور نیا جنون پیدا ہوا۔

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک میرسید از وے جگرہا را نمک

ترجمہ (ان کے جنون عشق کی) شورش اسقدر بڑھ گئی۔ کہ (زمین سے لیکر آسمان کے اوپر تک کی مخلوق کے) کلیجوں پر اس سے نمک پاشی ہوتی تھی۔

ہیں منہ تو شور خود اے شورہ خاک پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک

ترجمہ خبردار! اے نمکی مٹی (کے ہم رتبہ آدمی!) تم اپنے غوغائے (عشق) کو ان حضرات پاک ذات کے شور (عشق) کے برابر نہ سمجھو۔
مطلب۔ چونکہ اوپر مولانا رہ نے "اینچنیں ذوالنون مصری را فتاد" کہہ کر حضرت ذوالنون مصری کے شور عشق کو اپنے شورِ عشق سے تشبیہ دی تھی۔ اس لئے اب خود متنبہ ہوکر اس دعوائے مساوات کو سوءِ ادب قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہیں کہ ایسا نہیں چاہیئے۔ حافظ رہ ؎

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم دانند بزرگاں کہ سزاوارِ سہا نیست

آگے پھر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

خلق را تاب جنونِ او نبود آتشِ او ریشہا شاں مے ربود

ترجمہ۔ مخلوق کو ان کے جنون (کی باتیں سننے) کی تاب نہ (رہی) تھی۔ ان کی آگ (برسانے والی تقریر) ان لوگوں (کے مکروفریب) کی داڑھیوں کو پھونکے ڈالتی تھی۔
مطلب۔ حضرت ذوالنون مصری علمائے سوء اور مشائخ مزورین کی بداعمالیوں کو طشت ازبام کرنے کے لئے دیوانے بن گئے۔ اور اپنی جذبی تقریروں میں اس صفائی سے ان کی قلعی کھولنے لگے۔ کہ ان لوگوں کی داڑھیاں منڈنی شروع ہوگئیں۔ یعنے وہ رسوا و بے آبرو ہوگئے۔ حافظ ؎

گرچہ با دلق ملمع مے گلگوں عیب ست مکنم عیب کزو رنگِ ریا مے شویم

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد بند کردندش بزندان المراد

ترجمہ۔ چونکہ (ان کی تقریروں سے) عام (علما و مشائخ) لوگوں کی داڑھیاں جلنے بھکنے لگی تھیں۔ اس لئے (حکومت وقت نے مصلحتاً) حضرت ذوالنون کو قید خانے میں بھیج دیا۔ یہی (ان لوگوں کا) مقصد تھا۔ صائبؒ ؎

بیگناہی کم گناہے نیست در دیوان عشق یوسف از پاکی داماں خود بزنداں میرود

نوٹ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت ذوالنون نے ایسی تقریریں کیوں کیں۔ جن سے شورش پیدا ہو۔ جبکہ اللہ تعالٰی نے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ فرمایا ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

نیست امکان واکشیدن ایں لگام گرچہ زیں رہ تنگ مے آیند عام

ترجمہ۔ (حق پرستوں کے لئے اظہار حق کے) اس (جذبے کے) لگام کو روکنا ممکن نہیں۔ اگرچہ عوام (ان کے) اس مسلک سے تنگ آ (کر آمادہ فساد ہی ہو) جائیں۔ کما قیل ؎

چوں تیر میجہد زکماں گفتگوے حق منصور را بدار کشیدن چہ فائدہ

سعدی رہ ؎

رسانیدن امر حق طاعت ست ز زنداں نترسم کہ یک ساعت ست

دیدا ایں شاہاں زعامہ خوف جاں کیں گرہ کورند و عامہ بے نشاں

ترجمہ۔ ان (اقلیم عرفان کے) بادشاہوں (کے خلاف فتنہ و شورش برپا ہو جانا تو ادنٰی بات ہے بلکہ ان) کو عوام کی طرف سے اپنی جان کا بھی خطرہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے مراتب کو سمجھنے سے اندھے ہیں اور یہ (معرفت کے) بادشاہ (کمالات کی) کوئی (ظاہری) نشانی نہیں رکھتے (پھر بھی وہ اظہار حق سے نہیں رکتے) صائبؒ ؎

زچہرہ سخن حق نقاب بردارد زدار ہر کہ چو منصور کرد منبر را

حکم چوں بر دست رنداں اوفتاد لاجرم ذوالنوں بزنداں اوفتاد

ترجمہ۔ چونکہ (اس معاملے کا) فیصلہ نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے (عدالت کے حکم سے) حضرت ذوالنون قید خانے پہنچ گئے۔ حافظ رہ ؎

شہپر زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند

یک سوارہ میرود شاہ عظیم درکف طفلاں چنیں درِ یتیم

لغات - یکہ سوار ہ - یکہ و تنہا سوار کیا ہوا - اگلے زمانے میں مجرموں کو گدھے وغیرہ کی ذلت خیز سواری پر بٹھا کر لے جاتے تھے - یہاں وہی مراد ہے - در کف طفلاں مجنوں و دیوانہ کو اطفال کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے - جو عموماً اس کو چھیڑتے چڑاتے کھجاتے اور اس پر اینٹ - پتھر پھینکتے ہیں - یہاں ذوالنون کے ساتھ اطفال کا یہی سلوک مراد ہے - یا جیسے کہ اگلے زمانے میں بعض مجرموں کو رسن بگردن شہر میں پھراتے تھے اور عام اطفال کو اجازت ہوتی تھی - کہ ان کے ساتھ ضحک و ضرب کا رسوائی خیز سلوک کریں - شاید وہی مراد ہو -

ترجمہ (افسوس! کہ) ایک عظیم القدر بادشاہ (یوں ذلت خیز طریق سے) سوار کیا ہوا یکہ و تنہا جا رہا ہے (اور) ایک ایسا یکتا موتی (شہر کے) لڑکوں کے ہاتھ میں (رسوائی اٹھا رہا ہے) حافظ رحمہ

منکہ ملول گشتمے از نفس فرشتگاں ... قال و مقال عالمے میکشم از برائے تو

دُرّ چہ دریا نہاں در قطرۂ ... آفتابے مخفی اندر ذرّہ

ترجمہ (ان کو) سوتی (کہنا) تو کیا (حقیقت رکھتا ہے) بلکہ وہ معرفت کے) ایک دریا (ہیں - جو انسانی وجود کے) ایک قطرہ میں پوشیدہ (ہے - اور عرفان کے) ایک آفتاب (ہیں جو جسم عنصری کے) ذرے میں مخفی (ہے)

آفتابے خویش را ذرّہ نمود ... واندک اندک رُوئے خود را بر کشود

ترجمہ (وہ معرفت کے) ایک آفتاب (تھے) جس نے اپنے آپ کو (ازراہ تواضع) ذرہ (کے برابر) ظاہر کیا - اور (پھر حجاب خفا کو اٹھا کر) تھوڑا تھوڑا اپنے چہرے کو کھولا - سعدی رحمہ

بس وقت شاں خلق کے رہ برند ... کہ چوں آب حیواں بظلمت درانند

جملہ ذرات در وے محو شد ... عالم از وے مست گشت و صحو شد

لغات - چونکہ اوپر حضرت ذوالنون کو ذرہ کہا تھا - یہاں بطور مشاکلت باقی تمام لوگوں کو ذرات کہدیا - محو - مستغرق - یہاں لپٹ جانا مراد ہے - صحو ہشیاری - شد دوسرے مصرعہ میں بمعنے رفت -

ترجمہ (تو) تمام لوگ (ازراہ خصومت) ان سے لپٹ گئے - (دنیا) جہان ان (کی عداوت) کے سبب آپے سے باہر ہو گیا - اور (اصل معاملہ سمجھنے کی) ہشیاری جاتی رہی -

چوں قلم در دست غدّارے بود ... لاجرم منصور بر دارے بود

ترجمہ - جب (فیصلہ لکھنے والا) قلم ایک غدار کے ہاتھ میں ہو - تو (حسین ابن) منصور رحمہ (کی طرح ہر بیگناہ) ضرور سولی پر چڑھے گا -

مطلب۔ جب بادشاہ کے ماتحت حکام آمادۂ ظلم ہوں۔ تو پھر ناکردہ گناہ لوگوں کے لئے قید بند اور قتل و ہلاک کوئی اعجوبہ نہیں۔ ہاتفی رحمۃ

وزیراں کج بین و نا ہوشمند رسانند در شاہ و ملکش گزند

اگر شاہ و قیصر بود در قباد کہ نواب ناداں دہندش بباد

رفع اشتباہ۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور کو سزائے موت علمائے وقت کے فتوے کی بنا پر ملی تھی۔ اس لئے شاید یہاں کسی کو یہ شبہ ہو۔ کہ مولانا رحمۃ نے غدار کا لفظ علماء کے حق میں استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ بات مولانا رحمۃ کی شان سے بعید ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہاں قلم سے مراد فیصلہ نویس قلم ہے۔ نہ کہ فتوائے نویس قلم۔ علمائے فتوے نویس کا کام تو صرف حکم شرعی بیان کر دینا ہے۔ پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر کرنا بادشاہ یا بادشاہ کے وزیر کا منصب ہے۔ اور وہی ان کے قتل کے ذمہ دار تھے۔ اہل سیر لکھتے ہیں کہ خلیفہ وقت کے وزیر کو حضرت حسین ابن منصورؒ سے کسی خاص بنا پر ذاتی عداوت تھی۔ اس لئے وہ ان کے قتل کا کوئی بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ اور جس طرح ہر زمانے کی حکومتوں کا یہ شیوہ رہا ہے۔ اور آجکل بھی یہی حالت ہے۔ کہ جب کوئی حاکم کسی شخص کو اپنے ذاتی بغض و حسد کی بنا پر تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو کسی شرعی یا قانونی پھندے میں پھانسنے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اسی طرح اس وزیر کو بھی اپنی اس ناپاک غرض کو پورا کرنے کے لئے یہی حیلہ سازگار نظر آیا۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور ایک مغلوب الحال درویش تھے۔ اور ان کے اکثر اقوال و ملفوظات معیار شریعت سے مورد اعتراض ہوتے تھے۔ جن کی وجہ سے ان کے خلاف علمائے و مشائخ میں پہلے سے چرچے پھیل رہے تھے۔ اس لئے وزیر مذکور نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور حضرت ابن منصور کے بعض اقوال مثلاً انا الحق وغیرہ کی بنا پر پہلے تو خلیفہ کو ان سے بدگمان کیا۔ کہ یہ شخص ملحد ہے۔ مرتد ہے۔ زندیق ہے۔ واجب القتل ہے۔ اگر اس کو جلدی قتل نہ کیا گیا۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ ملک میں ارتداد کا ایک فتنہ پھیل جائے۔ پھر علماء سے فتوے طلب کیا۔ علماء ہرچند حضرت ابن منصور کی صداقت کا یقین رکھتے تھے۔ مگر چونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ اس لئے وہ بتقاضائے ظاہر ان کے واجب القتل ہونے کا فتوے دینے پر مجبور تھے۔ اس وقت علماء کی حالت حضرت منصورؒ کے متعلق وہ تھی۔ جیسے متعدد روایات میں آیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص ارتکاب فواحش کے بعد متنبہ اور نادم ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور عرض کرتا۔ کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ مجھ کو سزائے شرعی دی جائے۔ تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔ تو حضورؐ اس کو ٹالنے کے لئے رخ مبارک دوسری طرف پھیر لیتے۔ کہ گویا آپ نے کچھ سنا ہی نہیں۔ بلکہ ایک موقع پر حاضرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اسی قسم کے مرتکب گناہ سے جو اپنا گناہ عرض کر رہا تھا۔ کہا۔ کہ اگر تم اپنے گناہ پر پردہ ڈالتے۔ تو امید تھی۔ کہ اللہ تعالے بھی تمہارا پردہ قائم رکھتا اور تم کو معاف کر دیتا۔ اور جب اس قسم کے مرتکبین فواحش نے بار بار سزا پانے کے لئے اصرار کیا ہے۔ تو پھر ان کو سنگسار وغیرہ کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح علماء بھی حضرت ابن منصور کے قتل کے درپے ہرگز نہ تھے۔ نہ انہوں نے از خود ان کے خلاف فتوے دیا۔ اور نہ وہ ان کے معاملے کو دائرہ بحث میں لائے۔ بلکہ اگر یہ معاملہ پردہ میں رہتا۔ تو علماء کو اس سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ پھر حضرت ابن منصورؒ پر کوئی آفت آتی۔ مگر اس وزیر کو ان کے

حضرت حسین بن منصور رح کے قتل کے ذمہ دار علماء نہ تھے بلکہ حکام تھے

قتل کئے بدون کب چین آتی تھی۔ اس نے ان کے خلاف فتوے طلب کیا۔ اور ناچار علماء کو فتوے دینا پڑا کیونکہ یہ معاملہ جب زیر بحث آگیا۔ تو اس سے اغماض یا مداہنت کرنا علماء کے اختیار سے باہر تھا۔ چنانچہ پیچھے کسی جگہ بیان ہوچکا ہے۔ کہ پہلے پہلے حضرت جنید بغدادی رح نے جو علوم ظاہر میں علامہ دہرا اور کمالات باطن میں سید الطائفہ تھے۔ اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر جب حکومت کیطرف سے مزید اصرار ہوا۔ تو پھر آپ نے خرقہ فقر اتار کر قبائے علم پہن لی۔ اور لکھدیا کہ نحن نحکم بالظاھر یعنے ہم بھی شریعت کے حکم ظاہری کے مطابق فتوے قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگر حکام کی طرف سے اس واقعہ میں اسقدر شد و مد اور اصرار و تکرار نہ ہوتی۔ تو نہ علماء ایسا فتوے دیتے۔ اور نہ حضرت ابن منصور کو سزائے موت ملتی۔

غرض ان کے قتل کی ذمہ داری سراسر حکام وقت خصوصاً اس وزیر پر عائد ہوتی ہے۔ وہی اس کا محرک تھا۔ وہی اس کے لئے ساعی۔ پھر اسی نے خلیفہ کی منظوری سے ان کو دار پر چڑھوایا۔ اور اسی کو حضرت مولانا رح نے غدار کا لقب دیا ہے۔ خود غدار کے لفظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ کہ اس سے کسی حاکم کے ظالمانہ طرز عمل کی طرف اشارہ ہے۔ علماء کے فتوے کی طرف اشارہ نہیں۔ کیونکہ غدار کے معنے ہیں اپنی ذاتی غرض کے لئے حق کو تلف کرنے والا۔ اور یہ تعریف اسی وزیر پر ہی صادق آسکتی ہے۔ جس نے فتوے کو اپنے جذبہ انتقام کے لئے آلہ کار بنانا چاہا۔ اور اپنے ذاتی عناد و عداوت کے لئے ایک ولی اللہ کے خون سے ہاتھ رنگے۔ علمائے مفتیین پر غدار کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ ان سے کسی غدر کا وقوع نہیں ہوا۔ انہوں نے صورت واقعہ کے مطابق حکم شرعی لکھدیا۔ اور یہ کوئی غدر نہیں۔ بلکہ شریعت کے ساتھ عین وفا ہے۔ اور نہ ان کو حضرت ابن منصور کے ساتھ کوئی کد و کاوش تھی۔ جس کی بنا پر ان سے غدر کا وقوع ہوتا۔ ایک خاص دلیل اس بات کی کہ یہاں قلم سے فیصلہ لکھنے والے کا قلم مراد ہے۔ جو صرف وزیر کا تھا نہ کہ فتوے لکھنے والوں کا قلم۔ یہ ہے کہ مولانا رح نے فرمایا ہے "چوں قلم در دستِ غدارے بود" اور غدارے سے صرف ایک وزیر ہی مراد ہوسکتا ہے۔ اگر علماء مراد ہوتے۔ جو بہت سے تھے۔ تو یوں کہتے "چوں قلم در دست غداراں بود" اگلے شعر میں جو سفیہاں کا لفظ آیا ہے۔ اس سے بھی جماعت علماء مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ لفظ غدار کے لئے بطور تمثیل و تنظیر استعمال ہوا ہے۔ جس میں عموماً صیغہ جمع یا صیغہ واحد بیائے تنکیر استعمال ہوتا ہے۔

چوں سفیہاں را بود کار و کیا لازم آمد یقتلون الانبیاء

لغات ۔ کار و کیا۔ کام کاج اختیار و اقتدار۔ یقتلون الخ۔ یہ سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔ وَیَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّکَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ۔ یعنے وہ کافر لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ فعل اس لئے ان سے وقوع پاتا تھا۔ کہ وہ نافرمان تھے۔ اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

ترجمہ ۔ جب نااہل لوگوں کو کام (کا اختیار) اور اقتدار حاصل ہو تو (منصور جیسے اولیاء تو رہے درکنار بلکہ) انبیاء (تک) کے قتل کا وقوع پاجانا ایک لازمی امر ہے۔

انبیا را گفتہ قومِ راہ گُم ـــ از سفہ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ

لغات۔ راہ گم۔ گمراہ۔ سفہ۔ سفاہت۔ خیرہ سری۔ وہ احمق جس کو اپنے عاقل و نکتہ رس ہونے کا دعویٰ ہو۔ اِنَّا تَطَیَّرْنَا۔ سورہ یٰسین کے دوسرے رکوع سے ایک آیت کا اقتباس ہے۔ اور دو پیغمبروں کی اصحاب قریہ کے ساتھ گفتگو کی طرف تلمیح ہے۔ جو اس رکوع میں مذکور ہے۔

ترجمہ (یہ) گمراہ لوگ تو (اتنے بیباک ہیں کہ اپنی) خیرہ سری سے انبیاء کو (یہانتک) کہہ چکے ہیں۔ کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں (توبہ توبہ)

نوٹ۔ اس نظیر سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اوپر غدار کے لفظ سے علماء نہیں بلکہ حکام مراد ہیں۔ کیونکہ انبیاء کے ساتھ استہزا و سخریہ کرنے والے عموماً جاہل و دنیادار و جاہ پسند لوگ ہوتے ہیں۔ اور یہی گروہ ہے۔ جس کو غدار و سفیہاں و راہ گم کا خطاب مل رہا ہے۔

جہلِ ترسا بیں اماں انگیختہ ـــ زاں خداوندیکہ گشت آویختہ

لغات۔ ترسا۔ نصاریٰ۔ عیسائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ جن کے عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ یہود نے ان کو صلیب پر چڑھا کر ہلاک کیا۔ مگر جب ان کی لاش دفن کر دی گئی۔ تو وہ دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلے۔ اور آسمان پر چڑھ گئے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس مظلومی اور دشمنوں کے مقابلے میں اسقدر بے بسی کے باوجود ان کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے زعم میں اللہ کے فرزند جو ہوئے۔ تو فرزند کو اپنے باپ کی سلطنت میں بہت اختیارات ہوا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اسلام ان عقائد باطلہ کی پورے زور سے تردید کرتا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اور بشر بتاتا ہے۔ اس کے نزدیک وہ صلیب پر نہیں چڑھے۔ بلکہ دشمنوں کی کشمکش کے ہنگامے میں وہ موقع پا کر بچ نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ان کا ایک دشمن باقی دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ اسی کو انہوں نے عیسیٰ سمجھ کر صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر ڈالا۔ نجات کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ یہ اس کے سوا اور کسی کے اختیار کی بات نہیں۔ اماں۔ نجات۔

ترجمہ۔ عیسائیوں کی جہالت دیکھو کہ انہی حضرت (عیسیٰ علیہ السلام کے حکم) سے نجات (پانے کی امید) پیدا کر رکھی ہے۔ جو (خود نصاریٰ کے عقیدے کے موافق اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے بے بسی کے ساتھ صلیب پر) لٹکائے گئے۔

مطلب۔ انبیاء و اولیاء کے دشمن تو ان کو اذیت دیتے ہی ہیں۔ ان کے معتقدین و متبعین میں سے بعض لوگوں کی افراط عقیدت جو کفریہ عقائد تک پہنچ جاتی ہے۔ تو ان کی یہ دوستی بھی اہل اللہ کے لئے دشمنوں کی اذیت سے کم رنج دہ نہیں ہے۔ جس کی ایک مثال نصاریٰ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں افراط عقیدت ہے۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ سے ایک قول یا اس کا ہم معنے مروی ہے۔ کہ ایک گروہ میری دشمنی کی وجہ سے جہنم کا مستوجب ہے۔ تو دوسرا گروہ میری محبت کی وجہ سے سزاوار نار

نصاریٰ اور ان کے عقائد باطلہ

ہے ۔ پہلے گروہ سے خوارج اور دوسرے سے روافض مراد ہیں ۔ نصاریٰ کے مذکورہ عقائد باطلہ کا ایک مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جس ذات عالی کو ایک طرف اس درجہ تک بڑھایا ۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا فرزند بنا دیا ۔ دوسری طرف ان کی شان کو اسقدر گرایا ۔ کہ یہود کے ہاتھ سے ان کا صلیب پر چڑھنا بھی تسلیم کرلیا ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ پھر طرہ یہ کہ ان کو اپنا مستقل نجات دہندہ بھی سمجھتے ہیں ۔ اسی کو فرماتے ہیں ۔

چوں بقولِ اوست مصلوبِ جہود   پس مر او را امن کے تاند نمود

ترجمہ (خیال کیجئے کہ) جب وہ اس (گروہ) کے عقیدے کے موافق یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر چڑھ گئے (اور خود اپنے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کا سامان نہ کرسکے) تو وہ ان کے لئے نجات (کا سامان) کب کرسکیں گے ؟

چوں دلِ آں شاہ زایشاں خوں بود   عصمتِ وَاَنْتَ فِیْهِمْ چوں بود

ترجمہ (غرض) جب ان حضرت ذوالنون رح کا دل ان لوگوں کی بدسلوکیوں سے خون ہو ۔ تو (ان کے لئے) وَاَنْتَ فِیْهِمْ (کا حکم نزول عذاب سے) پناہ کیونکر بن سکے ۔

مطلب ۔ بزرگوں کے وجود باجود کی ایک برکت یہ ہوتی ہے ۔ کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ مجرم قوم پر اس کے مستوجب عذاب ہونے کے باوجود کوئی عذاب نہیں بھیجتا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اے پیغمبر اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں ۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہیں (سورہ انفال) لیکن سرکشوں کی سرکشی حد سے گذر جائے ۔ اور ان کی تعدی ایذا سے اہل اللہ کا دل خون ہو جائے ۔ تو پھر یہ وعدہ الہٰیہ بھی کہاں تک قائم رہے ۔ آخر ان کے اعمال کی پاداش میں عذاب آکر ہی رہتا ہے ۔ حافظ رح ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات   با دُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

آگے پھر ان حضرات کی وجہ اختفا بیان فرماتے ہیں ۔

زرِّ خالص را و زرگر را خطر   باشد از قلّاب و خائن بیشتر

لغات ۔ قلّاب ۔ قلب ساز ۔ کھوٹے سکے بنانے والا ۔ خائن ۔ ٹھگ ۔

ترجمہ ۔ طلائے خالص اور صناع طلا کو (جو) قلب ساز اور ٹھگ (کی قلعی کھولتا رہتا ہے ۔ ان کی عداوت) سے بڑا خوف رہتا ہے ۔

مطلب ۔ جعلساز و قلب ساز سے ایک تو خالص سونے کو بڑا ضرر پہنچتا ہے ۔ کہ وہ ایک کھوٹی دھات کو اس کا ہمشکل بنا کر سونے کی قدر کو گھٹاتے ہیں ۔ دوسرے زرگر یعنے کھوٹے کھرے مال کی شناخت کرنے والے کو بھی ان سے ضرر پہنچنے کا سخت خوف ہے ۔ کیونکہ زرگر جب ان کے کھوٹے سکے کی قلعی کھول کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیتا ہے ۔ اور ان کے سزایاب ہونے کا باعث بنتا ہے ۔ تو وہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہو جاتے ہیں ۔ مولانا فرماتے ہیں ۔ کہ اہل اللہ اپنی نزاہت ذات و خلوص صفات کے

لحاظ سے گویا طلاسے خالص ہیں۔ اور عام ریاکار و مکار لوگوں کے مکر و فریب کو طشت از بام کرنے کے پہلو سے گویا نقاد طلا بھی ہیں ۔ اس لئے یہ عوام ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ بقول شیخ سعدی ؎

ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم
وگر با چو صد بر آئی بجنگ

ازاں مار بر پائے راعی زند
کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

جو شخص کسی سے ڈرتا ہو۔ اس سے اس شخص کو بھی ڈرنا چاہئے۔ جس سے وہ ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اس کو مٹا دینے کی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا کرتا۔ اس لئے یہ حضرات عموماً عوام کی نظر سے مخفی رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یوسفاں از رشکِ زشتاں مخفیند کز عدو خوباں در آتش میزیند

لغات ۔ یوسفاں سے حسینانِ حسن باطن مراد ہیں۔ یعنے انبیاء و اولیاء۔ زشتاں ۔ بدصورت لوگ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں۔ جو جمال معنے اور حسن باطن سے بے بہرہ ہیں۔ یعنے کافر و فاسق لوگ ۔ در آتش زیستن۔ عذاب سہنا۔ اذیت اٹھانا۔

ترجمہ (باطنی) حسین (باطن کے) بدصورت لوگوں کے (ازراہ) رشک (اذیت پہنچانے کے خوف) سے چھپے رہتے ہیں۔ کیونکہ دشمن (کی ایذا) سے (یہ باطنی حسین انگاروں پر لوٹتے ہیں۔

مطلب ۔ زشت باطن لوگوں سے باکمال حضرات کو ہمیشہ اذیت پہنچتی ہے۔ صائبؒ ؎

زشت را آئینہ تاریک باشد پردہ پوش
میرسد آزار بد گوہر بہ بینا بیشتر

اس لئے وہ عموماً ان کی ایذا سے بچنے کے لئے عوام کی نظر سے چھپے رہتے ہیں ؎

تا نسازندش کباب از چشم بد اہل حسد
ہمچو عنقا صائب از چشم خلائق دور باش

یوسفاں از مکرِ اخواں در چہند کز حسد یوسف بگرگاں میدہند

لغات در چہند۔ در چاہ ہستند۔ کوئیں کے اندر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو چاہ گمنامی و اخفا میں رکھتے ہیں۔ بگرگاں مے دہند۔ بھیڑیوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

صنائع ۔ اولیاء اور عوام کے معاملے سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کے حسد کرنے اور ان کو کوئیں میں ڈالنے اور پھر اپنے والد کے سامنے ان کو بھیڑیئے کے کھا جانے کا بہانہ بنانے کی طرف تلمیح ہے۔

ترجمہ (باطنی حسین (یعنے اہل اللہ اپنے) ابنی نوع کے مکر (و ایذا کے خوف) سے (گمنامی کے) کوئیں میں (چھپے رہتے) ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ یوسف (جیسے عزیز روزگار) کو (بھی مصائب کے) بھیڑیوں کے حوالے کر دینے سے نہیں ٹلتے۔ حالی مرحوم ؎

زہر سقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں
اور یوسف سے برادر کو دغا دیتے ہیں

انہی حاسدوں کے خوف سے یہ حضرات اپنے آپ کو نظر عوام سے مخفی رکھتے ہیں حافظ رہ ؎

پنہاں زحاسداں بخودم خواں کہ منعماں　　　خیر نہاں ز بہر رضائے خدا کنند

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت؟　　　ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت

لغات - یوسف مصری - مملکت مصر میں آینہ وچل کر ترقی مراتب پانے والے یوسف - مصری کا لقب حضرت یوسف کے مستقبل کے لحاظ سے استعمال کیا ہے - ورنہ جب ان کے بھائیوں نے ان سے حاسدانہ بدسلوکی کی تھی - تو وہ ابھی مصر نہیں گئے تھے - نہ ابھی مصری کا لقب ان پر صادق آسکتا تھا - بلکہ وہ کنعان کے رہنے والے تھے - زفت - موٹا - قوی **صنائع** - یوسف و گرگ مناسبات ہیں -

ترجمہ (دیکھو) حسد کی وجہ سے یوسف مصری پر کیا (واردات) گذری (درحقیقت) یہ حسد ایک چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے -

نکتہ - مصری کا لقب استعمال کرنے میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس شوکت و اقبال پر نظر کرو - جو ان کو مصر میں حاصل ہوا - اور پھر دیکھو کہ ایسی ایسی شاندار ہستیاں بھی حسد کا شکار ہو چکی ہیں -

لاجرم زیں گرگ یعقوبِ حلیم　　　داشت بر یوسف ہمیشہ خوف و بیم

لغات - حلیم نرم دل - بردبار - حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے اس کلمہ کا استعمال اس لحاظ سے ہوا ہے - کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صدمہ میں انہوں نے کمال ضبط و تحمل سے کام لیا - چنانچہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ اور ان کی آنکھیں روتے روتے سفید پڑ گئی تھیں اور وہ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر رہ گئے - اسقدر غم و اندوہ کے باوجود اپنے بیٹوں کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا - جنہوں نے حضرت یوسف کو گم کیا تھا - اور حضرت یعقوب کی اس حالت کا باعث ہوئے تھے -

ترجمہ - اسی لئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو جو بڑے حلم والے تھے - اس (حسد کے) بھیڑیئے کیطرف سے (اپنے فرزند عزیز) حضرت یوسف کے لئے خوف و خطر دامنگیر رہتا تھا - ولہ رحمہ ؎

کز حسد در چشم بدبے ہیچ و شک　　　سیر و گردش را بگردا ند فلک

گرگ ظاہر گرد یوسف خود نگشت　　　ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت

لغات - گرگ ظاہر - ظاہری بھیڑیا - چونکہ یہاں حسد کو گرگ باطن قرار دیا ہے - اس لئے سچ مچ کے بھیڑیئے کو گرگ ظاہر کہدیا - گرد نگشت - پاس بھی نہیں پھٹکا - قریب بھی نہیں آیا - یہ تو اکثر نسخوں کی روایت ہے - بعض شاذ نسخوں میں نگشت بجائے موحدہ درج ہے - اور فارسی میں گرد کسے گشتن کے معنے ہیں کسی پر قربان ہونا بہر دو تقدیر ترجمہ دو طرح ہوگا -

ترجمہ۔ سچ مچ کا بھیڑیا تو یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہیں پھٹکا (جو کچھ ہوا وہ حسد کے باطنی بھیڑیئے کا فعل تھا کیونکہ) یہ (باطنی بھیڑیا یعنے) حسد (اپنے) فعل میں (سچ مچ کے) بھیڑیوں سے (بھی) بڑھا ہوا ہے۔
(۲) سچ مچ کا بھیڑیا یوسف علیہ السلام (کو بھلا کیا) گزند پہنچاتا وہ (تو) خود ان پر قربان ہوا جاتا تھا۔ (جو کچھ ہوا الخ)

زخم کرد ایں گرگ وز عذر لبق　　　آمدہ کہ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

لغات لبق چرب زبانی **صنائع** - تلمیح ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصے کی طرف - کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو کوئیں میں ڈال کر اپنے والد کے سامنے یہ بہانہ بنایا۔ کہ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۔ یعنے ہم تو بھاگ دوڑ کر کھیلنے لگے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا۔ اتنے میں بھیڑیا اس کو کھا گیا۔ (یوسف ع ۲)

ترجمہ (ادھر تو حسد کے) اس بھیڑیئے نے (جو برادران یوسف کے سر پر سوار تھا۔ یوسف پر) چوٹ کی۔ اور (ادھر برادران یوسف اپنے باپ کے سامنے) چرب زبانی کے ساتھ یہ عذر لے کر آئے۔ کہ ہم بھاگ دوڑ کے ساتھ کھیلنے گئے تھے (کہ یوسف کو بھیڑیا آکر کھا گیا)

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست　　　عاقبت رسوا شود ایں گرگ بیست

ترجمہ (اس مکر کی بھی کوئی حد ہے) لاکھوں بھیڑیوں میں بھی ایسا مکر (کرنے کی طاقت) نہیں (اے حاسد! اگرچہ اب تیرا داؤ چل گیا مگر) ذرا ٹھیر تو سہی دیکھ آخر کار یہ حسد کیسی رسوائی کا باعث ہوگا۔

مطلب - آخر کار حسد کے موجب خجلت ہونے سے اگر دنیا ہی میں ایسا ہونا مراد ہے۔ تو یہ بات اخوانِ یوسف پر بھی صادق آتی ہے۔ چنانچہ اُن کو بھی حضرت یوسفؑ کو اپنے عروج و اقبال میں شاد کام اور برخلاف اس کے خود اپنی حاسدانہ تدابیر کو ناکام دیکھ کر خجلت کے لہجے میں کہنا پڑا تھا۔ کہ تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ ۔ یعنے خدا کی قسم اللہ تعالےٰ نے تم کو ہم پر سرافراز کر دیا۔ اور بے شک ہم خطا کار تھے۔ (سورہ یوسف ع ۱۰) اور اگر آخرت میں حسد کا برا نتیجہ پیش آنا مراد ہے۔ تو یہ حسد کا عام ثمرہ ہو سکتا ہے۔ اور خاص برادران یوسفؑ اس سے مستثنےٰ ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے تائب ہو کر مستحق مغفرت ہو گئے تھے۔ بلکہ سارے بھائی نبوت کے درجے کو پہنچے۔ اور انبیا کا آخرت میں یہ درجہ ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ چنانچہ پہلے تو خود حضرت یوسفؑ نے ان کو ان الفاظ میں معافی بخشی۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تم کو بخشے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم والا ہے۔ پھر جب انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب سے التماس کی کہ يَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا

برادران یوسفؑ کے گناہ کی معافی

خاطئین - اے ہمارے ابا جان ہمارے لئے ہمارے گناہوں کے بخشے جانے کی دعا کرو بیشک ہم قصور وار تھے - تو حضرت یعقوبؑ نے ان کلمات کے ساتھ ان کی تشفی کر دی تھی کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ - لو میں تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کروں گا - بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے - غرض اگر یہاں آخرت میں حاسدوں کا حشر مراد ہے - تو اس سے حسد کا عام ثمرہ مقصود ہے - اور خصوص واقعہ اس حکم سے مستثنٰے ہے - چنانچہ فرماتے ہیں :-

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند — بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند

ترجمہ - کیونکہ عذاب کے دن (یعنے بروز قیامت) حاسدوں کا حشر بلا شک بھیڑیوں کی صورت میں ہوگا - سعدی رحمہ

نہ ابلیس بد کرد و نیکی ندید — بر پاک ناید ز تخم پلید

حشرِ پُر حرصِ خسِ مُردار خوار — صورتِ خوکے بُوَد روزِ شمار

ترجمہ (جس طرح ایک) حریص کمینے مردار کھانے والے (آدمی) کا حشر قیامت کے دن سؤر کی شکل میں ہوگا - صائبؒ ہ

حرص را چوں سگ ز صحنِ مسجدِ دل راندۂ — زر پرستی را بتر از بت پرستی گفتہ است

زانیاں را گندہ اندامِ نہاں — خمر خواراں را بُوَد گندہ دہاں

ترجمہ (علےٰ ہذا دوسرے مجرموں کا حشر ان کے اعمال بد کے مناسب ہوگا جیسے) حرام کاری کرنے والوں کی شرمگاہیں (اسقدر) بدبودار ہونگی کہ اہل محشر تنگ آجائیں گے (اور) شراب پینے والوں کا منہ (بھی اسی طرح سخت) بدبودار ہوگا - جامی رحمہ

شراب بخوار و چو بر خویشتن روا دارد — کہ سبلت از تے ناپاکِ مے بیالاید
سگ از مثانہ گر ابریقِ آب گرم آرد — بکہ غسل سبلت ناپاک او کند شاید

گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید — گشت اندر حشر محسوس و پدید

ترجمہ (اعمال بد کا) مخفی تعفن جو (صرف) دلوں میں پہنچتا تھا - وہ محشر میں محسوس اور نمایاں ہوگیا -

مطلب - دلہا سے یا تو خود مرتکبین معاصی کے دل مراد ہیں - پھر یہ مطلب ہوگا - کہ جو معاصی دنیا میں صرف ان کے دل کی سیاہی و تکدر کا باعث ہوتے تھے - وہ قیامت میں ان کے لئے محسوس طور پر درد و الم کی صورت اختیار کریں گے - یا اس سے دوسرے لوگوں کے دل مراد ہیں - پھر یہ مطلب ہوگا - کہ گنہگاروں کے جو گناہ دنیا میں دوسرے لوگوں کے نزدیک محض ذہنی طور پر باعث نفرت تھے - وہ

ان کو قیامت میں بجواس ظاہر موجب تکلیف پائیں گے۔

واضح ہو کہ اخلاق بد اور عادت قبیحہ دنیا میں محض کیفیات نفسانیہ ہیں۔ جو محسوس بجواس ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ مگر قیامت میں وہ خاص خاص شکلوں میں نمودار ہو کر اپنے مرتکبین کے لئے باعث عذاب ہوں گی۔

قیامت میں گناہوں کا خاص خاص شکلوں میں مجسم ہونا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ عالم مثال میں خاص مناسبات موجود ہیں۔ جن پر تمام احکام مبنی ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خاص دحیہ کلبی کی شکل میں ظاہر ہونا خاص معنے پر مبنی تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آگ کا نمودار ہونا بھی خاص معنے پر مبنی تھا۔ پس جو شخص ان مناسبات کو سمجھ جاتا ہے۔ اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں عمل کی جزا کس صورت اور شکل میں ہوگی۔ جیسے کہ تعبیر رویا کا ماہر جانتا ہے کہ فلاں صورت جو خواب میں دکھائی دی ہے۔ اس سے کیا چیز مراد ہے۔ غرض اس طریق سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ جو شخص علم کو چھپاتا ہے اور اپنے آپ کو اشاعت علم کی ضرورت کے باوجود تعلیم سے باز رکھتا ہے۔ اس کے منہ میں قیامت کے روز آگ کا لگام دیا جائے گا۔ کیونکہ نفس بندش سے متالم ہوتا ہے۔ اور بندش کی شکل لگام ہے۔ اور جو شخص مال سے بہت محبت رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ اسی کی محبت میں گم رہتا ہے۔ تو اس کے گلے میں ایک گنجے سانپ کو طوق کی صورت میں ڈال دیا جائے گا۔ جو شخص درم و دینار کی جمع و حفظ کا بے حد اہتمام رکھتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں ان کو خرچ کرنے سے ٹلتا ہے۔ اس کو انہی اشیا کے ساتھ مناسب طریق سے عذاب دیا جائے گا۔ جو شخص کسی ہتھیار یا زہر سے خودکشی کرتا ہے۔ اس کو اسی طریق قتل سے عذاب ہوگا الخ (حجۃ اللہ البالغہ)

بلیشہ آمد وجودِ آدمی　　پُر حذر شو زیں وجود از آدمی

صنائع ۔ مصرعہ اول میں آدمی بمعنے بشر ہے دوسرے مصرعہ میں بمعنے آدم ہستی ہائے خطاب ہے۔ اس لئے اس میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ ۔ آدمی کا وجود (اخلاق سبعیہ و بہیمیہ کا جامع ہونے کے لحاظ سے گویا) ایک بن ہے (جس میں درندے رہتے ہیں) اگر تم (ایک دور اندیش) انسان (کا سا حزم و احتیاط) رکھتے ہو۔ تو اس وجود سے ڈرتے رہو۔ سعدی رہ ؎

اگر ز دستِ بلا بر فلک رود بدخو　　ز دستِ خوے بد خویش در بلا باشد

ولنعم ما قیل ؎

خواہی کہ دلت صاف شود آئینہ　　دہ چیز برون کن ز درونِ سینہ

حرص و حسد و بخل و حرام و غیبت　　بغض و غضب و کبر و ریا و کینہ

تہذیب اخلاق

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے۔ کہ تم بادشاہ ہو۔ تمہارا وجود شہر ہے۔ عقل وزیر ہے۔ رعایا میں تکبر۔ غرور اور حرص برے لوگ ہیں۔ رضا اور اتقا نیک لوگ۔ اگر بادشاہ بُرے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ تو پھر نیک لوگوں کا ٹھکانا کہاں۔ لیکن اگر وزیر عقل کو کامل اختیارات دیئے جائیں

توبرے اخلاق کی جماعت سر نہیں اٹھا سکتی۔ پس تہذیب اخلاق کے لئے یہی نکتہ کافی ہے۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے

وجودِ تو شہرے ست پُر نیک و بد
تو سلطان و دستورِ دانا خرد

ہمانا کہ دونانِ گردن فراز
دریں شہر کبر اند و سودائے و آز

رضا و ورع نیکنامان و حُر
ہوا و ہوس رہزن و کیسہ بُر

چو سلطاں عنایت کند با بداں
کجا ماند آسایشِ بخرداں

ترا شہوت و حرص و کین و حسد
چو خوں در رگ اند و جاں در جسد

گر ایں دشمناں تربیت یافتند
سر از حکم و رائے تو برتافتند

ہوا و ہوس را نماند ستیز
چو بینند سر پنجۂ عقل تیز

نہ بینی کہ شب دزد و اوباش و خس
نگردند جائیکہ گردد عسس

رئیسے کہ دشمن سیاست نکرد
ہم از دستِ دشمن ریاست نکرد

نخواہم دریں نوع گفتن بسے
کہ حرفے بس از کار بندد کسے

ظاہر و باطن اگر باشد یکے نیست کس را در نجاتِ او شکے

ترجمہ (ہاں) اگر کسی کا ظاہر و باطن یکساں ہو (یعنے جس طرح اس کا ظاہر نقائص سے محفوظ ہے باطن بھی اخلاقی معائب سے پاک ہو) تو اس کے نجات پانے میں کسی کو شک نہیں۔

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک صالح و ناصالح و خوب و خسوک

لغات۔ خوک۔ خنزیر، سوٗر۔ صالح نیک آدمی۔ خسوک۔ کینہ ور۔ مراد بد۔

ترجمہ۔ ہمارے وجود کے اندر (اخلاق بد کے) ہزاروں بھیڑیئے اور سوٗر (اور) نیکوکار و بدکار اور اچھے اور بُرے موجود ہیں۔

نکتہ۔ ہزاراں گرگ و خوک سے مراد اخلاق رذیلہ ہیں۔ جو بے شمار ہیں۔ اور ہر انسان کے اندر ان کا ظہور یا صلاحیت ظہور کا ہونا لازم ہے۔ صالح اور خوب سے اخلاق فاضلہ مراد ہیں۔ یہ بھی ہر انسان میں موجود ہیں۔ ورنہ ان کے ظہور کی قابلیت ضرور موجود ہوتی ہے۔ اخلاق رذیلہ کے لئے گرگ و خوک کی مثال بالخصوص لانے میں یہ خاص نکتہ مضمر ہے کہ یہی دونوں وہ جانور ہیں۔ جو عام اخلاق رذیلہ کے مظہر اتم ہیں۔ کیونکہ اخلاق رذیلہ عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق قوت غضبی سے ہے۔ مثلاً کبر، غصہ، حسد وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق قوت شہوی سے ہے۔ مثلاً حرص، بخل، خیانت وغیرہ رذائل قوت غضبیہ کے خاص مظاہر سباع یعنے درندے ہیں۔ مثلاً شیر، ریچھ، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے بھیڑیا درندہ پن کے اوصاف کا مظہر اتم ہے۔ بے شک شیر نہایت شہزور اور شجاع جانور ہے۔ تاہم کسی نہ کسی حد تک اس میں بزدلی اور حیار کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مگر بھیڑیا خونخواری اور بیباکی

خنزیر کے نجس العین اور لحم خنزیر کے اشد المحرمات ہونے کی حکمت

میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور رذائل قوت شہویہ کے خاص مظاہر بہائم مثلاً بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ گدھا۔ سؤر وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے سؤر شہوت شکم وفرج کی زیادتی میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ وہ شکم پُری کی حرص میں نجاست تک چٹ کر جاتا ہے۔ اور ہوس جماع یہاں تک ہے کہ سنا گیا ہے۔ کہ جب مادہ ویرنک جفتی کی کشمکش سے تنگ آکر نر سے جدا ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ تو وہ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اور اسی ہیئت میں دونوں میلوں تک دوڑے چلے جاتے ہیں۔ بعید نہیں کہ اس کی انہی صفات رذیلہ کی افراط کے باعث شریعت نے اس کو نجس العین اور اس کے گوشت کو حرام بلکہ اشد المحرمات قرار دیا ہو۔ کیونکہ یہ مسلمہ طبی مسئلہ ہے۔ کہ ہر جانور کے گوشت میں اس کے مادی نفع وضرر کے علاوہ اس کے طبعی صفات کا خاص اثر بھی ضرور ہوتا ہے چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ جو اقوام خنزیر خوار ہیں۔ ان میں دوسری اقوام کی بہ نسبت بے حیائی۔ بے غیرتی اور زناکاری زیادہ مروج ہے۔ کما قال ؎

لقمہ تخم ست وبرش اندیشہا   لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا

حکم خود آنراست کو غالب تر است   چونکہ زر بیش از مس آمد آں زر است

ترجمہ (اور) حکم انہی (اچھے یا بُرے اوصاف) کا ہے جو زیادہ ہوں۔ جب سونا اور تانبا مخلوط ہوں۔ تو اگر سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ (سارا) سونا ہے (اور اگر تانبا زیادہ ہے تو وہ سارا تانبا سمجھا جائے گا)

مطلب۔ انسان میں اچھے اور بُرے ہر طرح کے اوصاف ہوتے ہیں۔ پھر بقول حکم الاکثر حکم الکل۔ اگر اچھے اوصاف زیادہ ہوں۔ تو اس انسان کو بالکل اچھا سمجھا جائے گا۔ ورنہ بالکل بُرا۔

سیرتے کاں در وجودت غالب ست   ہم براں تصویر حشرت واجب ست

ترجمہ۔ جو خصلت تمہارے وجود میں (تمام خصائل پر) غالب ہے۔ اسی کے مطابق حشر میں تمہاری صورت کا ہونا واجب ہے۔

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے۔ یبعث الناس علےٰ نیاتھم یعنے قیامت میں لوگ اپنی اپنی نیت کے موافق اٹھائے جائیں گے۔ اور دوسری حدیث ہے۔ یبعث کل عبد علےٰ مامات علیہ یعنے ہر بندہ قیامت کو ان اعمال کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ جن میں اس نے وفات پائی تھی۔ صائبؒ ؎

ہر کہ زشت ست ہماں زشت بعقبےٰ خیزد   کور از خواب محال ست کہ بینا خیزد

غافل از مرگ مبدّل نکند گوہر را   جاہل از خواب محال ست کہ دانا خیزد

ساعتے گرگے درآید در بشر   ساعتے یوسف رخے ہمچو قمر

ترجمہ۔ کبھی تو انسان کے وجود میں ایک بھیڑیا سما جاتا ہے۔ (اور) کبھی ایک یوسف کی سی صورت والا ماہ پیکر (سما جاتا ہے)

مطلب۔ آدمی میں کسی وقت اخلاق حمیدہ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اخلاق ذمیمہ کا ؎

آج یار تند خو نے دہر میں آ کہا ۔ مجھ سے عہد صلح کر لو اور یہ جانے دو شکو
لیکن اس انسان کے عہد صلح پر کیا اعتماد ۔ جو ہو لمحہ میں فرشتہ اور پھر لمحہ میں بھوت

اگر گرگی اور یوسف رُخی میں دونوں جگہ یائے مصدری معروف ہو ۔ تو پھر معنے اقرب الی المقصود ہو جاتے ہیں ۔ یعنے کبھی انسان میں درندہ پن آجاتا ہے ۔ اور کبھی جمال خلق ۔ آگے فرماتے ہیں ۔ کہ یہ گوناگوں اخلاق متعدی بغیر بھی ہوتے ہیں ۔

میرود در سینہا از سینہا ۔ از رہ پنہاں صلاح و کینہا

ترجمہ (پھر یہ) نیکی (کے فضائل) اور (بغض و) کینہ (وغیرہ بُرے خصائل) ایک مخفی طریق سے ایک سینے سے دوسرے سینوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں ۔

مطلب ۔ قرب و صحبت کے اثر سے یہ اچھے اور بُرے اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں ۔ صائبؒ ؎

صحبت طوطی سخنور میکند آئینہ را ۔ سادہ لوحاں زود میگیرند رنگ ہم نشیں

اکبر الہ آبادی مرحوم ؎

مل کے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ ۔ آدمی کا آدمی شیطان ہے

آگے ارشاد ہے کہ یہ اثر پذیری انسان پر ہی موقوف نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوتے ہیں ۔

بلکہ خود از آدمی در گاو و خر ۔ میرود دانائی و علم و ہنر

ترجمہ ۔ بلکہ آدمی سے بیل گدھے (وغیرہ حیوانات) میں بھی مختلف کرتب اور ہنر آجاتے ہیں ۔

اسپ سُکسُک مے شود رہوار و رام ۔ خرس بازی میکند بز ہم سلام

لغات ۔ سکسک بضم ہر دو سین ۔ کم رفتار گھوڑا ۔ رہوار تیز رفتار گھوڑا ۔ رام ۔ مطیع ۔ خرس ریچھ بز ۔ بکرا ۔

ترجمہ (سدھانے سے) کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور مطیع بن سکتا ہے ۔ ریچھ کھیلیں کرتا ہے (اور) بکرا بھی سلام (کرتا ہے)

رفت در سگ ز آدمی حرص و ہوس ۔ یا شباں شد یا شکاری یا حرس

لغات ۔ شبان ۔ بکریوں کا رکھوالا ۔ حرس نگہباں ۔

ترجمہ ۔ کتے (تک) میں تو آدمی (کی صحبت) سے (کام کرنے کی) حرص اور خواہش آجاتی ہے ۔ (چنانچہ وہ) یا تو (بکریوں کا) رکھوالا بن جاتا ہے ۔ یا شکاری یا (گھر بار کا) پہرے دار ۔

در سگِ اصحاب خوئے زاں رقود
رفتہ تا جویائے رحمٰن گشتہ بود

ترجمہ۔ اصحاب (کہف) کے کتے میں ان (غار کے اندر) سونے والوں کی خصلت مؤثر ہوگئی تھی۔ جبھی تو وہ طالب رحمٰن بن گیا تھا۔

لغات۔ اصحاب سے مراد اصحاب کہف ہیں۔ رقود جمع راقد۔ سونے والے لیٹنے والے۔ جویا۔ طالب۔

مطلب۔ اصحاب کہف کا ذکر پہلے اس شرح کے کسی حصے میں مفصل گزر چکا ہے۔ یہ اہل اللہ کی جماعت تھی۔ حاکم وقت کے ظلم سے تنگ آکر شہر سے نکلے۔ ایک کتا ان سے مانوس تھا۔ وہ بھی ساتھ ہولیا۔ یہ اصحاب ایک غار میں جا کر لیٹ گئے۔ کتا غار کے دروازے میں اپنی باہیں بچھا کر بیٹھ گیا۔ صدیاں ہوگئیں وہ آج تک اسی حالت میں پڑے ہیں۔ سعدی رحمہ

سگِ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت و مردم شد

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند
گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است
تا بدام سینہا پنہاں رہ است

لغات۔ سر کند یعنے سرزند۔ ظاہر ہوتا ہے۔ نمودار ہوتا ہے۔ دیو۔ جن۔ بھوت۔ شیطان۔ دام چرندہ دد۔ درندہ **ترکیب** زاں عجب بیشہ جار و مجرور متعلق ہے سر کند کے **صنائع** دام۔ دد۔ بیشہ۔ شیر۔ دام مناسبات ہیں۔

ترجمہ ہر گھڑی (انسان کے) سینے میں (اچھے بُرے اخلاق کی ایک نہ) ایک نوع نمودار ہوتی رہتی ہے۔ (چنانچہ) کبھی (اخلاق سیئہ کا) دیو۔ کبھی (اخلاق حسنہ کا) فرشتہ (اور اسی طرح) کبھی کوئی چرندہ اور کبھی کوئی درندہ اس عجیب جنگل میں سے (نمودار ہوتا رہتا ہے) کہ (جس کے متعلق) ہر شیر (مرد) جانتا ہے۔ کہ (اس میں سے) دوسرے سینوں کے جال کی طرف ایک پوشیدہ راستہ ہے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا کہ "بیشۂ آمد وجود آدمی" اسی انداز سے اب پھر انسان کے وجود کو ایک بیشہ قرار دے کر اس کے مختلف اخلاق کے دام ودد کا دوسرے وجود کی طرف متعدی ہونا بیان فرماتے ہیں۔ بیشہ کی مناسبت سے ہر عالم نفسیات اور ماہر رموز اخلاق کو شیر مرد کہا ہے۔ یعنے فن اخلاق کا ہر ایک ماہر جانتا ہے۔ کہ انسان کے سینے سے دوسرے سینوں تک ایسے مخفی راستے موجود ہیں۔ جن سے ایک کی اخلاقی تاثیرات دوسرے تک اس طرح جا پہنچتی ہیں۔ جس طرح جانور جال میں جا پھنستے ہیں۔ آگے یہ ارشاد ہے۔ کہ جب اس طرح ایک کے اخلاق دوسرے پر موثر ہوتے ہیں۔ تو ہمیں اس تاثیر و تاثر کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

دُزدِ یے کُن اززر و مرجانِ جاں ۔ اے کم از سگ از دُرونِ عارِفاں

صنائع ۔ مرجان اور جان میں تجنیس ۔

ترجمہ اے (وہ شخص کہ فضائل اخلاق سے بے بہرہ ہونے میں) کتے سے بھی کم (ہے) تجھے (یہ موقع غنیمت سمجھ کر) عارف لوگوں کے باطن سے روحانی زر و جواہرات اخذ کرنے چاہئیں ۔ صائبؒ ؎

شد ز وصلِ غنچہ گلبو جامہ باد سحر ۔ در نیامیزی درین گلشن باہلِ دل چرا

چونکہ دُزدی بارے آں دُرِّ لطیف ۔ چونکہ حامل میشوی بارِ شریف

ترکیب ۔ دزدی جملہ فعلیہ شرط بدزد فعل امر مقدر اس کی جزا ۔ اسی طرح حامل میشوی جملہ اسمیہ شرط حامل میشو اس کی جزا ۔

ترجمہ ۔ جب تم (کچھ) چراتے ہو ۔ تو آخر (اخلاق کے وہ) پاکیزہ موتی چراؤ (جن کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں) (اور) جب تم (کوئی) بوجھ اٹھاتے ہو ۔ تو کوئی نفیس بوجھ (اٹھاؤ)

فہم کردن مُریداں کہ ذوالنون دیوانہ نیست و قصدے چنیں کردہ

مریدوں کا سمجھ جانا کہ حضرت ذوالنون دیوانہ نہیں ہیں ۔ اور انہوں نے قصداً ایسا کیا ہے

چونکہ ذوالنوں سوئے زنداں رفت شاد ۔ بند برپا دست بر سر زافتقاد

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو ۔ بہرِ پرسش سوئے زنداں نزدِ او

لغات ۔ افتقاد ۔ گم کرنا ۔ پرسش ۔ تفتیش حال **ترکیب** ۔ دست بر سر زافتقاد کے معنے یہاں چسپاں کرنے میں مترجموں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے ۔ بعض شارحین اس کا یہ مطلب لیتے ہیں ۔ کہ حضرت ذوالنون افتقاد عقل کے شبہ میں بند برپا و دست بر سر لے جائے جا رہے تھے ۔ بعض نے کہا یہ مطلب ہے ۔ کہ لے جانے والوں کی عقل ماری گئی ۔ کہ ایسے ولی اللہ سے یہ سلوک کیا ۔ بعض نے کہا ہے ۔ کہ دست بر سر ان کے دوستوں کی حالت تحسر مراد ہے ۔ اور افتقاد سے یہ مقصود ہے ۔ کہ ذوالنون ان کے ہاتھ سے گم ہو گئے ۔ ہمارے نزدیک یہی تقدیر اچھی ہے ۔ پھر ترکیب یوں ہوگی ۔ کہ چونکہ ذوالنون بند برپا سوئے زنداں شاد رفت ۔ شرط جس کی جزا دست بر سر سے شروع ہوئی ہے ۔ افتقاد کا مضاف الیہ ذوالنون محذوف یہ مرکب اضافی مجرور ہوا ۔ جار و مجرور متعلق بر سر کے جو حال ہے ۔ اور دوستان ذوالحال ۔

ترجمہ جب حضرت ذوالنون خوش خوش پابزنجیر قیدخانہ کو چلے ۔ تو (ان کے معتقدوں نے (انکو) گم کرنے (کے افسوس) سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے (ان کی) تفتیش حال کی

غرض سے (ان کے پاس جانے کے لئے) ہر طرف سے قید خانہ کی طرف رُخ کیا۔

دوستاں در قصۂ ذوالنّوں شدند　　سُوئے زِنداں و دراں رائے زدند

ترجمہ۔ معتقدین حضرت ذوالنون کے معاملے میں (تفتیش حال کرنے کے لئے) قید خانہ کیطرف گئے۔ اور اس بارے میں رائے زنی کرنے لگے۔

کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست　　کو دریں دیں قبلہ و آیتے ست

لغات۔ قاصد۔ قصد کرنے والا۔ بالارادہ کوئی کام کرنے والا۔ قبلہ مرجع عام مراد ہے۔ آیت نشانی

ترجمہ۔ کہ شاید آپ یہ (مجنونانہ حرکات) بالارادہ کرتے ہیں (سچ مچ دیوانہ نہیں ہیں) یا (شاید واقعی دیوانہ ہوگئے ہوں اور اس میں اللہ تعالےٰ کی) کوئی حکمت ہو۔ کیونکہ آپ اس دین (اسلام) میں (آج) مرجع (عوام) اور آیت (من آیات اللہ) ہیں۔

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو　　تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو

لغات۔ سفہ۔ بفتح سین و فا۔ خفت عقل۔

ترجمہ۔ ان کی عقل سے جو اپنی بے پایانی میں دریا کی مثل ہے۔ یہ بات دُور (اور نہایت) دور (ہے) کہ دیوانگی ان سے خفت عقل (کی باتیں) صادر کرائے۔

حاش للہ از کمالِ جاہِ اُو　　کا بر بیماری بپوشد ماہِ اُو

ترجمہ۔ حاش للہ ان کے کمال مرتبہ (کے لحاظ) سے (یہ بات ناممکن ہے) کہ بیماری کا ابر ان (کی عقل) کے (درخشاں) چاند کو چھپالے۔

او ز شرِّ عامّہ اندر خانہ شُد　　او ز ننگ عاقلاں دیوانہ شُد

ترجمہ۔ (پس معلوم ہوتا ہے کہ) وہ عام لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے (قید) خانہ میں چلے گئے۔ وہ (اس زمانے کے بداعمال) عاقلوں (کے ساتھ شریک عقل ہونے) کی عار سے دیوانہ بن گئے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

پاسے در زنجیر پیش دوستاں　　بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

حافظ رحمۃ اللہ علیہ

نیست معقول دل عشق پسندیدۂ عقل　　ہر کہ آدم بود آنجا دد و دام ست اینجا

او ز عارِ عقلِ کُندِ تن پرست　　قاصداً رفت و دیوانہ شدست

ترجمہ (اصلی وجہ یہی ہے کہ) وہ (اس) عقل کی عار سے جو (روحانیات کے ادراک سے) کُند اور جسمانیات کے تصرف میں لگی رہتی ہے قصداً (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں۔ حافظ ؎

وراے طاعتِ دیوانگاں ز ما مطلب — کہ شیخِ مذہبِ ما عاقلی گنہ دانست

کہ بہ بندم اے فتے و زساز گاو — بر سر و پشتم بزن وایں را مکاو

لغات۔ ساز گاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے چوپایوں کو ہانکتے ہیں۔ مکاو فعل نہی از کاویدن جس کے معنے ہیں کریدنا کد و کاوش کرنا۔

ترجمہ (اور آپ کہہ رہے ہیں) کہ اے نوجوان (سپاہی) مجھ کو (زنجیر میں) جکڑ لے۔ اور چرمی سانٹا میرے سر اور پشت پر مارتے جا۔ اور اس بات (کا سبب دریافت کرنے کے لئے اس) کو مت کرید۔

تا ز زخمِ لخت یابم من حیات — چوں قتیل از گاوِ موسیٰ اے ثقات

لغات۔ زخم۔ ضرب۔ مار پیٹ۔ لخت۔ ٹکڑا۔ قتیل۔ مقتول۔ ثقات۔ معتبر لوگ۔ گاوِ موسے یہ لفظ ایک روایت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔ اس کے بیان کے بغیر شعر کا مطلب واضح نہ ہوگا۔

اہل سیر لکھتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک متمول آدمی تھا۔ اس کا ایک بھتیجا محتاج و فقیر تھا۔ اور وہی اس کا وارث ہوتا تھا۔ بھتیجے نے ایک دن موقع پاکر مال کی طمع سے چچا کو قتل کر ڈالا۔ اور رات کے وقت اس کی لاش کو ایک دوسرے گاؤں میں لے جاکر ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو پھر خود ہی موسٰے علیہ السلام کے پاس اس کے خون کا دعوےٰ چند اشخاص کے خلاف دائر کر دیا۔ موسٰے علیہ السلام نے تحقیقات کی تو کچھ پتہ نہ چلا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ خداوند تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ یہ مشکل کسی طرح حل ہو جائے۔ موسٰے علیہ السلام نے دعا کی۔ جو قبول ہوگئی۔ تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ ایک گائے ذبح کرو۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یعنے سوال تو تھا مقتول کے قاتل کا کھوج لگانے کا۔ اور آپ حکم دیتے ہیں گائے کو ذبح کرنے کا۔ مگر جب ان کو یقین ہوگیا۔ کہ یہ حکم قاتل کا سراغ لگانے کے سلسلے ہی میں ہوا ہے۔ تو پھر انہوں نے اپنی حجت آفریں طبیعت کے موافق مختلف سوالات شروع کر دیئے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ کیا رنگ ہو۔ کیا حلیہ ہو۔ کیا عمر ہو۔ ان سوالات کے جواب میں جوں جوں اس گائے کی صفات بیان ہوتی جاتی تھیں۔ تو شرائط و قیود کی زیادتی سے خود ان لوگوں کے لئے مشکل بڑھتی جاتی تھی بزرگان دین نے لکھا ہے۔ کہ اگر وہ لوگ اس حکم کو سنتے ہی کوئی سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو وہی کافی ہوتی۔ مگر انہوں نے خود سوال پر سوال کر کے شرائط صفات کی اپنے لئے مشکل پیدا کر لی۔ اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک صالح آدمی تھا۔

ماں کی خدمت کی فضیلت اور اس کا اجر

اللہ نے اس کو بیٹا دیا تھا۔ جو ابھی خرد سال تھا۔ جب اس شخص کی وفات کے دن قریب آئے۔ تو اسے اپنے بچے اور عورت کا فکر ہوا۔ اس کے پاس صرف ایک بچھیا تھی۔ اُسے جنگل میں لے گیا۔ اور یہ دعا کر کے اسے چھوڑ دیا۔ کہ الٰہی میں اس کو تیری حفظ میں بطور امانت چھوڑتا ہوں۔ کہ جب میرا بچہ بڑا ہو۔ تو اس کے کام آئے۔ یہ لڑکا جوان ہوا۔ تو اپنے باپ کی طرح نہایت صالح و عابد اور نیکو کار نکلا۔ تہائی رات تک نوافل پڑھتا۔ پھر تہائی رات تک سوتا۔ اس کے بعد تہائی رات پھر اپنی ماں کی خدمت میں با امید ثواب بیٹھا رہتا۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتا۔ ان کو فروخت کر کے ایک تہائی قیمت خیرات کر دیتا۔ ایک تہائی کی روٹی خریدتا۔ باقی تہائی ماں کی نذر کر دیتا۔

خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس جوان کی یہ طاعت و عبادت اور ماں کی خدمت قبول ہوئی۔ آخرت میں اس کا جو صلہ ملنا تھا۔ وہ تو رہا الگ۔ دنیا میں بھی وہ اس کے اجر سے مالا مال ہو گیا۔ ایک دن وہ اپنی ماں کے مشورے سے جنگل میں گیا۔ اور اپنی موروثی بچھیا کو پکڑ لایا۔ جو اس وقت تنا ور گائے بن چکی تھی۔ اور حفاظت الٰہی کی بدولت کوئی شخص اب تک اس کے پکڑنے پر قادر نہیں ہو سکا تھا۔ مگر وہ بحکم خدا اپنے اصلی حقدار کے پکڑنے پر بآسانی اس کے قابو میں آگئی۔ اس نے ارادہ کیا۔ کہ بازار میں تین دینار (۹ روپے) پر اس کو فروخت کر دے۔ مگر فرشتہ غیب نے اس کی ماں کے کان میں یہ بات ڈالی۔ کہ لڑکے سے کہدو۔ ابھی اس گائے کو فروخت نہ کرے۔ اس کو موسیٰ علیہ السلام خریدیں گے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کے عوض میں اسقدر سونا وصول کرے۔ جس سے اس کا چمڑا پُر ہو سکے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ سے قابل ذبح گائے کے جو اوصاف بتائے۔ ان اوصاف کی گائے اس جوان کی گائے کے سوا اور کوئی نہ تھی۔ وہ اس سے خرید کی گئی۔ اور ذبح کے بعد اس کے عوض میں اسقدر سونا دیا گیا۔ جس سے اس کا چمڑا پُر ہو سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مُردہ لاش سے لگایا گیا۔ تو مردہ زندوں کی طرح اُٹھ بیٹھا۔ اور اس نے بتا دیا۔ کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہی پھر بے جان ہو کر گر گیا۔ قاتل کو اس کے جرم کی سزا دی گئی۔

ترجمہ۔ تاکہ اے معتبر لوگو! میں (اس گائے کے چرمی ٹکڑے (کے بنے ہوئے سانٹے) کی چوٹ سے زندگی پاؤں۔ جیسے کہ (اس) مقتول نے موسیٰ علیہ السلام کی (خرید کی ہوئی) گائے (کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے) سے (زندگی پائی)۔

تا ز زخمِ لختِ گاوے خوش شوم ہمچو کشتۂ گاوِ موسیٰ گش شوم

لغات: کشتہ گاو میں فک اضافت ہے۔ گش بفتح گاف فارسی۔ خوش۔

ترجمہ۔ تاکہ میں (اس) گائے کے (چرمی ٹکڑے (کے بنے ہوئے سانٹے) کی چوٹ سے خوشحال ہو جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام کی گائے کے ٹکڑے کے اثر سے زندہ ہو جانے والے مُردے کی طرح خوش و خرم ہو جاؤں۔

زندہ شد کشتہ ز زخمِ دُمِ گاو ہمچو مِس از کیمیا شد زرِّ ساو

لغات ۔ زخم دم گاو ۔ گائے کی دم کی چوٹ ۔ بعض روایات میں آیا ہے ۔ کہ مذبوحہ گائے کی دم جڑ کے پاس سے اس مقتول کے ساتھ چھوئی گئی ۔ تو وہ زندہ ہوا ۔ بعض روایات میں کان کے جڑ کی ہڈی آئی ہے ۔ بعض میں زبان ۔ بعض میں دائیں ران ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ زخم دم گاؤ کا ذکر بھی ایک روایت پر مبنی ہے ۔ زرِّ ساو ۔ خالص سونا ۔

ترجمہ (وہ) مقتول گائے کی دُم کی چوٹ سے زندہ ہوگیا (تھا) جس طرح تانبا کیمیا سے خالص سونا بن جاتا ہے ۔

کشتہ بر جست و بگفت اسرار را وانمود آں زمرۂ خونخوار را

ترجمہ (چنانچہ وہ) مقتول (چنگا بھلا ہوکر) اُٹھ بیٹھا اور (اپنے قتل کے) راز بیان کر دیئے ۔ (اور) اس خونخوار جماعت کو (جس میں اس کا بھتیجا اور اس کے معاون شامل تھے) ظاہر کر دیا ۔

گُفت روشن کایں جماعت کُشتہ اند تخمِ ایں آشوب ایشاں کِشتہ اند

لغات ۔ روشن ۔ صاف صاف ۔ علانیہ ۔ آشوب ۔ فساد ۔ ظلم **صنائع** کُشتہ بضم اور کِشتہ بکسر میں تجنیس ۔

ترجمہ (اس مقتول نے) علانیہ بتا دیا کہ (مجھے) اس جماعت نے قتل کیا ہے ۔ اس فساد کا بیج انہوں نے بویا ہے ۔

چونکہ کُشتہ گردد ایں جسمِ گراں زندہ گردد ہستیِ اسرار داں

ترجمہ (اسی طرح) جب یہ گراں (بار) جسم فنا ہو جاتا ہے ۔ تو راز داں ہستی زندہ ہو جاتی ہے ۔

مطلب ۔ ہستی ظاہر کے فنا ہو جانے سے روح میں لطافت و پاکیزگی آجاتی ہے ۔ اور بہت سے ایسے علوم و حقائق منکشف ہو جاتے ہیں ۔ جو جسمانی زندگی میں اس پر مخفی تھے ۔ صائب رحمہ

دل ز قیدِ جسم چوں آزاد گردد و اشود
چوں حباب از خود کند قالب تہی دریا شود

جانِ او بیند بہشت و نار را باز داند جملہ اسرار را

ترجمہ ۔ (پھر) اس کی روح بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہے ۔ (اور) تمام اسرار کو معلوم کر لیتی ہے ۔

وانما ید خونیاں دیو را وانماید دام خدعہ دیو را

لغات۔ خونیاں۔ قاتلاں۔ دیو شیطان۔ خدعہ۔ فریب۔ دیو۔ مکر و فریب۔

ترجمہ (جس طرح اس مقتول نے اپنے قاتلوں کا راز فاش کر دیا تھا) وہ (روح مجرد بھی) قاتل شیطانوں کو (جو انسان کو ضرر پہنچاتے ہیں) ظاہر کر دیتی ہے (ان کے) مکر و فریب کے جال کو نمایاں طور پر دکھا دیتی ہے۔

گاو کشتن ہست از شرط طریق تا شود از زخم دمش جاں مفیق

لغات۔ طریق سے طریق معرفت مراد ہے۔ زخم دمش۔ اس کی دم کے تازیانے کی چوٹ۔ مفیق۔ افاقہ پانے والا۔ ہوش میں آ جانے والا۔ صنائع۔ زخم دمش کے ذکر میں صنعت مشاکلہ ہے۔

ترجمہ۔ غرض گاو (جسم) کو ذبح کر ڈالنا طریق (معرفت) کی شرائط سے ہے۔ تاکہ جان اس کی دم (کے سانٹے) کی چوٹ سے ہوش میں آ جائے (جس طرح وہ مقتول گائے کے دم کے چھونے سے زندہ ہو گیا تھا)

گاو نفس خویش را زوتر بکش تا شود روح خفی زندہ بہش

لغات۔ زوتر۔ مخفف زود تر۔ روح خفی۔ کنایہ ہے روح ضعیف سے۔ بہش۔ بہوش۔

ترجمہ (پس) اپنے نفس کی گائے کو جلدی ذبح کرو۔ تاکہ (تمہاری) روح (جو اب) کمزور (ہو رہی ہے مخالف طاقت کے فنا ہو جانے سے طاقت پکڑے اور) زندہ و باہوش ہو جائے۔ فیض عفی لہ ؎

در معرکہ چوں کنی کمر چست خود را شکن کہ فتح از تست

ایں سخن را منقطع و پایاں مجو حال ذوالنون با مریداں بازگو

ترجمہ۔ اس بحث کو انتہا اور خاتمہ تک پہنچانے کی کوشش نہ کرو (کہ اس کی انتہا نہیں۔ لہذا) حضرت ذوالنون کا اپنے مریدوں کے ساتھ (جو معاملہ ہوا اس کا) حال بیان کرو۔

رجوع کردن بحکایت ذوالنون با مریداں

حضرت ذوالنون کے اپنے مریدوں کے ساتھ معاملے کا بیان دوبارہ شروع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیک او — بانگ بر زد ہے کیانند اتقوا

لغات - نفر - جماعت - ہے - کلمہ تنبیہ جو آگاہ کرنے کی غرض سے استعمال ہوتا ہے - کیانند - کدام کسانند - اتقوا - فعل امر صیغہ جمع حاضر - ہٹو - بچو - دور ہو جاؤ -

ترجمہ جب وہ جماعت ان کے پاس پہنچی - تو (حضرت ذوالنون نے انکو) للکارا کہ خبردار! (یہ) تم کون لوگ (چلے آرہے) ہو - چلو ہٹو!

با ادب گفتند ما از دوستاں — بہر پرسش آمدیم اینجا بجاں

ترجمہ (سب نے) مودبانہ عرض کیا - ہم (آپکے) معتقدوں میں سے (ہیں) یہاں (دل و) جان کے ساتھ (آپ کا حال) دریافت کرنے آئے ہیں -

چونی اے دریائے عقلِ ذوالفنوں — ایں چہ بہتان است بر عقلت جنوں

لغات - چونی - چوں ہستی - چگونہ ہستی - ذوالفنوں - عجائبات والا - بہتان - تہمت -

ترجمہ کہ اے عجائبات والی عقل کے دریا! آپ کا کیا حال ہے - (اور) آپکی عقل پر یہ دیوانگی کی تہمت کیسی لگائی جارہی ہے -

دودِ گلخن کے رسد در آفتاب — چوں شود عنقا شکستہ از غراب

ترجمہ - بھلا بھٹی کا دھواں آفتاب کے ساتھ کب چھو سکتا ہے؟ عنقا کوے کے مقابلے میں کب شکست کھا سکتا ہے؟ (اسی طرح آپ کی عقل کو جنون سے کیا نسبت؟)

وا مگیر از ما بیاں کن ایں سخن — ما محبانیم با ما ایں مکن

ترجمہ - یہ بات بیان فرما دیجئے - ہم سے چھپائیے نہیں - ہم آپ کے مخلص ہیں - ہمارے ساتھ ایسا نہ کیجئے (کہ ہم کو اصل حال سے آگاہ نہ فرمائیں) -

مر محباں را نشاید دور کرد — یا بہ روپوش و دغل مہجور کرد

ترجمہ ۔ ہم خاص مخلصوں کو (اپنی معیت سے) دور کرنا یا روپوشی اور دھوکے کے ساتھ ان کو (آپ سے) الگ رکھنا مناسب نہیں۔

رازرا اندر میاں نہ با مُحب ایکہ بحرِ علم و عقلی اِستجب

لغات ۔ استجب صیغہ امر ہے استجابت سے ۔ قبول کرو ۔ ہماری درخواست منظور کرو ۔

ترجمہ (اس معاملہ کے اصلی) راز کو دوست پر ظاہر کر دیجئے ۔ اے علم و عقل کے دریا آپ ہماری بات مان لیجئے ۔

رازرا اندر میاں آور شہا رُو مکن در ابر پنہانی مہا

ترجمہ ۔ حضور والا اصلی راز بیان فرما دیجئے ۔ اے معرفت کے چاند! پوشیدگی کے بادل میں اپنے چہرہ (مبارک) کو نہ چھپائیے ۔

ما مُحبّ صادق و دلخستہ ایم در دو عالم دل بتو بر بستہ ایم

ترجمہ ہم آپ کے سچے مخلص (ہیں) اور (آپ کی اس تکلیف سے) ہمارا دل زخمی ہے ۔ دونوں عالم میں آپ (ہی) کے ساتھ ہمارا قلبی تعلق ہے ۔

رازرا از دوستاں پنہاں مکن در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکن

ترجمہ ۔ (اپنے) راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے ۔ صاف صاف فرما دیجئے ۔ اور خواہ مخواہ (ہماری) جان کے درپے نہ ہو جیئے (جو اس غم میں گھلی جا رہی ہے)

چُونکہ ذوالنّوں ایں سخن زیشاں شنید جُز طریقِ امتحانِ مُخلص ندید

ترجمہ ۔ جب حضرت ذوالنون نے ان کی یہ باتیں سنیں (اور سب کو معقول پایا) تو (یہ) طریق امتحان (ان کے دعوی خلوص کو آزمانے) کے سوا (اور کوئی صورت ان سے) رستگاری (پانے کی) نہ دیکھی (لہذا امتحان شروع کر دیا)

فحش آغازید و دشنام از گزاف گفت او دیوانگانہ زے وقاف

لغات ۔ آغازید ۔ فعل ماضی ہے آغازیدن سے ۔ گزاف ۔ گپ ۔ بے اصل بات ۔ زے وقاف اشارہ ہے زق زق بق بق کی طرف جس کے معنے بکواس کے ہیں ۔ جھک جھک بک بک ۔

ترجمہ بناوٹ (کے جنون) سے بُرا بھلا کہنا اور گالی گلوچ شروع کر دی ۔ (اور) دیوانوں کی طرح جھک جھک بک بک کرنے لگے ۔

برجہید و سنگ پرّاں کرد و چوب — جملگاں بگریختند از بیم کوب

ترجمہ (انہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ طیش کے ساتھ اُٹھے اور پتھر پھینکنے اور لاٹھی چلانی شروع کر دی۔ تمام لوگ (لاٹھی کی) چوٹ کے خوف سے بھاگ نکلے۔

قہقہہ خندید و جنبانید سر — گفت باد ریش ایں یاراں نگر

لغات۔ بادریش۔ غرور۔ لاف۔ شیخی۔

ترجمہ (پھر) قہقہہ (مار کر) ہنس پڑے اور سر ہلا کر کہا۔ ان یار لوگوں کی (خلوص و محبت کی) شیخیاں دیکھو۔

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں — دوستاں را رنج باشد ہمچو جاں

ترجمہ ان (دوستی کے دعویدار) دوستوں کو دیکھو! (مگر سچے) دوست کا نشان کہاں؟ (سچے) دوستوں کو (دوست کے ہاتھ سے جو) تکلیف (پہنچے وہ) جان کے برابر (پیاری) ہوتی ہے۔ صائبؒ ؎

دشنامِ یار جانِ دگر میدہد مرا — ایں زہر پرورش بشکر میدہد مرا

سعدی رحؒ ؎

جنگ از طرفِ دوست دل آزار نباشد — یارے کہ تحمل نکند یار نباشد

ولہ ؎

اگر عاشقی دامن او بگیر — دگر گویدت جاں بدہ گو بگیر

کے گراں گیرد ز رنجِ دوست دوست — رنج مغز و دوستی او را چو پوست

لغات۔ گراں گیرد۔ ناگوار سمجھتا ہے۔ مغز۔ مراد اصل۔ لب لباب۔

ترجمہ۔ دوست دوست کی تکلیف کو کب ناگوار سمجھتا ہے (محبت کا) لب لباب (دوست کی) تکلیف (کو برداشت کرنا) ہے۔ اور دوستی تو (صرف) اس کا چھلکا ہے۔ صائبؒ ؎

از عشق جائے شکوہ نما ندست در دلم — لطف بجاست رنجش بیجائے او مرا

نے نشانِ دوستی شد سرخوشی؟ — در بلا و محنت و آفت کشی

ترجمہ۔ کیا (دوست کی طرف سے نازل ہونے والی) بلا اور محنت اور جفاکشی میں راضی (برضائے دوست) رہنا (سچی) دوستی کی نشانی نہیں ہے ہر گز کیوں نہیں ضرور ہے۔ سعدی رحؒ ؎

یاری آنست کہ زہر از قبلش نوش کنی — نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست　　زرِ خالص در دلِ آتش خوش ست

ترجمہ۔ دوست کی مثال سونے کی سی ہے۔ اور بلا گویا آگ ہے۔ خالص سونا آگ ہی کے اندر (اپنا جوہر) بخوبی (ظاہر کرتا) ہے۔ حافظ رحمہ

عہد کردی کہ بسوزی ز غمِ خویش مرا　　ہیچ غم نیست تو میسوز کہ من مے سازم

جامی رحمہ

ببیں بچشمِ ترحم بحالم اے خواجہ　　کہ رنج و محنتِ عشاق راحت آمیز ست

آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے دوست کے ہاتھ سے تلخ خربوزہ پایا۔ تو اس کو بھی رغبت سے کھایا۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ کی مشیت سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے راضی برضا ہو کر برداشت کر لینا چاہیئے۔

امتحان کردن خواجہ لقمانؑ را در زیرکی

آقا کا لقمان کی عقلمندی کا امتحان لینا

نے کہ لقماں را کہ بندہ پاک بود　　روز و شب در بندگی چالاک بود

خواجہ اش میداشتے در کار پیش　　بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش

ترکیب۔ یہ تمام عبارت ایک جملہ استفہامیہ ہے۔ جس کی تقدیر یوں ہے۔ آیا ایں صحیح نیست کہ لقمان الخ۔ جس میں ایں مبین ہے۔ اور کہ لقمان را الیٰ آخر البیتین اس کا بیان۔ جس کے اندر لقمان مبین ہے۔ کہ بندہ پاک بود الخ اس کا بیان۔ یہ مبین و بیان مل کر میداشتے کا مفعول ہے اور خواجہ اس کا فاعل۔

ترجمہ۔ کیا (یہ واقعہ صحیح) نہیں (ہے) کہ حضرت لقمان جو ایک پاک بندہ تھے۔ اور دن رات بندگی میں چست (رہتے) تھے۔ ان کا آقا انہیں ہر کام میں (رائے و مشورہ لینے کے لئے) مقدم رکھتا تھا۔ (بلکہ) ان کو اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ (عزیز) سمجھتا تھا۔

زانکہ لقماں گرچہ بندہ زادہ بود　　خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

صنائع۔ زادہ اور آزادہ میں تجنیس ناقص اور بندہ و آزادہ میں تضاد۔

ترجمہ (جس کی) وجہ یہ (تھی) کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام کے فرزند تھے (اس لئے خود بھی غلام تھے) مگر اپنے ذاتی صفات کے لحاظ سے ایک آقا (نامدار) تھے اور خواہشات (نفسانیہ) سے آزاد تھے۔

مطلب۔ اس بیان میں تصریح ہے۔ کہ حضرت لقمان غلام تھے۔ لیکن یہ قول انہی اصحاب کے نزدیک

مسلم ہوسکتا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک ولی اور حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور جو اصحاب ان کی نبوت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ان کا غلام ہونا صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی غلام نہیں ہوتا۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ وہ لقمان ابن باعورا ابن ناحور ابن تارخ ہیں۔ اور تارخ کا دوسرا نام آزر ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ حضرت ایوبؑ کے بھانجے ہیں۔ بعض ان کے خالہ زاد بھائی لکھتے ہیں۔ ایک ہزار سال عمر پائی۔ حتیٰ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ اور علمار کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ وہ حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ مگر عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اختیار دیا گیا۔ کہ خواہ نبوت کا منصب منظور کرلیں یا حکمت کا۔ تو انہوں نے نبوت کے منصب کو پرخطر اور نازک سمجھ کر اس کے قبول کرنے سے عذر کیا۔ اور اپنے لئے حکمت پسند کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانہ کا حکیم بنا دیا۔ پھر یہی اختیار حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا۔ تو انہوں نے بلا عذر نبوت منظور کرلی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے۔ نہایت بدصورت سیہ فام کریہ المنظر بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے۔ درزی تھے۔ اور بعض نے کہا ہے۔ بکریاں چراتے تھے۔ انتہیٰ ملخصاً

مولانا بحرالعلوم فرماتے ہیں۔ کہ لقمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا صرف ولی۔ مگر ان کے ولی ہونے کی تقدیر پر بندہ زادہ ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ نبی ہونے کی صورت میں نہیں۔ کیونکہ نبی بندہ زادہ نہیں ہوتا۔ اور صحیح بخاری میں ہرقل کے قصے میں مذکور ہے۔ کہ اس نے کہا۔ وکذالک الرسل تبعث فی نسب قومھا۔ یعنے اور اسی طرح پیغمبر عالی خاندان ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اور لقمان کا نبی ہونا راجح ہے۔ جس کی تائید شیخ اکبر قدس سرہٗ کے قول سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے فصوص الحکم کے اندر فصل حکمت لقمانیہ میں سپرد قلم کیا ہے بس ان کی غلامی اور غلام زادگی کے قصے کے صحیح ہونے کی تقدیر پر کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ اور ان کے والد جبراً وظلماً غلام بنا ئے گئے ہوں گے۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بنائے گئے تھے۔ اور یہ واقعہ ان کی نبوت سے پہلے کا ہوگا۔ پھر وہ آزاد ہوکر عالی نسب ثابت ہوچکے ہونگے۔ تو اس کے بعد نبوت پر ممتاز ہوئے ہوں گے۔ پس بیت کے معنے یہ ہیں۔ کہ لقمان اگرچہ بظاہر غلام تھے۔ لیکن وہ ایک آقائے عالی نسب تھے۔ اور ابتدائے پیدائش سے خواہشات نفسانیہ سے آزاد تھے۔ جیسے کہ انبیار کی شان ہوتی ہے (انتہٰی)

اسی ضمن میں مولانا رہ ہوائے نفس سے آزاد ہونے کے متعلق ایک اور حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گفت شاہے شیخ را اندر سخن　　چیزے از بخشش زمن درخواست کن

ترجمہ۔ کسی بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتوں باتوں میں (خوش ہوکر) فرمایا کہ مانگو مجھ سے کیا انعام مانگتے ہو؟

گفت اے شہ شرم نا ید مر ترا　　کہ چنیں گوئی مرا زیں بر تر آ

لغات۔ زیں بر تر آ کے لفظی معنے یہ ہیں۔ کہ آپ کو اس گفتگو کے مقام سے بلند ہوجانا چاہیئے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ گفتگو جو آپ کے درجے سے گری ہوئی ہے۔ نیچے کی نیچے رہ جائے۔ اور آپ اپنے بلند درجے پر رہیں۔ مگر ہم نے ترجمہ میں ایک محاورہ اختیار کیا ہے۔

ترجمہ (ان بزرگ نے) کہا۔ اے بادشاہ! یہ مجھے ایسی بات کہتے کچھ بھی نہیں جھجکتے (براہ مہربانی) اس گفتگو کو رہنے دیجئے۔

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر	واں دو بر تو حاکمانند و امیر

ترجمہ (دیکھئے) میرے دو غلام ہیں۔ اور یہ (دونوں میرے نہایت) حقیر (غلام ہیں) اور دونوں کے دونوں آپ کے حاکم اور افسر ہیں۔

مطلب۔ وہ بزرگ بادشاہ سے فرماتے ہیں۔ کہ تم کو اپنی داد و دہش کے گھمنڈ پر مجھ سے برتر ہونے کا دعوے ہوگا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے آپ نہ صرف مجھ سے کم رتبہ بلکہ میرے دو غلاموں کے محکوم ہیں۔ غلام بھی وہ جو نہایت حقیر اور کمینے ہیں۔ اور ان کے محکوم ہونے سے آپ کی بے وقری ظاہر ہے۔ اب سنئے کہ وہ غلام کون ہیں ؟

گفت شہ آں دو چہ اند ایں زلت ست	گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست

لغات زلت بکسر و تشدید لام لغزش بعض نسخوں میں ذلت بذال معجمہ آیا ہے۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا وہ دو (غلام ایسے) کیا ہیں (جو مجھ پر حکمران ہوں گے) یہ (تو آپ کی) غلطی (معلوم ہوتی) ہے (یا یہ تو میرے حق میں ذلت کی بات ہے) فرمایا وہ (غلام) ایک غصہ ہے اور دوسرا شہوت۔

نکتہ۔ بادشاہ نے پوچھا "آں دو چہ اند" اور "چہ" کے ساتھ غیر ذوی العقول کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ یعنے وہ کیا چیز ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اتنی بات بادشاہ کو محسوس ہو چکی تھی۔ کہ یہ بزرگ کسی انسان کو میرا حاکم یا افسر قرار نہیں دے رہے۔ بلکہ وہ کسی غیر انسانی ہستی کو مجھ پر مسلط سمجھتے ہیں۔ جو رذائل اخلاق میں سے ہوگی۔ اور حکیمانہ طور پر مجھ کو اس سے بچنے کی نصیحت فرمانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے "چہ" کے ساتھ سوال کیا۔

مطلب۔ ان بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ خشم و شہوت وغیرہ انسان کے قلبی جذبات اس کے قابو میں ہونے چاہئیں۔ اور الٹا یہ تم پر مسلط ہیں۔ چنانچہ غصہ و غضب تم کو بنی نوع کی آزار رسانی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ اور شہوت کے زیر اثر تم مختلف خواہشات نفس کو پورا کرنے میں منہمک رہتے ہو ؎

جذبات نفس تیرے سب ادنےٰ غلام ہیں	صد حیف تو غلام ہو اپنے غلام کا

شاہ آں داں کو ز شاہی فارغ ست	بے مہ و خورشید نورش بازغ ست

لغات۔ فارغ بے پروا مراد ہے۔ بازغ درخشاں۔ چمکنے والا۔

ترجمہ (تم کیا بادشاہ ہو) بادشاہ تو اس کو سمجھو۔ جو (تمام مال و زر اور جاہ و حشم جتنے کہ) بادشاہی سے (بھی) بے نیاز ہے (ایسے بادشاہ کا یہ رتبہ ہے کہ) چاند اور سورج پر بھی اسکا نور درخشاں رہتا ہے۔

مطلب۔ صحیح معنے میں بادشاہ وہ ہے۔ جو عشق الٰہی کی دولت سے بہرہ مند ہے۔ پھر بحر و بر کی بادشاہی

اس کو حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس کی اسے پروا نہیں۔ جامی رح ؎

ہر کہ بارُوے چو زر گشت از گدایانِ درش مائل اے لیے انشد سودا ے جاہے ہم نگرد

چاند سورج پرنور درخشاں ہونے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ چاند سورج باوجودیکہ نورانیت کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ مگر پھر بھی اُن بزرگ سے اقتباس نور کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان بزرگ کو اسقدر نورِ باطن حاصل ہے۔ کہ ان نیّرین اعظمین کے انوار بھی اس کے آگے ماند ہیں۔ امیر خسرو رح ؎

اہ د خور چوں تو نیندا یدل و جاں منزلِ تو کاں ولایت کہ تو داری بہ دخور نہ ہمند

مخزن انداز دکہ مخزن عار اوست ہستی انداز دکہ ہستی را عدوست

لغات۔ مخزن۔ خزانہ۔ ذخیرہ۔ انداز د۔ بمعنے ذخیرہ نہاد۔ جمع کند۔ ہستی۔ زندگی۔

ترجمہ۔ وہ (علم و معرفت کا ایسا) خزانہ رکھتا ہے۔ کہ (ظاہری) خزانہ اس کے لئے (موجب) عار ہے۔ وہ (ایسی روحانی) زندگی رکھتا ہے کہ (جسمانی) زندگی کا مخالف ہے۔ جامی رح ؎

کسوتِ خواجگی و خلعتِ شاہی چہ کند ہر کرا غاشیۂ بندگیت بردوش ست

خواجہ لقماں بظاہر خواجہ وش درحقیقت بندہ لقماں خواجہ اش

ترجمہ۔ حضرت لقمان کا آقا بظاہر آقایانہ حیثیت رکھتا تھا۔ درحقیقت وہ لقمان کا غلام (تھا)۔ اور لقمان اس کے آقا (تھے) صائب رح ؎

بر ہند اگر چہ دولتِ محمود دست یافت گردن نہاد حلقۂ زلفِ ایاز را

در جہانِ بازگونہ زیں بسے ست در نظرِ شاں گوہرے کم از خسے ست

ترجمہ (آقا کے غلام اور غلام کے آقا بن جانے پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ اس (الٹی نگری) میں اس قسم کی (الٹی) باتیں بہت ہیں (چنانچہ) لوگوں کی نظر میں ایک (قیمتی) موتی ایک تنکے سے بھی کم (قیمت) ہے۔ حافظ رح ؎

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

ولہ ؎

آہ آہ از دستِ صرّافانِ گوہر ناشناس ہر زماں خرمہرہ را با دُر برابر میکنند

وقیل ؎

یاقوت را مقابل خرمہرہ مے نہند سنگِ سیاہ بنرخِ زرِ سُرخ مے خرند

مر بیاباں را مفازہ نام شد نام و ننگے عقلِ شاں را دام شد

لغات۔ مفازہ جائے فوز۔ کامیابی کی جگہ۔ جنگل کو کہتے ہیں۔ عقل۔ دانش۔ خرد۔ لغت میں یہ مصدر ہے۔ جس کے معنے ہیں پاؤں میں رسّی ڈالنا۔ چونکہ عقل و خرد انسان کو اکثر ناجائز مقتضیات طبع

کی طرف جانے سے روکتی ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا۔

ترجمہ - (اس الٹی نگری کا رواج دیکھو کہ) جنگل کا نام مفازہ (یعنے کامیابی کی جگہ) مقرر ہوا ہے (جو ناکامی کی جگہ ہے اور) فخر و عار ان کی عقل کے پاؤں کی بیڑی بن گئی (حالانکہ الٹا عقل مقتضیات طبع کے پاؤں کی بیڑی تھی)

مطلب یہ نام و ننگ کا عقل کے لئے دام ہونا یوں ہے۔ کہ مثلاً لوگ صرف نام کے لئے بیاہ شادی پر ہزاروں روپیہ لٹا دیتے ہیں۔ اور دنیا کی شرم کے لئے ہزاروں قسم کے ناواجب اخراجات اٹھا لیتے ہیں۔ کہ مبادا برادری میں نک کٹی ہو۔ حالانکہ عقل اسراف و تبذیر سے روکتی ہے۔ اور اس کا انجام بد دکھا کر اس سے تنفر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر الٹا وہ نام و ننگ اس کے پاؤں کی بیڑی بن کر اس کو مجبور اور بے بس کر دیتے ہیں۔ جسقدر شروح ہمارے زیر نظر ہیں۔ سب میں دوسرے مصرعہ کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔ یعنے "نام و ننگ ہی ان کی عقل کا دام ہو گیا۔ بس۔ اور کسی شرح سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اس مصرعہ کو پہلے مصرعہ سے کیا ربط ہے۔ اور اس سے واژگونی کی کیا نظیر پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کہ عقل کے لفظ کی لغوی تشریح سے کیا پر لطف ربط پیدا ہو گیا۔ فالحمد علی ذالک غرض یہ ہے کہ اکثر چیزوں کا الٹا نام رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے الٹا کام لیا جاتا ہے۔ کما قیل ؎

رنگی کو نارنگی بولیں بہنے دودھ کا کھویا ۔۔۔ اور چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

یک گرُہ را خود معرّف جامہ است ۔۔۔ در قبا گویند کو از عامہ است

لغات - گرُہ مخفف گروہ - مُعرّف - تعریف کرنے والا - عنوان شناخت - پہچاننے کی نشانی - قبا چوغہ - کو - کہ او - عامہ - عام لوگ -

ترجمہ (اس طرح) ایک جماعت کے نزدیک پہچاننے کی نشانی صرف لباس ہے (چنانچہ جس کو گیروے کپڑے پہنے دیکھا۔ تو سمجھ لیا کہ بس یہ کوئی ولی اللہ ہے۔ خواہ وہ کوئی مکار راہی ہو اور اگر کوئی) چوغہ میں (ہو تو) کہتے ہیں یہ کوئی عام آدمی ہے (اگرچہ وہ کوئی خدا رسیدہ ہی ہو۔ پس یہ بھی الٹی بات ہے) کما قیل ؎

درجہاں از ظاہر آرائی ست انساں قیمتی ۔۔۔ مصحف از خوشخط نباشد نیست چنداں قیمتی

یک گرُہ را ظاہرِ سالوسِ زُہد ۔۔۔ نُور باید تا بود جاسوسِ زُہد

لغات - سالوس - مکر و فریب - جاسوس - مخبر - سراغ لگانے والا - **ترکیب** ظاہر سالوس زہد مرکب اضافی خبر ہے - جس کا مبتدا معرف مقدر ہے - جس کی تقدیر کے لئے بیت سابق میں لفظ معرف قرینہ ہے - بعض نسخوں میں جو سالوس و زہد بترکیب عطفی درج ہے - غلط ہے - اس سے قافیہ بھی مخدوش ہو جاتا ہے - اور مطلب بھی خبط -

ترجمہ (اور) ایک جماعت کے نزدیک بناوٹ کی ظاہری پارسائی (ہی معیار) شناخت ہے حالانکہ نورِ (باطن) چاہیئے جو (ان کی سچی) پارسائی کا پتہ دے۔

مطلب - بعض لوگ کسی کو نکات طریقت بیان کرتے، ہُوحق کے نعرے لگاتے اور تسبیح کھٹکھٹاتے دیکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑے غوث و قطب ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں ہر شخص اختیار کر سکتا ہے خصوصاً مکار لوگ دام شیخیت بچھانے کے لئے انہی حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ حافظ رحمۃ

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند درازدستی این کوتہ آستیناں بیں

صاحب کلید نے خوب لکھا ہے۔ کہ آجکل تو اور بھی تغیر آگیا ہے۔ اب رند اور پاگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی۔ کہ صورت ظاہری کی عمدگی دھوکے کی باعث ہوتی تھی۔ اب صورت ظاہری کی زشتی بھی موجب فریب ہوگی۔ (انتہی) مولانا فرماتے ہیں۔ یہ باتیں معیار کمال نہیں ہیں بلکہ معیار کمال نور باطن ہے۔ جس میں یہ نور ہوگا۔ وہ اپنے ہر معتقد و مرید کو تقوی اور صلاح کے رنگ میں رنگ دیگا اس کی صحبت باعث فوز و فلاح ہوگی۔ اور ایسے بزرگوں کو سامان ولایت سے خود آرائی کی ضرورت نہیں۔ صائب رح

مہر با لنے کہ زجاں سیر کند مہماں را چہ ضرورست کہ آراستہ دار د خواں را

نور باید پاک از تقلید و غول تا شناسد مرد را بے فعل و قول

لغات - تقلید - بلا تحقیق کسی کی پیروی کرنا - غول حد سے تجاوز کرنا -

ترجمہ (ایسا باطنی) نور چاہیئے (جس کے ہوتے ہوئے نہ) اندھے ہو کر کسی کی پیروی کرنے (کی ضرورت پڑے) اور (نہ اپنی قوت عقلیہ کے گھمنڈ میں) حد سے بڑھ چلنے (کی جرأت ہو بلکہ وہ دونوں باتوں) سے پاک (رہو)۔ تاکہ مرد کو (اس کے) فعل اور قول کے بغیر پہچان لے -

مطلب - مرد سے کون مراد ہے۔ اور اس کو پہچاننے والا کون ہے۔ اس کے متعلق دو احتمال ہیں۔ یا تو مرد وہ اہل اللہ ہے جس کو نور باطن حاصل ہے۔ لوگ اس کے انوار و برکات کو دیکھ کر جو اس کی زیارت و صحبت سے انہیں محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس کے باکمال ہونے پر یقین کر لیتے ہیں۔ وہ مرد حق خود کوئی اس قسم کا دعوے نہ زبان سے کرتا ہے نہ عملاً دعوائے کمال کا اظہار کرتا ہے۔ یہ احتمال اوپر کے مضمون کے ساتھ خاص طور پر مربوط ہے۔ یعنے جس طرح تعریف کمال کے لئے نہ جامہ ریا کی ضرورت ہے۔ نہ سالوس زہد کی بلکہ نور باطن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قول و فعل کی بھی ضرورت نہیں۔ یا مرد سے ہر مرد عامی مراد ہے۔ اور شناسد کا فاعل صاحب نور باطن ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے نور باطن سے ہر شخص کا اندرونی حال معلوم کر لیتا ہے۔ اس کے قول و عمل سے قیاس کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگلے شعر کے ساتھ یہ احتمال زیادہ پیوستہ ہے۔ چنانچہ آگے یہی فرمایا ہے کہ وہ ہر شخص کے دل میں راہ پا لیتا ہے -

در رود در قلب او از راہِ عقل نقد او بیند نباشد بند نقل

لغات - نقد - پرکھنا - کھرا کھوٹا معلوم کر لینا - بند - پابند - نقل - دوسرے کا قول لے لینا -

سنی سنائی باتیں۔ **صنائع**۔ نقد و نقل میں صنعت تجنیس لاحق۔

ترجمہ۔ وہ (اپنی) عقل کے ذریعے سے (لوگوں کے) دل میں جا گھستا ہے (اور ان کے دلی اسرار معلوم کر لیتا ہے) وہ (ان کے حالات کو خود) پرکھ لیتا ہے (یا یوں کہو کہ وہ مشاہدہ کر لیتا ہے) سنی سنائی باتوں کا پابند نہیں۔

بندگانِ خاصِ عَلّامُ الغیُوب　　در جہانِ جاں جواسیسُ القلُوب

لغات۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس القلوب دلوں کے جاسوس۔ دلوں کی باتیں تاڑ لینے والے۔

ترجمہ۔ غیب کی باتیں جاننے والے (یعنے خداوند تعالےٰ) کے خاص بندے ایسے ہیں۔ جو روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں۔

مطلب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لکل شیئ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ (بیہقی) یعنے ہر چیز صیقل ہو سکتی ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔ جب بندے کا دل صیقل ہو جاتا ہے تو دوسرے لوگوں کے دلوں کی باتیں اس کے دل پر منعکس ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح وہ جاسوس قلب بن جاتا ہے۔ اور بعض شارحین نے اس مقام پر یہ حدیث نقل کی ہے۔ احذروھم فانھم جواسیس القلوب۔ یعنے ان سے ڈرو کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں (بحر العلوم)

یہ حضرات جب کسی کے دل کی حالت اس کی اصلاح و ہدایت کی غرض سے معلوم کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تو ایسا کرتے ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت محض امتحاناً یا تفریحاً ایسا کرنا ان کے نزدیک مستنکر ہے۔ وہ اس کو نہی لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم اور نہی لا تجسسوا میں داخل سمجھتے ہیں (کلید) ادراک خواطر اور کشف اسرار محض ایک ضرورت کی چیز ہے۔ کوئی خاص کمال نہیں۔ اکثر لوگ بعض غیر خدا رسیدہ اشخاص سے اس قسم کے کرشمے دیکھ کر ان کے معترف کمال ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ان کی غلطی ہوتی ہے۔ اور اس طرح بعض مکار لوگوں کو بہت سے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو ٹھگنے اور خوب ہاتھ رنگنے کا موقع ملتا ہے۔ امیر خسرو رح ؎

ادراک خواطر اور کشف ضرور کوئی کمال نہیں

صاحبانِ کشف بقدر اند در درگاہِ حق　　نیست در دیوانِ شاہاں رتبۂ جاسوس را

درونِ دل در آید چوں خیال　　پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال

ترجمہ (کسی کے) دل کے اندر جب کوئی خیال آتا ہے۔ تو ان (اہل اللہ) کے سامنے (کل) حالت کا بھید منکشف ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ تو حسب موقع و ضرورت ان کو مخفی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ حضرات عالم الغیب نہیں ہیں۔ نہ ان کو اپنی غیب دانی کا دعوےٰ ہے صائب رح ؎

خود را نشمارند ز ارباب بصیرت
با آنکہ شرر در جگرِ سنگ شمارند

در تنِ گنجشک چیست از برگ و ساز / کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز

ترجمہ - چڑیا کے بدن میں کہاں کا (بے پایاں) سازوسامان ہے - جو باز کی عقل سے پوشیدہ رہے -

مطلب - یہ حضرات بمنزلہ شہباز ہیں - اور عوام گویا چڑیاں ہیں - باز جس چڑیا کو چاہے - چیر پھاڑ کر اس کے اندر کا سب دانہ دُنکا معلوم کر سکتا ہے - اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے - اسی طرح یہ حضرات لوگوں کے خواطر و ضمائر معلوم کر سکتے ہیں -

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ہُو / سرِّ مخلوقات چہ بود پیشِ اُو

ترجمہ - جو (بزرگ) ذات باری کے اسرار پر واقف ہو جائے اس کے سامنے مخلوقات کا بھید کیا (مشکل) ہے -

آنکہ بر افلاک رفتارش بود / بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

ترجمہ - جس (باکمال) کی رفتار آسمانوں پر ہو اس کو زمین پر چلنا کیا مشکل ہے -

در کفِ داؤد کآہن گشت موم / موم چہ بود در کفِ اُو اے ظلوم

ترجمہ (جب) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا بھی موم (کی طرح نرم) ہو گیا - تو اسے ہٹ دھرم! موم (کی) کیا (حقیقت) ہے (جو) ان کے ہاتھ میں (نرم نہ ہو)

بُود لقماں بندہ شکلِ خواجہ / بندگی بر ظاہرش دیباجہ

لغات - بندہ شکل - مرکب غیر امتزاجی غلام کی سی شکل والا - دیباجہ - عنوان -

ترجمہ (غرض) حضرت لقمان غلامانہ شکل میں ایک آقا تھے - غلامی ان کے ظاہر (حال) کی (صرف) ایک عنوان تھی -

مطلب - یعنے وہ صرف ظاہراً کہنے اور ماننے کو غلام تھے - ورنہ حقیقت میں غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے آگے ایک مثال کے ساتھ سمجھاتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے -

چوں رَوَد خواجہ بجائے ناشناس / بر غلامِ خویش پوشاند لباس

ترجمہ (اور ایسا ہونا بعید نہیں مثلاً) جب آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے - تو کسی مصلحت سے (اپنی) پوشاک اپنے غلام کو پہنا دیتا ہے -

او بپوشد جامہاے آں غلام ۔ مر غلام خویش را سازد امام

ترجمہ ۔ وہ (خود) اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے (اور) اپنے غلام کو (اپنا) پیشوا بنا لیتا ہے ۔

در پیش چوں بندگاں در رہ شود ۔ تا نیابد زو کسے آگہ شود

ترجمہ راستے میں (چلتا ہے تو) غلاموں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے ۔ تاکہ کوئی اس (کی آقائی غلام کی غلامی) سے آگاہ نہ ہونے پائے ۔

گوید اے بندہ تو رو در صدر شیں ۔ من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں

ترجمہ (وہ آقا اس غلام کو چپکے سے کان میں) کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو چل صدر پر بیٹھ اور میں کمینہ غلام کی طرح تیری جوتی لے لونگا ۔

تو درشتی کن مرا دشنام دہ ۔ مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ

ترجمہ تو (بظاہر مجھ سے) سختی کا سلوک کر اور مجھ کو گالیاں دے ۔ اور میری بالکل تعظیم نہ کر ۔ (کہ مبادا کوئی پہچان لے) ۔

ترک خدمت خدمت تو داشتم ۔ تا بغربت تخم حیلت کاشتم

ترجمہ ۔ جب تک (اس) سفر میں یہ حیلہ سازی کی بنیاد میں نے رکھی ہے اس وقت تک میں نے تیری یہ نوکری تجویز کی ہے کہ کوئی خدمت نہ کر ۔

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند ۔ تا گماں آید کہ ایشاں بردہ اند

ترجمہ (اسی طرح سلسلہ طریقت و درویشی کے آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں ۔ تاکہ (دیکھنے والوں کو) یہ گمان ہو کہ یہ (حضرات) غلام ہیں ۔

چشم پر بودند و سیر از خواجگی ۔ کارہا کردہ اند آمادگی

ترجمہ (وہ منصب) آقائی سے سیر چشم اور بے طمع تھے ۔ (وہ تو اصلی) مقاصد (وصول الی اللہ) کے لیے آمادگی عمل میں لاتے تھے ۔ (اور اس کے لئے ہر حالت گوارا کر لیتے تھے)

ویں غلامانِ ہوا بر عکس آں ۔ خویشتن بنمودہ خواجہ عقل و جاں

ترجمہ۔ برخلاف اس کے یہ ہوا (دہوس) کے غلام اپنے آپ کو عقل وجان کا آقا ظاہر کرتے ہیں (مگر بقول کسے) ؎

لباس شہرت ایں قوم خالی از معنے — بجز لباس قلمکار نیست چوں تصویر

آید از خواجہ رہِ افگندگی — ناید از بندہ بغیر از بندگی

لغات۔ افگندگی۔ انکسار۔ خاکساری۔ تواضع۔ ناید۔ نیاید۔

ترجمہ (حالانکہ جو فی الحقیقت) آقا (ہوتے ہیں۔ ان) سے خاکساری کا طریقہ (ہی) آتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے پیارے بندے ہوتے ہیں۔ اور بندے سے بندگی کے سوا اور کچھ وقوع نہیں پاتا۔ صائب ؎

غنچہ چینا نیکہ از زانوے خود بالیں کنند — از شکست تن کمند شوق را پُرچیں کنند

انتباہ۔ پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر تھا۔ کہ باوجود غلام ہونے کے آقایانہ عظمت رکھتے تھے۔ پھر ان کے آقا کا ذکر شروع ہوا۔ کہ وہ باوجود آقا ہونے کے حضرت لقمان علیہ السلام کے ساتھ غلامانہ تواضع سے پیش آتا تھا۔ اس کے بعد یہ فرمایا۔ کہ بزرگان دین کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔ کہ وہ باوجود آقا ئے نامدار ہونے کے اپنے آپ کو غلام سمجھتے۔ اور غلامی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ کہ آیا یہ نتیجہ لقمانؑ کے آقا کے حال سے اخذ کیا گیا ہے۔ جو آقا ہوکر غلامانہ تواضع کرتا تھا۔ یا لقمانؑ کے حال سے جو آقایانہ شان رکھنے کے باوجود غلامی میں عمر بسر کر رہے تھے۔ پس واضح رہے۔ کہ یہ بیان اگرچہ بظاہر آقا ئے لقمان کے حال کا ایک نتیجہ ہے۔ مگر درحقیقت اس کا تعلق خود حضرت لقمان کے ساتھ بھی ہے۔ یعنے ان کی غلامی میں یہ حکمت تھی۔ کہ بزرگان دین غلامی ہی میں زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہیں۔ ورنہ حضرت لقمان علیہ السلام بقول بعض اصلی غلام نہ تھے۔ بلکہ محض ظلماً غلام بنائے گئے تھے۔ اور وہ اس حالت کو صبر وسکوت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدیؒ بوستاں میں ایک حکایت لکھتے ہیں۔ کہ کسی نے لقمان کو سیہ فام اور بدصورت دیکھ کر اپنے ایک سیہ فام غلام کے شبہ میں پکڑ کر تعمیر کے کام میں لگا لیا۔ پھر تحقیق حال کا موقع نہ آیا۔ لقمانؑ نے ایک سال بھر تھپیڑے ڈھوئے۔ گارے کے گھان کئے۔ ٹوکریاں اٹھائیں۔ مگر ایک دن بھی یہ نہ پوچھا۔ کہ مجھے اس بیگار میں کیوں اور کیا سمجھ کر لگا یا گیا ہے۔ آخر سال کے بعد جب مالک تعمیرات نے ان کو پہچانا۔ اور ان کی عظمت معلوم کی۔ تو ہاتھ جوڑ کر عذر کرنے لگا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا ؎

چو سالے ز جورت جگر خوں کنم — بیک ساعت از دل بدر چوں کنم

اہل سیر کی اس روایت کی بنا پر کہ لقمان کو یا ان کے والد کو جبراً وظلماً غلام بنا لیا گیا تھا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو دائرہ غلامی میں ڈال لیا گیا تھا۔ ممکن ہے۔ کہ لقمانؑ کے اس آقا نے انہیں پہلے آقا سے جس نے ان کو ظلماً غلام بنایا تھا۔ خرید لیا ہو۔ اس صورت میں بھی اگر وہ قید غلامی سے آزاد ہونا پسند کرتے۔ تو یہ کچھ مشکل نہ تھا۔ جو آقا ان کی جوتیاں جھاڑنا فخر سمجھتا ہے۔ وہ ان کی رضامندی دیکھ کر انہیں آزاد کرنے میں ایک لمحہ بھی توقف نہ کرتا۔ پھر بھی انہوں نے غلام کے غلام رہنا پسند کیا۔ تو وہی بات تھی کہ ؎

خواجگاں ایں بند گہہا کردہ اند تا گماں آید کہ ایشاں بردہ اند

غرض بزرگان دین جو تاج آقائی زیب سر رکھتے ہیں۔ اپنے چہرے کو گرد غلامی سے غبار آلود رکھنا پسند کرتے ہیں اور دنیا دار جو اپنے غلاموں کے غلام یعنے جذبات نفس کے مطیع ہیں۔ وہ الٹا آقائی و خواجگی کے مدعی ہیں۔

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں تعبیتہا ہست بر عکس ایں بداں

لغات۔ از ابتدا کے لئے ہے۔ اضافت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ تعبیتہا جمع تعبیہ۔ جس کے معنے ہیں۔ بناوٹ۔ ملمع۔ باہر باہر کی سجاوٹ۔

ترجمہ (۱) پس اسی طرح اس عالم (بالا) سے لے کر اس عالم (دنیا) تک الٹی بناوٹیں موجود ہیں۔ اس کو (خوب) سمجھ لو۔

(۲) پس اس عالم کی بہت سی باتیں اس عالم میں یوں الٹی طرح آراستہ ہیں اس کو (خوب) سمجھ لو۔

مطلب۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ عالم علوی سے عالم سفلی میں تمام تعبیت و تربیت برعکس ہے۔ چنانچہ اسرار و معارف کی قسم سے جو بات اس عالم میں ظاہر ہے۔ وہ اس عالم میں مخفی ہے (انتہیٰ)

خواجۂ لقمان بر احوالِ نہاں بُود واقف دیدہ بود از وے نشاں

ترجمہ (غرض) حضرت لقمان کا آقا ان کے باطنی حالات سے واقف تھا۔ وہ ان کی (مقبولیت کی) کوئی نشانی دیکھ چکا تھا (اس لئے ان کی عزت کرتا تھا)

راز میدانست خوش میراند خر از برائے مصلحت آں راہبر

لغات۔ میراند خر۔ اپنا کام نکالتا تھا۔ یعنے خدمت لیتا تھا۔ مصلحت آں راہبر میں فک اضافت ہے۔

ترجمہ (پھر بھی جو اس نے حضرت لقمان کو اپنی غلامی میں رکھا تو) وہ (ان کے اس) راز کو جانتا تھا (کہ وہ اپنے آپ کو غلامی میں رکھنا پسند کرتے ہیں جبھی تو) وہ اس راہبر (یعنے حضرت لقمان) کی مصلحت کے لئے ان سے خدمت لیتا رہتا تھا۔

مر ورا آزاد کردے از نخست لیک خوشنودی لقمان را بجست

ترجمہ (ورنہ) وہ ان کو کبھی کا آزاد کر چکا ہوتا۔ لیکن وہ حضرت لقمان کی خوشی کا طالب رہا (اور ان کو غلامی میں رہنے دیا)۔

زانکہ لقماں را مراد ایں بود تا کس نداند سرِّ آں شیرِ فنا

ترجمہ۔ کیونکہ لقمان کی مراد یہی تھی۔ کہ اس مقام فنا کے شیر مرد کا (یعنے میرا) راز کسی

کو معلوم نہ ہو (اور سب یہی سمجھیں کہ ایک معمولی درجے کا غلام ہے) سعدی رحمہ

بسر وقتِ شان خلق کے رہ برند | کہ چوں آبِ حیواں بظلمت درانند
چو بیت المقدس دروں پرز تاب | رہا کردہ دیوار بیروں خراب

چہ عجب گر سرِ زبد نہاں کنی | ایں عجب کہ سر ز خود پنہاں کنی

ترجمہ - اگر تم کسی بڑے آدمی سے اپنا راز چھپاؤ تو یہ کونسی عجیب بات ہے - عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنے راز کو خود اپنے آپ سے مخفی رکھو۔

مطلب - حضرت لقمان کے قصے سے ایک ارشادی مضمون کی طرف انتقال ہے - یعنے لوگوں سے اپنے آپکو مخفی رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات تو یہ ہے - کہ اپنی نظر سے بھی اپنے آپ کو گم کر دیں - اپنی خودی کو یہاں تک مٹا دیں - کہ اپنا آپ نظر ہی نہ آئے - پھر نہ اپنے کمالات پر نظر ہو گی - نہ ان کی وجہ سے عجب وغرور پیدا ہوگا - عراقی رحمہ

تا تو زخود پرستی وزدستِ خود بخشتی | میداں سے پرستی در دیر عز بی لات

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود | تا بود کارت سلیم از چشمِ بد

ترجمہ (جو عمل (خیر کرو) اپنی آنکھوں سے مخفی رکھ کر کرو - تاکہ تمہارا عمل (خود تمہاری) نظر بد سے محفوظ رہے۔

مطلب - نظر بد کا یہ اثر ہوتا ہے - کہ جس چیز پر پڑتی ہے - اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے - جو شخص اپنے اعمال کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے - اس کی نظر کا اثر بھی ان اعمال پر وہی ہوتا ہے جو نظر بد کا ہوتا ہے - یعنے وہ تباہ ہو جاتے ہیں - کیونکہ اس سے اعمال کا غرور پیدا ہو جاتا ہے - جو ان اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

خویش را تسلیم کن بر دار مزد | وانگہ از خود بے ز خود چیزے بدزد

لغات - تسلیم کن - حوالے کر دو - مزد - مزدوری - بے ز خود میں تقدیم و تاخیر ہے - یعنے از بے خودی - بدزد - چرالو - اڑالو - نکال لو۔

ترجمہ (خود بینی کے کیا معنے بلکہ) اپنے آپ کو (حق تعالے کے) سپرد کر دو اور (اس کا) معاوضہ حاصل کرو - اور اس وقت اور اپنی خودی سے ترک خودی کی بدولت (اگرچا ہو تو) کچھ (صفات رذیلہ کو) زائل بھی کر لو۔

مطلب - تفویض محض اپنا مسلک بنالو - پھر دیکھو اس کے کیا کیا ثمرات عجیبہ حاصل ہوتے ہیں - گونا گون فضائل حاصل بھی ہوں گے - اور مختلف رذائل زائل بھی اس کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش فرماتے ہیں :-

میدہند افیوں بمردِ زخم مند | تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند

لغات ۔ سیدبند ۔ کھلاتے ہیں ۔ زخم بند ۔ زخمی ۔ مجروح ۔ تیر خوردہ مراد ہے ۔
ترجمہ (معالج تیر کے) زخمی کو افیون کھلاتے ہیں ۔ تاکہ اس کے بدن سے (تیر کی) انی نکالیں ۔
مطلب ۔ اوپر یہ ارشاد فرمایا تھا ۔ کہ ترک خودی سے انعامات خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کی صفات مکروہہ کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں ۔ ازالہ رذائل کی توضیح کے لئے یہ پہلی مثال دیتے ہیں ۔ کہ دیکھو افیون خوردہ بیخود ہو جاتا ہے ۔ تو اس کے جسم سے بآسانی تیر کی بھال نکال لیتے ہیں ۔ اور اس کو خبر تک نہیں ہوتی ۔ آگے دوسری مثال ہے ۔

وقت مرگ از رنج او را سید رند ۔ او بداں مشغول شد جاں مے برند

ترجمہ ۔ (اسی طرح فرشتے) موت کے وقت اس کو (جان کنی کی ایسی) تکلیف (میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ گویا اس کو اس تکلیف) سے پرزے پرزے کر رہے ہیں (جب) وہ اس (تکلیف) میں مشغول (ہو جانے سے بے خود) ہو جاتا ہے ۔ تو (اس کی) روح کو اڑا لے جاتے ہیں ۔

چوں بہر فکرے کہ دل خواہی سپرد ۔ از تو چیزے در نہاں خواہند برد

ترجمہ (اسی طرح) جب تمہارا دل کسی خاص خیال میں ڈوب رہا ہو تو (چور موقع پاکر) چپکے سے تمہاری کوئی چیز اڑا لے جاتے ہیں ۔
مطلب ۔ چور اور جیب کترے عموماً لوگوں کی غفلت و بے توجہی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔ اور جس شخص کو تاکتے ہیں ۔ اگر وہ اپنے مال سے غافل و بے توجہ نہ ہو ۔ تو اس کی توجہ کو کسی دوسری طرف منعطف کرنے کی تدبیر کیا کرتے ہیں ۔ اس قسم کی وارداتیں عموماً میلوں اور ریلوے سٹیشنوں اور کھیل تماشے کے مجمعوں میں وقوع پذیر ہوا کرتی ہیں ۔ ہردوار کے میلے میں دو ٹھگوں نے ایک ہندو عورت کو چاول پکاتے دیکھا ۔ پتیلی چولھے پر دم ہو رہی تھی ۔ ایک ٹھگ نے دوسرے ٹھگ سے کہا ۔ یار اگر یہ چاول کھلاؤ ۔ تو تم کو استاد مان لیں ۔ دوسرے نے کہا ۔ اوہ ! یہ بھی کوئی بڑا کرتب ہے ۔ لو تم دیگچی اٹھا لانے کو تیار ہو جاؤ ۔ اور مزے سے چاول کھاؤ ۔ اتنا کہا ۔ اور آزار بند کھول کر کچھ فاصلے پر اس عورت کے سامنے ہی پیشاب کرنے بیٹھ گیا ۔ عورت شرم سے اپنا منہ کپڑے میں چھپا کر دوسری طرف کو ہو بیٹھی ۔ ادھر جوڑی دار ٹھگ نے لپک کر دیگچی اٹھالی ۔

ایک مسافر ریلوے ٹرین میں اپنی گٹھڑی سے ٹیک لگائے پاؤں پھیلائے لیٹ رہا تھا ۔ کسی نے اس کے پاؤں میں آہستہ سے تنکا چبھویا ۔ جیسے مچھر کاٹتا ہو ۔ مسافر پاؤں کھجلانے کے لئے جو ذرا سیدھا ہوا ۔ تو پیچھے سے گٹھڑی غائب تھی ۔

ایک تماشے کے گھنے مجمع میں کوئی تماشائی نہایت خوبصورت طلا دار جوتی پہنے کھڑا تھا ۔ اور جیسے کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے ۔ اس نے تھک کر جوتی اتار دی ۔ اور اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا ۔ تھوڑی دیر

کے بعد اس کو ٹخنے میں مچھر کے کاٹنے کی طرح خلش محسوس ہوئی۔ اس نے جوتی کیطرف نظر کئے بدون پاؤں اٹھایا۔ اور کھجلا کر پھر جوتی پر رکھ لیا۔ چند منٹ بعد دوسرے پاؤں میں اسی طرح خلش ہوئی۔ اس نے اس پاؤں کو بھی اٹھایا۔ اور کھجلا کر رکھ لیا۔ اور تماشے کی دلچسپی نے ان کو جوتی پر نظر کرنے کا موقع نہ دیا۔ جب تماشا ختم ہوا۔ مجمع منتشر ہونے لگا۔ اور یہ شخص اپنی جوتی پہننے لگا۔ تو دیکھا کہ پاؤں کے نیچے ٹوٹا پھوٹا پرانا جوتا تھا۔

اس قسم کے واقعات کے بیان میں وقت صرف کرنا اگرچہ واجبات شرح سے ذرا اجنبیت رکھتا ہے۔ مگر اس سے یہ فائدہ مقصود تھا۔ کہ ہر شخص ایسے مقامات میں محتاط و ہوشیار رہے۔ خصوصاً فقرا و صوفیہ کو سب سے زیادہ انتباہ کی ضرورت ہے۔ جو اپنی نیک نیتی اور حسن ظن کی وجہ سے اکثر عیار و شاطر لوگوں کا شکار ہوتے ہیں۔ صائبؒ ؎

عالم از سنگدلاں قلزم پر کہسار است کشتیٔ نوح دریں ورطہ دل ہشیار است

غرض چور جب کسی مال کو تاکتے ہیں۔ تو صاحبِ مال کی توجہ اس کی طرف سے ہٹا کر اپنے داؤ کے لئے راستہ صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جس طرف صاحب مال کی توجہ ہوتی ہے۔ چور اس طرف سے داؤ نہیں لگا سکتا۔ بلکہ جدھر سے وہ غافل اور مطمئن ہوتا ہے۔ ادھر سے اپنا کام کرتا ہے۔ مولانا رحمۃ اسی کو فرماتے ہیں۔

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کنی   مے در آید دُزد از انسو کامِنی

لغات ۔ اندیشی بخیال مے آری۔ تحصیلے کنی بحفظ و ضبط بیداری۔ حاصل کنی۔ کامنی کہ امین ہستی۔

ترکیب ۔ پہلا مصرعہ شرط ہے۔ اور اس کی جزا یعنے دزد از انسو بے آید مقدر ہے۔

ترجمہ ۔ جس چیز کا تم کو خیال ہے۔ اور (جس کو) تم اپنے حفظ (و ضبط) میں رکھتے ہو۔ چور (اس پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ) اس طرف سے (داؤ لگا کر) آتا ہے (جدھر سے) کہ تم مطمئن ہو۔

پس بداں مشغول شو کاں بہتر است   تا ز تو چیزے برد کاں کہتر است

ترجمہ ۔ پس تم اس چیز (کی حفاظت) میں مشغول رہو۔ جو زیادہ اچھی ہے۔ تاکہ (چور) تمہاری اسی چیز کو چرا سکے جو کم رتبہ ہے (کیونکہ تمہاری توجہ اس کیطرف نہ ہوگی)

مطلب ۔ ترکِ خودی سے ازالہ رذائل کے ثبوت میں چور کی مثال دی تھی۔ کہ دیکھو جس طرح چور کسی کو اس کے مال کی طرف سے غافل کر کے مال کو اڑا لے جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اپنی انانیت سے قطع نظر کر لیں۔ تو تمام رذائل زائل ہو سکتے ہیں۔ اسی ذکر میں یہ بات بھی آگئی۔ کہ چور اس چیز کو نہیں اڑا سکتا۔ جس پر توجہ قائم رہے۔ بلکہ وہ خارج توجہ اشیاء کو چراتا ہے۔ اب اس سے یہ نکتہ اخذ فرمایا۔ کہ تم اپنے اچھے اوصاف پر نظر توجہ قائم رکھو۔ تاکہ وہ زائل نہ ہوں۔ اور مضر یا غیر مفید اوصاف سے قطع نظر کر لو۔ کہ اگر زائل ہوں تو وہی ہوں۔ اب اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں:۔

بار بازرگاں چو در آب اوفتد کشتیِ عمرش بغرقاب اوفتد
ہرچہ نازل تر بدریا افگنند دست اندر کالۂ بہتر زنند

لغات - بار جمنے مال تجارت - بازرگاں - تاجر، سوداگر - نازل تر کم رتبہ - گھٹیا - کالہ - مال - متاع -

ترکیب - پہلے شعر میں دونوں مصرعہ دو جملے معطوفین ہیں - دونوں مل کر شرط ہوئی - دوسرے شعر کے دونوں مصرعے بھی دو جملے معطوفین ہیں - اور یہ جزا -

ترجمہ - جب (کسی) سوداگر کا مال (اس کی کشتی کے گرانبار ہونے کے سبب سے) پانی میں غرق (ہونے کے قریب) ہوتا ہے - (اور ساتھ ہی) اس کی کشتیِ عمر (بھی) غرقاب (فنا) میں گرنے لگتی ہے - تو وہ (اپنے مال اور جان کو بچانے کے لئے کشتی کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے) گھٹیا مال دریا میں ڈال دیتا ہے - اور اچھے مال کو محفوظ رکھتا ہے -

اختلاف - بعض نسخوں میں یہ دونوں شعر اس انداز میں درج ہیں :-

بار بازرگاں چو در آب اوفتد دست اندر کالۂ بہتر زناد
کشتیِ مالش بغرقاب اوفتد ہرچہ نازل تر بدریا افگند

مطلب تو چاروں مصرعوں کی اس ترتیب میں بھی نکل آتا ہے - مگر کئی طرح کی بے لطفیوں کے ساتھ نکلتا ہے - یعنے (۱) ہمارے نسخے میں قافیے کی جو شان ہے - وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہتی (۲) ہمارے نسخے کی تقدیر پر دونوں شعر جو ایک ہی بات پر مشتمل ہیں - ایک جملہ شرطیہ میں بلا تکلف مربوط ہو جاتے ہیں - مگر اس نسخے میں دو جملے قائم ہو جانے سے بے لطف تکرار کے انداز میں ایک بات کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں (۳) ہمارے نسخے میں نازل تر کو گرا دینے اور کالۂ بہتر کو رکھ لینے کا جو پر لطف مقابلہ ایک ہی شعر میں قائم ہے - وہ اس نسخے میں ٹوٹ جاتا ہے - (۴) سب سے بڑی بات یہ کہ یہ نسخہ صرف حفظ مال کی تدبیر پیش کرتا ہے - مگر ہمارے نسخے میں ایک ہی تدبیر سے مال و جان دونوں کی حفاظت ہوتی ہے -

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب ترکِ کمتر گیر و بہتر را بیاب

ترجمہ - چونکہ تیرا کچھ پانی میں ڈوب کر ہی رہے گا - (اس لئے بہتر ہے کہ) گھٹیا (چیز) کو چھوڑ دو (کہ ڈوب جائے) اور اچھی (چیز) کو سنبھال لو - (کہ غرق ہونے سے بچ جائے)

مطلب - یہ ناممکن ہے کہ قربِ حق بھی حاصل ہو - اور ماسویٰ سے بھی پوری وابستگی رہے - دونوں میں سے ایک سے دست بردار ہونا لازمی ہے - کما قیل ؎

یار زجاں یا زجاں بایست دل برداشتن کارِ عاشق نیست در یکدل دو دلبر داشتن

ان الدنیا والاخرۃ نقیضان ان رضیت احدھما سخطت الاخری - دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی نقیض ہیں - ایک راضی ہو گی - تو دوسری ناراض ہو جائیگی - وکذا قال رح ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال است و محال است و جنوں

ولنعم ما قیل ؎

بیک دل کے تواں اندیشۂ دنیا و دیں کردن
کہ نتواں ہر دو دست خویش در یک آستیں کردن

پس حق کے طالب اور ما سوی اللہ سے بے تعلق ہو جانا چاہئے۔ حافظ رہ ؎

با تو پیوستم واز غیر تو دل ببریدم
آشنائے تو ندارد سر بیگانہ و خویش

نقدِ ایماں را بطاعت گوشدار
تا ز روئے حق نگردی شرمسار

لغات۔ گوشدار۔ نگہدار۔ ز روئے۔ روبرو۔ سامنے۔

ترجمہ۔ طاعت (کی بجا آوری کے ذریعے) سے اپنے سرمایہ ایمان کو محفوظ رکھو تاکہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں تم شرمندہ نہ ہو۔

چونکہ نقدت را نگہداری کنی
حرص و غفلت را برد دیوی کنی

ترجمہ۔ جب تم اپنے سرمایہ (ایمان) کی حفاظت کرتے رہو گے۔ تو شیطان خسیس (کا اس اعلیٰ سرمایہ پر داؤ نہ چلے گا۔ (اور وہ) حرص و غفلت (کے ناقص سرمایہ) کو اڑا لیجانے پر ہی مجبور ہو جا (ئے گا۔

ظاہر شدن فضل و ہنر لقمان پیش امتحان کنندگان

حضرت لقمان کی بزرگی اور ہنر کا امتحان کرنے والوں پر ظاہر ہو جانا

خواجۂ لقماں چو لقماں را شناخت
بندہ بود او را و با او عشق باخت

ترجمہ۔ غرض جب لقمان کے آقا نے لقمان (کی منزلت) کو پہچان لیا۔ (تو اگرچہ) وہ اس کے غلام تھے۔ مگر وہ ان کے ساتھ کمال محبت کا سلوک کرنے لگا۔

ہر طعامے کاوریدندے بوے
کس سوئے لقماں فرستادے زپے

تا کہ لقماں دست سوئے آں برد
قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد

لغات۔ کاوریدندے۔ کہ آوردندے۔ قاصداً۔ بالارادہ۔ قصداً۔ پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔

ترجمہ۔ جو کھانا اس (آقا) کے لئے لایا جاتا (وہ لقمان کے بغیر اسے نہ کھاتا فوراً) کسی کو لقمان کے پیچھے بھیجتا۔ تاکہ لقمان (آکر کھانے کے) قصد سے اس میں ہاتھ ڈالیں۔ حتیٰ کہ آقا ان کا جھوٹا کھانا کھائے۔

شورِ او خوردے و شور انگیختے ہر طعامے کہ نخوردے ریختے

لغات ۔ شُور سین مضموم کے بعد ہمزہ ساکن ہے جو واو سے تبدیل ہوگیا۔ شور انگیختن مستی کا اظہار کرنا
ترکیب خوردے ۔ انگیختے اور ریختے کا فاعل خواجہ ہے اور نخوردے کا فاعل لقمان **صنائع** سوَر اور شور میں تجنیس۔
ترجمہ ۔ خواجہ ان کا پس خوردہ کھاتا اور (غایت نشاط سے) اظہار مستی کرتا۔ جس طعام کو (حضرت لقمان) نہ کھاتے اسے گرا دیتا۔
مطلب ۔ جس طعام کے کھانے سے حضرت لقمان انکار کر دیتے۔ اس کو گرا دینے کی یا تو یہ وجہ تھی۔ کہ چونکہ وہ نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ اس لئے ان کے انکار سے اس طعام کے مکروہ وحرام ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔ یا خواجہ کی نظر میں انتہائے محبت کے باعث ان کا ناپسند کردہ طعام پسندیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ور نخوردے بیدل و بے اشتہا ایں بود پیوستگی بے منتہا

ترجمہ اور اگر کھاتا بھی تو بے دلی کے ساتھ اور بے رغبتی سے کھاتا۔ (دیکھو) یہ ہے (دلوں کا) بے پایاں اتحاد۔ صائبؒ ؎

جدا نمے شود از ہم دو دل یکے چو شود نمے تواں ز دلِ من کشید پیکاں را

خربزہ آوردہ بودند ارمغاں لیک غائب بود لقماں زاں میاں

لغات ۔ خربزہ ۔ خربوزہ ۔ ارمغان ۔ سوغات ۔ تحفہ ۔ ہدیہ ۔
ترجمہ (ایک دن اتفاقاً کہیں سے) ایک خربوزہ بطور ہدیہ آیا (آقا نے چاہا کہ لقمان کو کھلائے) مگر لقمان وہاں موجود نہ تھے۔

گفت خواجہ با غلامے کائے فلاں زُو دَرَو فرزند لقماں را بخواں

ترجمہ ۔ آقا نے ایک غلام کو (نام لے کر) پکارا کہ اے فلاں! جلدی جاؤ اور (میرے) عزیز لقمان کو بلا لاؤ۔
(یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ فرزند کا لفظ بلہجہ شفقت غلام کے لئے استعمال کیا ہو۔ پھر مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا) بیٹا! جلدی جاؤ (اور) لقمان کو بلا لاؤ۔

چونکہ لقماں آمد و پیشش نشست خواجہ پس بگرفت سکّینے بدست

لغات ۔ سِکّین بکسر سین و کاف مشدد و مکسور ۔ چھری ۔ کارد
ترجمہ ۔ جب حضرت لقمان آئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ تو آقا نے ایک چھری ہاتھ میں لی۔

چوں بُرید و داد او را یک بُریں ۔ ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں

لغات بُریں بضم بار و یائے مکسور۔ بُرِش۔ قاش۔ پھانک۔ انگبیں۔ شہد۔

ترجمہ جب اس نے (چھری سے خربوزہ کو) کاٹا تو ان کو ایک پھانک دی جسکو حضرت لقمان نے شکر و شہد کی طرح (مزے لے کر) کھایا۔

از خوشی کہ خورد داد او را دُوم ۔ تا رسید آں شُمشہا تا ہفدہُم

لغات شُمش۔ قاش۔ پھانک۔ ہفدہم۔ سترھویں۔

ترجمہ انہوں نے جو (اس قاش کو) خوشی سے کھایا۔ تو ان کو دوسری (قاش) بھی دی حتیٰ کہ (اسی طرح) اُن قاشوں کی نوبت سترھویں (قاش) تک پہنچی۔

ماند شمشے گفت ایں را من خورم ۔ تا چہ شیریں خربزہ است ایں بنگرم

ترجمہ (جب) ایک قاش رہی تو (آقا نے) کہا اسکو میں کھاتا ہوں۔ تاکہ دیکھوں یہ خربوزہ کسقدر مزے دار ہے (جس کو لقمان نے اس شوق سے کھایا ہے)

او چناں خوش میخورد کز ذوقِ او ۔ طبعہا شد مشتہی و لقمہ جو

لغات۔ خوش میخورد مزے لے کر کھاتا ہے۔ ذوق۔ چکھنے کا لطف اور لذت۔ مشتہی۔ خواہشمند راغب۔

ترجمہ (کیونکہ) وہ اسے اس طرح مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ کہ ان کی لذت گیری (کو دیکھنے) سے حاضرین کے جی للچاتے اور کھانے کو مانگتے ہیں۔

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت ۔ ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت

ترجمہ (لیکن) جونہی کہ (اس قاش کو) کھایا۔ تو اس کی کڑواہٹ سے منہ کے اندر آگ لگ گئی زبان پر آبلے پڑ گئے (اور) حلق بھی جلنے لگا۔

ساعتے بیخود شد از تلخیِ آں ۔ بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را ۔ لطف چوں انگاشتی ایں قہر را

ترجمہ۔ وہ کچھ دیر تک تو اس کی تلخی سے بیخود رہا۔ پھر اس کے بعد (جب ہوش بجا ہوئے تو ان سے کہا۔ اے جانِ جہاں! تم نے ایسے زہر (شدید) کو کیونکر تناول کیا؟ اس قہر کو تم نے لطف کیونکر سمجھا؟

این چہ صبرست این صبوری از چہ رو ست یا مگر پیش تو این جانت عدو ست

ترجمہ یہ تمہارا صبر کس طرح کا ہے۔ یہ برداشت کس لئے ہے۔ یا شاید تمہارے نزدیک یہ تمہاری جان دشمن ہے (کہ اس کو ہلاک کر ڈالنے کی ٹھان لی)۔

چوں نیاوردی بہانہ و حجتے کہ مرا عذرے ست بس کن ساعتے

ترجمہ (بھائی اگر انکار کرتے شرم آتی تھی۔ تو) کوئی بہانہ اور حیلہ ہی کیوں نہ پیش کر دیا۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے ٹھیر جائیے میں (اس وقت کھانے سے) معذور ہوں (پھر کھا لونگا)

گفت من از دست نعمت بخش تو خوردہ ام چندانکہ از شرمم دو تو

لغات از شرمم۔ از شرم ہستم۔ دوسرا میم متکلم رابط جملہ ہے۔ دو تو۔ دوہرا۔ خم کمر۔

ترجمہ (حضرت لقمان نے انکے جواب میں) فرمایا میں نے آپکے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اسقدر (لذیذ) نعمتیں کھائی ہیں کہ شرمندگی (کے بار) سے دوہرا ہوا جاتا ہوں۔

شرمم آمد کہ یکے تلخ از کفت مے ننوشم اے تو صاحب معرفت

ترجمہ۔ مجھے شرم آئی کہ (اسقدر شیریں نعمتیں کھا چکنے کے بعد) آپکے ہاتھ سے ایک تلخ (چیز) نہ کھاؤں (اور اس سے انکار کر دوں) اے آقا آپ خود جانتے ہیں (کہ محسن کے احسان کا لحاظ کسقدر ضروری ہے) سعدی رحمہ

یاری آنست کہ زہر از قبلش نوش کنی نہ چو رنجے رسدت یار فراموش کنی

چوں ہمہ اجزایم از انعام تو رستہ اند و غرق دانہ و دام تو

گر ز یک تلخے کنم فریاد و داد خاک صد رہ بر سر اجزام باد

لغات اجزایم سے بدن کے اجزا مراد ہیں۔ بوٹی بوٹی۔ رگ و ریشہ۔ صد رہ۔ سو راستے۔ اجزام اجزائے من۔ میرے بدن کے اجزا۔

ترجمہ۔ جب میرے بدن کی بوٹی بوٹی آپ کے انعام سے (غذا پاکر) پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ آپ کے (احسانات کے) دانہ و دام میں غرق ہے۔ تو اگر (آپ کی کھلائی ہوئی) ایک تلخ چیز سے میں فریاد و واویلا کرنے لگوں تو میرے (تمام) اجزائے جسم پر سو راستے کی خاک (ذلت) پڑے۔

لذت دست شکر بخش تو داشت اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت

لغات بطیخ - خربوزہ **ترکیب** - داشت کی ضمیر فاعلی خربوزہ کی طرح راجع ہے - اور گذاشت کا مرجع دست ہے - ایک نسخہ میں لذتے بیائے بیانیہ درج ہے - یعنے لذتیکہ دست تو داشت - اس صورت میں لذت ہی گذاشت کی فاعل ہوگئی - اور اس تقریب پر ترکیب بالکل صاف ہو جاتی ہے - اور انتشار ضمائر کا بھی ارتکاب نہیں کرنا پڑتا - ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو :-

ترجمہ (۱) وہ (خربوزہ) آپ کے شکر بخشنے والے ہاتھ کی لذت (شیرینی کا اثر) رکھتا تھا (پھر مجھے تلخ کیوں محسوس ہوتا - آپ کے ہاتھ نے) اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی ہے -
(۲) آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ جو لذت (شیرینی) رکھتا ہے اس نے اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی ہے - (پھر مجھے اس کا کھانا کیوں ناگوار ہوتا)

از محبّت تلخہا شیریں شود — از محبّت مسّہا زرّیں شود

ترجمہ محبت (کی چاشنی) سے کڑوی چیزیں بھی میٹھی بن جاتی ہیں - محبت (کی اکسیر) سے تانبے بھی سونے کے ہم شکل بن جاتے ہیں -

مطلب - یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوتا ہے - فرماتے ہیں - کہ لقمان کے لئے کڑوا خربوزہ شیریں کیوں نہ بن جائے - جبکہ محبت سب کچھ کر دکھاتی ہے - صائبؒ ؎

موم در دامن دریاے کرم عنبر شد — کفر در عشق محالست کہ ایماں نشود

از محبّت دُردہا صافی شود — وز محبّت دَردہا شافی شود

صنائع - دُرد بضم اور درد بفتح میں اور صافی و شافی میں تجنیس ہے اور شعر مرصع ہے -

ترجمہ - محبت کی وجہ سے (وہ) مکدر شراب بھی (جو محبوب کے ہاتھ سے ملے) صاف محسوس ہوتی ہے - اور محبت سے (پیدا ہونے والے) درد بھی (صدہا قسم کے امراض رذائل کو) شفا بخشنے لگتے ہیں -

از محبّت خارہا گُل مے شود — وز محبّت سِرکہا مُل مے شود

ترجمہ - محبت سے (کوچہ دلبر کے) کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں - اور محبت کی وجہ سے (محبوب کے ہاتھ کے) سرکے بھی شراب (کی طرح سرور انگیز) بن جاتے ہیں - حافظؒ ؎

یارب ایں کعبہ مقصود تماشا گہ کیست — کہ مغیلان طریقش گل و نسرین من ست

از محبّت دار تختے مے شود — وز محبّت بار بختے مے شود

ترجمہ محبت (کی گیر و دار) میں سولی بھی تخت (کی طرح باعث فخر و عزت) بن جاتی ہے اور محبت کی وجہ سے (مشتقوں کے) بوجھ بھی خوش نصیبی (کے مترادف) بن جاتے ہیں - صائبؒ ؎

آنچہ مے جُست از درختِ وادیِ ایمن کلیم — ہمت منصور بے زحمت ز چوبِ دار یافت

از محبت سجن گلشن مے شود — بے محبت روضہ گلخن مے شود

لغات سجن ۔ قید خانہ ۔ روضہ ۔ باغ ۔ گلخن ۔ آگ کی بھٹی ۔

ترجمہ محبت (کے معاملے میں قید ہو جانے) سے قید خانہ بھی باغ بن جاتا ہے ۔ اور بے محبت (لوگوں کے ساتھ) باغ بھی آگ کی بھٹی نظر آتا ہے ۔ سعدیؒ ہے

پاے در زنجیر پیش دوستاں — بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

از محبت نار نورے مے شود — وز محبت دیو حورے مے شود

ترجمہ ۔ محبت (کی آنکھ) سے آگ بھی نور دکھائی دیتی ہے اور محبت (کی نگاہ) سے (دیکھو تو) ایک چڑیل بھی حور نظر آتی ہے ۔

از محبت سنگ روغن مے شود — بے محبت موم آہن مے شود

ترجمہ محبت (کی گرمی) سے پتھر بھی تیل بن (کر بہہ) جاتا ہے محبت نہ ہو ۔ تو موم بھی لوہے کی طرح (سخت اور ٹھوس) ہو جائے ۔

از محبت حزن شادی مے شود — وز محبت غول ہادی مے شود

لغات حزن ۔ غم ۔ غول ۔ چھلاوا ۔ جو مسافروں کو بہکاتا ہے ۔ ہادی راستہ دکھانے والا ۔

ترجمہ ۔ محبت (کی برکت) سے غم بھی خوشی بن جاتا ہے ۔ اور محبت کی بدولت غول بیابانی (کی طرح گمراہ کرنے والا آدمی) بھی (لوگوں کو) ہدایت دینے لگتا ہے ۔

از محبت نیش نوشے مے شود — وز محبت شیر موشے مے شود

ترجمہ ۔ محبت میں ڈنک بھی شہد کا سا مزا دے جاتا ہے ۔ اور محبت سے (مجبور ہو کر) شیر (کا سا تند خو و بد مزاج آدمی) بھی چوہیا (کی طرح مغلوب و عاجز) بن جاتا ہے حافظؒ ہے

عجائب رہ عشق اے رفیق بسیار ست — زپیش آہوے ایں دشت شیر نر برمید

از محبت سقم صحت مے شود — وز محبت قہر رحمت مے شود

ترجمہ محبت کی بدولت (صدہا اخلاقی) بیماریاں صحت (سے مبدل) ہو جاتی ہیں ۔ اور محبت (آجائے تو اس) اسے تندی غضب رحم (و شفقت) میں بدل جاتی ہے ۔

از محبت خار سوسن مے شود — وز محبت خانہ روشن مے شود

ترجمہ۔ محبت (کی منزلوں) میں کانٹا بھی سوسن بن جاتا ہے اور محبت (کی صحبت) میں تاریک گھر بھی جگمگانے لگتا ہے۔

اختلاف۔ یہ شعر ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

از محبّت مُردہ زِندہ مے شود — وز محبّت شاہ بندہ مے شود

ترجمہ۔ محبت (کی کرامت) سے جمادات زندگی پاتے ہیں اور محبت سے (مجبور ہو کر) بادشاہ غلام بن گئے ہیں۔ صائب ؎

بے ستوں را جان شیریں کرد در تن کوہ کن — عشق اگر بر سنگ اندازد نظر آدم شود

غنی رہ؎ عشق بر یک فرش بنشاند گدا و شاہ را — سیل یکساں میکند پست و بلند راہ را

ایں محبّت ہم نتیجہ دانش ست — کے گزافہ بر چنیں تختے نشست

لغات۔ نتیجہ دانش۔ مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ گزافہ۔ بیہودہ۔ بے عقل۔

ترجمہ۔ یہ محبت (یعنے عشق حقیقی) بھی عقل کا نتیجہ ہے (ورنہ کوئی) بے عقل کب ایسے (عالی پایہ) تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔

مطلب۔ اوپر بیان کیا تھا۔ کہ حضرت لقمان کے خربوزہ تلخ کو اس طرح مزے لے کر کھانا جیسے وہ نہایت شیریں ہو۔ بتقاضاے محبت تھا۔ اس پر متعدد مثالیں ایسی پیش فرمائیں۔ کہ اسی طرح محبت تلخ کو شیریں۔ خار کو گل اور غم کو خوشی بنا دیتی ہے۔ یعنے قلب ماہیت کر دیتی ہے۔ اب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ محبت پیدا کیونکر ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ کہ یہ عقل سے پیدا ہوتی ہے۔ اور عقل سے حق تعالیٰ کو پہچاننا مراد ہے۔ یعنے جس کو خداوند تعالیٰ کی پوری شناخت ہے۔ اس کا عشق بھی کامل ہے۔ اور حق تعالیٰ کو پہچاننے سے مقصود یہ ہے۔ کہ اس کو وجود بحت اور موجود بنفسہ سمجھے۔ اور عالم کو اس کے مظاہر کا مجموعہ جانے۔ اور جو حسن ان مظاہر میں مشاہدہ کرے۔ اس کو ظاہر کا حسن سمجھے (کذا فی بحر العلوم)

اس میں یہ اشارہ بھی مرکوز ہے۔ کہ حق کی محبت یا عشق حقیقی ایک عقلی امر ہے۔ بخلاف اس کے پدر و فرزند وغیرہ کی محبت ایک طبعی امر ہے۔ اسی طرح رسول کی محبت بھی عقلی ہے۔ اور وہ طبعی محبتوں سے افضل و ارفع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لا یومن احدکم حتے اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنے تم میں سے کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنے فرزند اور باقی تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر نہ ہو۔

عقلی محبت اور طبعی محبت

پدر و فرزند وغیرہ کی محبتیں طبعی ہیں۔ ان کا اقتضا خود طبیعت میں موجود ہے۔ ان محبتوں کی تخلیق و بقا کے لئے کسی امر و حکم اور وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں۔ اس محبت کا بیج طبیعت میں پنہاں ہے۔ جو بوقت ضرورت خود بخود پھوٹتا ہے۔ بیشک ماں باپ کی محبت فرزند کے ساتھ بقائے نوع کے لئے اور فرزند کی محبت ماں باپ کے ساتھ قیام بالواجبات کے لئے ازبس ضروری ہے۔ جو نظام عالم کی مصالح عظیمہ میں سے ہیں۔ مگر طبیعت خود کفیل ہے کہ یہ محبت وجود میں آئے۔ اور نظام عالم خلل سے محفوظ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت

اور علم اخلاق اس محبت کی شدید ضرورت کے باوجود اس پر تاکید کرنے سے فارغ اور ساکت ہیں ۔ بخلاف اس کے محبت رسول ایک عقلی امر ہے ۔ طبیعت کے اندر اس کا کوئی اقتضا موجود نہیں ۔ کہ وہ خود بخود پیدا ہو جائے ۔ بلکہ اس کا پیدا ہونا مبنی ہے اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل الشان شخصیت پر نظر کی جائے ۔ آپ کے فوق العادۃ کارناموں کو تصور میں لایا جائے ۔ اور نوع بشر بلکہ کافۂ خلائق پر آپ کے احسانات عظیمہ کو میزان قیاس میں تولا جائے ۔ پھر آپ کا جلال آپ کی عظمت آپ کا علو منزلت آپ کا تقرب حق ذہن نشین ہو جاتا ہے ساوٗ ان باتوں کو خیال میں لانے والے کے دل میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ جس کو حب نبی کہتے ہیں ۔ اور جو حدیث مذکور کی رو سے شرط ایمان ہے ۔ غرض اس جذبہ کا پیدا ہونا امر طبعی نہیں ۔ بلکہ کسب و نظر پر موقوف ہے ۔ جس کے لئے مطالعہ کتب ۔ غور و فکر ۔ اعتبار و استبصار ۔ حضور مجالس ۔ اور استماع مواعظ کی ضرورت ہے ۔ اس لئے شریعت نے اس جذبہ محبت کے لئے تاکید شدید کی ہے ۔ اور لا یومن احدکم تک کی وعید سے کام لیا ہے ۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی محبت جس کو عشق حقیقی کہتے ہیں ۔ ایک امر عقلی ہے ۔ اس کے لئے اصابت نظر ۔ صفائی ذہن ۔ حسن تعقل ۔ خوبی فہم ۔ غور و فکر ۔ کی ضرورت ہے ۔ یہ کوئی امر طبعی نہیں کہ از خود پیدا ہو جائے ۔

دانش ناقص کجا این عشق زاد عشق زاید ناقص اما بر جماد

لغات ۔ زاد ۔ پیدا کیا ۔ جماد سے ماسوی اللہ مراد ہے ۔

ترجمہ ۔ ناقص عقل اس عشق (حقیقی) کو کہاں پیدا کر سکتی ہے ۔ (ہاں) ناقص (عقل بھی ایک قسم کا) عشق پیدا کرتی ہے (جس کو عشق مجازی کہتے ہیں) لیکن (اس کا تعلق) ماسوی اللہ سے (ہوتا ہے ۔ نہ کہ حق سبحانہ سے) ۔

مطلب ۔ تمام کائنات صفات حق کے مظاہر کا مجموعہ ہے ۔ اور عشق و محبت کے لائق ذات حق ہی ہے ۔ جس کے پرتو جمال اور انوار کمال نے عالم کو منور کر رکھا ہے ۔ لیکن یہ کام ایک کامل العقل آدمی کا ہے کہ جو چیز زیور کمال اور زینت جمال سے مزین ہے ۔ اس سے قطع نظر کر کے اسی ذات یکتا کے ساتھ لو لگائے جس کے پرتو جمال و کمال سے یہ چیز منور ہوئی ہے ۔ کیونکہ وہ اپنی صحت قیاس اور اصابت ادراک کی بدولت حقیقت اور مجاز میں فرق سمجھتا ہے اور فرع کے حسن و جمال کو اصل کا حسن و جمال سمجھ کر اصل کی طرف رجوع کر سکتا ہے ۔ صائبؔ ؎

گر بظاہر بنظر چشم غزالاں دارد ہشت در پردہ تماشائے دگر مجنونؔ

بخلاف اس کے ناقص العقل کو یہ کہاں توفیق کہ حقیقت پر نظر کر سکے ۔ اور اصل کو پیش نظر رکھے ۔ وہ تو فرع کو مظہر حسن دیکھ کر اسی کا دلدادہ ہو جائے گا ۔ اور اصل پر توجہ نہیں کرے گا ۔ ظاہر سے غافل ہو کر مظہر کو ہی قبلہ توجہات بنالے گا ۔ صائبؔ ؎

بحسن نقش از ان نقاش ہر کس چشم برگیرد چو خار رہگذر ہر لحظہ دامان دگر گیرد

ولہ ؎

از رہ مرو بجلوۂ خوبان سنگدل
قانع ز وصل کعبہ بسنگ نشاں مباش

حب نبی کا نام محبت پر موقوف

بر جمادے رنگِ مطلوبے چو دید　　　از صفیرے بانگ محبوبے شنید

لغات ۔ صفیر ۔ پرندے کی چہچہے کی آواز ۔ شکاری کی سیٹی کی آواز جس کو پرندوں کو پھانسنے کے لئے نکالتا ہے ۔

ترکیب ۔ پہلا مصرعہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ۔ جن کی جزا مقدر ہے ۔ اور ایک طرح دوسرا مصرعہ بھی جزا ہوسکتا ہے ۔ ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو :۔

ترجمہ (۱) جب وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ (درخشاں) پاتا ہے (تو اسی کو اپنا مطلوب بنالیتا ہے ۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی سیٹی (سن کر اس) سے (سمجھتا ہے کہ اپنے) محبوب (پرندے) کی آواز سن رہا ہے (اور جال میں پھنس جاتا ہے)

(۲) وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ جو (درخشاں) پاکر دھوکا کھاتا ہے ۔ تو (اس کی مثال یہ ہے ۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی) سیٹی ۔ الخ

مطلب ۔ جس طرح ایک پرندہ شکاری کی نقلی سیٹی کو اپنے ہم جنس پرندے کی اصلی آواز سمجھ کر دھوکا کھاتا اور جال میں پھنس جاتا ہے ۔ اسی طرح یہ عاشق مجازی معشوق مجازی کو ہی مطمح نظر بنانے کے قابل سمجھ کر محبوب حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے ۔ ولنعم ما قیل ؎

سدِّ راہِ عالم بالاست معشوقِ مجاز　　　دامنِ ایں سرو پا در گل نمے باید گرفت

دانشِ ناقص نداند فرق را　　　لاجرم خورشید داند برق را

ترجمہ ۔ ناقص عقل (حقیقی و مجازی ۔ اصلی و نقلی ۔ باقی و فانی کے) فرق کو نہیں سمجھتی ۔ اس لئے بجلی (کی چمک) کو ہی آفتاب سمجھ لیتی ہے ۔

چونکہ ملعون خواند ناقص را رسول　　　ہست در تاویل نقصانِ عقول

ترجمہ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ناقص کو ملعون کا لقب بخشا ہے (اس سے) بروے تاویل عقلوں کا نقصان (مراد) ہے ۔

نوٹ ۔ مولانا بحرالعلوم فرماتے ہیں کہ شارحین نے یہاں یہ حدیث نقل کی ہے ۔ الناقص ملعون ۔ صاحب کلید فرماتے ہیں ۔ کہ یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گذری ۔ اور نہ ذوقاً یہ حدیث معلوم ہوتی ہے ۔ ممکن ہے موضوع ہو ۔ ہاں یہ مضمون اس طرح مستنبط ہوتا ہے ۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے ۔ کہ یہ بعد عن الحق ہے ۔ اور جہل بھی ایک نقصان ہے ۔ اور جو چیز باعث بعد عن الحق ہو ۔ اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے ۔ لہٰذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہوسکتا ہے ۔ مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو معلوم نہیں ہوئی ۔ (انتہیٰ) آگے اس بات کی دلیل پیش فرماتے ہیں ۔ کہ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے ۔ اس سے ناقص العقل ہی مراد ہے ۔ نہ کہ ناقص البدن اندھا ۔ لولا ۔ لنگڑا وغیرہ ۔

حدیث الناقص ملعون کی تحقیق

زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم　　　نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم

لغات ۔ ناقص تن ۔ جس کے بدن میں کوئی نقص ہو ۔ جیسے اندھا ۔ کانا ۔ لنگڑا ۔ لولا وغیرہ ۔ مرحوم رحم قابل رحم زحم مزاحمت ۔ زحمت ۔ سختی ۔

ترجمہ ۔ کیونکہ ناقص البدن تو رحم کے قابل ہوتا ہے ۔ اور قابل رحم آدمی لعنت و زحمت کا سزاوار نہیں ہوتا ۔

نقص عقلست آنکہ بد رنجوری ست — موجب لعنت سزائے دوری ست

لغات ۔ رنجوری مرض ۔ بد رنجوری ۔ بُری بیماری ۔

ترجمہ (پس ثابت ہوا کہ) بُری بیماری جو ہے تو وہ نقص عقل ہی ہے ۔ وہی موجب لعنت اور (اسی کا مرتکب) لائق بُعد (عن الحق) ہے ۔

نوٹ ۔ آگے اس بات کی دلیل دی ہے ۔ کہ کیوں نقص عقل موجب لعنت ہے اور نقص بدن نہیں ۔

زانکہ تکمیل خردہا دور نیست — لیک تکمیل بدن مقدور نیست

ترجمہ ۔ کیونکہ عقلوں کی تکمیل (اگر کوئی کرنی چاہے تو یہ) بعید نہیں ۔ لیکن بدنوں کی تکمیل پر کسی کو قدرت نہیں ۔

مطلب ۔ پس جو بات اختیار سے باہر ہو اس پر لعنت کیسی ؟ آگے اس بات کی دلیل دی ہے کہ نقصان عقل کو اگر کوئی رفع کرنا چاہے ۔ تو کر سکتا ہے ۔ یہ اس کے اختیار سے باہر نہیں ۔ بخلاف اس کے نقصان جسم ایک قدرتی امر ہے ۔

کفر فرعونے وہر گبر عنید — جملہ از نقصان عقل آمد پدید

لغات ۔ گبر آتش پرست ۔ یہاں مطلق کافر مراد ہے ۔ عنید جھگڑالو ۔

ترجمہ ۔ فرعون اور (فرعون جیسے) ہر جھگڑالو کافر کا کفر سراسر نقصان عقل سے وقوع میں آیا ہے ۔

مطلب ۔ جب نقصان عقل سے کفر کا ارتکاب ہوتا ہے اور کفر پر عذاب ہوگا ۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ منشاء کفر یعنے نقص عقل کا ازالہ ان کے اختیار کی بات تھی ۔ کیونکہ اگر اس کا ازالہ ان کی قدرت سے باہر ہوتا ۔ تو اس کے نتیجہ یعنے کفر پر ان کو عذاب کیوں ہوتا ۔

بہر نقصان بدن آمد فرج — در نُبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج

لغات ۔ فرج کشایش ۔ راحت ۔ نُبے بضم نون و یائے مجہول قرآن مجید ۔

ترجمہ (بخلاف اس کے) بدن کے نقصان میں راحت (کا ملنا) منصوص ہے ۔ چنانچہ قرآن میں (وارد ہے) کہ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ (یعنے نابینا پر کوئی تنگی نہیں)

مطلب - یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نقص جسم سے بچنا کسی کے اختیار میں نہیں - اگر اختیار میں ہوتا - تو اس کے وقوع پر ضرور عتاب و عذاب ہوتا - حالانکہ اس پر ترحم و شفقت کا سلوک کیا جاتا ہے - چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ الآیہ یعنے نابینا پر کوئی تنگی نہیں اور نہ بیمار پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر تنگی ہے (سورہ فتح) اور کسی پر رحم اس کے اس نقصان کی صورت میں کیا جاتا ہے - جو اس کے اختیار سے باہر ہو - چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے - کہ جب بندہ اپنی پیاری آنکھوں سے محروم ہو جائے - اور اس پر صبر کرے - تو اس کا عوض جنت ہے - اس لئے کہ کوئی شخص دیدہ و دانستہ اور اپنے اختیار سے اپنی آنکھیں نہیں کھوتا - بلکہ یہ تقدیر الٰہی ہے - ہاں اگر کوئی بالارادہ اپنے کسی عضو کو تلف اور خلقت الٰہیہ کو متغیر کرے - وہ البتہ قابل سرزنش ہے - حدیث میں ہے - لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ - خدا لعنت کرے بدن گوندنے والی عورتوں پر اور گوندوانے والیوں پر اور بال چننے والیوں اور چنوانے والیوں پر اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو فاصلہ دار بنانے والیوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیئت کو بدلتی ہیں (جامع صغیر للسیوطی) اسی طرح خودکشی کا فعل بھی چونکہ اپنے اختیار سے وقوع پاتا ہے - اس لئے عذاب شدید کا موجب ہے - بخلاف اس کے جو دوسرے کے ہاتھ سے بےگناہ قتل ہو - وہ شہید ہے - کیونکہ یہ فعل مقتول کے اختیار سے باہر تھا آگے پھر اسی مضمون کی طرف عود ہے - کہ لاجرم خورشید داند برق را - جس سے یہ ارشاد مقصود ہے کہ فانی و ناپائیدار چیز کا عشق اچھا نہیں - باقی و حقیقی ذات کا عشق چاہیئے -

برق آفل باشد و بس بیوفا ‏ ‏ ‏ آفل از باقی نداند بے صفا

لغات - آفل چھپ جانے والا - بے صفا - جس کا دل روشن نہ ہو -

ترجمہ - بجلی تو چھپ جانے والی چیز ہوتی ہے - اور بالکل ناپائیدار (جو شخص کمال عقل کے) نور سے عاری (ہے وہ) چھپ جانے والی چیز اور باقی رہنے والی چیز میں فرق نہیں سمجھتا -

برق خندد، بر کہ میخندد؟ بگو ‏ ‏ ‏ بر کسے کہ دل نہد بر نورِ او

ترجمہ (تم دیکھتے ہو کہ) بجلی ہنستی ہے - بتاؤ (یہ) کس پر ہنستی ہے؟ (یہ) اس شخص پر ہنستی ہے جو اس کی چمک کا دلدادہ ہو رہا ہے (حالانکہ یہ ناپائیدار چیز قابل دلبستگی نہیں) مخنی رہ ۵

نیست حسن بے بقا شایستہ دلبستگی ‏ ‏ ‏ باچراغ برق یک پروانہ ہمراہی نکرد

نورہائے برق ببریدہ پے است ‏ ‏ ‏ آں جُو لاشرقی و لاغربی کے است

لغات - ببریدہ پے - قدم بریدہ - ختم - منقطع - جس کا سلسلہ آگے نہ چلے - لاشرقی و لاغربی - نہ منسوب بہ مشرق اور نہ منسوب بمغرب جو خداوند تعالیٰ کے نور کی صفت ہے - اور یہ ایک آیت کے مضمون کی طرف

اشارہ ہے۔ کما سیاتی۔

ترجمہ۔ بجلی کے انوار تو قدم بریدہ ہیں (چنانچہ ان کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا) وہ اس (نور خداوندی) سے مشابہ کب ہیں۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔

مطلب۔ اس میں اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ الخ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان و زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ (اور) قندیل (اس قدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ جو نہ مشرق کے رخ واقع ہے۔ نہ مغرب کے رخ (سورہ نور ع ۵) آیۃ نور کی تفسیر نہایت شرح و بسط کے ساتھ اور اس کے اسرار و رموز عجیب طریق سے سابق جلد مفتاح العلوم میں بیان ہو چکے ہیں۔

برق را خود یخطف الابصار دان ‌ ‌ ‌ نور باقی را ہمہ انصار دان

ترجمہ۔ بجلی کو نگاہوں کی اُچک لے جانے والی سمجھو۔ (کہ اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور کبھی نگاہ مفقود بھی ہو جاتی ہے بخلاف اس کے۔ ذات حق کے) باقی رہنے والے نور کو (آنکھوں کے لئے) سراپائے بصارت سمجھو۔

مطلب۔ یہ اقتباس قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ قریب ہے کہ بجلی ان کافروں کی نگاہوں کو اُچک لے جائے (بقرہ ع ۳) بعض نسخوں میں دوسرے مصرعہ کے لفظ ابصار ببائے موحدہ کی بجائے انصار بنون درج ہے۔ اس صورت میں اگرچہ قافیہ کا وہ نقص جو ہمارے نسخے میں ہے۔ رفع ہو جاتا ہے۔ مگر برق اور نور باقی کے متضاد اثروں کا پرلطف تقابل جو ابصار کے لفظ کے ساتھ نمایاں ہے۔ وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہتا۔ ہمارا نسخہ شرح بحر العلوم کے مطابق ہے۔

برکفِ دریا فرس را راندن ‌ ‌ ‌ نامہ را در نورِ برقی خواندن

از حریصی عاقبت نادیدن ست ‌ ‌ ‌ بر دل و بر عقلِ خود خندیدن ست

لغات۔ کف۔ جھاگ۔ راندن۔ خواندن میں پہلا نون غنہ ہے۔ یہاں نون ساکن کا استعمال بضرورت ہوا ہے۔ حریصی۔ حرص و طمع۔ **ترکیب۔** پہلے شعر میں دونوں مصرعے دو جملے بترکیب عطفی مل کر مبتدا ہوا۔ دوسرا شعر خبر۔

ترجمہ۔ دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑا (نے کی کوشش کر) نا اور بجلی کی چمک میں خط پڑھنے لگنا (اپنی اندھی) حرص میں (بے سود) نتیجہ سے آنکھیں بند کر لینا ہے (اور) اپنے (غیر

دور اندیش) دل اور (ناقص) عقل کی ہنسی اڑاتا ہے۔

مطلب : ناپائدار چیز کا عشق اختیار کرنا اسی طرح لغو وبیہودہ ہے۔ جیسے کف دریا پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش جس کا نتیجہ غرق ہے۔ اور جیسے بجلی کی چمک میں خط پڑھنے لگنا جس کا نتیجہ قطعاً ناکامی ہے۔ ناقص العقل ان نتائج کو نہیں دیکھتا۔ پس ماسوی اللہ کی فرط محبت کا ثمرہ بھی تباہی وناکامی ہے۔ جامی رو ؎

ہر کہ با صورتِ شیریں پسراں عشق بباخت　　نیست از معنے پیراں رشش ہیچ نصیب

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں　　دل بخوباں ندہد و زپئے ایشاں نرود ؎

نور برقی سے اس بجلی کی چمک مراد ہے۔ جو ابر کے اندر چشمک زن ہوتی ہے۔ اور جس کی ناپائداری ضرب المثل ہے۔ کما قیل ؎

چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا　　ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا

یہاں یہ بجلی کی روشنی مراد نہیں جس کے قمقمے آج در و بام کو بقعہ نور بنا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ روشنی مولانا کے زمانہ میں نہیں تھی۔

عاقبت بیں ست عقل از خاصیت　　نفس باشد کو نہ بیند عاقبت

ترجمہ عقل تو بالخاصیت عاقبت بیں ہے۔ اور جو عاقبت بیں نہ ہو تو وہ نفس ہے (عقل نہیں)۔

مطلب۔ انسان کو آمادہ فعل کرنے والی دو طاقتیں ہیں۔ ایک عقل جو نتائج کو ملحوظ رکھ کر کسی کام کا مشورہ دیتی ہے۔ دوسرا نفس جو اسے غصہ۔ حسد۔ کینہ۔ حرص۔ شہوت وغیرہ ناپاک جذبات کے زیر اثر کسی کام پر آمادہ کرتا ہے۔ اور اس کام کے نتیجہ بد سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔ اوپر کہا تھا کہ "از حریصی عاقبت نا دیدن ست" اب فرماتے ہیں کہ یہ نفس ہی کا کام ہے۔ کہ وہ حرص کے جذبہ سے متاثر ہو کر انجام پر نظر کئے بدوں کوئی کام کرانے لگتا ہے۔ عقل کا کام نہیں۔ ہاں جو عقل نفس کے آگے بے بس ہو جائے۔ تو وہ نفس کی ہمنوا ہو جاتی ہے۔ اور غیر دور اندیشانہ کام کرانے لگتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

عقل کو مغلوبِ نفس او نفس شد　　مشتری مات زحل شد نحس شد

ترجمہ۔ جو عقل نفس سے مغلوب ہو جائے) وہ بھی (بمنزلہ) نفس بن جاتی ہے۔ (جب) ستارہ مشتری (جو سعد اکبر ہے) نحس اکبر یعنے) زحل کے زیر اثر آجائے۔ تو نحس ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ بری چیز اچھی چیز کو بھی اپنا ہمرنگ بنالیتی ہے۔ کما قال السعدی رو ؎

فرد ماند آواز چنگ از دہل　　تحکم کند سیر بر بوئے گل

ستاروں کی سعادت ونحوست کا ذکر علے سبیل العرف ہوا ہے۔ شرعاً ایسا اعتقاد صحیح نہیں۔ الا بتاویل یہ بحث اس شرح کی پہلی جلد میں حکایت بادشاہ جہود کے اوائل میں بشرح وبسط گزر چکی۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ عقل کی مغلوبیت کی حالت میں بھی تعلق باللہ سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

ہم دریں نحسی بگرداں ایں نظر در کسے کہ نحس کرد ت در نگر

ترجمہ۔ (اگر تم پر لازم ہے کہ) اس نحوست (کی حالت) میں بھی اپنی اس (کوتہ بیں) نظر کو حق کی طرف منعطف (کرنے کی کوشش) کرو (جس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی نحوست کے خیال سے) اس (ذات) کو دیکھو جس نے تم پر نحوست وارد کی ہے۔

مطلب۔ اگر غلبہ نفس اور طریان نحوست نفس میں متوجہ بحق ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ تو ہم ایک آسان تدبیر بتاتے ہیں۔ وہ تدبیر یہ ہے۔ کہ تم کم از کم اپنی اس نحوست پر تو توجہ کر سکتے ہو۔ اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فاعل بھی ہوتا ہے۔ اس طرح تم اپنی نحوست کے خالق پر بھی نظر کر سکتے ہو۔ جو حق جل وعلا ہے۔ پس یہی توجہ بحق ہے۔ اگر اس کو ترقی دیتے جاؤ گے۔ تو نفس کی نحوست بھی رفع ودفع ہو جائے گی۔ یہاں حضرت شارح کلید مثنوی سلمہ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ سے ایک عجیب تعلیم نقول فرمائی ہو۔ یعنے جب وساوس وخطرات کا دل پر ہجوم ہو۔ تو ان کے ازالہ وابطال کے لئے اپنی قوت نظریہ کو زیادہ صرف نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایک طرح سے ان وساوس پر مزید توجہ ہے۔ جس سے ان کے ترقی پانے کا احتمال ہے۔ بلکہ ان سے نظر پھیر کر حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے۔ کہ سبحان اللہ کیسی باقدرت ذات ہے۔ جس نے یہ وساوس وخیالات میرے دل میں ڈالے۔ اب وہی ان کو زائل بھی کر دے گا۔ اس مراقبہ سے وہ وساوس آپ سے آپ منتفی ہو جائینگے۔ (انتہیٰ) یہ گویا مرض وسوسہ کا علاج بالمثل ہے۔ اور علاج بالمثل بمقابلہ علاج بالضد کے سہل الحصول اور مؤثر تر اور ساتھ ہی تعجب انگیز ہوتا ہے۔ آگے یہی ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اپنے اس موجب مرض کو ہی خاص سلیقہ سے بطور دوا استعمال کرتا ہے۔ وہ اسی کی بدولت شفا پاجاتا ہے۔

آں نظر کہ بنگرد ایں جذر ومد او ز نحسے سوئے سعدے نقب زد

لغات۔ جذر ومد۔ پانی کا اتار چڑھاؤ۔ جوار بھاٹا۔ نقب زدن۔ سیندھ لگانا۔ چور کا کسی گھر میں داخل ہونے کیلئے دیوار میں بڑا چھید کرنا۔ مگر یہاں راہ پانا مراد ہے۔

ترجمہ۔ جو نگاہ (نفسانی وساوس کے) اس اتار چڑھاؤ کو تاڑ جائے (کہ کہاں سے ان وساوس کی چڑھائی ہوئی۔ اور کیونکر ان کی طغیانی کم ہوگی) وہ نحوست سے (نکل کر) سعادت کی طرف راہ پا جاتی ہے۔

نوٹ۔ آگے اس تبدیلی احوال کی مصلحت بیان فرماتے ہیں۔

زاں ہمیگرداندت حالے بحال ضد بضد پیدا کناں در انتقال

تاکہ از عسرے نہ بینی خوفہا کے ز یسرے باز یابی لطفہا

لغات۔ ہمیگرداند۔ پھراتا ہے۔ ادل بدل کرتا ہے۔ متغیر کرتا ہے۔ انتقال۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں آنا۔ عسر۔ تنگی۔ یسر۔ فراخی۔ **قافیہ**۔ خوفہا ولطفہا کا بے لطف قافیہ ضرورتاً اختیار کرنا پڑا ہے۔

ترجمہ - (خداوند تعالےٰ شانہٗ) اس لئے (ایک) مخالف (کیفیت) سے (دوسری) مخالف (کیفیت) پیدا کرتا ہوا از راہ تبدیل تمہاری ایک حالت کو دوسری حالت میں پھیرتا ہے - کہ جب تک تم کو تنگی سے خوف نہ آئے گا - اس وقت تک تم فراخی سے لطف کب محسوس کر سکتے ہو -

مطلب - یہ عام قاعدہ ہے کہ "قدر عافیت کسے داند کہ بلاے گرفتار آید" یعنے سلامتی کی قدر وہی کرتا ہے - جو کسی بلا میں مبتلا ہو کشتی نشینی کی ٹھیک قدر غرق ہونے والا ہی سمجھتا ہے - صحت کا مزہ مرض کی تکالیف برداشت کرنے والے سے پوچھنا چاہئے - خشک ولطیف ہوا کے جھونکوں کی تعریف موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں چل کر آنے والے سے سننی چاہئے - پس حق تعالےٰ نے جو یہ گوناگوں رحمتوں کے ساتھ مختلف زحمتوں کے سامان پیدا کئے ہیں - تو اس میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح اس کی رحمتوں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا احساس ہوتا ہے - اگر بندہ پر ہمیشہ رحمتوں کا ہی سایہ رہتا - اور وہ رات دن نعمتوں کے مزوں میں مستغرق رہا کرتا - تو اس کو احسانات الٰہیہ کا کچھ بھی احساس نہ ہوتا - نہ اس کے دل میں اپنے محسن حقیقی کے لئے شکر و امتنان کا خیال پیدا ہوتا ہے - حافظ رہ ؎

از دست ہجر یار شکایت نمے کنم ۔۔۔ گر نیست غیبتے ندہد لذت حضور

مدعا اس بحث سے یہ ہے کہ حق تعالےٰ سالک کے احوال کو جو قبض و بسط میں بدلتا رہتا ہے - تو اس میں حکمت یہی ہے - کہ اس کو بسط کی قدر آجائے - اور وہ بیش از بیش ترقی مدارج کی کوشش کرے - ربڑ کی گیند کو زور سے زمین پر اسی لئے پھینکا جاتا ہے - کہ وہ بلندی پر جائے - ورنہ اگر قبض کی حالت نہ ہوتی - تو بسط کی قدر نہ آتی - اور نہ ترقی و عروج کا جوش پیدا ہوتا - کما قال رہ ؎

وصل پیدا گشت از عینِ بلا ۔۔۔ زاں حلاوت شد عبارت ما قلا

رنج گنج آمد کہ رحمت ہا دروست ۔۔۔ مغز تازہ شد چو بخراشید پوست

آں بہاراں مضمرست اندر خزاں ۔۔۔ در بہارست آں خزاں مگریز زاں

تاکہ خوفت زاید از ذات الشمال ۔۔۔ لذت ذات الیمین یرجی الرجال

لغات - زاید - پیدا ہو - ذات الشمال - بائیں جانب - مراد گنہگار و کافر - کیونکہ قیامت کے روز ان کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا - ذات الیمین دائیں جانب - مراد پرہیزگار اور مومن لوگ - کیونکہ قیامت کے روز ان کے دائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا - یُرجی - امید دلائے - فعل مضارع از ارجا - الرجال لوگ -

ترجمہ (غرض حق تعالےٰ تم پر مختلف احوال طاری کرتا رہتا ہے) تاکہ تم کو بائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے سے خوف آئے - (اور تم دائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے کے مستحق بننے کی کوشش کرو - کیونکہ) دائیں جانب (والوں کو جو نجات و فلاح) کی لذت (حاصل ہوگی - وہ) لوگوں کو امید دلاتی ہے (کہ ہم بھی کوشش کریں تو دائیں جانب والوں میں شامل ہو سکتے ہیں)

مطلب ۔ یعنے تاکہ قبض سے جو یاس کی حالت پیدا ہو جاتی ہے ۔ وہ بسط کی بدولت زائل ہو جائے ۔ اور اس کی بجائے امید پیدا ہو جائے ۔ اور ہیبت کی حالت انس میں بدل جائے ۔ جیساکہ اکثر سالکوں کو پیش آتا ہے کہ پہلے ان پر ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے ۔ پھر وہ انس کی حالت میں بدل جاتی ہے ۔ غنی رہ ؎

گر فلک کار ترا برہم زند از جا مرو ۔ جامہ را خیاط ساز و قطع بہر دوختن

تا نہ بینی خوفِ نحسِ مشأمہ ۔ کے شناسی قدرِ لطفِ میمنہ

لغات ۔ نحس نحوست ۔ مشأمہ ۔ بائیں جانب ۔ میمنہ ۔ دائیں جانب **صنائع** نحس اور مشأمہ میں ایہام تناسب ہے ۔ کیونکہ مشأمہ کے معنے نحوست کے بھی ہیں ۔

ترجمہ ۔ جب تک کہ تم بائیں جانب والوں کی نحوست کے خوف سے آگاہ نہ ہو جاؤ (اس وقت تک) دائیں جانب والوں کے لطف کی قدر کیا کرو گے ۔

مطلب ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالے فرماتا ہے ۔ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَ أَصْحٰبُ الْمَشْأَمَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْأَمَةِ ۝ (ایک) تو داہنے ہاتھ والے سو داہنے والوں کا کیا کہنا اور (ایک) بائیں ہاتھ والے سو بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی بُرا درجہ ہے (سورہ واقعہ ۱) پس جس طرح اصحاب مشأمہ کے بُرے انجام کا خوف طاری ہوئے بغیر اصحاب میمنہ کے مدارج کی قدر نہیں آ سکتی ۔ اسی طرح جب تک قبض کی حالت طاری نہ ہو ۔ بسط کی قدر اور اس کا لطف حاصل نہیں ہو سکتا ۔ لہذا دونوں حالتوں کا ہونا ضروری ہے ۔ صرف ایک حالت سے منشا حکمت پورا نہیں ہو سکتا ۔ آگے اس کو ایک تمثیل سے واضح فرماتے ہیں ۔

اختلاف ۔ یہ بیت ہمارے نسخے میں نہیں ہے ۔

تا دو پر باشی کہ مرغک یک پرہ ۔ عاجز آمد از پریدن یکسرہ

لغات ۔ مرغک میں کاف تصغیر ہے ۔ پرہ کی ہا نسبت کے لئے اور یکسرہ کی ہا زائد ہے ۔

ترجمہ (قبض و بسط کی دونوں حالتیں اس لئے ضروری ہیں) تاکہ تم دو پر والے (پرندے کی طرح پرواز ترقی کے قابل) ہو جاؤ ۔ کیونکہ ایک پر والا بیچارہ پرندہ اُڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے (اسی طرح ایک حالت کے ساتھ تم بھی اوج ترقی پر اُڑ نہیں سکتے)

مطلب ۔ یہ سارے تغیرات اس لئے ہوتے ہیں ۔ کہ تمہارے اندر رجا و خوف کی دونوں صفتیں پیدا ہوں اس لئے کہ ایمان بین الخوف والرجاء ہے ۔ اور اسی پر مدار نجات ہے ۔ عن انس قال دخل النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے شاب وھو فی الموت فقال کیف تجدک قال ارجو اللہ یا رسول اللہ وانی اخاف ذنوبی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل ھذا الموطن الا اعطاہ اللہ ما یرجو و آمنہ مما یخاف ۔ یعنے انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے ۔ اور وہ نزع کی حالت میں تھا ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ تم اپنی حالت کیسی پاتے ہو ۔ وہ بولا ۔ یا رسول اللہ میں

خوف و رجا دونوں شرط ایمان ہیں

اللہ سے اچھی امید رکھتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں باتیں یعنے (امید اور خوف) جب ایسے وقت بندے کے دل میں جمع ہوں۔ تو ضرور اللہ تعالٰے اس کی امید پوری کرتا ہے۔ اور اس کو خوف سے امن میں رکھتا ہے (مشکٰوۃ)

خوف و رجا دونوں کی ضرورت اس لئے ہے۔ کہ ان میں سے صرف ایک کا موجود ہونا بندہ کے لئے مضر ہے۔ چنانچہ اگر صرف خوف ہوتا۔ تو اس سے ایس کلی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ جس کا ایک لازمی نتیجہ ترک طاعات وعبادات اور ارتکاب معاصی ہوتا۔ اور اگر صرف رجا ہوتی۔ تو اس سے جرأت و دلیری پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس صورت میں بھی بندہ تارک طاعات و مرتکب خطیات ہونے سے باز نہ رہتا۔

ہیں گذر از میمنہ و زمیسرہ در سرائے سابقاں آں یکسرہ

لغات۔ میمنہ دائیں طرف کی فوج۔ میسرہ بائیں طرف کی فوج مگر یہاں اس سے وہی میمنہ و مشامہ مراد ہیں جن کا اوپر سے ذکر آرہا ہے۔ یعنے دائیں ہاتھ کے اعمال نامے والے اور بائیں ہاتھ کے اعمال نامے والے۔ سابقان آگے بڑھ جانے والے۔ بقاعدہ فارسی سابق کی جمع ہے۔

ترجمہ۔ ہاں ہاں! دائیں طرف والوں اور بائیں طرف والوں سے بھی گزر کر ان سابقین کے گھر میں داخل ہو جاؤ (جو مقربین خاص ہیں)۔

مطلب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰے اصحاب مشامہ اور اصحاب میمنہ کی دونوں جماعتوں کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اور (تیسرے) جو (سب سے) آگے (سامنے بٹھائے گئے ہیں) سو یہ آگے ہی (بٹھانے کے قابل) ہیں۔ (کہ) یہ (بارگاہ خداوندی کے) مقرب ہیں (واقعہ ع ۱) مولانا رحمہ فرماتے ہیں۔ کہ تم نہ صرف اصحاب مشامہ کے ساتھ شامل ہونے سے بچو۔ بلکہ اصحاب میمنہ کے درجے پر بھی قناعت نہ کرو۔ اور مدارج ترقی میں بڑھتے بڑھتے سابقون مقربوں میں جا پہنچو۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تلوین سے نکل کر تمکین کا درجہ حاصل کرو۔ کہ وہ قرب حق کا اقرب ترین طریقہ ہے جامی رحمہ

ایکہ در شرع خداوندان حال | میکنی از سنت و فرضم سوال
سنت آمد رخ زدنیا تافتن | فرض راہ قرب مولیٰ یافتن

الحاق۔ یہ بیت بھی ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

آگے مولانا سامع کی بے توجہی دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں!

یار ہا کن تا نیایم در کلام یا بدہ دستور تا گویم تمام

لغات۔ رہا کن۔ چھوڑ دو۔ دستور۔ اجازت۔

ترجمہ (اے سامع!) یا تو اس قصے کو ہی چھوڑ دو۔ تاکہ میں کلام ہی نہ کروں یا (سننے پر آمادہ ہو کر) مجھے اجازت دو کہ پوری طرح بیان کر دوں۔

مطلب۔ نہ تو تم یہ کہتے ہو۔ کہ بس اس بحث کو جانے دو۔ کہ ہمیں اس کے سننے کا شوق نہیں ہے۔ اور نہ پوری طرح متوجہ ہوتے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ یا تو صاف کہدو کہ ہم سننا نہیں چاہتے۔ تاکہ ہم کو

زحمت تقریر سے نجات ملے۔ یا پوری طرح تقریر کرنے کی اجازت اور خود ہمہ تن گوش ہوجاؤ۔ سعدی رحمہ

گوشت حدیث میشنود ہوش بے خبر در حلقۂ بصورت و چوں حلقہ بردری

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست

لغات۔ فرمان تراست ایک محاورہ ہے۔ جو اپنی طرف سے کسی کو کسی اپنی خواہش کے سوا نفی قول و فعل کی اجازت کلی دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ تم کو اختیار ہے۔ تم مختار ہو۔ تم جانو تمہارا کام۔ جو چاہو کرو۔

ترجمہ۔ اور اگر تم نہ یہ چاہو نہ وہ۔ تو پھر تم جانو تمہارا کام (ہم اس تقریر کو جاری رکھنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔ (جسکو بیان کیا جائے)

مطلب صاحب کلید مثنوی فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ مثنوی شریف کا طرز تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ ناصحانہ و واعظانہ مکالمت کا انداز ہے۔ اور جس طرح ایک واعظ و ناصح یا ایک استاد اثنائے درس میں تقریر کرتے ہوئے بیچ میں کہہ دیتا ہے۔ کہ بھائی بات سنتے ہو۔ تو سنو ورنہ میرا مغز کیوں خالی کیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی سلسلہ تقریر شروع کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں مولانا اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں۔ کہ بھائی یا تو سنو۔ یا ہمارا پیچھا چھوڑدو۔ چونکہ سامع اس تنبیہ سے متوجہ ہوجاتا ہے۔ لہذا پھر وہی سلسلہ بیان جاری فرماتے ہیں۔ اور بالتشبیہ یہی طرز قرآن مجید کا بھی ہے۔ اس کا انداز بھی تالیف کا نہیں۔ بلکہ مکالمات کا ہے۔ مکررات قرآنیہ بھی اس لئے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہیں۔ اس لئے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہیں۔ تاکہ خوب ذہن نشین ہوجائے (انتہیٰ)

مولانا بحر العلوم رح لکھتے ہیں۔ یہ خطاب جناب حق سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مولانا رح بیان اسرار میں امر حق کے تابع ہیں۔ چونکہ اس مقام میں بعض اسرار مجملاً بیان کئے ہیں۔ تفصیلاً بیان نہیں کئے۔ اور ممکن ہے کہ بعض اور اسرار بھی بیان کرنا چاہتے ہوں۔ مگر حق تعالےٰ کی اجازت کے بغیر بیان نہ کرسکتے ہوں۔ لہذا حق تعالیٰ کی جناب میں مناجات کرتے ہیں۔ کہ الٰہی یا تو ان اسرار کو مفصلاً بیان کرنے اور ناگفتہ اسرار کو معرض بیان میں لانے کی اجازت ہو۔ یا بالکل ساکت و خاموش رہنے کا حکم ہوجائے۔ اور اگر نہ یہ اجازت دینی منظور ہے۔ نہ وہ حکم۔ بلکہ تیری مرضی یہی ہے۔ کہ بعض اسرار مجملاً بیان ہوں اور بعض پر لب کشائی ہی نہ کی جائے۔ تو جو تیرا حکم۔ میں تابع فرمان ہوں (انتہیٰ) آگے پھر اسی سلسلہ بیان کو جاری فرماتے ہیں۔

جانِ ابراہیم باید تا بنُور بیند اندر نار فردوس و قصُور

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی جان چاہئے۔ جو (اپنے) نورِ (باطن کی روشنی) سے آتش (نمرود) کے اندر بہشت اور محلات کو دیکھ لے۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا۔ نقصان عقل برا مرض ہے۔ ع "نقص عقلست آنکہ بد رنجوری ست" لہذا عقل کامل حاصل کرنی چاہیئے۔ اب اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ادراک ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا کامل ادراک ہو۔ جن کو دشمنوں کی آگ کے اندر بھی مراتب آخرت کا نقشہ نظر آتا تھا۔ اور اس کی وحشت

سے وہ منصب نبوت میں قاصر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس مشاہدے کی بنا پر جو وہ آگ کے اندر اپنے کمال عقل وادراک اور کمال اذعان ویقین کی بدولت کر رہے تھے۔ بخوشی آگ میں گھس گئے۔ صائبؔ ؎

چہ غم ز آتش سوزندہ چوں خلیل مرا کہ عشق اوز بلاہا بود کفیل مرا

پایہ پایہ برروَد برماہ و خور تا نماند ہیچو حلقہ بندِ در

لغات پایہ۔ درجہ۔ زینہ۔ خور۔ آفتاب اس میں واؤ غیر ملفوظ ہے۔ بفتح خار پڑھا جاتا ہے۔ جس میں واؤ کا کسی قدر اشمام ہو۔ حلقہ۔ دروازے کا کنڈا۔ بند۔ پابند۔ مقید۔

ترجمہ (سالک کو) زینہ بزینہ (ترقی کرتے ہوئے) مہروماہ سے بھی اونچے چڑھ جانا چاہیے تاکہ وہ دروازہ کی زنجیر کی طرح (خلوت راز سے علیحدہ اور) صرف دروازے کا مقید نہ رہے۔

چوں خلیل از آسمانِ ہفتمیں بگذرد کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

لغات ہفتمیں ہفتم۔ ساتوں۔ لا احب میں دوست نہیں رکھتا۔ آفلین۔ چھپ جانے والے۔

ترجمہ اور (تاکہ) وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح (ترقی مدارج کرتا ہوا) ساتویں آسمان سے بھی اونچا چڑھ جائے (اپنے اس کمال ایمان اور خلوص توحید کی بدولت) کہ (ان کی طرح کہے) میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مطلب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ۔ چاند اور سورج کو باری باری دیکھ کر کہا تھا۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں چھپ جانے والی ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ میں تو سب سے رخ پھیر کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں (انعام ع ۹) فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ترک آفلیں سے ترقی مدارج حاصل کی تھی۔ سالک کو بھی چاہیے۔ کہ فانی ناپائیدار اشیاء سے قطع تعلق کر کے ذات حق کو اپنا مقصود بنائے۔ جامیؒ ؎

خلیل آسا در ملک یقیں زن نوائے لا احب الآفلیں زن

ایں جہانِ تن غلط انداز شد جز مر آں را کو ز شہوت باز شد

لغات۔ جہان تن۔ عالم اجسام۔ عالم سفلی۔ غلط انداز۔ غلطی میں ڈال دینے والا۔

ترجمہ۔ یہ عالم اجسام تو (لوگوں کو اپنے انہماک میں ڈالکر) غلطی میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو خواہشات نفس سے باز رہے۔ غنیؒ ؎

دل مسوز کے شود در ظلمت آباد بدن شمع را روشن نمے سازند تا در قالب است

ان مباحث دقیقہ کے بعد اب مولانا مرحوم اسی غلام کے قصے کو پھر چھیڑتے ہیں۔ جس کا ذکر ان ابیات سے شروع

ہوا تھا کہ :-

یک فسانہ راست آید یا دروغ تا دہد مر راستیہا را فروغ
پادشاہے بندۂ را از کرم برگزیدہ بود از جملہ حشم

اور یہ قصہ پہلے قصے سے جداگانہ تھا۔ جس میں دو غلاموں کا ذکر ہے۔ کہ ایک غلام خوبصورت مگر بد خلق اور دوسرا بدصورت مگر خوش اخلاق تھا۔ اور اس قصے کا سابقہ قصے سے جداگانہ ہونا "یک فسانہ" اور "پادشاہے" کے کلمات سے عیاں ہے مگر ایک شارح صاحب لکھتے ہیں کہ "اب مولانا اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں کہ جس کو بادشاہ نے دو میں سے پسند کیا تھا۔ اور وہ بدصورت تھا۔ مگر اس کی سیرت عمدہ تھی" معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان شارح صاحب نے دونوں قصوں کو ایک سمجھ لیا۔ یا اس کے عنوان کا خیال نہیں کیا کہ اس کا ربط صرف دوسرے قصے سے ہوسکتا ہے۔ نہ کہ پہلے قصے سے۔ واللہ اعلم۔

تتمہ قصہ حاسدان بر غلام سلطان و حقیقت آں

بادشاہ کے غلام پر حسد کرنے والوں کا قصہ اور اس کی حقیقت

قصۂ شاہ و امیران و حسد بر غلامِ خاصِ سلطانِ ابد
دُور ماند از جرِّ جرّارِ کلام باز باید گشت و کرد آں را تمام

لغات - سلطانِ ابد۔ جس کی بادشاہی ہمیشہ ہو۔ یہ صفت حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جو شہنشاہ حقیقی ہے۔ مجازی بادشاہوں پر صادق نہیں آسکتی۔ پس اس کو یا تو محمول بر مبالغہ کیا جائیگا۔ جیسے کہہ دیتے ہیں۔ حضور کا اقبال ابدالآباد تک قائم رہے۔ اور خود مولانا رح بھی ایک جگہ لکھ چکے ہیں "ظل مولانا ابد پاینده باد" یا اس کی یہ تاویل ہوگی۔ کہ چونکہ وہ بادشاہ مقبول حق تھا۔ اس لئے جس طرح وہ دنیا میں صاحب جاہ و شرف تھا۔ عقبےٰ میں بھی اللہ اس کے جاہ و شرف کو ابد تک قائم رکھے گا۔ اس لئے وہ سلطان ابد تھا۔ جرار۔ کھینچنے والا۔ جرِّ کلام جو کلام کو طول دیتا اور بڑھاتا چلا جائے۔ اور اس سے مراد بقول مولانا بحر العلوم وہ مباحث ہیں جو سلسلہ کلام میں واقع ہوں۔ اور ان سے کلام طول پکڑ جائے۔ چنانچہ عربی مثل ہے کہ الکلام یجر الکلام یعنے ایک کلام دوسرے کلام کو کھینچتا چلا جاتا ہے۔ اور بقول حضرت شارح کلید اس سے مراد حق تعالےٰ ہے۔ کہ وہی القائے معانی اور الہام اسرار سے کلام کو طول دلاتا ہے **ترکیب** قصہ شاہ و امیراں الخ مرکب عطفی فاعل ہے۔ دور ماند کا۔ دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ الگ جملہ ہے۔

بادشاہوں کو سلطان ابد کہنے کی تاویل

ترجمہ۔ بادشاہ اور (اس کے) امیروں کا اور سدا (بادشاہی والے) بادشاہ کے غلام خاص پر (ان کے) حسد کرنے کا قصہ بات کو طول دینے والی (باتوں) کے طول دینے سے دور رہ گیا۔ لہذا اب واپس چلنا اور اسکو پورا کرنا چاہئے۔

باغبانِ ملک با اقبال و بخت ؎ چوں درختے را نداند ز درخت؟

ترجمہ (خیال فرمائیے۔ کہ ایک بیدار مغز بادشاہ جو گویا) ملک کا باغبان (ہے) با اقبال و خوش نصیب (ہے۔ وہ اپنے باغ کے) اچھے بُرے درخت میں تمیز کیوں نہ کرے گا؟

مطلب۔ بادشاہ نے اپنے ایک غلام خاص کو سب سے زیادہ قابل پاکر امتیاز خاص بخشا۔ تو اس پر لوگوں کا حسد کرنا بے محل تھا بادشاہ ملک کے باغ کے لئے بمنزلہ باغبان ہے۔ باغبان خود جانتا ہے کہ اچھا درخت کونسا ہے۔ اور ناقص و غیر مفید کونسا۔ پھر وہ اچھے درخت کی پرورش کرتا ہے اور بُرے کو کاٹ ڈالتا ہے۔ جس طرح ایک فن باغبانی سے ناواقف آدمی کا باغبان کے اس فعل پر معترض ہونا لغو ہے۔ اسی طرح لوگوں کا اس بادشاہ کے غلام کو توقیر بخشنے پر حسد کرنا فضول تھا۔

آں درختے را کہ تلخ و رد بود ؎ واں درختے کہ یکش ہفصد بود

کے برابر دارد اندر مرتبت ؎ چوں ببیندشاں بچشم عاقبت

لغات۔ رد۔ مردود۔ غیر مقبول۔ ناپسند۔ ہفصد۔ سات سو۔ عاقبت سے عاقبت بینی مراد ہے۔

ترجمہ وہ (باغبان ملک) جب ان (درختوں) کو عاقبت (بینی) کی نظر سے دیکھے گا۔ تو ان درختوں کو جو تلخ اور ناقابلِ پسند ہوں۔ اور ان درختوں کو جن میں سے ایک (ایک درخت) سات (سات) سو کے برابر ہو مرتبے میں برابر کب رکھے گا؟

مطلب۔ پادشاہی کے فرائض کو وہی بادشاہ بخوبی ادا کرسکتا ہے۔ جو رعایا کے ہر اعلٰے و ادنیٰ فرد کو جانے پہچانے۔ اور ان سے حسب مراتب سلوک کرے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ چراگاہ میں گھوڑے دیکھنے گیا۔ داروغہ اصطبل کچھ عرض کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ اس کو پہچانتا نہ تھا۔ سمجھا دشمن ہے کوئی وار کرے گا۔ فوراً کمان کھینچ کر تیر چڑھا لیا۔ داروغہ چلانے لگا۔ کہ میں تو نمکخوار سرکار ہوں

من آنم کہ اسپانِ شہ پرورم ؎ بخدمت دریں مرغزار آورم

اس کے بعد خادمانہ لہجے میں یہ ناصحانہ تقریر کی۔ کہ حضور! یہ غلام لاکھ گھوڑوں میں سے گھوڑا پہچان لیتا ہے۔ کیا بادشاہ ایک داروغہ کے برابر بھی نہ ہو۔ جو رعایا و ملازمین کے خاص خاص افراد کو نہ پہچانے ؎

توانم من اے نامور شہریار ؎ کہ اسپے برون آرم از صد ہزار
مرا گلہ بانی بعقل ست و رائے ؎ تو ہم گلۂ خویش داری بپائے
چناں ست در مہتری شرط زیست ؎ کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست
دراں دار ملک از خلق غم بود ؎ کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود

ترکیب سے ظاہر ہے۔ کہ آخری مصرعہ شرط موخر ہے۔ اور اس میں کلمہ چوں حرف شرط ہے اور پہلے تین مصرعے جزائے مقدم قرار پائے ہیں۔ ایک شارح صاحب نے آخری مصرعہ کے کلمہ چوں کو حرف استفہام اور لفظ ببینیکی بجائے نبیند صیغہ منفی سمجھا ہے۔ اس صورت میں مصرعہ ہذا کا ربط اگلے شعر کے ساتھ خوب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اگلے شعر کا ترجمہ اسی تقدیر پر ہوگا۔

کاں درختاں را نہایت چیست بر گرچہ یکسانند ایندم در نظر

لغات نہایت۔ آخرکار۔ انتہا میں۔ بر۔ پھل۔

ترجمہ۔ (وہ ان کو اس خیال سے بنظر عاقبت بینی کیوں نہ دیکھے گا) کہ اگرچہ یہ اس وقت دیکھنے میں یکساں (نظر آتے) ہیں۔ مگر ان درختوں کا پھل انجام کار کیسا ہوگا؟ کما قیل ؎

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد از نہایت وز نخست آگاہ شد

لغات ۔ شیخ۔ پیر طریقت۔ ینظر الخ یہ اشارہ ہے۔ اس حدیث کی طرف جو ترمذی میں مروی ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عز وجل۔ یعنے مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے (جامع صغیر للسیوطی رح) نہایت۔ انجام۔ نخست۔ آغاز

ترجمہ (جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح) شیخ کامل (بھی) جو ناظر بنور اللہ ہو (طالبین کے) انجام و آغاز (کے حال) سے واقف ہو جاتا ہے۔

چشم آخر بیں ببست از بہر حق چشم آخر بیں کشاد اندر سبق

لغات ۔ آخر بضم خا وہ جگہ جہاں مویشی باندھے۔ اور ان کے چرنے کھانے کا سامان رکھتے ہیں۔ پنجابی کھرلی۔ یہاں عالم اجسام مراد ہے۔ بایں مناسبت کہ آخر پر حیوانات کی پرورش ہوتی ہے۔ اور عالم اجسام بھی درحقیقت عالم حیوانیت ہے۔ جو انسان و بہائم میں مشترک ہے۔ سبق۔ پہلے۔ آگے۔ سابقاً

ترجمہ ۔ اس نے آخور کو دیکھنے والی (یعنے حیوانی) آنکھ حق (تعالٰے کی رضا) کے لئے بند کر رکھی ہے۔ اور آخرت کو دیکھنے والی (یعنے روحانی) آنکھ ابتدا سے کشادہ کر رکھی ہے۔ صائب ؎

بقدر رم ازیں عالم توانی آرسید آنجا کہ اینجا ہر کہ ستی کرد نتواند رسید آنجا

نوٹ ۔ یہ دو شعر سلسلہ بیان میں بطور جملہ معترضہ آ گئے تھے۔ آگے پھر غلام کا قصہ چلتا ہے۔ اور اسی باغ و باغبان اور درختوں کی مثال میں اظہار مطلب فرماتے ہیں۔

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند

لغات ۔ تلخ گوہر۔ جس کا مادہ تلخ ہو۔ شور بخت۔ بدبخت۔

ترجمہ (وہ غلام تو گویا ایک عمدہ درخت تھا۔ اس لئے باغبان یعنے بادشاہ کو محبوب تھا۔ اور) وہ حاسد لوگ بُرے درخت۔ پیدائشی کڑوے اور بدبخت تھے (اس لئے محبوب

نہ تھے)

از حسد جوشاں و کف میریختند در نہانی مکرہا انگیختند

تا غلامِ خاص را گردن زنند بیخ او را از زمانہ بر کنند

ترجمہ - وہ حسد کے سبب سے جوش میں آرہے تھے۔ اور (غصے کے مارے منہ سے) جھاگ گراتے تھے۔ (ساتھ ہی) اندر ہی اندر (یہ) سازش کرتے تھے۔ کہ (اس) خاص غلام کو قتل کردیں (اور) اس کی جڑ دنیا سے کاٹ ڈالیں۔

چوں شود فانی چو جانش شاہ بود بیخ او در عصمتِ اللہ بود

لغات - فانی۔ فنا۔ قتل۔ عصمت۔ حفاظت۔

ترجمہ - لیکن وہ قتل کیونکر ہوسکتا تھا۔ جبکہ بادشاہ اس کی جان تھا۔ (لہذا اس کا قتل گویا بادشاہ کا قتل تھا) اس کی جڑ تو اللہ تعالے کی حفاظت میں (محفوظ و مامون) تھی (دشمن اسکو کیونکر کاٹ سکتے تھے)

شاہ از اسرارِ شاں واقف شدہ ہمچو بوبکرِ ربابی تن زدہ

لغات - ابوبکر ربابی۔ ایک ولی مجذوب کا نام ہے جو مستور الحال تھے۔ اور سات سال تک بالکل خاموش رہے۔ تن زدن۔ خاموش ہو رہنا۔

ترجمہ - بادشاہ ان (حاسدوں) کے (منصوبوں کے) بھیدوں سے واقف ہوگیا۔ مگر ابوبکر ربابی کی طرح چپ تھا۔

در تماشائے دلِ بدگوہراں میزدے خنبک براں کوزہ گراں

لغات - تماشا۔ مشاہدہ۔ مطالعہ۔ بدگوہراں۔ بدذات لوگ۔ خنبک۔ تالی۔ کوزہ گراں۔ مٹی کے برتن بنانے والے۔ چونکہ کوزہ گر مٹی کے برتنوں پر مختلف رنگ و روغن مل کر ان کو لکڑی۔ چینی۔ پتھر اور دھات کے ہمشکل بنادیتے ہیں۔ لہذا کوزہ گروں سے جعل ساز و ملمع ساز مراد ہیں۔

ترجمہ - وہ ان بدذاتوں کے (پرفریب) دلوں کے مشاہدے میں ان جعل سازوں پر (بطورِ مضحکہ) تالی بجاتا تھا۔

مکرہا سازند قومِ حیلہ مند تاکہ شہ را در فقاعے افگنند

لغات - شہ سے یہاں شیخ طریقت بھی مراد ہوسکتا ہے۔ فقاع۔ دھوکہ۔

ترجمہ - حیلہ ساز لوگ (مکرو) فریب کر رہے ہیں۔ تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں ڈالیں۔

مطلب - صاحب کلید لکھتے ہیں - کہ یہاں سے مولانا رحمۃ شیخ اور اس کے بعض بداعتقاد مریدوں کا باہمی معاملہ بیان فرماتے ہیں - جس کا ماحصل یہ ہے - کہ جس طرح وہ حاسد لوگ بادشاہ کو اس کے غلام کے خلاف اپنی ملمع کاریوں سے دھوکا دے رہے تھے - اسی طرح جب کوئی مرید اپنے اندر کسی قدر کیفیت محسوس کرتا ہے اور اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی سمجھنے لگتا ہے - تو ظاہرداری کے لئے محض بناوٹ کے ساتھ اپنے آپ کو شیخ کا معتقد نمایاں کرتا ہے - حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی بدولت جو اسکو اللہ کے ذکر سے حاصل ہوئی ہے - سب کچھ جانتا ہے - اور اس کی تلبیس اس کے سامنے بالکل نہیں چلتی - اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ داؤ اسی سے سیکھے ہیں - اور پھر اسی پر استعمال کرنے لگتا ہے - داؤ سے مراد آداب شیخ ہیں - چنانچہ آداب شیخ کی تعلیم مرید نے پیر ہی سے پائی ہے - اور پھر اسی کو بناوٹی آداب سے خوش رکھنا چاہتا ہے - یہ سخت احسان فراموشی ہے - سعدی رحمۃ ؎

کس نیاموخت علم تیر از من　　　　که مرا عاقبت نشانہ نکرد

پادشاہے بس عظیم و بے کراں　　　　در فقاعے کے بگنجد اے خراں

ترجمہ - ارے او گدھو! ذرا تو سوچو کہ ایسا عظیم الشان اور غیر محدود سلطنت کا مالک بادشاہ دھوکے میں کیونکر آسکتا ہے -

مطلب - جس بادشاہ کا اتنا دماغ ہو کہ ایک وسیع سلطنت کی مہمات کو قابو میں کئے بیٹھا ہے - بھلا وہ ایسے ویسے منصوبوں سے دھوکا کھا سکتا ہے - شیخ طریقت ایسے مریدوں کی روبہ بازیوں سے دھوکا نہیں کھائے گا - حافظ رحمۃ ؎

بازی چرخ بشکندش بیضہ در کلاہ　　　　زہرہ کہ عرض شعبدہ با اہل راز کرد

از برائے شاہ دامے دوختند　　　　آخر ایں تدبیر ازو آموختند

ترجمہ - ان لوگوں نے بادشاہ کے پھانسنے کے لئے جال تیار کیا - آخر یہ تدبیر بھی اسی سے سیکھی تھی -

مطلب - مقابلہ و معرکہ اور جنگ و جدل کی جو تدابیر بادشاہ عمل میں لاتا ہے - اس کے بعض ملازمین اس سے دیکھ کر سیکھ لیتے ہیں - پھر بارادہ غدر و بغاوت ان تدابیر کو اس کے خلاف استعمال کرنے لگتے ہیں - اسی طرح ایک مرید ناسپاس اپنے پیر سے آداب شیخ سیکھ کر پھر اسی کو دھوکا دینے کے لئے ان کو استعمال میں لاتا ہے - اور دل میں دعوے ہمسری رکھتا ہے - یہ بدترین ناسپاسی و احسان فراموشی ہے - صائب رحمۃ ؎

گرچہ جاں بخش بود ہیچ مسیحا نفست　　　　پیش آں آئنہ رخسار نباید دم زد

نحس شاگردے کہ با استاد خویش　　　　ہمسری آغاز دو آید بہ پیش

ترجمہ - اسی شاگرد کی نحوست (کی انتہا نہیں) جو اپنے استاد کے ساتھ برابری کا دعوے چھیڑ دے اور اس کا سامنا کرنے لگے - صائب رحمۃ ؎

کسے کہ بر سخن اہل حق نہد انگشت   بجز خود کہ ز ذوالفقار سے بندد

باکدام اُستاد اُستادِ جہاں   پیش او یکساں ہویدا و نہاں

ترجمہ (مقابلہ بھی) کونسے استاد کے ساتھ جو جگت گرو ہے۔ جس کے سامنے چھپی کھلی (سب باتیں) یکساں ہیں۔ صائب ؒ

در پیش صبح شب نتواند حجاب شد   او بار پردہ رخ افتاب ل چوں شود

چشم او ینظر بنورِ اللہ شدہ   پردہائے جہل را خارق بدہ

ترجمہ۔ اس کی آنکھ حق تعالٰی کے نور سے دیکھنے والی ہے (اور) اس نے جہل کے پردے کو چاک کر ڈالا ہے۔

از دلِ سوراخ چوں کہنہ گلیم   پردہ بندد پیش آں حکیم

لغات ۔ سوراخ۔ سوراخدار مراد ہے۔ حکیم سے شیخ کامل مراد ہے۔

ترجمہ (وہ نادان مرید اپنے) ایسے دل کے آگے جو پرانے کمبل کی طرح سوراخدار ہے۔ (اس کی مخفی نیت کو چھپانے کے لئے) اس (مرشد) صاحب حکمت کے حضور میں (حیلہ و بہانہ کا) پردہ باندھتا ہے۔

پردہ میخندد بر و با صد دہاں   ہر دہانے گشتہ اشکافے براں

ترجمہ (مگر خود) پردہ (اس کا راز فاش کر رہا ہے اور) سینکڑوں منہ کے ساتھ اس کی ہنسی اڑا رہا ہے (کمبخت مرید اتنا نہیں سمجھتا کہ) اس (پردے) کا ہر چاک اظہار راز کے لئے ایک ایک منہ بنا ہوا ہے۔

گوید آں اُستاد مرشاگرد را   اے کم از سگ نیستت بامن وفا

ترجمہ (ادھر وہ) استاد طریقت اپنے شاگرد سے کہتا ہے۔ کہ اے کتے سے بھی گئے گذرے تجھ کو میرے ساتھ وفا نہیں ہے۔

مطلب ۔ استاد یہ بات یا تو دل ہی دل میں بطور افسوس کہتا ہے۔ یا شافہۃً شاگرد کو سرزنش کرتا ہے۔ کہ شاید وہ راہ راست پر آجائے۔ کم از سگ اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ کتا وفادار جانور مشہور ہے اگر مرید اپنے پیر کے ساتھ اتنی وفا بھی نہ کرے۔ جو کتا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے۔ تو وہ کتے سے بھی گیا گذرا ہوا ہے۔ ایک بادشاہ سیر کو جا رہا تھا۔ ایک فقیر کے ڈیرے کے پاس سے گزر ہوا۔ جس کے پاس ایک کتا بندھا تھا۔ بادشاہ نے بطور ظرافت کہا۔ شاہ صاحب! تم اچھے ہو یا تمہارا کتا۔ فقیر نے کہا بابا! یہ کتا ہمیشہ میرا حکم مانتا ہے۔ اگر بادشاہ اور فقیر بھی اپنے مالک حقیقی کا حکم مانیں۔ تو کتے سے اچھے

ہیں۔ ورنہ کتا ہم دونوں سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں کتا ایک لقمہ کے احسان کو یاد رکھتا ہے۔ اس لئے جو مرید اپنے پیر کے مدتوں کے فیض تربیت کو بھلا دے۔ وہ کتے سے بدتر ہے۔ سعدیؒ رہ ؎

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش نگردد گرزنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلۂ را بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

خود مرا اُستا مگیر آہن گسل ہمچو خود شاگرد گیر دکور دل
نہ از منت یاری ست دل جان روا؟ بے منت آبے نمیگرد د رواں

لغات۔ اُستا۔ مخفف استاد۔ آہن گسل۔ لوہے کو توڑ دینے والا۔ وہ استاد جو شاگرد کے لوہے کے سے ٹھوس اور جامد دل کو قبول ہنر کے لئے نرم کر سکے۔ گیر۔ سمجھ لو۔ فرض کر لو۔ آب کسے روان شدن کسی کا کامیاب ہونا **صنائع** رواں کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ تم مجھے (قابل تعظیم) استاد جو آہن (دل شاگردوں کو) نرم (دل) بنا دینے والا ہو۔ نہ سمجھو (تو نہ سہی۔ چلو) مجھے (اپنے جیسا) شاگرد (محتاج تعلیم) اور تاریک دل والا ہی سمجھ لو (مگر بندہ خدا! اتنا تو سوچو کہ) کیا تمہاری جان و دل کو مجھ سے مدد نہیں (ملی) ہے۔ (کیوں نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ) میرے بغیر تم کو کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ (پھر یہ احسان فراموشی کیوں کرتے ہو؟)

پس دل من کارگاہ بخت تست چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست

لغات۔ کارگہ۔ کارخانہ۔ چہ اشکنی کا تلفظ چشکنی ہونا چاہئے۔ نادرست۔ ناقص **صنائع** کارگاہ۔ بخت اشکنی۔ نادرست مناسبات ہیں۔

ترجمہ پس (یاد رکھو کہ) تمہارے بخت (عزت) کا کارخانہ (جس میں وہ تیار ہوا ہے) میرا ہی دل ہے اے ناقص۔ تم اس کارخانہ کو گیا توڑ رہے ہو۔ صائبؒ ؎

برخاطر لطیف بزرگاں مشو گراں لنگر دریں محیط بقدر حباب کن

نوٹ۔ یہاں تک پیر کا مقولہ تھا۔ اب مولانا بطور نصیحت فرماتے ہیں۔

گوئیش پنہاں زنم آتش زنہ نے بقلب از قلب باشد روزنہ

لغات۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ وہ پتھر جس سے اگلے زمانے میں آگ نکالتے تھے۔ اور اس سے وہ کام لیتے تھے جو آجکل دیاسلائی سے لیا جاتا ہے۔ روزنہ۔ دریچہ۔ کھڑکی۔

ترجمہ۔ اے مرید تم جو اس مرشد سے بطور عذر کہتے ہو کہ میں (اپنے دل میں آپکے عشق کی آگ سلگانے کے لئے) اندر ہی اندر (محبت کا) چقماق مار رہا ہوں (تو تمہارا یہ عذر بیکار ہے) کیا (تم کو) یہ (معلوم) نہیں ہے کہ دل کو دل کی طرف راستہ ہوتا ہے۔

آخر از روزن ببیند فکرِ تو — دل گواہی مے دہد زیں ذکرِ تو

ترجمہ۔ آخر وہ (اپنے دل کے) دریچے سے تمہارے (دل کے) خیالات کو دیکھ لے گا۔ اور تمہارے اس ذکر (اور عشق و محبت) کی گواہی خود دل ہی دے دیگا۔

لیک در رُویت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم

لغات۔ در روے مالیدن۔ کسی کے منہ پر صاف بات کہدینا۔ نعم ہاں۔ حرف ایجاب ہے۔

ترجمہ۔ لیکن وہ از راہِ کرم تمہارے منہ پر یہ بات صاف نہیں کہتا (کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ) جو کچھ تم (بطور عذر) کہتے ہو (اس کو سن کر) ہنس دیتا ہے اور کہتا ہے ہاں (ہاں آپ کا کہنا بجا ہے)

او نمے خندد ز ذوقِ مالشت — او ہمے خندد بریں اسگالشت

لغات۔ مالش سے یا تو معنے ظاہری مراد ہیں۔ یعنے ملنا۔ صیقل کرنا۔ یا یہ استعارہ ہے۔ چاپلوسی اور چکنی چپڑی باتیں کرنے کے لئے۔ اسگالش۔ پہلا سین مہملہ دوسرا معجمہ ہے۔ اصل میں سگالش تھا۔ بمعنے فکر و خیال واندیشہ الف زائد شامل کر لیا گیا۔ جیسے سوار سے اسوار کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ وہ تمہارے (ادعائی) صیقل (دل) کے لطف سے نہیں ہنس رہا یا وہ تمہاری چکنی چپڑی باتوں کے مزے سے نہیں ہنس رہا۔ بلکہ) وہ تمہارے ان (منافقانہ) خیالات پر (بطور تحقیر) ہنس رہا ہے۔ (کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور)

مطلب۔ چونکہ اسکو تمہاری اصلاح سے نا امیدی ہو چکی ہے۔ اس لئے محض دفع الوقتی کے لئے ہاں میں ہاں ملا رہا ہے۔ کیونکہ تنبیہ و سرزنش تو اس کو کی جاتی ہے۔ جس کی اصلاح مقصود ہو۔ اور اس کی اصلاح کی امید بھی ہو۔ نیز شیخ اس کو اپنا سمجھتا ہو۔ لیکن جب وہ اس کو بیگانہ سمجھتا ہے۔ پھر اسے کیا کہے۔

پس خداعی را خداعی شد جزا — کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

لغات۔ خداعی مکاری۔ فریب کاری۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ پیالی مارو گے تو کوزہ کھاؤ گے یعنے اگر تم ہمارے پیالی مارو گے۔ تو اس کے عوض میں ہم تمہارے کوزہ ماریں گے۔ جو پیالی سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں اینٹ کا جواب پتھر۔ اور اس محاورہ کا مولد غالباً بزم شرابخواراں ہوگی۔ کیونکہ وہی دھول دھپے۔ دھینگا مشتی کا مقام ہوتا ہے۔ اور وہاں یہی اسلحہ جنگ موجود ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ پس مکر کا جواب مکر ہے۔ یہ لو اینٹ کا جواب پتھر (تمہاری) سزا ہے۔

ور بُدے با تو ورا خندہ رضا — صد ہزاراں گُل شگفتے مر ترا

ترجمہ (اس کو خوشی کا ہنسنا نہ سمجھو کیونکہ) اگر اس کی (ہنسی) تمہارے ساتھ خوشی کی ہنسی ہوتی تو (اس کا نمایاں نتیجہ یہ ہوتا کہ) تمہارے لئے لاکھوں (فیوض و برکات کے) پھول کھل جاتے (لیکن جب تم پر اس کے فیضان کا کوئی نور نمایاں نہیں بلکہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تم سے خوشنود نہیں)

چوں دلِ اورا در رضا آرد عمل آفتابے داں کہ آید در حمل

لغات۔ دل اورا بمعنے دل او۔ رضا۔ خوشی۔ عمل۔ کام۔ حمل۔ ایک برج فلکی کا نام ہے۔ حمل کے معنے بکری کا بچہ۔ یہ برج اس کا ہم شکل ہے۔ جب آفتاب اس برج میں آتا ہے۔ تو موسم بہار آتا ہے۔ جو نباتات و اشجار کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے۔

ترجمہ۔ جب اس کا دل خوشی سے (کوئی) کام کرے۔ تو (یوں) سمجھو کہ سورج (برج) حمل میں آگیا (پھر تو تم سراپا باغ و بہار بن جاتے)

زو بخندد ہم بہار و ہم نہار ہم درآمیزد شگوفہ و سبزہ زار

ترجمہ (جب آفتاب برج میں آتا ہے۔ تو) اس سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی (ہنستا ہے) شگوفے اور سبزے بھی آپس میں ملتے ہیں (پھر تیرے عالم باطن کی بھی یہی کیفیت ہوتی)

چوں ندانی تو خزاں را از بہار چوں بدانی رمزِ خندہ در ثمار

ترجمہ۔ جب تو خزاں و بہار (کے فرق) کو نہیں سمجھتا۔ تو پھلوں کے ہنسنے کی رمز کو کیا سمجھے گا۔

مطلب۔ پھلوں کے ہنسنے سے ان کا پک کر خوش رنگ و شیریں ہونا مراد ہے۔ کیونکہ خوشی سے ہنستے وقت بھی چہرے پر ایک خاص تازگی نمایاں ہوتی ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ جب تم مرشد کی رضا و ناراضگی کو نہیں سمجھتے۔ تو ان فیوض و برکات کو کیونکر محسوس کرو۔ جو بطور ثمرات تم کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ یعنے تم حسِ باطن سے بے بہرہ ہو۔ نہ مرشد کی کیفیت قلب کو سمجھتے ہو۔ نہ اپنے ثمرات باطن کا احساس ہے۔ اگر یہ احساس ہوتا۔ تو فوراً یہ معلوم کرتے ہی کہ میرا باطن زیورِ فیوض سے عاری ہے۔ اور اپنے مرشد کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا افگند اندر جہانِ بے نوا

لغات۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ بے نوا۔ بے سامان۔ مراد اُجاڑ۔ ویران صنائع نوا کے لفظ میں صنعت تجنیس پر لطف ہے۔

ترجمہ۔ لاکھوں بلبل و قمری (اس) اجاڑ دنیا میں اپنے چہچہے بلند کر رہی ہیں۔

مطلب ۔ خوش نصیب مریدوں کے جسم فانی ہیں ان کے اپنے مرشد کے افاضہ سے لاکھوں ثمرات نمایاں ہو رہے ہیں ۔ مگر تم ان فیوض سے بے بہرہ ہو ۔

چونکہ برگِ روح خود زرد و سیاہ ٭ مے نہ بینی چوں بدانی خشمِ شاہ

ترجمہ (جسم تو رہا درکنار) جب تو اپنی روح کے پتوں کا (مرجھا کر) زرد و سیاہ ہونا بھی محسوس نہیں کرتا تو (اپنے حضرت) شاہ (صاحب) کی ناراضگی کو تو کیا سمجھے ؟

مطلب ۔ جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں ۔ کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہو گیا ۔ تو تم اس ناراضگی کو کیا پہچانو گے ۔ اور پھر اس کے رفع کرنے کے لئے کیوں ساعی ہونے لگے ۔

آفتابِ شاہ در بُرجِ عتاب ٭ میکند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب

ترجمہ (وہ) آفتاب جو (تختِ طریقت کا) بادشاہ ہے عتاب کے برج میں (طلوع کر کے ان لوگوں کے) چہروں کو (جن سے وہ ناراض ہے) نامہ اعمال کو سیہ کر دیتا ہے

مطلب ۔ بعض نسخوں میں آخری کلمہ کتاب کی بجائے کباب بھر دوباء موحدہ درج ہے ۔ اس کے ساتھ بھی معنے درست ہو سکتے ہیں ۔ یعنے وہ لوگوں کے چہروں کو کباب کی طرح جلا کر کالے کر دیتا ہے ۔ غرض مطلب یہ ہے کہ مرشد کامل جن مریدوں سے ناراض ہو ۔ ان سے انوار فیوض و برکات سلب کر کے ان کے قلوب کو تاریک و بے نور بنا سکتا ہے ۔ صائب ؒ ؎

با بزرگاں مشو بحلم دلیر ٭ سپر آفتاب تیغ زن ست

آں عُطارِد را ورقہا جانِ ماست ٭ آں سپیدی واں سیہ میزانِ ماست

لغات ۔ عطارد ایک ستارہ کا نام ہے ۔ جس کو دبیر فلک یعنے آسمان کا منشی کہتے ہیں ۔ اس لئے ادبیات فارسی میں تحریر و رقم کے مضامین میں اس کا استعارہ کرتے ہیں ۔ اور اسی لئے مولانا رحہ بھی اس مناسبت کے لحاظ سے اس کے ساتھ اوراق دفتر کا ذکر فرماتے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہے ۔ کہ یہاں ورقہا سے اوراق شجر مراد لینا غلطی ہے ۔ جو ایک شارح سے سرزد ہوئی ہے ۔ کیونکہ اوراق اشجار کو عطارد سے کوئی مناسبت نہیں ۔ میزان ۔ ترازو ۔ یہاں معیار مراد ہے ۔

ترجمہ اس (آسمان ولایت کے) عطارد کے لئے ہماری جان بمنزلہ کاغذات ہے (جس پر وہ جو اس کا جی چاہے لکھتا ہے اور) وہ سادگی اور وہ (نقوش) سیاہ (جو اس کے صفحات پر نمایاں ہوتے ہیں) ہمارا (فیوض سے بے بہرہ رہنے یا بہرہ مند ہونے کا) معیار ہے ۔

مطلب ۔ اگر ہماری روح پر کچھ آثار خیر نمایاں ہوں ۔ تو ظاہر ہے کہ ہم فیضان مرشد سے متمتع ہیں ۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ حضرت مرشد ہم سے خوش ہیں ۔ بخلاف اس کے اگر ہماری روح ان آثار سے عاری ہو ۔ تو اس سے ہمارا فیضان مرشد سے بے بہرہ ہونا اور حضرت مرشد کا ہم سے ناراض ہونا پایا جاتا ہے ۔ پیر کے اتباع کو ترک کرنے کا یہی نتیجہ ہے ۔ کما قیل ؎

مرد کہ گردن کشند از حکم پیر سیلیش از دیو ستمگار بہ
در حق بیشے کہ رمید از شبان پنجۂ گرگانِ جگر خوار بہ

باز منشورے نویسد سرخ و سبز تا رہند ارواح از سودا و عجز

ترجمہ پھر (جب) وہ (فلک ولایت کا دبیر خوش ہوتا ہے تو ایک دلکش) فرمان سرخ و سبز (حروف میں) لکھتا ہے۔ جتنے کہ ارواح (لذات نفسانیہ کے) سودا اور (وصول الی الحق سے) عاجز آجانے سے رہائی پاتی ہیں۔

مطلب۔ جب مرشد کامل خوش ہوتا ہے۔ تو اپنی توجہ تام سے مرید میں اعلےٰ آثار پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ اوپر مرشد کو عطارد سے تشبیہ دی تھی۔ اس لئے اس کے ان آثار فیض کو فرمان دلکش سے تعبیر کیا ہے اور اچھا فرمان طرح طرح کے رنگین حروف اور دلاویز انداز میں لکھا جاتا ہے۔ نیز چونکہ اوپر مرشد کے فیض کو بہار سے تشبیہ دی تھی۔ اور موسم بہار ہرے ہرے پتوں اور لال لال پھولوں کی مظہر ہوتی ہے۔ اس لئے اب مرشد کے فیضان کو جو فرمان سے تشبیہ دی۔ تو اسی مناسبت سے اس کے لئے ہرے اور لال حروف کا اثبات کیا ہے۔ فللہ درہ۔

سرخ و سبز افتاد نسخہ نو بہار چوں خطِ قوسِ قزح در اعتبار

ترجمہ۔ (شیخ کے گوناگون فیوض کی) نو بہار کا نسخہ سرخ و سبز (وغیرہ مختلف الالوان) واقع ہوا ہے۔ جو قیاس کرنے میں قوس قزح کے (رنگا رنگ) خط سے مشابہ ہے۔

مطلب۔ قیاس کرنے سے یا تو محسوس پر غیر محسوس کو قیاس کرنا مقصود ہے یعنی اگر تم شیخ کے فیوض کی رنگا رنگی کو جو ایک امر معنوی و غیر حسی ہے سمجھ نہیں سکتے۔ تو اس کو قوس قزح یعنے دھنک پر قیاس کر لو۔ کہ جس طرح سبز۔ زرد۔ بنفشی۔ سرخ۔ ارغوانی وغیرہ کئی طرح کے رنگ جھلکتے ہیں۔ اسی طرح مرشد کے فیوض بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ جس طرح قوس قزح کی رنگین تحریر قدرت حق کی صناعی ہے۔ اسی طرح نو بہار فیض کی رنگا رنگی شیخ کے تصرفات سے ہے۔ غنی رحمہ

دم جاں بخش او تا رنگِ حیرت ریخت در عالم زہر آئینہ در پیش نفس دیدم مسیحا را

آگے اس مضمون کی تائید میں حضرت بلقیس ملکہ سبا کی ایک حکایت بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بلقیس نے حضرت سلیمان کی تحریر کی پوری قدر کی۔ اس تحریر کو پہنچانے والے یعنے ہدہد کی حقیر ہستی پر نظر نہیں کی۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیال اپنے دل میں راسخ رکھا جن کی شوکت و ہیبت کا وہ ہدہد مظہر تھا۔ اسی طرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو جلال حق کا مظہر پا کر ان کی تعظیم کرتی ہے۔

عکسِ تعظیمِ پیغامِ سُلیمان علیہ السّلام در دلِ بلقیس از صوتِ ہُدہُد

ہدہد کی (حقیر) صورت سے بلقیس کے دل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کی تعظیم واقع ہونا

رحمتِ صد تو براں بلقیس باد کہ خدایش عقلِ صد مرداں بداد

ترجمہ - اس (ملکۂ سبا یعنے) بلقیس پر سینکڑوں رحمتیں ہوں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے سو آدمیوں کے برابر عقل عطا فرمائی تھی۔ نظامی رہ

ہزار آفریں برزنِ نیک رائے کہ مارا بمردی شود رہنمائے

ہُدہُدے نامہ بیاورد و نشاں از سُلیماں چند حرفے باہیاں

ترجمہ - ایک ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایک خط چند واضح کلمات (پر مشتمل) اور (ایک) نشانی (ان کے پاس) لایا۔

مطلب - ملکہ بلقیس شہر سبا کی حکمران تھی - جو ملک یمن کا ایک خوبصورت شہر تھا - اس کا قصہ قرآن مجید میں سورہ نمل کے پہلے تین رکوعوں میں درج ہے - جس کا آغاز یوں ہے :-

"اور سلیمانؑ نے پرندوں کی موجودات لی - تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہدہد کو نہیں دیکھتے - (کیا وہ پرندوں کی کثرت سے نظر نہیں آتا) یا (واقعی میں) غیر حاضر ہے - (اگر غیر حاضر ہے تو) ہم اس کو ضرور سخت سزا دیں گے - یا اسے حلال ہی کر ڈالیں گے - یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی) وجہ بیان کرے - (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بے قصور ہے) - پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد آ حاضر ہوا - اور لگا کہنے کہ مجھ کو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے - جو (اب تک) حضور کو معلوم نہیں ہوا - اور میں (شہر) سبا کی تحقیق خبر لے کر حضور میں آیا ہوں - میں نے ایک عورت کو دیکھا - کہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے - (اور ان پر حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامانِ (سلطنت) اس کو میسّر ہیں - اور اس کے یہاں (ایک بہت بڑا تخت (بھی) ہے - میں نے ملکہ اور اس کے لوگوں کو دیکھا - کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں - اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں عمدہ کر دکھایا ہے - اور ان کو راہِ راست سے روک دیا ہے - تو ان کو (اتنی بات بھی) سوجھ نہیں پڑتی - کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) نہ سجدہ کریں - جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے - اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو - اور جو علانیہ کرو - سب سے واقف ہے - اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہی عرشِ بریں (کے تخت) کا مالک ہے - (سلیمان نے) کہا (اچھا) ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے - یا جھوٹا ہے - اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ - (یعنے) یہ ہماری تحریر لے جا - اور اس کو ان کی طرف ڈال دے - پھر ان سے الگ ہٹ جا - پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں "

خواند او آں نکتہائے با شمول ، وز حقارت ننگرید اندر رسول

لغات ۔ باشمول جامع جس میں سارا مطلب آجائے ۔ رسول ۔ قاصد ۔ نامہ بر ۔ ایلچی ۔

ترجمہ اس (بیدار مغز ملکہ یعنے بلقیس) نے وہ جامع نکتے (جو اس تحریر میں درج تھے) پڑھے اور اس نے (اس ذرا سے) نامہ بر (یعنے ہدہد) کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا (بلکہ نامہ بھیجنے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھا)

مطلب ۔ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق اُن کا نامہ شہر سبا میں لے گیا ۔ اور ملکہ بلقیس کے دربار میں ڈال دیا ۔ ملکہ نے اس نامہ کو اٹھا کر پڑھ لیا ۔ آگے اس کا قصہ قرآن مجید میں یوں درج ہے ۔ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ۝ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ ملکہ بولی کہ اے اہل دربار! یہ ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے ۔ یہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے ۔ اور (عبارت اسکی) یہ ہے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (پھر یہ لکھا ہے) کہ ہم سے سرکشی نہ کرو ۔ اور فرماں بردار بن کر ہمارے حضور میں آ حاضر ہو (سباع ۲)

اس کے بعد ملکہ نے اہل دربار سے مشورہ لینا چاہا ۔ درباریوں نے کہا ۔ اگر جنگ کا ارادہ ہو ۔ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں ۔ آگے جو حضور کو مناسب نظر آئے ۔ ہم اس کو بھی ماننے کے لئے حاضر ہیں ۔ ملکہ نے ازراہِ سلامت پسندی یہی مناسب سمجھا ۔ کہ حضرت سلیمانؑ کی اطاعت کر لی جائے ۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کے مطابق اپنے امرا و وزرا سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو گئی ۔ آگے مولانا حضرت بلقیس کی اسی حقیقت شناسی اور راست بینی کی تعریف فرماتے ہیں :۔

جسم ہدہد دید و جاں عنقاش دید ، حس چو کفے دید دل دریاش دید

لغات ۔ عنقا ۔ ایک فرضی پرندے کا نام ہے ۔ عنقا کے معنے دراز گردن جانور ۔ بعض کہتے ہیں ۔ کہ اس نام کا ایک دراز گردن وعظیم الجثہ اور خوبصورت پرندہ ہوتا تھا ۔ جس کی نسل اب دنیا سے نابود ہو چکی ۔ اس لئے اب یہ نام فرضی و موہوم اشیاء کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے ۔ اس مقام پر پہلے معنے میں اس کا ایراد ہوا ہے ۔ نہ کہ معنے مشہور میں ۔ عنقا کے عین کا فتحہ صحیح ہے ۔ اور ضمہ جو عموماً مشہور ہے غلط ہے ۔

ترکیب ۔ پہلے دید کا فاعل جسم دوسرے کا جان ہے ۔ تیسرے دید کا فاعل حس اور چوتھے کا دل ہے ۔ اور اس صورت میں بلقیس کے جسم و جان اور حس و دل مراد ہیں ۔ ایک شارح صاحب نے دوسرا پیرایہ اختیار کیا ہے ۔ یعنے دید کے چاروں فعلوں کی ضمیر فاعلی راجع بہ بلقیس ہے ۔ اور چاروں جملوں میں دو دو مفعول بہ ہیں ۔ مثلاً پہلے جملے میں جسم مفعول بہ اول اور ہدہد مفعول بہ ثانی علیٰ ہذا باقی تین جملوں میں اور عنقاش کا شین ضمیر جان کا مضاف الیہ ہے ۔ اسی طرح دریاش کا شین دل کا مضاف الیہ اور حس بمعنے محسوس مراد ہے ۔ اب دیکھئے ان دونوں تقدیروں میں ترجمہ کا رنگ کس طرح پلٹتا ہے ۔

ترجمہ اس (بلقیس کے) جسم (کے احساس) نے تو (اس کو ایک ذرا سا پرندہ) ہدہد دیکھا ۔

اور (ان کی) روح (کے ادراک) نے اس کو عنقا کی طرح عظیم الشان) پایا۔ (ان کی) حس (ظاہر) نے (اسے) گویا جھاگ محسوس کیا۔ اور (ان کے) دل نے اس کو دریا پایا۔

ترجمہ ۲۔ (بلقیس نے اس پرندے کے) جسم کو تو (صرف ایک) ہدہد دیکھا (اور اس کی پروا نہیں کی) اور اس کی روح کو (نامہ بری کے شرف سے بمنزلہ) عنقا پایا (اور اس کی قدر کی) اس کے محسوس (جسم) کو کف (دریا) سے مشابہ (اور ناقابل التفات) پایا۔ اور اس کے دل کو دریا (کی طرح باوقعت) دیکھا۔

عقل با حس زیں طلسمات دو رنگ چوں محمد با ابوجہلاں بجنگ

لغات۔ با تقابلہ کے لئے ہے۔ ابوجہلاں جمع ابوجہل۔ یہ ایک کافر کا نام ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب کافروں سے پیش پیش تھا۔ یہاں مطلق کفار مراد ہیں۔

ترجمہ۔ اس دو قسم کے (روحانی وجسمانی) طلسمات کے سبب سے عقل حس کے ساتھ (اس طرح مصروف) بجنگ (رہتی) ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم (کو) ابوجہل جیسے کفر کا فروں کے ساتھ (نبرد آزما رہنا پڑتا تھا)

مطلب۔ نور عقل اور حس ظاہر کا مدار عمل اور رفتار سعی الگ الگ ہے۔ کارگاہ عالم میں بھی دونوں طرح کے کاروبار موجود ہیں۔ عقلی اور حسی۔ باطنی اور ظاہری۔ عقل عقلی کاروبار میں منہمک اور حسیات سے متنفر ہے۔ اور حس حسی کاروبار میں مصروف اور عقلی کاروبار سے بے تعلق و بیگانہ ہے۔ اور ان دونوں طاقتوں کے اختلاف بلکہ مخالفت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار کے مابین مخالفت رہی ہے۔ کہ آپ کشور باطن کے تاجدار تھے۔ اور لوگوں کو عالم باطن کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہما کی طرح آپ کے اس باطنی جلال وعظمت کو دیکھتے تھے۔ وہ آپ کی ظاہری بشریت اور آپ کے عام انسانی حالات پر نظر نہیں کرتے تھے۔ بخلاف اس کے کفار کو آپ کے باطن کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ وہ صرف آپ کا ظاہر دیکھتے۔ اور اسی پر فضول اعتراضات جڑتے رہتے تھے۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (اور کافر یہ بھی) کہتے ہیں۔ کہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں (پڑا) پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ کہ اس کے ساتھ ہو کر (وہ بھی لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا) یا اس پر کوئی خزانہ برستا ہوتا۔ یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا۔ کہ اس سے (میوے) کھاتا۔ اور ظالم کہتے ہیں۔ کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہو لئے جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (فرقان ع ۱) آگے کفار کے احساس کی غلطی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کافراں دیدند احمد را بشر چوں ندیدند از وے انشق القمر؟

ترجمہ۔ کافروں نے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (صرف ایک) بشر (کی حیثیت سے) دیکھا

(ان کوتاہ بین لوگوں نے) آپ کے (معجزہ) شق القمر کو کیوں نہ دیکھا؟

مطلب۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں۔ اور بشریت میں دیگر افراد بشر لیبانہ شریک ہیں۔ ساتھ ہی آپ نبی بلکہ فخر الانبیاء۔ سید المرسلین اور "بعد از خدا بزرگ" بھی ہیں۔ اور اس مرتبہ عظمےٰ میں آپ کل نوع بشر سے اور تمام جن وملک سے بلکہ خدا کے بعد ساری موجودات سے افضل واشرف واعلےٰ ہیں۔ مگر کافر لوگ آپ کی صرف بشریت کو دیکھتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ کے دعویٰ رسالت پر تعجب وانکار کرتے تھے۔ اور آپ پر اسی قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ جو کسی عام بشر پر ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ کہ وہ آپ کو صرف اپنی حس ظاہر سے دیکھتے تھے۔ باطنی بصیرت سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور نہ ان کے اندر یہ طاقت موجود تھی۔ اگر وہ باطنی بصیر سے آپ کو دیکھ سکتے۔ تو ایک معجزہ شق القمر ہی آپ کے کمالات نبوت پر رسالت کا یقین دلانے کے لئے کافی تھا۔ مگر ان بدبختوں نے اس کو بھی حسی نظر سے دیکھا۔ اور حسی قیاس سے پرکھا۔ اور کہا یہ جادو ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی عقل بھی مغلوب حس ہو کر سراپائے حس بن گئی تھی۔

انتباہ۔ اس زمانے میں بعض مبتدع اپنے غلو اعتقاد اور ادعائے ارادت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے منکر ہوتے جاتے ہیں۔ وہ آپ کی ہستی کو ماورائے بشر سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اس بیہودہ دعوےٰ کے ثبوت میں جہاں آیات قرآن کی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مثنوی شریف کے اس شعر کا بھی یوں ترجمہ کرتے ہیں:۔

حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بشری حیثیت سے تو کافروں نے دیکھا ہے۔ جب کہ ان کو آپ کا معجزہ شق القمر اپنے حقیقی معنے میں نظر نہیں آیا۔ (کوئی مسلمان آپ کو بشر کی حیثیت سے نہیں دیکھے گا) استغفر اللہ ربی۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے اثبات میں خود قرآن مجید بصورت جہوری ناطق ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط (اے پیغمبر) کہہ دو میں اور کچھ نہیں تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ تمہارا خدا تو ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اسی کی طرف رخ رکھو اور اس سے معافی مانگو (حم سجدہ ع ۱) اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (اے پیغمبر) کہہ دو بے شک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۲)

حقیقت یہ ہے کہ مذہب حق میں امتداد زمانہ سے ہمیشہ تحریفات ہوتی آئی ہیں۔ اور اہل مذاہب اپنے پیشواؤں کو غلو اعتقاد سے کچھ سے کچھ قرار دیتے اور مانتے آئے ہیں۔ جیسے یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ کا فرزند سمجھ لیا۔ اور جیسے ہنود رام اور کرشن کو ایشور بھگوان کے اوتار مانتے ہیں اور ان کی پیدائش بھی انسانی فرزند کے تولد کی طرح نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ ہر اوتار دنیا میں اس طرح پرگٹ ہوا ہے۔ کہ ایک بنا بنایا بچہ غیب سے ماں کی گود میں آپڑا۔ اسی قسم کے اعتقادی خرافات اب اسلام میں مبتدعین کی بدولت پیدا ہونے لگے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ان کے اثر سے بچائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت

خاک زن بر دیدۂ حس بین خویش — دیدۂ حس دشمن عقل ست و کیش

لغات - خاک زن - مٹی ڈالو یعنے اس کی پروا نہ کرو - کیش طریقہ - مذہب - دین -

ترجمہ - اپنی ظاہر بیں آنکھ پر مٹی ڈالو - (اور باطنی آنکھ سے کام لو - کیونکہ) ظاہری آنکھ تو عقل اور دین کی دشمن ہے -

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند — بت پرستش خواند و ضدماش خواند

لغات - اعمےٰ - اندھا - نابینا - ضد ماش اور اضدّ ما - شین ضمیر مفعول ہے - اعماش میں بھی شین ضمیر ہے - مگر یہ زائد ہے -

ترجمہ - ظاہر بیں آنکھ کو اللہ تعالےٰ نے اندھی کہا ہے - اس کو بت پرست (بھی) کہا ہے اور اس کو ہماری دشمن (بھی) کہا ہے -

مطلب - حق تعالےٰ کے ظاہری آنکھ کو اعمیٰ - بت پرست اور ضد ما کہنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کو یہ لقب دیئے گئے ہیں - چنانچہ اس کو اندھی اس آیت میں فرمایا ہے - وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اور ان کافروں کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ نہیں سکتے - اس آنکھ کا بت پرست ہونا بطور اشارہ اس آیت سے ثابت ہے - قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اے پیغمبر کہدو پھر کیا تم نے اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مالک بنا لیا - جو اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا (بھی) اختیار نہیں رکھتے - کہدو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں - (رعد ع ۲) اس آیت میں غیر اللہ کو معبود بنانے والے یعنے بت پرست وغیرہ مشرک کو اندھے سے تشبیہ دی ہے - اور جو شخص بت پرست ہونے کی وجہ سے بمنزلہ کور ہوگا - اس کا اہل اسلام کے حق میں دشمن ہونا اس آیت سے ظاہر ہے - يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ مسلمانو! اپنے لوگ چھوڑ کر (مخالفین میں سے) کسی کو رازدار نہ بناؤ - کہ وہ تمہاری خرابی میں کچھ اٹھا نہیں رکھتے چاہتے ہیں - کہ تم کو تکلیف پہنچے - دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو ہی چکی ہے - اور (غیظ و غضب) جو ان کے دلوں میں (بھرے) ہیں وہ (اس سے بھی) بڑھ کر ہیں (آل عمران ع ۱۲)

زانکہ او کف دید و دریا را ندید — زانکہ حالے دید و فردا را ندید

ترجمہ (ظاہر بیں آنکھ اندھی) اس لئے (ہے) کہ اس نے جھاگ (یعنے ظاہری حالات) کو (ہی) دیکھا دریا (ئے باطن) کو نہ دیکھا (اور) اس لئے کہ اس نے (موجودہ) حال کو (ہی) دیکھا - کل کو (جو حالت بطور نتیجہ پیش آنے والی تھی اس) کو نہ دیکھا

مطلب - ظاہر بیں آنکھ کو مطلقاً اندھی نہیں کہا گیا - بلکہ وہ اس اعتبار سے اندھی ہے - کہ معنے شناس نہیں اور عاقبت بیں نہیں - صائب ؒ ؎

چشمے کہ فروغ از دل بیدار ندارد شمع‌ست کہ شایستہ بالین مزار‌ست

خواجۂ فردا و حالی پیشِ او او نمے بیند ز گنجے جز تسُو

لغات۔ خواجہ مالک۔ سردار۔ آقا۔ حالی۔ موجودہ حالت سے تعلق رکھنے والا۔ تسو۔ وزن قلیل اور ایک گھڑی کا چوبیسواں حصہ مراد شئے قلیل۔ ذرہ بھر **ترکیب**۔ خواجہ فردا خبر ہے۔ جس کا مبتدا مقدر ہے۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ او کی ضمیر راجع بہ کافر ہے۔

ترجمہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو) روز آخرت کے سردار (باوقار) ہیں اور اس (کافر ظاہر بیں کی نظر) کے سامنے ان کا معاملہ صرف اسی عالم دنیا تک محدود ہے۔ وہ (کافر کوتہ نظر) ایک گنج (کمالات) سے ذرہ بھر (یعنے بشریت) کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکتا۔

ذرّۂ زاں آفتاب آرد پیام آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام

صنائع۔ ایک نبی کی ذات کو بلحاظ بشریت اور بمقابلہ ذات باری ذرہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور آں آفتاب سے آفتاب حق مراد ہے۔ چونکہ ذرہ آفتاب کے پرتو سے منور ہو کر نورِ علی نور بن جاتا ہے۔ اس لئے ایک نبی کے حق تعالےٰ کی طرف سے انوار وحی سے مستنیر ہونے کے لئے یہ تشبیہ پر لطف ہے۔

ترجمہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بڑی ہے اگر) ایک ذرہ (بھی) اس آفتاب (حق) کا پیغام لائے۔ تو آفتاب (فلک) اس ذرہ کا غلام بن جائے۔

قطرۂ کز بحرِ وحدت شد سفیر ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر

ترجمہ (اسی طرح اگر) ایک قطرہ (بھی) بحرِ وحدت کا قاصد بن جائے۔ تو ساتوں سمندر اس قطرہ کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔

گر کفِ خاکے شود چالاکِ او پیش خاکش سر نہد افلاکِ او

ترجمہ اگر ایک مشت خاک بھی اس کی (اطاعت میں) چست ہو جائے تو اسکی (مطیع) خاک کے آگے اسکے آسمان (از راہ ادب) سر جھکا دیں۔

مطلب۔ جب ایک ذرہ۔ ایک قطرہ۔ اور ایک مشت خاک کی سی ادنیٰ کائنات ذات حق کے کمالات کی مظہر بن کر یہ درجہ حاصل کر سکتی ہے۔ کہ بڑی بڑی ہستیاں اس کی مطیع و منقاد ہو جاتی ہیں۔ تو پھر وہ حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کیوں مطیع و فرمانبردار نہ ہونگی۔ جبکہ آپ حق سبحانہ وتعالےٰ کے مظہر اتم واکمل ہیں۔ مگر افسوس کہ جب دیکھنے والا ہی بے بصر و کور نظر ہو۔ تو اس کو آپ کے کمالات کیونکر نظر آئیں۔ سعدی رح ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

خاکِ آدمؑ چونکہ شُد چالاکِ حق ۔۔۔ پیشِ خاکش سر نہد املاکِ حق

ترجمہ۔ (دیکھو حضرت) آدم علیہ السلام کی خاک جب حق تعالےٰ کی (فرمانبرداری میں) تیز رَو ہو گئی۔ تو ان کی خاک (کی صورت) کے سامنے حق تعالےٰ کے فرشتوں نے سر جھکا دیا۔

مطلب۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی پتلا جو مسجودِ ملائکہ ہو گیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ درجہ صرف خاک کا نہ تھا۔ ورنہ خمیرِ خاک سے تو دوسرے انسان بھی پیدا ہونے والے تھے۔ ان کو بھی یہ درجہ حاصل ہوتا۔ پس یہ درجہ ان کمالات کی بدولت ان کو ملا۔ جو اس خاص جسدِ عنصری میں ودیعت رکھے گئے تھے۔ ان کمالات کو دیکھنا چاہئے۔ صرف جسدِ عنصری کو بظاہر نظر دیکھنا مفید نہیں۔

نوٹ۔ بعض مبتدعین جو سجدۂ تعظیمی کے اثبات میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کے سجدہ کرنے کا واقعہ پیش کیا کرتے ہیں۔ ان کے دعوے کا ابطال پیچھے کسی جگہ دلائل تحقیقیہ و الزامیہ سے بخوبی کیا جا چکا ہے۔

اَلسَّمَآءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود؟ ۔۔۔ از یکے چشمے کہ ناگہ بر کشود

لغات۔ السماء۔ آسمان۔ انشقت پھٹ گیا۔ یہ اقتباس اس آیت سے ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ جب آسمان (خدا کے حکم سے) پھٹ جائے گا۔ اور اپنے پروردگار کے (اس) حکم کی تعمیل کرے گا۔ اور (کیوں نہ کرے یہ) اس کا فرض ہے (سورہ انشقاق ع ۱) آسمان کی یہ حالت قیامت کے روز ہو گی۔ مگر اس سے یہ اشارہ مقصود ہے۔ کہ عارف اس وقت بھی اس حالت مستقبلہ کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ یا اس سے معراج کی طرف اشارہ ہو گا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو بجسد عنصری آسمان سے گزر کر عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ تو یہ ایک طرح سے خرقِ فلک تھا (بحر)

ترجمہ (اور دیکھئے) آسمان (جو کسی کی نظر میں آج قیامت کے روز کی طرح شگافتہ (نظر آرہا) ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ (یہ مشاہدہ) ایک (خاص) آنکھ (کی خصوصیات) سے (ہے) جو اچانک کھل (کر ناظر بنور اللہ ہو گئی ہے۔

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب ۔۔۔ خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب

لغات۔ دُردی بضم دال و یائے معروف یائے مصدری ہے۔ گدلاپن۔ میلاپن۔ کثافت۔

ترجمہ۔ خاک (کا خاصہ ہے کہ اپنی) کثافت کی وجہ سے پانی میں تہ نشین ہو جاتی ہے (مگر ادھر) ایک خاک (سے پیدا ہونے والی ہستی) کو دیکھو جو (خدا کا حکم پاتے ہی) فوراً (اسقدر بلندی پر پہنچی کہ) عرش سے (بھی) گذر گئی۔

مطلب۔ اس سے ظاہر ہے کہ خاکی جسم کے ساتھ کوئی اور باطنی قوت شامل تھی۔ جو جسم کو عرش سے بھی زیادہ بلندی پر لے گئی۔ حالانکہ عناصرِ جسم ہمیشہ مائل بسفل ہوتے ہیں۔ مولانا کے اس قول سے یہ بات بھی

صاف ہوگئی۔ کہ صوفیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ لہذا یہ جو کہا جاتا ہے کہ صوفیہ معراج روحانی مانتے ہیں غلط ہے۔

آں لطافت پس بداں کز آب نیست — جز عطائے مُبدعِ وہّاب نیست

لغات۔ لطافت۔ پاکیزگی۔ صفائی۔ مُبدع پیدا کرنیوالا۔ وہّاب۔ عطا فرمانیوالا۔

ترجمہ۔ پس (جسم کی) ایسی لطافت (کہ وہ مسجود ملائک بھی ہو۔ خرق افلاک بھی دیکھے عرش تک بھی جا پہنچے) آب (وگل کے خواص) سے نہیں ہے (بلکہ) وہ پیدا کرنے والے (اور) عطا فرمانے والے (حق تعالے) کے انعام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کما قیل ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

گر کند سفلی ہوا و نار را — ور ز گل او بگذراند خار را

حاکم ست و یفعل اللہ ما یشا — او ز عینِ درد انگیزد دوا

لغات۔ سفلی مائل بسفل۔ تنزل یافتہ۔ نار۔ آگ۔ بگذراند آگے بڑھا دے۔

ترجمہ۔ اگر وہ ہوا اور آگ کو (جو راجع بعلو ہیں اپنی قدرت سے) مائل بسفل کردے۔ اور اگر وہ کانٹے کو پھول سے (درجہ میں) بڑھا دے تو وہ حاکم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود درد کو دوا (بنانا چاہے تو) بنا دیتا ہے۔

مطلب۔ اوپر یہ ذکر چلا آتا تھا۔ کہ ایک مشت خاک کو کیا کیا رتبے بخشے ہیں۔ اب فرماتے ہیں۔ کہ اسکی قدرت سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں۔ وہ چاہے تو دم میں آسمان کو نیچے اور زمین کو اوپر کر دے۔ خارزار کو رشک گلزار اور باغ بہشت کو ایک بے آب و گیاہ دشت بنا دے۔ امیر خسرو رح ؎

دراں محل کہ وزد بادِ قدرتش عالم — میانِ صدمۂ صرصر خسے سبکبار ست

بہ بے نیازی او کعبہ چوں خرابات ست — در آفرینش او مکہ چوں بلیبار ست

گر ہوا و نار را سفلی کند — تیرگی و دُردی و ثقلی کند

ترجمہ۔ اگر وہ ہوا اور آگ (وغیرہ علویات) کو سفلی کردے (اور ساتھ ہی ان میں) گدلاپن اور کثافت اور تلچھٹ (بھی پیدا) کردے:۔

ور زمین و آب را علوی کند — راہِ گردوں را بپا مطوی کند

لغات۔ زمین سے یہاں خاک اور کرہ ارض دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔ علوی بضم عین بلندی میں رہنے والا مطوی روندا ہوا۔

ترجمہ۔ اور اگر (برعکس اس کے) خاک و آب (وغیرہ سفلیات) کو علوی بنا دے بلکہ آسمان

کے راستے کو (کسی وجود خاکی کے) پاؤں سے طے کرادے (جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں آسمانوں کی سیر فرمائی) تو:-

نیست کس را زہرۂ تا گوید کہ چوں؟ بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں

کسی کو (یہ) طاقت نہیں کہ کہے (ایسا) کیوں (ہوا) بہت سے جگر اس (راز قدرت کے سمجھنے کی) راہ میں خون ہو چکے ہیں۔ حضرت عطارؒ ؎

ہست سلطانی مسلّم مر ورا نیست کس را زہرۂ چون وچرا

پس یقیں شد کہ تعزّ من تشاء خاکیے را گفت پرہا بر کشا
آتشی را گفت رو ابلیس شو زیر ہفتم خاک با تلبیس شو

لغات۔ تعز من تشاء اس آیت سے اقتباس ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ الٰہی تو جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلت نصیب کرے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے (آل عمران ع۳) ہفتم خاک زمین کا ساتواں طبقہ۔ تلبیس مکروفریب۔

ترجمہ۔ پس (ان آثار قدرت کو دیکھ کر) یقین ہو گیا کہ (یہ جو قرآن مجید میں دعا آئی ہے کہ الٰہی) تو جسے چاہے عزت دے (جسے چاہے ذلیل کرے۔ بالکل درست ہے۔ چنانچہ) ایک خاکی مخلوق کو وہ حکم دیتا ہے کہ (آسمان کی طرف) پرواز کر جا (تو وہ ترقی پا جاتا ہے اور) آتشی (مخلوق) کو حکم دیتا ہے کہ جا تو شیطان بن جا (اور) زمین کے ساتویں طبقے کے اندر مکروفریب (کے مشغلے) میں رہ کر (تو وہ تنزل کے گڑھے میں گر جاتا ہے)

آدم خاکی! برو تو بر سہا اے بلیس آتشی رو تا ثرے

لغات۔ سہا۔ ایک باریک ستارے کا نام ہے۔ جو اپنی بلندی اور باریکی کے لئے ضرب المثل ہے۔ ثرے خاک۔ زمین۔ یہاں تحت الثرے یعنے زمین کا طبقہ سفلی مراد ہے۔

ترجمہ (اس نے حکم دیا کہ) اے آدم خاکی (نژاد) تم (ترقی کر کے ستارہ) سہا پر پہنچ جاؤ (اور) اے ابلیس آتشی (نژاد) تو (تنزل کر کے) تحت الثرے تک پہنچ جا۔

مطلب۔ خداوند تعالیٰ کی شان دیکھو۔ کہ خاک کو جو سفلیات سے ہے۔ علوی طرف بھیجتا ہے۔ اور وہ ایک لطیف و مجرد چیز کی طرح راجع بعلو ہو جاتی ہے۔ اور آگ کو جس کا میلان علوی طرف ہے۔ سفل کی طرف بھیجتا ہے۔ وہ کثیف و مادی اشیا کی طرح نیچے اتری چلی جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہ خاکی تھے۔ مرتبہ علیا میں رکھا۔ اور ابلیس کو کہ ناری تھا۔ مرتبہ اسفل میں گرادیا۔ مولانا اسماعیل مرحوم ؎

کیا جو کبر تو شیطاں کے ہاتھ کیا آیا وہی عزیز ہے عزت جسے خدا نے دی

آگے مولانا فلاسفہ کے بعض عقائد باطلہ کی تردید فرماتے ہیں۔ اور چونکہ مولانا پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے۔ اسلئے

یہ تقریر بصیغہ تکلم فرماتے ہیں۔ گویا خود حق تعالیٰ کی زبان سے تکلم فرمایا ہے۔

چار طبع و علتِ اُولیٰ نیَم در تصرف دائماً من باقیَم

لغات۔ چار طبع ارلعبہ عناصر۔ یعنے خاک۔ آب۔ باد۔ آتش۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے۔ کہ عنصری اشیاء کا بننا بگڑنا جینا مرنا خود ان عناصر کے تصرفات اضطرار یہ ہیں۔ کہ یہ افعال خود انہی عناصر سے صادر ہوتے ہیں اس میں کسی قادر مطلق کی قدرت کارفرما نہیں۔ استغفر اللہ! علتِ اولیٰ فلاسفہ حق تعالیٰ کو ایجاد خلق کی علت اولیٰ مانتے ہیں۔ پھر اپنے اس مسلمہ اصول کی بنا پر کہ الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (ایک سے صرف ایک ہی پیدا ہوسکتا ہے) کہتے ہیں کہ اس نے عقل اول کو پیدا کیا۔ اور پھر خود خلق و تدبیر سے فارغ و بیکار ہوگیا۔ خذلہم اللہ۔

ترجمہ۔ میں (قادر مطلق ہوں) اربعہ عناصر (کی طرح متصرف بالاضطرار) نہیں ہوں۔ نہ علت اولیٰ (کی طرح بیکار) ہوں۔ میں (اختیار مطلق کے ساتھ) تصرف (کرنے) میں ہمیشہ باقی ہوں

کارِ من بے علت ست و مستقیم نیست تقدیرم بعلت اے سقیم

لغات۔ علت پہلے مصرعہ میں یعنے سقم و نقص دوسرے مصرعہ میں یعنے علت موجبہ یا علت غائیہ ہے۔ علت سے وہ امر مراد ہے۔ جس کا وجود بطور سبب کسی دوسرے امر کے وجود کا مستلزم ہو۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ علت مادی۔ علت صوری۔ علت فاعلی۔ علت غائی۔ اگر علت یعنے سبب اپنے مسبب میں داخل بالقوہ ہو۔ تو اسکو علت مادی کہتے ہیں۔ جیسے لکڑی تخت کی علت مادی ہے۔ اگر داخل بالفعل ہو۔ تو وہ علت صوری ہے۔ جیسے تخت کی صورت کہ مربع ہے۔ یا مسدس اور اگر علت یعنے سبب اپنے مسبب سے خارج ہو۔ تو پھر اگر وہ سبب اس مسبب کا موجد ہے تو اسے علت فاعلی کہتے ہیں۔ جیسے بڑھئی تخت کے لئے۔ اور اگر اس مسبب کی ایجاد اس سبب کے لئے ہوئی ہے تو وہ علت غائی ہے۔ جیسے تخت نشین ہونا۔ تخت کی علت غائی ہے۔ علت غائی کا ظہور ذہن میں ساری علتوں سے مقدم اور خارج میں سب سے موخر ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالےٰ کے افعال میں علت غائی کا اطلاق جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اشیاء کے پیدا کرنے میں کسی غرض و غایت کا محتاج نہیں۔ بلکہ وہ بے نیاز و بے پروا ہے۔ تاہم اس کی پیدا کردہ اشیاء سے جو فوائد و منافع ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو ان سے اس کی قدرت کا ظہور مقصود ہے۔ دوسرے مصرعہ میں یہی مضمون ہے۔ مستقیم۔ راست۔ سیدھا ٹھیک۔

ترجمہ۔ میرے کام (بالکل) بے نقص اور ٹھیک ہیں۔ اے (سلسلہ اسباب و علل کے) بیمار! میری تقدیر (کسی) علت (غائی وغیرہ) پر (موقوف) نہیں۔

مطلب۔ یعنے میرے افعال موقوف بعلل نہیں ہیں۔ کہ ان کا صدور کسی دوسرے امر کے وجود پر موقوف و منحصر ہے۔ بلکہ میں متصرف بالاختیار المطلق ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ شیخ عطار رہ ؎

اودرست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

عادتِ خود را اگر دانم بوقت　　　اِیں غبار از پیش بنشانم بوقت

ترجمہ - میں اپنی عادت کو بوقتِ (مناسب بدلنا چاہوں تو) بدل لیتا ہوں اس (عادت کے) غبار کو (اپنے) سامنے سے بوقت (مناسب) بٹھا دیتا ہوں -

مطلب - عادتِ حق یا سنت اللہ جو بظاہر افعال الٰہیہ کا پردہ بنی ہوئی ہے - جس کو لوگ قانون قدرت یا نیچر کہا کرتے ہیں - اور اس کے متعلق وہ یہ خیال ظاہر کیا کرتے ہیں - کہ قانون قدرت کے خلاف کوئی امر وقوع نہیں پا سکتا - جس سے یہ شبہ ناشی ہوتا ہے - کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ خلاف عادت کچھ کرنے سے عاجز ہے - اور جس سے اس کے قادر مطلق ہونے میں نقص لازم آتا ہے - اس کی تردید فرماتے ہیں - کہ ہم قادر مطلق ہیں - اگر کوئی کام کسی حکمت کی بنا پر خلاف عادت کرنا چاہیں - تو یکدم یہ عادت کا پردہ اٹھا دیتے ہیں - اور بطور خرق عادت ایسے ایسے کام کر دکھاتے ہیں - کہ پہاڑ کی چٹان میں سے اونٹنی نکل پڑے - آتشکدہ گلزار بن جائے - لکڑی اژدہا کی صورت اختیار کرلے - چنانچہ: -

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو　　　گویم آتش را کہ رو گلزار شو

ترجمہ (اگر) میں دریا کو حکم دوں کہ ہاں آگ سے پُر ہوجا (تو فوراً اسی طرح ہو جاتا ہے - اگر) میں آگ کو حکم دوں کہ جا گلزار بن جا (تو فوراً اس حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے) سعدی رح ؎

گلستاں کند آتشے بر خلیل　　　گروہے بآتش برد زآب نیل

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم　　　چرخ را گویم فرو رو پیش چشم

ترجمہ (اگر) میں پہاڑ کو کہوں کہ پشم کی طرح (ہلکا) ہوجا (تو اسی طرح ہو جائے اگر) میں آسمان سے کہوں کہ آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ (تو فوراً اتر آئے)

مطلب - پہلے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے ماخوذ ہے - وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ قیامت کے روز پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہونگے (سورہ قارعہ) دوسرے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے مقتبس ہے - اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ - یعنے اگر ہم کوئی ٹکڑا آسمان سے ان پر گرا دیں تو ان کی گردنیں اس کی وجہ سے جھک جائیں -

گویم اے خورشید مقرون شو بماہ　　　ہر دو را سازم چو دو ابرِ سیاہ

ترجمہ (اگر) میں حکم دوں کہ اے سورج چاند کے ساتھ مل جا - (تو فوراً مل جائے - اور اگر میں چاہوں - تو) دونوں کو کالے بادل کی طرح بے نور کر دوں -

مطلب - پہلا مصرعہ ان آیات میں سے تیسری آیت کے مضمون پر مشتمل ہے - فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ جب ڈر سے ہیبت کے آنکھیں پتھرا جائیں گی - اور چاند گہنا جائے گا - اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے (سورہ قیامہ ع ۱) دوسرے مصرعہ کا مضمون

اس آیت کے مطلب متضمن ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۔ جب سورج (کے نور کی چادر کو) سمیٹ لیا جائیگا (سورۂ تکویر) اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ قیامت کے روز سورج اور چاند ایسی حالت میں آئیں گے کہ وہ بے نور ہو گئے۔

چشمۂ خورشید را سازیم خشک ۔ چشمۂ خوں را بفن سازیم مشک

لغات ۔ چشمہ ۔ منبع آب ۔ زمین سے پانی نکلنے کی جگہ چونکہ سورج منبع نور ہے۔ اس لئے یہ لفظ اس کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں چشمہ کا لقب آفتاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مگر اس کے معنے اصلی یعنے منبع آب کے لحاظ سے آفتاب کے نور کو پانی سے مشابہت دی گئی ہے۔ اسی لئے سلب نور کو خشک ساختن کے معنے میں ظاہر کیا ہے۔ فن طریقہ ۔ حیلہ ۔ حکمت ۔

ترجمہ ۔ چشمۂ آفتاب کو ہم (جب چاہیں) بے نور کر دیں۔ (اور) چشمۂ خون کو (اپنی) حکمت سے مشک بنا دیں۔

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ ۔ یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ

لغات ۔ یوغ ۔ وہ لکڑی جو گاڑی یا ہل کے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ جُوا۔

ترجمہ ۔ حق تعالےٰ (اگر چاہے تو) سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح (اکٹھے کر کے) ان کی گردن پر جوا باندھ دے۔

مطلب ۔ اوپر تک تصرفات الٰہیہ کو بصیغہ متکلم بیان کر رہے تھے۔ اب یہ ذکر بصیغہ غائب کرنے لگے۔ یعنے حق تعالےٰ اگر چاہے۔ تو چاند۔ سورج کو سیاہ اور بے نور بھی کر دے۔ اور ان کو ان کے موجودہ وظیفے سے باز رکھ کر ہل کے بیلوں کی طرح کسی اور شغل میں بھی لگا دے۔ غرض حق تعالےٰ خرق عادت کے طور پر پانی کو آگ اور آگ کو پانی بھی بنا سکتا ہے۔ مرکز ثقل کو بدل کر پہاڑوں کو روئی کی طرح بھی اڑا سکتا ہے۔ ہیئت افلاک کو متغیر کر کے ان کو زیر زمین بھی لا سکتا ہے۔ نظام شمسی کو درہم برہم کر کے مہر و ماہ کو اکٹھے بھی کر سکتا ہے۔ اور ان کو بے نور بھی کر سکتا ہے۔ قلب ماہیت کے طور پر چشمۂ خون کو نافہ مشک بھی بنا سکتا ہے۔ پس جو قادر مطلق اسقدر وسیع قدرت اور قوت رکھتا ہے۔ اگر وہ کسی انسان کو اپنا مقرب اور مراتب عالیہ پر ممتاز کر دے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ لہذا انبیاء و اولیاء کی صورت ظاہری پر قیاس کر کے ان کے کمالات باطنی کا انکار کرنا عقل سے بعید ہے۔ اور باعث عذاب شدید ہے۔ آگے اس مضمون کی تائید میں ایک حکایت سناتے ہیں۔

انکارِ فلسفی در آیہ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا

آیہ اِنْ اَصْبَحَ مَاءُکُمْ غَوْرًا میں فلسفی کا انکار

مقرئے میخواند از روئے کتاب ۔ مَاءُکُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب

لغات - مقری - قاری - کتاب سے قرآن مجید مراد ہے - غور - زمین میں اتر جانا - یہ قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر ہے - قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ٥ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو (سہی) کہ یہ تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو) اگر زمین کے اندر اتر جائے - تو کون تمہارے لیے پانی کی سوتیں بہالائے گا۔ (سورہ ملک ع ۲)

ترجمہ - ایک قاری قرآن مجید میں سے (آیہ) مَآؤُكُمْ غَوْرًا (جس کے معنے ہیں) بند کر دوں میں پانی کو پڑھ رہا تھا۔

آب را در غور ہا پنہاں کنم ۔۔۔ چشمہا را خشک و خشکستاں کنم

ترجمہ - (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ) میں (اگر) تمہارے پانی کو زمین کے اندر چھپا دوں اور چشموں کو خشک اور خشکی کا خطہ بنا دوں - تو :-

آب را در چشمہ کہ آرد دِگر ۔۔۔ جز مَنِ بے مثل با فضل و خطر

لغات کہ بمعنے کدام - خطر - اہمیت - علو شان -

ترجمہ کون ہے جو اس پانی کو دوبارہ چشموں میں لائے - سوائے میرے جو کہ بے مثل ہوں - بزرگ اور اہمیت والا ہوں -

فلسفی منطقی مُستہاں ۔۔۔ میگذشت از سوے مکتب آنزماں

لغات مستہاں - ذلیل - حقیر -

ترجمہ - ایک ذلیل فلسفی منطقی اس وقت مدرسے کے پاس سے گزر رہا تھا (جہاں یہ آیت پڑھی جارہی تھی) -

چونکہ بشنید آیہ او را ابلند ۔۔۔ گفت آریم آب را ما با کلند

لغات کلند - کدال - پھاوڑا - زمین کو کھودنے کا آلہ -

ترجمہ - جب اس نے اس (قاری) کی (اس) آیت کو (آواز) بلند سنا - تو کہا ہم پانی کو کدال سے (زمین کھود کر) نکال لیں گے -

مطلب - چونکہ آیت مذکور میں حق تعالے کے اظہار قدرت کے ساتھ ایک ایسی چیز کے نابید ہو جانے کے امکان کی ہولناک پیدید بھی ہے - جو تمام حیوانات و نباتات کی مایۂ حیات ہے - چنانچہ اگر فی الواقع دنیا میں اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا کا منظر پیش آجائے - تو چار دن میں دنیا کا گلشن نمونۂ گلخن بن جائے - انسان وحیوان تڑپ تڑپ کر مرجائیں - اور قیامت کا پورا نقشہ بندھ جائے - اور ساتھ ہی آیت مذکور سوال کے انداز میں واقع ہوئی ہے - اسی لئے اہل ایمان اور ارباب یقین اس آیت کی تلاوت کے بعد بطور جواب یہ کلمات کہہ لیا کرتے ہیں - جن میں اپنے پروردگار کی قدرت کاملہ کا اعتراف اور اس کے لطف کرم پر بھروسہ مضمر ہے - کہ اَللّٰہُ

يَأْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ یعنے اس پانی کو ہمارے لئے اللہ تعالےٰ نکال لائے گا۔ اور وہ سب سے بڑھ کر رحم والا ہے۔ مگر فلسفی لوگوں کے قلوب اس قسم کے ایمان و یقین کے نور سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس فلسفی نے اس آیت کے جواب میں بطور استہزا یہ کلمات کہہ ڈالے۔ کہ فَاٰتِيْهِ بِالْمِعْوَلِ وَالْمُعِيْنِ یعنے میں اس پانی کو خود کدال اور کسی مددگار کے ذریعے سے نکال لاؤں گا۔

مابزخمِ بیل و تیزیِ تبر — آب را آریم از پستی زبر

لغات۔ زخم۔ چوٹ۔ ضرب۔ بیل۔ پھاوڑا۔ زبر۔ اوپر۔ بلندی پر۔

ترجمہ (اور بولا) ہم پھاوڑے کی ضرب اور تیشے کی تیزی سے (زمین کو کھود کھود کر) پانی کو پستی سے بلندی پر لے آئیں گے (اب تماشائے قدرت دیکھئے۔ کہ)

شب بخفت و دید او یک شیر مرد — زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

ترجمہ۔ وہ رات کو سویا اور (خواب میں) اس نے ایک شیر مرد کو دیکھا۔ جس نے (اس کے منہ پر ایک) تھپڑ مارا اور اس کی دونوں آنکھیں اندھی کر دیں۔

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی — با تبر نورے بیار ار صادقی

لغات۔ شقی۔ بدبخت۔ صادقی میں یائے خطاب رابط جملہ ہے۔

ترجمہ (اور ساتھ ہی جھڑک کر) کہا۔ کہ اے بدبخت اگر تو (قدرت حق کے مقابلے میں چشمہ آب سے کلند و تبر کے ساتھ پانی نکال لانے پر قادر ہے اور اس دعوے میں) سچا ہے۔ تو ذرا اپنے ان دونوں چشمۂ چشم میں سے تبر کے ساتھ نور تو نکال لا۔

روز برجست و دو چشمش کور دید — نورِ فائض از دو چشمش ناپدید

ترجمہ (خیر یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ مگر جب) دن کو (بستر سے) اٹھا۔ تو سچ مچ اپنی دونوں آنکھوں کو اندھی پایا۔ اور نور بصارت جو (ہر طرف) پہنچتا تھا اس کی دونوں آنکھوں سے نابود تھا۔

گر بنالیدے و مستغفر شدے — نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے

ترجمہ۔ اگر وہ (اپنی اس گستاخی پر نادم ہوکر) رو دیتا اور استغفار کرتا۔ تو بعید نہ تھا کہ اس کا گم شدہ نور (بصارت خدا کے) کرم سے (پھر) ظاہر ہو جاتا۔

لیک استغفار ہم در دست نیست — ذوقِ توبہ نقلِ ہر سرمست نیست

لغات۔ در دست۔ قبضۂ اختیار میں۔ نقل۔ کھانے چکھنے کی تھوڑی سی چیز جو شراب کے بعد چکھتے ہیں

سرمست سے مست گناہ اور غافل مراد ہے۔
ترجمہ۔ لیکن (کیا کیجئے کہ) استغفار (پر مائل ہونا) بھی ہر شخص کے اختیار میں نہیں۔ توبہ کے مزے کی چاٹ ہر غافل کو نہیں ہوتی ہے

حدیث توبہ رہا کن کہ غفلت صاحب ازاں گذشت کہ اندیشۂ صواب کند

زشتیِ اعمال و شومیِ جحود راہِ توبہ بر دلِ او بستہ بود

لغات۔ زشتی۔ بدی۔ شومی۔ نحوست۔ جحود۔ انکار۔
ترجمہ۔ اعمال (بد) کی خرابی اور انکار (حق) کی نحوست نے اس کے دل پر توبہ کا راستہ بند کر رکھا تھا۔

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل گشت ممکن امرِ صعبِ مستحیل

لغات۔ آں خلیل سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں۔ صعب۔ مشکل۔ مستحیل محال
ترجمہ۔ (جس طرح) ان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے (درگاہ حق میں عجز و) نیاز اور (کمال) اعتقاد کی بدولت ایک مشکل و محال امر ممکن ہو گیا (اسی طرح اس کمبخت فلسفی کو بھی نور بصارت مل سکتا تھا)

مطلب۔ اس مشکل و محال امر سے نار کا گلزار بن جانا مراد ہے۔ مولانا بحرالعلوم شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک فلسفی نے کہا آگ کا گلزار بن جانا عقلاً و قیاساً محال ہے۔ تو اولیاء اللہ میں سے ایک ولی نے آگ کی بھٹی کی طرف اشارہ کر کے اس سے فرمایا۔ دیکھو یہ آگ پھونک ڈالنے کی خاصیت رکھتی ہے یا نہیں۔ فلسفی نے کہا ہاں رکھتی ہے تو اس بزرگ نے اس آگ کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کر کے اپنے دامن میں ڈال لیا۔ مگر نہ ہاتھ کو کچھ سینک پہنچا۔ اور نہ ان کا دامن جلا۔ پھر انہوں نے وہی آگ اس فلسفی کے دامن میں الٹ دی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے چھوا دیا۔ معاً آگ کے اثر سے اس کے ہاتھ پر بھی آبلے پڑ گئے۔ اور دامن بھی جلنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ فلسفی صدق دل سے ایمان لے آیا۔ مولانا بحرالعلوم لکھتے ہیں "وبظن ایں فقیر مے رسد کہ آں ولی نفس نفیس شیخ اکبر قدس سرہ بیچے" خاکسار کے خیال میں وہ ولی جس نے فلسفی کو یہ کرامت دکھائی۔ خود حضرت شیخ اکبر تھے۔ غرض نیاز و اعتقاد کا یہ اثر تھا۔ اور انکار و اشتباہ کا اثر اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہمچنیں بر عکسِ آں انکارِ مرد مس کند زر را و صلحے را نبرد

ترجمہ۔ اسی طرح برخلاف اس کے اس مرد (فلسفی) کا انکار (اپنی شامت سے) سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دے۔

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت چوں شگافد توبہ آں را بہر کشت

ترجمہ۔ اس فلسفی کا دل تو سختی سے سطح سنگ کا سا ہوگیا۔ پھر توبہ اسکو (اعمال کی) کھیتی (بونے) کے لئے کیونکر شگافتہ (اور نرم) کرے۔

مطلب۔ جب دل سچے انفعال و خجلت سے متاثر ہو۔ تو توبہ مفید ہوسکتی ہے۔ ورنہ جب پتھر کی طرح سخت ہو۔ اور اپنے اعمال سے کچھ ندامت نہ ہو۔ تو صرف زبانی توبہ توبہ کی رٹ لگانے سے کیا ہوتا ہے۔ کما قیل ؎

سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوقِ گناہ ۔۔۔ معصیت را خندہ مے آید بر استغفار ما

چوں شعیبے کو کہ تا اُو از دُعا ۔۔۔ بہرِ کشتن خاک سازد کوہ را

ترجمہ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے جو (اپنی) دعا (کی برکت) سے کھیتی بونے کے لئے پہاڑ کو مٹی بنا (کر ہموار کر) دے۔

مطلب۔ دل نرم ہو اور گناہ سے ندامت تامہ ہو۔ تو توبہ اور دعا میں وہ تاثیر ہوسکتی ہے۔ کہ چاہیں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہموار زمین بن جائے۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سے ہوگیا تھا۔ حضرت بحر العلوم رہ فرماتے ہیں۔ کہ تواریخ میں منقول ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام نے دعا کی۔ تو پہاڑ نرم اور قابل زراعت ہوگیا۔ انتہٰی۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ مگر مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام کے کہ ہر ایک سے کسی نہ کسی معجزہ کا ظہور مروی و منقول ہے۔

یا بدریُوزہ مقوقس از رسُول ۔۔۔ سنگلاخے مزرعے شد با وصُول

لغات۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔ یہاں سوال والتماس مراد ہے۔ مقوقس ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فرمانروائے مصر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کے نام بھی فرمان بھیجا۔ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی۔ مقوقس نے آپ کے ایلچی کی بہت توقیر کی۔ آپ کے فرمان کو ایک صندوقچہ میں محفوظ رکھا۔ اور سفارت کو بہت سے بیش بہا تحائف کے ساتھ واپس بھیجا۔ مگر دولت ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوا۔ اور جواب میں لکھا کہ میں سردست آپ کی دعوت قبول کرنے سے معذور ہوں۔ غور کر رہا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک جو مقوقس کے نام گیا تھا۔ آجکل مصر کے آثار قدیمہ سے برآمد ہوا ہے۔ اور اس کے فوٹو اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ سنگلاخ۔ پہاڑی خطہ۔ مزرعہ۔ کھیتی۔ باوصول۔ جس کی پیداوار وصول ہوتی ہو۔

ترجمہ یا (جیسے) شاہ مقوقس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التماس کرنے سے ایک پہاڑی خطہ کھیتی بن گیا جس سے (پیداوار) وصول ہو۔

مطلب۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ کہ مقوقس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تو اس سے اس کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب مکاشفات لکھتے ہیں۔ کہ مقوقس مصر کے بادشاہ کا نام ہے۔ جو عیسائی تھا۔ اور مسلمان ہوگیا تھا۔ اس کی التماس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ تو اس کی برکت سے سنگلاخ مزرع سبز بن گیا (انتہٰی) مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ پہلے

مقوقس کا نام صحابہ میں درج ہو گیا تھا۔ مگر پھر اس فہرست سے کاٹ ڈالا گیا۔ اور بظن غالب وہ اسلام نہیں لایا۔

کہربا ے مسخ آمد ایں دعا ٭ خاک قابل را کند سنگ و حصا

لغات - کہربا۔ زرد رنگ کا ایک مہرہ ہوتا ہے۔ جس کو قدرے مل کر تنکے کے پاس لاتے ہیں۔ تو وہ تنکے کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے۔ یہاں مطلق جاذب اور محرک مراد ہے۔ مسخ - خراب صورت بنا دینا۔ بگاڑ دینا۔ حصا - کنکر۔

ترجمہ (لیکن) یہ دعا (جو اس منکر فلسفی کا سا کوئی شخص بداعتقادی کے ساتھ کرے۔ مقصد کو) کچھ کا کچھ بنا دینے کی محرک ہے۔ (وہ کھینچ) لے قابل ارضی کو پتھر کنکر سے پُر کر دیتی ہے۔

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست ٭ مزد رحمت قسم ہر مزدور نیست

لغات - دستور - اجازت۔ مزد - مزدوری۔ معاوضہ۔ اجرت۔ قسم - حصہ۔ نصیب۔ قسمت

ترجمہ (ساتھ ہی) ہر ایک دل کو سجدہ (مقبول و دعائے مستجاب) کی اجازت بھی نہیں۔ ہر مزدور کی قسمت میں رحمت کی مزدوری (لکھی ہو یہ ضروری) نہیں۔

مطلب - دعا و مناجات اور توبہ و استغفار کرنے کو تو بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ مگر سب شرائط کی بجا آوری کے ساتھ نہیں کرتے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ سب کی دعا مقبول ہو۔ اور سب اپنی اس محنت کا ثمرہ پائیں۔ صائب ؎

حضورِ قلب اگر در نماز شرط بندہ ہست ٭ عبادتِ ہمہ روئے زمیں قضا دارد

ہیں بہ پشتی آں مکن جرم و گناہ ٭ کہ کنم توبہ در آیم در پناہ

ترجمہ - خبردار اس بھروسہ پر جرم و گناہ کے مرتکب نہ ہونا کہ میں (پھر کبھی) توبہ کر لونگا (اور حق تعالیٰ کی) پناہ میں آ جاؤں گا۔

مے بباید تاب و آبے توبہ را ٭ شرط شد برق و سحابے توبہ را

لغات - تاب - سوزش - آب سے اشک مراد ہیں۔ برق - بجلی۔ سحاب - بادل۔

ترجمہ - (کیونکہ) توبہ کے لئے سوزش (قلب) اور اشکباری (چشم) کی ضرورت ہے۔ توبہ کے لئے بجلی (کی سی بیقراری) اور بادل (کی سی اشکباری) چاہیئے (اور یہ باتیں کیا معلوم پھر میسر ہوں یا نہ ہوں)

آتش و آبے بباید میوہ را ٭ واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را

ترجمہ (دیکھو) میوہ (کی پختگی) کے لئے حرارت اور پانی چاہیئے۔ اور اس لحاظ سے بادل اور بجلی (دونوں) ضروری ہیں۔ (اسی طرح میوہ اعمال کی پختگی کے لئے سوزشِ قلب اور آبپاشی چشم کی ضرورت ہے)

تا نباشد برقِ دل و آبِ دو چشم — کے نشیند آتشِ تہدید و خشم

ترجمہ (ورنہ) جب تک (سوزش) دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں (کے آنسوؤں) کا پانی نہ ہو (حق تعالیٰ کی) دھمکی اور ناراضگی کی آگ کب تسکین پا سکتی ہے۔

تا نباشد گریۂ ابر از مطر — تا نباشد خندۂ برق اے پسر

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال — کے بجوشد چشمہا ز آبِ زلال

لغات۔ مطر۔ بارش۔ صنائع گریہ و خندہ کا تضاد اور ابر۔ مطر۔ برق۔ آب۔ چشمہ۔ سبزہ مناسبات بہار پر لطف ہیں۔ ترکیب پہلا شعر شرط ہے۔ دوسرا شعر اگلے سات اشعار سمیت اس کی جزا۔

ترجمہ۔ اے عزیز! جب تک بارش کے ساتھ بادل کا گریہ نہ ہوا ور جب تک بجلی کا خندہ نہ ہو۔ اس وقت تک وصول (الی الحق کے) ذوق کا سبزہ کب اگ سکتا ہے؟ (اور حق تعالیٰ کی رحمت کے) چشمے صاف پانی کیساتھ جوش کب مار سکتے ہیں۔

مطلب۔ جب تک اپنے گناہوں پر انفعال کلی نہ ہو۔ رحمت خداوندی کب جوش میں آتی ہے

ندامت مے رسد صائب بفریاد خطا کاراں — کہ خوں در ناف گردد مشک آہوئے خطائی را

اگلے سات اشعار تک وہی مناسبات بہار کا ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک بندہ درگاہ خدا کی طرف پورے تضرع و ابتہال کے ساتھ رجوع نہ کرے۔ [illegible] وقت تک رحمت حق کب اس کے شامل حال ہو سکتی ہے۔

کے گلستاں راز گوید با چمن — کے بنفشہ عہد بندد با سمن

ترجمہ۔ کب باغ چمن کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرے۔ کب بنفشہ (گل) سمن کے ساتھ (تازگی و شادابی کا) عہد باندھے۔

کے چنارے کف کشاید در دعا — کے درختے سر فشاند میوہ را

لغات۔ چنار ایک درخت کا نام ہے۔ جس کے پتے انسانی پنجہ کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے لئے دست بدعا ہونے کا استعارہ کیا جاتا ہے۔ صنائع۔ سر اور میوہ میں ایہام تناسب ہے۔

ترجمہ۔ کب کوئی (درخت) چنار (اپنے پنجہ نما پتوں سے) دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کب

کوئی درخت میوہ گرائے

کے شگوفہ آستینِ پُرنثار برفشاندن گیرد ایامِ بہار

لغات۔ آستین پرنثار پیراہن و قبا کی وہ کشادہ آستین جس کے اندر سونے چاندی کے سکے اس غرض سے بھرے جائیں۔ کہ ان کو نثار کیا جائے۔ تاکہ محتاج لوگ اٹھالیں۔ اگلے زمانے میں آستینوں کے اندر اس قسم کے کیسے بنائے جاتے تھے۔ جن میں نقدی۔ کاغذ پتر وغیرہ رکھ سکتے تھے۔ ترکیب۔ برفشاندن گیرد کا فاعل شگوفہ ہے۔ آستین پرنثار اس کا مفعول۔ ایام بہار ظرف۔

ترجمہ۔ کب شگوفہ موسم بہار میں (اپنی) آستین (جو نثار کرنے کی غرض سے نقدی) سے پر (کی گئی ہو) جھاڑنی شروع کردے۔

کے فروزد لالہ راخ ہمچو خوں کے گل از کیسہ برآرد زر بروں

لغات۔ لالہ ایک پھول کا نام ہے۔ جو اندر سے نہایت سرخ ہوتا ہے۔ زر از کیسہ برآوردن جیب سے سونے کے سکے نکالنا۔ پھول کے کھلنے کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ جب غنچہ اپنے سبز غلاف کو چاک کرکے کھلتا اور سنہری پھول کی شکل اختیار کرتا ہے۔ تو گویا سنہری سکے جیب سے نکل پڑتے ہیں۔

ترجمہ۔ کب (گل) لالہ کا چہرہ خون (کے سے رنگ) کی طرح دمکنے لگے۔ کب پھول (اپنی) جیب سے سونا باہر نکالے۔

کے بیاید بلبل و گل بو کند کے چو طالب فاختہ کو کو کند

لغات۔ بو کردن۔ سونگھنا۔ طالب جستجو کرنے والا۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز۔ چونکہ کو کے معنے کہاں کے ہیں۔ اس لئے یہاں طالب کی مناسبت سے اسم صوت سے اسم استفہام کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ۔ کب بلبل آئے اور پھول کو سونگھنے لگے۔ کب فاختہ (ایک) طالب کی طرح (جو اپنے مطلوب کو ڈھونڈتا ہے) کوکو (کہاں ہے کہاں ہے) کی صدا لگائے۔

کے بگوید لکلک آں لک لک بجاں لک چہ باشد مُلکُ لکَ یا مستعاں

لغات۔ لکلک ایک آبی پرندے کا نام ہے۔ لقلق اسکا معرب ہے۔ لک لک۔ لکلک کی آواز۔

ترجمہ۔ کب لکلک (دل و) جان سے لک لک کہے۔ لک کیا ہوتا ہے (بلکہ کہے) اَلْمُلْکُ لَکَ یَا مُسْتَعَانُ (یعنے اے وہ ذات پاک جس سے مدد مانگی جاتی ہے بادشاہی تیری ہی ہے)

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر کے شود چوں آسماں بستاں منیر

لغات۔ ضمیر دل کی باتیں۔ منیر۔ روشن۔

ترجمہ - کہ زمین (اپنے) اندر کے چھپے بھیدوں کو ظاہر کرے (جو بیجوں کے پھوٹ نکلنے سے ظاہر ہوتے ہیں) کہ باغ (چمکیلے پھولوں سے یوں) روشن ہو جس طرح آسمان (چاند۔ سورج اور ستاروں سے روشن ہوتا ہے)۔

مطلب - یہ تمام سامان بہار اور سرسبزی گلزار موقوف ہے۔ اس پر کہ بجلی چمکے اور بارش ہو۔ اسی طرح جب توبہ کے اندر سوزش قلب اور اشکباری پیہم ہو۔ تو پھر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے۔ اور نزول برکات سے کشت مراد سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ ورنہ توبہ فضول ولاحاصل ہے۔ حافظ رح ؎

گریہ آبے برخ سوختگاں باز آورد | نالہ فریاد رس عاشق مسکیں آمد

از کجا آوردہ اند ایں حُلَلّہا | مِنْ کَرِیْمٍ مِنْ رَّحِیْمٍ کُلُّہَا

لغات - حُلَلّہا۔ جمع حُلّہ۔ لباس۔ پوشاک۔ کریم۔ بزرگ۔ کرم والا۔ رحیم۔ رحم والا۔ کلہا۔ سب کے سب۔

ترکیب - دوسرا مصرعہ عربی میں ہے۔ جو گویا پہلے سوالیہ مصرعہ کا جواب ہے۔ جس کی تقدیر یہ ہے۔ اَتَتِ الْحُلَلُ کُلُّہَا مِنْ کَرِیْمٍ وَّ رَحِیْمٍ۔ آتت فعل ماضی واحد غائب مؤنث مقدر اور اس کی ضمیر فاعلی کا نبات بہار کی طرح پھرتی ہے۔ حللہا یا حلل محذوف موکد کلہا اس کی تاکید۔ دونوں مل کر مفعول بہ من کریم اور من رحیم اس کے متعلقات

ترجمہ - (نونہالان چمن اور عروسانِ بہار) یہ (خوبصورت) پوشاکیں کہاں سے لائی ہیں؟ یہ ساری (پوشاکیں اس) کریم و رحیم سے لائی ہیں (جو تمام عالم کا خالق و رازق ہے)۔ جامی رح ؎

قصب بافِ عروسان بہاری | قیام آموزِ سرو جویباری

آں لطافتہا نشانِ شاہدے ست | کہ بہر ساعت دو صد جانش فدے ست

لغات - لطافتہا۔ پاکیزہ صفات۔ شاہد۔ محبوب۔ مراد محبوب حقیقی۔ ہر ساعت سے مراد ہر لمحہ۔ ہر دم۔ دو صد سے مراد عدد مخصوص نہیں۔ بلکہ کثرت مراد ہے۔ فدے۔ فدا کا امالہ ہے۔ قربان۔ نثار۔

ترجمہ - وہ پاکیزہ صفات جو عروسان بہار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ دراصل اس محبوب حقیقی کے نشان ہیں جس پر ہر دم سینکڑوں جانیں قربان ہیں۔

مطلب - مصنوعات اپنے صانع کے وجود کا نشان ظاہر کر رہی ہیں۔ صائب رح ؎

چمن سبز فلک را چمن آرائے ہست | زیر ایں رنگ نہاں آئینہ سیمائے ہست

مگر ان نشان کو دیکھنے والوں میں بھی فرق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ | چوں ندید او را نباشد انتباہ

لغات - انتباہ۔ متنبہ ہونا۔ ہوش میں آنا۔ متاثر ہونا۔

ترجمہ (ان مصنوعات کو) نشان (صانع پانے) سے وہ (شخص) خوش ہوتا ہے جس نے

(اس) بادشاہ (حقیقی) کا (جو صانع عالم ہے) مشاہدہ کیا ہو (مگر) جب اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ تو پھر (اسکو ان مصنوعات سے) تاثر نہ ہوگا۔

مطلب۔ بہار باغ۔ خندۂ گل۔ نالۂ بلبل۔ آب رواں۔ سرو خراماں ایک عارف کی نظر میں بھی ہے اور ایک عامی کی نظر میں بھی۔ مگر عامی ان چیزوں کے صرف رنگ و بو اور طرز و انداز سے محظوظ ہوتا ہے۔ اور عارف ان کی تہ میں محبوب حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس فرق مشاہدہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ عامی کی نظر صرف مصنوع اور اس کے رنگ و بو تک محدود ہے۔ اور عارف کی نظر مصنوع سے صانع تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ وہ صانع کا شناسا ہے اس کے مشاہدہ سے محظوظ ہو چکا ہے۔ اور پھر اس سے محظوظ ہونے کا ہر وقت مشتاق رہتا ہے۔ وہ جب مصنوعات کو دیکھتا ہے۔ تو شدت شوق اور فرط عشق سے بہت صانع حقیقی کے جلال و عظمت کا نقشہ اس کی نظر کے سامنے بندھ جاتا ہے۔ اور اس پر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ غنی رحمہ

چشم ہر کس کہ شد از سرمۂ عرفان روشن آتش طور ز ہر سنگ تواند دیدن

عامی نہ اس دولت مشاہدہ سے بہرہ مند ہوا ہے۔ اور نہ مصنوعات کے مشاہدہ سے اس پر یہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جیسے ایک شخص نے بادشاہ کو تخت سلطنت پر متمکن دیکھا ہو۔ اور اس کے جاہ و اقتدار اس کے جلال و جبروت۔ اور اس کی جہانستانی و جہاں بخشی کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں۔ وہ جب اس بادشاہ کا فوٹو دیکھے گا۔ تو معاً اس پر نظر پڑتے ہی اس کی ساری آن بان اور حشمت و شوکت کا نقشہ ہو بہو آنکھوں میں پھر جائے گا۔ اور اس کے احسانات و انعامات کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ جس سے اس پر ایک وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہو بخلاف اس کے جس شخص نے آج پہلی مرتبہ اس بادشاہ کی تصویر دیکھی ہے۔ اس پر یہ اثر نہ ہوگا۔ وہ صرف اس کے تاج کی صناعی۔ تخت کی طرحداری اور اس کی پوشاک کی رنگینی کو کسی قدر غور اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ اور بس۔

غرض مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جس نے چاشنیٔ وصل چکھی ہے۔ وہ مصنوعات کے عجائبات سے لطف حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو اس دولت سے محروم ہے۔ اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ چیزیں کس پر دال ہیں۔ وہ تو صرف ان کے ظاہر کو دیکھے گا۔

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ الست دیدِ ربّ خویش و شد بیخویش و مست

ترجمہ (مصنوعات کو دیکھ کر صانع کے خیال سے) اس شخص کی روح (خوش ہوگی) جس نے الست (بربکم یعنے یوم میثاق) کے وقت۔ اپنے پروردگار کا دیدار کیا تھا۔ اور وہ (اسکے دیدار سے) مست و بیخود ہو گئی تھی۔

نوٹ۔ آگے اس کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ ایک مثال یہ ہے:۔

او شناسد بُوے مے کہ مے بخورد چوں نخورد او مے چہ داند بُوے کرد

ترجمہ۔ شراب کی بو کو وہ شخص پہچان سکتا ہے۔ جس نے شراب پی ہو۔ جب شراب نہ پی ہو تو وہ کیا جانے سونگھنا (اور یہ تمیز کرنا کہ شراب ہے یا سرکہ)

مطلب - جس شخص نے حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کیا ہوگا - وہی نشانیوں کو پہچان سکتا ہے - اور جس کو دولت مشاہدہ کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی - وہ کیا جانے کہ کس کی نشانی ہے - کما قیل ؎

گر شود بینش دو چنداں بے بصیرت را چہ فیض میکشد احول دو میل سرمہ چشم خویش را

آگے دوسری مثال بیان فرماتے ہیں :-

زانکہ حکمت ہمچو ناقہ ضالہ است ہمچو دلّالِ شہاں زادالہ است

لغات - ناقہ - اونٹنی - ضالّہ - گم شدہ - دالّہ - دلالت کرنے والا - **صنائع** - ضالّہ و دالّہ میں تجنیس ہے

ترجمہ - کیونکہ حکمت (مومن کے لئے) گم شدہ اونٹنی کی مانند ہے - وہ (اقلیم ولایت کے) بادشاہوں کو دلالوں کی طرح راہ (مقصود) دکھاتی ہے -

مطلب - اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے - جو ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے - اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْحَکِیْمِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (الکلمۃ الف و لام کے ساتھ ہے) دانائی کی بات دانا آدمی کی گم شدہ چیز ہے - پس اسے وہ جہاں پائے - وہ اس کا زیادہ حقدار ہے - (مشکوٰۃ) مطلب اس حدیث کا یہ ہے - کہ دانا آدمی کسی غیر دانا سے کوئی حکمت کی بات سن لے - تو وہ اس پر عمل کرنے کا زیادہ حقدار ہے -

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مشاہدہ نصیب کیا ہے - اور یوم میثاق میں اس کو حکمت عطا فرمائی ہے - جو وجود عنصری میں اس سے گم ہوگئی ہو پس یہ حکمت اس کا گم شدہ ناقہ تھا - جواب اس کو مل گیا ہے اور یہ حکمت اولیاء کو جو تخت طریقت و سلوک کے تاجدار ہیں - اسرار الٰہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے (بحر العلوم)

جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمہ حق کہا جاتا ہے - تو اس کا قلب فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی میں تھا - لیکن ذہول تھا - ورنہ اگر پہلے سے دل میں نہ ہوتا - تو پھر اس کی تصدیق کرنا اور اس کو تسلیم کر لینا کیونکر ممکن ہوتا - اس طرح آیات حق کو دیکھ کر ذات حق پر جو دلالت ہوتی ہے - تو اس کی وجہ یہی ہے - کہ پہلے سے اس کی یاد دل میں ہوتی ہے - مگر اس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہیں رہتی - اور جب کوئی نشانی سامنے آجاتی ہے - تو فوراً اس ذات کی طرف توجہ ہو جاتی ہے - اور معلوم ہو جاتا ہے - کہ وہی ہے - جس کا دیدار یوم الست میں کیا تھا - اور یہ بات ہر مسلمان کو حاصل ہے - پھر ذہول کی کمی بیشی کے مطابق تنبہ کے مراتب میں بھی فرق ہے - جس کو کم ذہول ہوتا ہے - وہ صرف مشاہدہ آیات سے متنبہ ہو جاتا ہے - اور جس کو ذہول زیادہ ہوتا ہے - اس کو مشاہدہ کے علاوہ تقریر و بیان کے ساتھ زبانی انتباہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے (کلید مثنوی) -

آگے ایک اور مثال پیش فرماتے ہیں - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تمہاری ایک آرزو ہو - خواب میں کوئی یہ بشارت دے - کہ کل تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - جس کی ایک علامت یہ ہے کہ ایک سوار آئے گا - اور تم سے ملاقی ہوگا - دوسرے یہ کہ تم خواب کی کیفیت کسی سے بیان نہ کر سکو گے - بیان کرنا چاہو - تو زبان بند ہو جائے گی - یہ علامتیں نمودار ہوئیں - تو سمجھنا کہ ضروری تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - اب صبح کو جو وہ شخص اٹھتا ہے - تو فی الواقع سوار اس سے ملاقی ہوتا ہے - جس کو دیکھتے ہی وہ شخص اپنی مراد بر آنے کے یقین میں خوشی سے پھولا نہیں سماتا - اور خوشی سے ناچنے لگتا ہے - دوسرے اشخاص جن کو اس شخص کے خواب کی کیفیت

معلوم نہیں۔ وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ معمولی سوار کو دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہو گئی۔ آگے ہر شعر سے اس مطلب کو مطابق کرتے جاتے ہیں۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ یہ مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے روز الست میں رب العزت کا مشاہدہ کیا۔ اس کی علامات و نشانات کو سمجھا۔ پھر وجود عنصری کے بعد جو اس کا طالب ہوا۔ اور لگاتار ریاضت کی۔ تو اس کو پاتے ہی اس میں محو ہو گیا۔

تو ببینی خواب در یک خوش لقا — کو دہد وعدہ و نشانی مر ترا

ترجمہ۔ (اور مثلاً) تم خواب کے اندر ایک مبارک صورت (آدمی) کو دیکھو۔ جو تم کو (آرزو پوری ہونے کا) وعدہ اور (اس کی) نشانی (کا پتہ) دے (اس طرح کہ:-)

کہ مراد تو شود اینک نشاں — کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں

ترجمہ۔ کہ تیری مراد حاصل ہوگی۔ یہ لو اس کی نشانی کہ کل تمہارے پاس فلاں آئیگا

یک نشانے آنکہ او باشد سوار — یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تم سے بغلگیر ہوگا۔

یک نشانے کہ بخندد پیش تو — یک نشاں کہ دست بندد پیش تو

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ تمہارے سامنے ہنسے گا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے گا۔

یک نشانی آنکہ ایں خواب از ہوس — چوں شود فردا نگوئی پیش کس

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ جب صبح ہوگی (اور) تم اس خواب کو (بیان کرنے کی) خواہش سے (بیان کرنے لگو۔ تو) کسی سے بیان نہ کر سکو گے۔

زاں نشاں با والد یحییٰ بگفت — کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت

لغات۔ والد یحییٰ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد یعنے حضرت زکریا علیہ السلام۔ گفت۔ پہلے مصرعہ میں فعل ماضی دوسرے میں حاصل مصدر۔

ترجمہ۔ اس قسم کی نشانی (حق تعالےٰ نے) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد (یعنے حضرت زکریا علیہ السلام کو ارشاد فرمائی تھی کہ تم تین روز تک بالکل بات نہ کر سکو گے۔

مطلب۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہ اس کی طرف تلمیح ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے درگاہ حق میں دعا کی۔ کہ الٰہی میں بڈھا ضعیف ہو گیا۔ مجھے اپنی وفات کے بعد خوف ہے کہ میرے ہم قوم دین میں کچھ خرابی نہ ڈال دیں۔ مجھ کو ایک جانشین عطا فرما۔ جناب باری سے ارشاد ہوا۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۔ یعنے "اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا" حضرت زکریا نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میری بی بی تو بانجھ ہے۔ اور میں بے حد ضعیف ہوں۔ ارشاد ہوا۔ یہ بات ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار مجھے میرے بیٹا ہونے کی کوئی نشانی بتا دے۔ تو ارشاد ہوا۔ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ۔ یعنے تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین دن رات تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے (سورہ مریم ع ۱) یہ حالت حصول مراد کی نشانی اس لئے قرار پائی۔ کہ اس سے یہ یقین ہوتا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ایک چلتی ہوئی قوت کو بند کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک بند قوت کو چلا سکتا ہے۔ یعنے وہ قبض سے بسط کر سکتا ہے جس طرح اس نے بسط سے قبض کیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن رات سکوت

مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح خواب میں تم کو حصول مراد کی ایک نشانی عدم تکلم بتائی جائے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی تولد فرزند کی یہ علامت بتائی گئی تھی۔ کہ تم اشارات سے بات چیت کر سکو گے زبان سے گفتگو نہ ہو سکے گی۔

تا سہ شب خامش کن این نیک و بد — این نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت

ترجمہ۔ تین (دن) رات تک تم کو اپنی بھلی بری باتوں سے خاموش رہنا ہوگا۔ یہ اس بات کی نشانی ہوگی۔ کہ یحییٰ تمہارے ہاں (کتم عدم سے عالم وجود میں) آئیں گے۔

دم مزن سہ روز اندر گفتگو — کہ سکوت ست آیتِ مقصودِ تو

ترجمہ۔ تین دن تک بات چیت کے لئے دم نہ مارنا۔ کیونکہ خاموشی (اپنی مراد پر) تمہارے فتحیاب (ہونے) کی نشانی ہے۔

نوٹ۔ یہ ضمناً حضرت زکریا کے قصے کا خلاصہ ذکر کیا تھا۔ اب پھر اصل قصے کی طرف عود ہے۔

ہیں میاور این نشاں را تو بگفت — این سخن را دار اندر دل نہفت

ترجمہ۔ خبردار! اس نشانی کو تم ہرگز (دائرہ) بیان میں نہ لانا (بلکہ) اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھنا۔

این نشانہا گویدت ہمچوں شکر — این چہ باشد صد نشانہائے دگر

ترجمہ (غرض وہ) یہ نشانیاں شکر کی مانند (شیریں لہجے میں) تم سے بیان کرے (اور) یہ کیا بلکہ سو نشانیاں اور (بتائے۔ اور کہے)

این نشانِ آں بود کاں ملک و جاہ — کہ ہمے جوئی بیابی از الٰہ

ترجمہ۔ یہ اس بات کی نشانی ہے۔ کہ جو ملک و جاہ تم چاہو خدا سے پاؤ گے۔

آنکہ میگریی بشبہاے دراز　　وانکہ میسوزی سحرگہ در نیاز

ترجمہ۔ (تم) وہ (مراد پاؤ گے) کہ (جس کے لئے) تم لمبی (لمبی) راتوں میں روتے رہے اور وہ (مراد) کہ (جس کے لئے) صبح کے وقت دلسوزی سے دعا کرتے رہے ہو۔

آنکہ بے آں روز تو تاریک شد　　ہمچو دوکے گردنت باریک شد

لغات۔ دوک = تکلا۔ لاغری کے لئے تشبیہ دیتے ہیں ۔

کیے را حکایت کنند از ملوک　　کہ بیمار بے رشتہ گردش چو دوک

ترجمہ۔ وہ (مراد) جس کے بغیر تمہارا دن اندھیر ہو گیا۔ (اور) تمہاری گردن (شدت غم سے) تکلے کی طرح پتلی ہو گئی۔

وانکہ دادی آنچہ داری در زکات　　چوں زکات پاک باراں برجہات

ترجمہ۔ وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے (اپنا سب اندوختہ) جو تم رکھتے ہو بطور خیرات دے ڈالا۔ جیسے بارش کی پاک (وصاف پانی کی) خیرات اطراف (زمین) میں (برستی ہے)

اختلاف۔ دوسرا مصرعہ بعض نسخوں میں یوں درج ہے "چوں زکات پاکبازاں رختہات" اس تقدیر پر رختہات داری کا مفعول بہ ہے۔ اور اس کا مفعول مقدر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ پہلے نسخے میں کرنا پڑا۔ البتہ اجزاے جملہ کا بُعد و تفرق مخل مطلب ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔

وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے اپنا (تمام) سامان و اسباب جو تم رکھتے ہو۔ پاکبازوں کی طرح بطور خیرات دے ڈالا۔

رختہا دادی و خواب و رنگ رو　　سرفدے کردی و گشتی ہمچو مو

ترجمہ (جس کے لئے) تم نے اپنا سامان و اسباب دے ڈالا اور نیند (قربان کر دی) اور چہرہ کا رنگ (کھو لیا) تم نے سر فدا کر دیا۔ اور تم (گھل گھل کر) بال کی طرح (دبلے پتلے) ہو گئے۔

چند در آتش نشستی ہمچو عود　　چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود

ترجمہ۔ بارہا تم آتش (فرقت میں یوں) جلتے رہے جس طرح عود (جلتا ہے) بارہا تم (تیر و) تلوار کے آگے (یوں) سینہ سپر ہو تے جس طرح خود (تلوار کی ضرب کو سہتا ہے)

زیں چنیں بیچارگیہا صد ہزار　　خوئے عشاق ست ناید در شمار

ترجمہ۔ ایسی ایسی لاکھوں بے بسی کی حالتیں سہنا عاشقوں کی عادت میں داخل ہے۔ جو شمار میں نہیں آسکتیں۔ (تم بھی سب کو برداشت کر چکے ہو)۔

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا　　آنکہ بودی آرزویش سالہا

ترجمہ۔ جب تم نے خواب میں (اس آرزو کے پورا ہونے کے) حالات دیکھے جس کی آرزو (میں) تم برسوں رہے ہو۔

چونکہ شب آں خواب دیدی روز شد　　از امید آں دلت پیروز شد

ترجمہ (اور) جب تم نے رات کو وہ خواب دیکھا۔ (اور) دن چڑھا۔ تو اس (آرزو کے پورا ہونے) کی امید سے تمہارا دل بھرپور ہو گیا۔

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست　　کاں نشان و آں علامتہا کجاست

ترجمہ۔ تم دائیں بائیں نظر پھراتے ہو۔ کہ وہ نشانی اور علامتیں (جو خواب میں بتائی گئی تھیں) کہاں ہیں۔

بر مثالِ برگ مے لرزی کہ وائے　　گر رود روز و نشاں ناید بجائے

ترجمہ۔ (اور) تم (اس خوف سے درخت کے) پتے کی طرح لرزتے ہو۔ کہ ہائے! اگر دن گزر گیا۔ اور وہ نشانی نمودار نہ ہوئی (تو پھر بڑی حسرت کی بات ہے)

میدوی در کوے و بازار و سرا　　چوں کسے کو گم کند گوسالہ را

ترجمہ۔ تم (گلی) کوچے اور بازار میں اور گھر گھر (اس طرح) دوڑے پھرتے ہو۔ جیسے وہ شخص جس کا بچھڑا گم ہو گیا ہو (اور اسے تلاش کرتا پھرے)

خواجہ خیرست؟ ایں دواں دو چیست　　گم شدہ اینجا کہ داری؟ کیست؟

لغات۔ دوادو۔ دوڑ دھوپ۔ کیستت۔ وہ تمہارا رشتہ میں کیا ہوتا ہے۔

ترجمہ (لوگ حیران ہو کر پوچھیں) میاں خیر تو ہے۔ یہ بھاگ دوڑ کیوں کر رہے ہو۔ تمہارا یہاں کون گم ہو گیا۔ وہ رشتے میں تمہارا کون ہوتا ہے۔

گوئیش خیرست لیک ایں خیر من　　کس نشاید کہ بداند غیر من

ترجمہ۔ تم (جواب میں) اس سے کہو (ہاں ہاں) خیر ہے۔ لیکن یہ میری خیر میرے سوا اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔

گر بگویم یک نشانم فوت شد　　　　چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد

ترجمہ۔ اگر میں (بیان خواب کرنے کے لئے) یہاں لوں (کہ چلو) ایک نشانی (عدم بیان خواب کی) فوت ہوگئی (تو ہو جانے دو تو یہ گوارا نہیں۔ کیونکہ) جب ایک نشانی (بھی) فوت ہوگئی۔ تو (عدم حصول مراد سے) موت کا وقت آگیا۔

بنگری در روئے ہر مردے سوار　　　　گویدت منگر مرا دیوانہ وار

ترجمہ۔ تم ہر مرد سوار کے منہ کو تکنے لگتے ہو۔ تو وہ تم سے کہتا ہے (بھائی) مجھے دیوانوں کی طرح (لگاتار) مت تکو۔

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام　　　　رو بجُستن و جُوئے او آوردہ ام

ترجمہ۔ تم اس سے کہتے ہو کہ جناب! میرا ایک دوست گم ہوگیا۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔

دولتت پائندہ بادا اے سوار!　　　　رحم کُن بر عاشقاں معذور دار

ترجمہ۔ اے سوار! تمہارا اقبال قائم رہے۔ ہم (عاشق لوگ بیخودی کی حالت میں اکثر غلطی کرتے رہتے ہیں) عاشق لوگوں پر رحم کرو (آپ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے کی جو خطا ہوگئی معاف فرما دو اور) معذور سمجھو۔

چوں طلب کردی بجد آید نظر　　　　جد خطا نکند چنیں آمد خبر

ترجمہ۔ جب تم مقصود کو کوشش کے ساتھ طلب کرو۔ تو وہ نظر آ ہی جاتا ہے (اسی لئے) کوشش رائگاں نہیں جاتی۔ ایسا ہی حدیث میں آیا ہے۔

مطلب ۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ۔ یعنے جو کسی چیز کو طلب کرتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے۔ وہ اسے پالیتا ہے۔ کلید مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحاح میں تو نظر سے گذری نہیں۔ ممکن ہے کوئی حدیث ہو۔ مگر مضمون صحیح ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص طلب کرتا ہے۔ اور اسی میں لگا رہے۔ تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت　　　　پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

ترجمہ۔ اچانک ایک نیک بخت سوار آگیا۔ پھر اس نے تم کو بغل میں لیا (اور گرم جوشی سے)

سخت (بھیجا)

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق بے خبر گفت این ست سالوس و نفاق

لغات۔ طاق۔ محراب۔ محراب دار دروازہ۔ سالوس۔ مکر۔ نفاق۔ دل میں کچھ ہونا اور ظاہر کچھ کرنا۔ بناوٹ ظاہر داری۔

ترجمہ۔ تم (اس کی تاثیر جذب سے) بیہوش ہوگئے۔ اور دروازے ہی کے اندر (جہاں اس سوار نے معانقہ کیا تھا) گر پڑے۔ تو (جو شخص اس باطنی کیفیت سے) بے خبر (ہے وہ) بولا۔ دیکھئے (عجیب) مکر اور بناوٹ (ہے۔ کہ ایک سوار سے گلے ملتے ہی بیہوش ہوگئے)

او چہ مے داند کہ ایں شور چیست او نداند کاں نشانِ وصل کیست

ترجمہ۔ مگر وہ بے خبر کیا جانے کہ اس (بیہوش ہونے والے) میں کسی چیز کا شور (برپا ہو رہا) ہے وہ نہیں سمجھتا کہ وہ (سوار) کس کے وصل کی نشانی ہے۔

مطلب۔ جو شخص معاملات باطن سے بے خبر ہے۔ وہ تو واقعہ کا صرف ظاہری پہلو دیکھتا ہے۔ اس لئے اس کو تعجب آتا ہے۔ کہ ایک سوار سے معانقہ کرتے ہی دھڑام سے گر پڑنا چہ معنے دارد؟ اسے کیا معلوم کہ بیہوش ہونے والے کے دل میں کس بلا کا جوش پیدا ہوا ہے۔ اور کس عالی پایہ مراد کے حصول کے یقین نے اس پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کی ہے۔ کما قیل ؎

لطفِ مے تجھ سے کیا کہیں زاہد ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید آں دگر را کے نشاں آید پدید

ترجمہ۔ یہ نشانی تو اسی شخص کے حق میں (اثر انداز ہوسکتی) ہے۔ جس نے (پہلے اس مطلوب کو) دیکھا ہے (جس کی یہ نشانی ہے) اس دوسرے شخص پر (جس نے اس کا کبھی بھی مشاہدہ نہیں کیا۔ اسکا) نشان (ہونا) کب ظاہر ہوسکتا ہے۔

ہر زماں کز وے نشانے مے رسید شخص را جانے بجانے مے رسید

ترجمہ (ادھر اس بیہوش ہونے والے کی حالت یہ ہے کہ) جوں جوں اس (سوار) سے اس کو (خواب کی بشارت کے مطابق) نشان ملتے جاتے ہیں۔ اس شخص کی جان میں جان آتی جاتی ہے۔

ماہیِ بیچارہ را پیش آمد آب ایں نشانہا تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَاب

صنائع۔ دوسرے مصرعہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے اقتباس ہے۔ الٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ہ یہ چند آیات کتاب واضح کی ہیں (یوسف ع ۱)

ترجمہ۔ بیچاری مچھلی (جو پانی کے بغیر تڑپ رہی تھی۔ اس) کے سامنے پانی آگیا۔ یہ نشانیاں آیات قرآنیہ (کی طرح بے شک وشبہ) ہیں۔

مطلب جس طرح ماہی بے آب کو پانی مل جائے۔ تو اس کی جان میں جان آجاتی ہے۔ اسی طرح یہ طالب مراد جب حصول مراد کی نشانیاں دیکھ لیتا ہے۔ جو آیات قرآن کی طرح قطعی ویقینی ہیں۔ تو اس کی خوشی کا کیا ٹھکانا۔ کما قیل ؎

بعزم دلنوازی ہا کہ مے آید کہ در گوشم — صدائے آمد آمد مے برو از دل طپیدنہا

پس نشانیہا کہ اندر انبیاست — خاص آں جاں را بود کو آشناست

ترجمہ۔ پس (اس تقریر سے ظاہر ہے کہ) جو نشانیاں انبیا کے اندر ہیں وہ خاص اسی روح کو (محسوس ہوتی) ہیں۔ جو پہلے سے (حق تعالیٰ سے) آشنا ہے۔

مطلب۔ اب پھر ذرا خواب اور اس کی تعبیر یا مثال اور ممثل لہ میں تطبیق کر کے دیکھ لیجئے۔ مطلوب حقیقی سے مراد خاص ذات حق ہے۔ جس کی طلب میں وہ شخص برسوں آہ وزاری۔ گریہ واشکباری کرتا رہا۔ اسوار جو نظر آیا۔ اس سے مراد نبی وقت ہے۔ معانقہ سے مراد نبی کی تعلیمات ہیں۔ بیہوش ہو جانے سے مقصود وصل بحق ہونے کا شدید اشتیاق ہے۔ چونکہ یوم الست میں ہر شخص نے باری تعالیٰ کا دیدار اور اس کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔ اس لئے کم وبیش ہر شخص کے دل میں اس عنصری زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ ایک برتر ہستی کے وجود کا تخیل موجود ہے۔ پھر بعض صحیح طور پر اور بعض غلط طریق پر اس کی پرستش کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب نبی برحق باری تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آتا ہے۔ اور لوگوں کو اس کی درگاہ کی طرف صحیح طریق سے رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ تو جن لوگوں کے دل میں پہلے سے پروردگار برحق کی طلب زرا زیادہ موجود ہوتی ہے۔ وہ نبی کی زبان مبارک سے اس کی صحیح نشانیاں سن کر جوش محبت سے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ حالت انہی لوگوں کی ہوتی ہے۔ جن پر "کو آشناست" کا قول صادق آتا ہے۔ یعنے ان کو حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ خاص اُنس ہوتا ہے۔ اور وہ پہلے سے اس کی درگاہ یک بار یاب ہونے کے ذریعہ کے متلاشی ہوتے ہیں۔ عراقی رہ ؎

ہمے گردم بگرد ہر سرائے — نیا بم نشان دوست جائے

جب ان کو نبی برحق کی بدولت اس کی درگاہ میں باریاب ہونے کا صحیح راستہ مل جاتا ہے۔ تو وہ باقی تمام طرفوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ حافظ رہ ؎

از آں زماں کہ بریں آستاں نہادم روے — فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار — دل ندارم بیدلم معذور دار

ترجمہ۔ یہ بات (یعنے انبیاء علیہم السلام کے نشانوں کی تفصیل) ادھوری رہ گئی۔ اور (جو کچھ بیان ہوئی تو) اکھڑی اکھڑی (ہوئی۔ مگر کیا کیجئے) میرا دل ہی قائم نہیں۔ میں بیدل ہوں مجھے معذور سمجھئے۔

مطلب۔ انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں کا ذکر تو کر دیا۔ مگر افسوس ان کی کچھ تفصیل نہ ہو سکی۔ جس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں اس وقت اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ اور پیغمبروں کی صفات بیان کرنے کے لئے بقول

دیغ با عذا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" میزان ادب کو مستقیم رکھنے کے لئے ہوش و حواس بجا ہونے ضروری ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کی صفات لاتعد ولاتحصی ہیں۔ ان کو تقریرو بیان سے حصر میں لانا مشکل ہے۔ اور یہی دونوں عذر ہیں۔ اس لئے یہ بیان ادھورا رہا۔ پہلا عذر اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں مذکور ہے۔ دوسرا عذر آگے فرماتے ہیں:-

ذرّہا را کے تواند کس شمرد　　خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد

ترجمہ (پیغمبروں کی صفات و کمالات تو مٹی کے) ذروں (کی طرح ان گنت ہیں۔ پس ان) کو کون شمار کر سکتا ہے۔ خاص کر وہ شخص جس کی عقل کو عشق نے زائل کر دیا ہو۔

مے شمارم برگہائے باغ را؟　　مے شمارم بانگِ کبک و زاغ را؟

ترجمہ (اتنا تو سوچو کہ اگر) میں باغ کے پتوں کو گننے لگوں (اور) چکورا ور کوے (وغیرہ پرندوں) کی آوازوں کو شمار کرنے بیٹھوں (تو کیا شمار کر سکتا ہوں؟ ہرگز نہیں)

در شمار اندر نیاید لیک من　　مے شمارم بہرِ رُشدِ اے مُمتحن

ترجمہ (درحقیقت وہ کمالات پوری طرح شمار میں آ ہی نہیں سکتے۔ تاہم اے آزمانے والے! میں (ان میں سے کچھ کچھ اوصاف سامعین کی) بصیرت (افزائی) کے لئے شمار کرتا ہوں۔ (جس کی مثال یہ ہے کہ:-)

نحسِ کیواں یا کہ سعدِ مشتری　　ناید اندر حصر اگرچہ بشمری

ترجمہ (دیکھو) زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت (کی تاثیرات) کو اگرچہ تم شمار (کرنے کی کوشش) کرو (مگر) وہ گنتی میں نہیں آسکتی۔

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر　　شرح باید کرد بہرِ نفع و ضر

ترجمہ۔ لیکن (لوگوں کے) نفع و نقصان کے خیال سے ان دونوں کے اثروں سے کچھ نہ کچھ بیان کرنے ہی چاہئیں۔

تا شود معلوم آثارِ قضا　　شمّہ مر اہلِ سعد و نحس را

ترجمہ۔ تاکہ سعد و نحس (کی تاثیرات میں مبتلا ہونے) والوں کو قضائے الٰہی کے آثار معلوم ہو جائیں۔

مطلب۔ مفتاح العلوم کے پہلے حصے میں کسی جگہ تاثیر کواکب کے متعلق عقیدہ اسلام کی بحث گذر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاثیر کواکب بالاستقلال کا عقیدہ کفر ہے۔ اگر کوئی ان کی تاثیر بقضاء اللہ وقدرہ مانتا ہو۔

تو اس میں منافات نہیں۔ اس شعر میں اس کی اسی جائز صورت کا اشارہ ہے۔ مگر یہاں حقیقۃً کواکب کی تاثیر سعد و نحس مراد نہیں۔ بلکہ لوگوں کی اپنی سعادت و شقاوت مراد ہے۔ ہیئے لوگوں کی سعادت و شقاوت کے اسباب شمار نہیں ہو سکتے۔ مگر چونکہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ بیان کیا جاتا ہے

طالع آنکس کہ باشد مشتری شاد گردد از نشاط و سروری

ترجمہ۔ تاکہ جس شخص کا طالع مشتری ہو۔ وہ فارغ البالی اور عزت سے خوش ہو۔

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور احتیاطش لازم آمد در امور

ترجمہ۔ اور جس شخص کا طالع زحل (ہو) اس کو (تمام) امور میں جملہ خرابیوں سے (بچنے کیلئے) احتیاط لازم ہے۔

گر نگویم آں زحل استارہ را زآتشش سوزد مرآں بیچارہ را

ترجمہ۔ اگر میں اس کو یہ ستارہ زحل (کی تاثیرات) نہ بتادوں تو وہ اس غریب کو (اپنی نحوست کی) آگ سے پھونک ڈالے۔

مطلب۔ اہل سعادت وہ ہیں جن کا طالع سعید ہے۔ اور سعادت سے مراد بینائی دل کا طالع ہے۔ جن سے وہ حقائق کو ان کی اصلی کیفیت میں دیکھ سکے۔ اور یہ وہ فوز و فلاح کا درجہ ہے کہ جس قدر بھی اس پر خوشی ہو کم ہے۔ اور اہل شقاوت وہ ہیں۔ جن کا طالع نحس ہے۔ اور وہ دل کی کوری ہے۔ پس کور دل کو چاہئے کہ حظوظ نفسانیہ سے احتیاط کرے۔ تاکہ ہلاکی میں نہ پڑے۔ (بحر العلوم)

بس کن اے بیہودہ نازاں آفتاب آتشے ناید بیکبارہ بتاب

ترجمہ۔ اے بیہودہ (گو) بس کر (آیات حق کے بیان کرنے میں زیادہ زبان نہ کھول) تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس آفتاب (حق) کی کوئی تجلی چمک اُٹھے (اور تجھ کو فنا کر دے)

از کواکب در سپہر بیکراں در دمے نے نور ماند نے نشاں

ترجمہ (اس تجلی کے غلبہ سے) ایک لمحہ میں آسمان (کی) بے پایاں (فضا) کے اندر ستاروں میں نہ نور رہے۔ نہ ان کا نشان (باقی) رہے۔

آنچہ بردار د بداں مشغول شو وز دگر گفتارہا معزول شو

لغات۔ بردارد کے دو معنے محتمل ہیں (۱) پھل رکھتا ہے (۲) اٹھاتا ہے۔ معزول۔ کنارہ کش۔

ترجمہ۔ (پس) جس بات کا کوئی (مفید) نتیجہ ہو۔ اسی (کے بیان کرنے) میں مشغول ہو۔ اور دوسری (بے نتیجہ) باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (کلید)

۲ - (پس) جس بات کو (سُن کر ہر شخص) برداشت کرسکے۔ اسی (کے بیان کرنے) میں مشغول ہو۔ اور دوسری (ناقابل برداشت) باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (بحرالعلوم)

جُنبشِ اختر نیابد جُز عقیم — بر نیابد جُز کہ آں لُطفِ رحیم

لغات - جنبش - حرکت بیان - سیر مراد ہے - اختر - ستارہ - عقیم - بانجھ - بے نتیجہ۔

ترجمہ - سیر کواکب بے نتیجہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس (خداوند) رحیم کی مہربانی کے سوا کسی چیز سے پھل نہیں ملتا ہ

چھوڑ پروائے کواکب ہو پابندِ فلک — ہاتھ اٹھا بہر دعا پیشِ خداوندِ فلک

نوٹ - آگے حق تعالےٰ کے رحم و کرم سے مستفید ہونے کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اُذکُرُوا اللہ شاہِ ما دستور داد — اندر آتش دیدہ ما را نُور داد

ترجمہ - ہمارے بادشاہ (حقیقی) نے اجازت دے دی ہے کہ اللہ کو یاد کیا کرو (ہمارے جو افعال جہنم کی) آگ (میں لے جانے والے ہیں اس نے ان) میں بھی (ہماری) آنکھوں کو (بصیرت ایمانی کا) نور بخشا ہے۔

مطلب - باوجودیکہ ہم بداعمالی کی ایسی ناپاکیوں سے ملوث تھے۔ جو جہنم میں لے جانے والی ہیں۔ تاہم اُس نے اپنے کرم سے ہم کو یہ نور ایمانی نصیب فرمایا۔ جس سے سعادت دارین حاصل ہو سکتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ذکرِ حق سے خود ہمارا فائدہ ہے۔ خدا کی خدائی میں اس سے کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

گفت اگرچہ پاکم از ذکرِ شما — نیست لائق مر مرا تصویرہا

ترجمہ (حق تعالےٰ نے) فرمایا (ہے) اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں (اور یہ) تمثیلات (جو تم بیان کر رہے ہو) میرے لائق نہیں ہیں۔

لیک ہرگز مست تصویر و خیال — در نیابد ذاتِ ما را بے مثال

ترجمہ - لیکن (جو شخص) تمثیل و تخیل (کے ساتھ مطالب کو سمجھنے) کا خوگر (ہے وہ) مثال کے بغیر ہماری ذات کو سمجھ نہیں سکتا۔

مطلب - حق تعالےٰ کی ذات پاک تشبیہات سے تو بالکل منزہ ہے۔ مگر چونکہ عقل انسانی ناقص ہے۔ اسکو تمثیل کے بغیر معرفت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اجازت دیدی گئی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ بلا تشبیہ تمثیلات لطیفہ سے ذات و صفات کا مفہوم سمجھا دیا جائے۔ ورنہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ امیر خسرو رح ہ

لوامع صفتش ہست چشم پوش عقول — چو آفتاب کہ نورش حجاب ابصار ست

ذکرِ جسمانہ خیال ناقص ست — وصفِ شاہانہ ازاں ہا خالص ست

ترجمہ۔ جسمانی چیزوں کی طرح (تمثیلات کے ساتھ) ذکر کرنا ایک خیال ناقص ہے۔ خداوندی صفت ان (تمثیلات) سے منزہ ہے۔ (مثلاً:-)

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست ۔۔۔ ایں چہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

ترجمہ (اگر) کوئی شخص بادشاہ کے حق میں (بطور مدح) کہے (کہ وہ) جولاہہ نہیں ہے۔ تو یہ کہاں کی مدح ہے۔ وہ شاید (اس سے) آگاہ نہیں (کہ مدح کیسی ہونی چاہیے)۔

مطلب۔ اگر کوئی مداح بادشاہ کی یوں تعریف کرے۔ کہ حضور جولاہے نہیں۔ موچی نہیں ہیں۔ دھنئے نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ مگر مدح کے مقام پر موزوں بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ایک لحاظ سے ہجو ملیح ہے۔ کیونکہ بادشاہ میں جولاہہ۔ موچی اور دھنئے ہونے کا تو شان و گمان بھی نہیں تھا۔ تو پھر ان باتوں کی نفی کے کیا معنے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مادح کو بادشاہ کی ذات میں ان باتوں کی موجودگی کا شبہ تھا۔ جس کو وہ اب دفع کر رہا ہے۔ لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سنکر خوش ہو۔ اور اس کو دوسرے مداحین کی طرح انعام و اکرام سے سرفراز کرے۔ تو یہ اس کی غایت رحمت پر دال ہے۔ پس ہماری تقدیس و تنزیہہ بالکل ایسی ہے۔ جیسے حق تعالٰے کی تعریف میں کہا کرتے ہیں۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں۔ منہ نہیں۔ کان نہیں۔ وہ سوتا اونگھتا نہیں۔ بیٹھتا اٹھتا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کے وجود کا وہاں شبہ ہی نہیں۔ پھر ان کی نفی کے کیا معنے یہ صریح گستاخی و بے ادبی ہے۔ مگر یہ حق تعالٰے کی کمال رحمت ہے۔ کہ وہ اس کو مثل مدح قرار دے کر اس پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور ہم کو ہمارے قصور عقل و نقص ادراک کے باعث معذور رکھتا ہے۔ ورنہ اگر اس ناقص عقل و ادراک کے ساتھ ہر شخص معرفت تام پر مکلف ہوتا۔ تو کوئی بھی درجہ ایمان پر فائز نظر نہ آتا۔ اس لئے ہر شخص کو علےٰ قدر استعداد مناسب تکلیف دی گئی ہے۔ اور مومن ہونے کے لئے ایمان مجمل کافی سمجھا گیا ہے۔ نظامی رحمہ ؎

چو دانستی کہ معبودے تراہست ۔۔۔ بدار از چند و چوں و جستجو دست

آگے مولانا اس مضمون کی تائید میں ایک دلچسپ حکایت سناتے ہیں۔ کہ جس شخص کو جتنی عقل و دانش ملی ہے۔ اسی پیمانہ پر وہ خداوند تعالٰے کی ذات و صفات کو سمجھنے پر مکلف ہے۔ اور اس کا اسی قدر ایمان قبول بلکہ خوشنودی حق کا باعث ہو سکتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وللہ الحمد علےٰ تمام المجلد الثانی من الدفتر الثانی من مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ رحمۃ من اللہ الحی القیوم ؛

مفتاح العلوم کے متعلق معاونین کرام کی رائیں

قبلہ عالم اعلیٰ حضرت مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کتاب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رح کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ گو علم تصوف میں بزبان فارسی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن ان میں سے جسقدر مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کی شہرت و مقبولیت ہے۔ وہ آجتک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ علمائے کرام ظاہری اور باطنی تو اپنی اپنی استعداد اور ملکہ علمی کے اعتبار سے اس دریائے ناپیداکنار سے متمتع ہو رہے ہیں۔ لیکن عوام کم استعداد اور کم علموں کو اس سے مستفیض ہونیکا آجتک موقع نہیں تھا۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ اہل علم میں سے کوئی صاحب جو جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہونے کے علاوہ رموز تصوف سے واقف اور صوفیائے کرام کا سچا غلام ہو۔ اس کتاب کی اردو زبان میں ایسی طرز سے شرح کرتا۔ کہ جس سے ادنیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ بھی فائدہ حاصل کرتے۔ اور اس کتاب کی برکت سے صحیح اعتقاد پر قائم رہنے کے علاوہ انکے دلوں میں بزرگان دین کی عزت و عظمت جاگزین ہوتی۔ الحمد للہ کہ اس ضرورت کو عزیزم مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور نے محسوس کیا۔ اور انہوں ایک ایسے فاضل اجل سے جو خاندان نقشبندیہ کے حلقہ بگوش ہونیکے علاوہ رموز تصوف اور نکات معرفت سے بخوبی ماہر ہیں۔ سے مثنوی مولانا روم کی شرح مرتب کرائی۔ شارح نے مثنوی کی لغات مشکلہ اور ترکیب نحوی کو حل فرماکر اس کے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے مثنوی شریف کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ شعر کا مفصل مطلب شارح موصوف نے جس محنت اور کوشش سے قرآن و حدیث و اقوال آئمہ کے حوالہ جات دیکر بیان کیا ہے۔ وہ بلاشک و شبہ تحسین کے قابل ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص مولانا روم علیہ الرحمۃ کے قول سے فائدہ نہ اٹھائے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ بڑا ہی بدقسمت ہوگا۔ فقیر اہل اسلام سے عموماً اور پیران طریقت سے خصوصاً اس بات کی توقع رکھتا ہے۔ کہ وہ ضرور بالضرور مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کو خرید کر لطف اٹھائیں۔ اور تصوف کے حقائق و معانی سے واقفیت حاصل کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی۔ کاغذ۔ جلد وغیرہ نہایت ہی عمدہ ہے۔

بقلم فقیر جماعت علی عفی عنہ از علی پور سیداں۔ ضلع سیالکوٹ۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء

عالیجناب مولوی محمد بن عبداللہ صاحب باکون صوبیدار وظیفہ یاب حیدرآباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں:۔

کہ کتاب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولوی معنوی جس کے اول حصہ سے پنجم حصے تک موصول ہوا۔ اور زیر مطالعہ رہا۔ جس تاریخ سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ گو کئی یک ہزار بلکہ زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اس شرح مثنوی کا کچھ رنگ ہی اور ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ کم سے کم فہم والا شخص عبارت معانی کو سمجھ سکتا ہے۔ علمائے کرام ظاہری و باطنی اپنی اپنی استعداد کے موافق سمجھ لیتے ہیں۔ اور بفضل خدا فیض یاب ہوتے ہیں۔ گو میں نے کتب تصوف میں بہت سی کتابیں عربی و اردو کا مطالعہ کیا۔ کس کس کتاب کا نام بیان کروں بمضمون طویل ہوگا۔ مختصر یہ کہ جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور نے محسوس کیا۔ اول تو یہ کہ شارح نے مثنوی کی لغات مشکلہ اور ترکیب نحوی کو حل فرماکر اسکے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے مثنوی شریف کو بالکل آسان کر دیا۔ اور کوشش و جانفشانی کر کے قرآن و حدیث و اقوال ائمہ کے حوالہ جات دیکر بتلا دیا۔ اسقدر سخت محنت اور مشقت کے بعد بھی کوئی مسلمان بھائی اپنی تنگدلی اور بدقسمتی سے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اقوال سے فائدہ نہ اٹھائے۔ تو خدا اس پر اپنا فضل و کرم کرے۔ آمین۔ کیا عجب ہے۔ کہ شائقین اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے۔ اور ہر فرد بشر کچھ نہ کچھ حصہ مثنوی

مولانا روم منگوا کر فیضیاب ہو نگے۔ مجھ کو یقین ہے۔ کہ جو شخص مولانا روم کی شرح مثنوی کا ایک حصہ بھی دیکھ لے گا تو گرویدہ ہو جائیگا۔

عالیجناب صوفی علی بخش صاحب قادری ہیم پور ضلع ہوشیار پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مورخہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء کو مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم کا وی۔ پی مبلغ دس روپیہ کو وصول پالیا ہے۔ یہ شرح واقعی بہت اچھی ہے۔ اس سے پہلے میں نے کوئی ایسی شرح نہیں دیکھی۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ تو اور جو باقی دفتر ہیں۔ ان کی شرح بھی مکمل کر دی جائے اور جوں جوں حصے تیار ہوتے جائیں۔ اس خاکسار کو بھی اطلاع دیتے رہیں۔

فخر المحدثین عالیجناب مولانا محمد جمیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے ہاں جو مثنوی مولانا روم کی شرح شائع ہو رہی ہے۔ وہ نہایت ہی عمدہ اور اعلےٰ اور مفید ہے۔ براہ کرم مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کسی آئندہ ایڈیشن میں درج فرما دیجئے :۔

چھپی یہ مثنوی کی شرح نایاب ہے کشاف طریقت اور شریعت
جمیل ابجد کی رو سے میں نے پوچھا کہا ہاتف نے "تصنیف طریقت"
۱۳۵۰ھ

عالیجناب شیخ رکن الدین صاحب سینئر سب جج پنشنر نارووال ضلع سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی دکان سے میرا لپسر ایک جلد مفتاح العلوم حصہ اول لایا تھا۔ اس کے مطالعہ سے کمال مسرت حاصل ہوئی۔ واقعی حضرت شارح علامے کمال کر دیا ہے۔ نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ اور نکات تصوف وزبا ندانی کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔ آپ نے چھاپنے میں بھی بہت محنت کی ہے۔ میں اس شرح کی تکمیل کا بہت متمنی ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ حتی الامکان جلدی یہ شرح مکمل ہو جائے۔ براہ مہربانی میرا نام فہرست خریداران میں درج کر کے جوں جوں یہ شرح چھپتی جائے۔ مجھے بذریعہ وی۔ پی ارسال کرتے رہیں۔ والسلام

عالیجناب پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری پیش امام جامع مسجد جودھپور تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ مفتاح العلوم دفتر اول کے چاروں حصے یکے بعد دیگرے وصول ہوئے۔ اور کافی سے زیادہ مطالعہ کر چکا ہوں۔ اب میں بخوشی اقبال کرتا ہوں۔ کہ جناب شارح صاحب نے ایسی جامع ومبسوط شرح لکھ کر دنیائے اسلام پر احسان کیا۔ جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے نکات تصوف کو نہایت سلیس اردو میں بیان کیا۔ ہر شعر کا مطلب بیان کرتے وقت قرآن مجید وحدیث شریف کا حوالہ دیکر "ہست قرآن در زبان پہلوی" کو ثابت کیا۔ اور بعض پیچیدہ مسائل کو جن کے سمجھنے کی عوام الناس کو لیاقت نہیں۔ ایسی خوبی سے سمجھائے ہیں۔ کہ بے اختیار حضرت شارح کے حق میں اعزلہ اللہ فی الدارین کما اعززت اخوانی دنیا کہنا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بہت سی شرحیں زیر مطالعہ رہ چکی ہیں مگر "بسیار شرح دیدہ ام لیکن ایں چیزے دیگری"۔ اگر دوسرے دفتر کا حصہ شائع ہو چکا ہو۔ تو جلد از جلد روانہ کر کے مشکور فرمائیں۔ اور ہر حصہ کے تیار ہونے پر مہربانی فرما کر مجھ کو فی الفور اطلاع دیا کریں۔ والسلام

عالیجناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور سے تحریر فرماتے ہیں:۔ مکرمی جناب قریشی صاحب آپکا مرسلہ تحفہ (مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم دفتر اول حصہ دوسرا) بذریعہ وی۔ پی موصول ہوا۔ محترمی مولوی مرزا محمد نذیر صاحب کی عرقریزی اور محققانہ تحریر اہل علم کے لئے واقعی قابل قدر اور شکریہ ہے۔ جنہوں نے مثنوی جیسی بلند پایہ کتاب کی تشریح میں مبتدی اور منتہی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ ایسے دقائق شناس علماء کرام کو عمر دراز عطا فرما کر ایسی نادرہ خدمات کی تکمیل اور انجام دہی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ جزاہم اللہ فی الدارین احسن الجزاء۔ ہر حصہ شرح کے ہونے پر مہربانی کر کے مجھ کو فوری اطلاع دیا کریں۔ والسلام

مطبوعات قریشی بک ایجنسی لاہور

مجربات طبی

جس کو پنجاب یونیورسٹی سے طب کی اعلیٰ ڈگری حاصل کئے ہوئے اور ہندوستان کے مشہور و نامور حکیموں کے علاوہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی مرحوم و اعسرالاطبا حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی شاگردی کا فخر حاصل کئے ہوئے ایک فاضل اجل اور لائق طبیب نے سالہا سال کی محنت اور عرقریزی سے مرتب کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں قابل مصنف نے سر سے پاؤں تک کی کل امراض کا مفصل حال ان کی تشخیص کا طریقہ ان کا علاج ایسے ایسے سہل اور آسان اور مجرب و زود اثر نسخوں سے لکھا ہے۔ کہ جس کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص بغیر کسی حکیم کی امداد کے خود بخود اپنا اپنے خویش و اقارب اور بال بچوں۔ عزیزوں۔ دوستوں کا کما حقہ علاج کر سکتا ہے۔ ہر مرض کی مختلف قسمیں لکھ کر بتایا ہے۔ کہ اس قسم کی مرض کے لئے ایسا نسخہ کارگر ہوگا۔ مردوں اور عورتوں کی خاص بیماریوں کی تشخیص اور ان کا مجرب اور زود اثر صحیح علاج خاص طور پر لکھا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب اردو کی تمام طبی کتابوں سے آسان سہل و مفید ہے۔ اور اس کا ہر نسخہ ہر جگہ سے بآسانی مل جانیوالی ادویات سے جو زود اثر اور مجرب ہے۔ لکھا گیا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت صرف بلا جلد کے لئے دو روپے (عہ) اور مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے عہ۸ علاوہ محصول

اُستادِ روزگار

یہ وہ خاص کتاب ہے کہ جس میں اس کے مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کے لئے ہر قسم کے صنعت و حرفت کے کام نہایت ایمانداری سے صحیح صحیح تجربہ کر کے درج کر دیئے ہیں۔ معمولی آدمی بھی اس کتاب کے مطالعہ سے کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ کر اپنا اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ اور اگر چند روز تک استقلال سے کام کرتا رہے۔ تو یقیناً ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے کا مالک بن سکتا ہے۔

اس میں صابون سازی کے ہر قسم کے طریقے۔ ہر قسم کے شربت۔ ہر قسم کے حلوے۔ ہر قسم کے اچار۔ ہر قسم کے مربے ڈالنے کی ترکیبوں کے علاوہ خضاب کے نسخے۔ امرت دھارا کے نسخے بال اُڑانیکا پوڈر بنانے کے طریقے۔ ہر قسم کی سیاہیوں کے تیار کرنے اور ان کو فروخت کرنیکے راز۔ ڈبل روٹی۔ بسکٹ۔ کیک وغیرہ بنانا۔ نقلی سونا۔ نقلی چاندی۔ نقلی ہیرا بنا کر فروخت کرنا۔ فوٹو گرافی۔ گھڑی سازی۔ عطاری۔ حکمت غرض کوئی ایسا کام نہیں جس کی سہل ترکیب اس کتاب میں درج نہ ہو۔ مصنف کا دعویٰ ہے۔ کہ اس سے پیشتر ایسی اعلیٰ ایسی عمدہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔ کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصولڈاک۔

مجموعہ خوابنامہ صدیقی

اگر آپکو خواب کی صحیح تعبیر معلوم کرنے کا شوق ہو۔ اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہو۔ کہ کس قسم کی خواب قابل تعبیر ہوتی ہے۔ یا اگر آپ کو یہ دیکھنے کا شوق ہو۔ کہ آپ کے خواب کی تعبیر جلدی ظاہر ہوگی یا دیر سے۔ یا اگر آپ اپنے فراموش شدہ خواب کو دوبارہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کتاب کو منگا لیجئے۔ اپنے خواب کی تعبیر دیکھئے۔ اور اپنے عزیزوں دوستوں کو انکے خواب کی تعبیر بتائیے۔ ایسا صحیح ایسا مکمل۔ اور ایسا اعلیٰ خواب نامہ ہے کہ اس سے پیشتر ایسا شائع نہیں ہوا۔ کتاب کے آخر میں ہاتھ دیکھنے کا طریقہ ہاتھ کے خطوط کے ذریعہ قسمت کا نیک و بد معلوم کرنا۔ اور ان سے گذشتہ و آئندہ زندگی کی معلومات حاصل کرنا۔ اسکے بعد علم قیافہ کے متعلق ایک ایسا لاجواب رسالہ درج ہے۔ کہ جسے مطالعہ کر کے آپ ہر شخص کے چہرہ کو دیکھ کر اسکی نیک و بد کا اندازہ کر لیںگے۔ قیمت باوجود اسقدر خوبیوں کے بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ اور مجلد کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصولڈاک

تعلیم النساء کا قاعدہ جس میں حروف شناسی و عبارت خوانی کے ساتھ ساتھ چھوٹی لڑکیوں کے خیالات اور محاورات کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ اور اس سلسلہ کی آئندہ دینی اور ادبی تعلیم کا آغاز مفرد و مرکب الفاظ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ (۱ر)

تعلیم النساء کی پہلی کتاب جس میں آئندہ دینی و ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کے لئے آسان لفظوں میں توحید و رسالت کے تصور کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ پھر چند مناظر قدرت دکھائے گئے ہیں۔ اور کئی نصیحت آمیز کہانیوں کے نتائج پر توجہ دلائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنہ (۲ر)

تعلیم النساء کی دوسری کتاب جس میں دینداری۔ سلیقہ۔ عام آداب و اخلاق کے متعلق ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے مذاق اور ادراک کے موافق مختلف دلچسپ پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت چھ آنہ (۶ر)

تعلیم النساء کی تیسری کتاب جس میں اسلامی عقائد اور مسائل طہارت و نماز کا بیان۔ بزرگوں اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب اور خانہ داری کے ہر شعبہ کا ذکر شبا روزی کاروبار کے آداب اور نیک اخلاق کا بیان تفصیل کے ساتھ مختلف دلچسپ پیرایوں میں کیا گیا ہے۔ قیمت نو آنہ (۹ر)

تعلیم النساء کی چوتھی کتاب (متعلقہ مسائل دینیہ) اس کتاب میں تمام دینی مسائل مفصل طور سے درج ہیں۔ شروع سے لے کر آخیر تک کوئی ایسا ضروری مسئلہ نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جس مسئلہ کی ضرورت ہو۔ اس کتاب میں مل سکتا ہے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو مسائل دینی سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

تعلیم النساء کی پانچویں کتاب جس میں عبادات کے فضائل و آداب کا ذکر۔ خانہ داری کے صیغوں میں سے گھر۔ مال و متاع۔ کھانے پینے کے سامان۔ کپڑے۔ زیور۔ کام۔ کاج۔ کھانے پکانے۔ سینے پرونے۔ کپڑے رنگنے۔ آمد و خرچ۔ سودا سلف۔ عورتوں کے شغل وغیرہ وغیرہ کا تفصیلی بیان اور آداب و اخلاق کے متعلق خاص مستورات کے مناسب حال باتیں درج ہیں۔ قیمت پندرہ آنہ (۱۵ر)

تعلیم النساء کی چھٹی کتاب جس میں تربیت اولاد کے متعلق مفصل و مکمل بیان موجود ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ (عہ ر)

تعلیم النساء کی ساتویں کتاب (ملقب بہ شیر منزل) یعنی کتاب و سنت کی اخلاقی تعلیم کا لب لباب بچیوں سے لیکر بوڑھیوں تک کے لئے ضابطہ آداب دین اسلام کا معیار۔ تہذیب۔ مقلدین یورپ کے لئے تازیانہ طالب ہدایت کے لئے راہنما دینی و دنیوی ذوات بصیرت کے لئے اردو کی مثنوی معنوی۔ قیمت ایک روپیہ پانچ آنہ (عہ ر)

سوانح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کے پاکیزہ حالات نہایت ہی آسان اردو میں سبقاً سبقاً درج ہیں۔ اور ساتھ ہی پانچ مقامات کی عکسی نوٹو ہیں۔ ۱۲ر

حیات سلطان صلاح الدین غازی (مع فوٹو)۔ اس کتاب میں سلطان صلاح الدین کی ولادت۔ تعلیم۔ تربیت۔ خصائل عادات اور اس کی فتوحات اور عیسائی دنیا کے مقابلے اور فتح بیت المقدس کے تفصیلی حالات نہایت تفصیل کیساتھ لکھے گئے ہیں بظاہر یہ سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت ایک صدی کی صلیبی اور اسلامی لڑائیوں کا مرقع ہے۔ کتاب کے شروع میں غازی موصوف کا عکسی فوٹو اور اخیر میں سلطان موصوف کی مزار کا فوٹو دیا گیا ہے۔ قیمت عا ر علاوہ محصول۔

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم صاحب مئی ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی۔